نورالمصابیح

حصہ ششم (6)

ترجمہ زجاجۃ المصابیح (جلد دوم)

کِتَابُ الْبُیُوْعِ تا بَابٌ فِی النُّذُوْرِ

حدیث نمبر: 3801 تا 4685

حقائق آگاہ، معارف دستگاہ، فخر العلماء والمحدثین، واقف رموز شریعت ودین

ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۹۲ھ......... ۱۳۸۴ھ

مترجم

قدوۃ المحدثین حضرت علامہ مولانا **حاجی محمد منیر الدین** رحمۃ اللہ علیہ

سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ وخطیب مکہ مسجد

زیر اہتمام

ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

تاڑبن، x، روڈ، حیدرآباد، انڈیا، 500064

040-24469996.

Zia.islamic@yahoo.co.in

www.ziaislamic.com

ناشر

دکن ٹریڈرس بکسیلر

اینڈ پبلیشرز، مغلپورہ حیدرآباد

Phone :040-24521777

66710230,66490230

نام کتاب	:	نورالمصابیح، جلد: ششم (6) ترجمہ ''زجاجة المصابیح'' (جلد:2)
موضوع	:	حدیث وفقہ
مؤلف	:	حقائق آگاہ، معارف دستگاہ، فخر العلماء والمحدثین، واقف رموز شریعت ودین محدث دکن ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	:	قدوۃ المحدثین حضرت علامہ مولانا حاجی محمد منیر الدین رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ وخطیب مکہ مسجد
زیر اہتمام	:	ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، تاڑبن، x، روڈ، حیدرآباد
ناشر	:	دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز۔ مغلپورہ، حیدرآباد
پروف ریڈنگ	:	مولانا محمد محی الدین انور نقشبندی قادری، ایم۔اے عثمانیہ
تعداد	:	ایک ہزار (1000)
سن اشاعت	:	1438ھ م 2017ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ.

ترجمہ: جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

(4۔سورة النساء:80)

وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ.

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم عطا فرمائیں اسے لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رُک جاؤ، اور اللہ تعالی سے ڈرتے رہو۔

(59۔سورة الحشر:7)

أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ،

وَخَيْرَ الْهُدٰى هُدٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا: واضح رہے کہ سب سے بہترین کلام اللہ کی کتاب (قرآن کریم) ہے، اور سب سے بہترین سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔

(صحیح مسلم،حدیث نمبر:2042۔زجاجة المصابیح،حدیث نمبر:145)

بہ مصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست — اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبیست

سنت و سیرت صحابہ کو ڈھونڈو — اور بدعتوں سے ہو بیزار

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمُ

فہرست مضامین نورالمصابیح حصۂ ششم (6)

ترجمہ زجاجة المصابیح، جلد:2

اَلۡكُتُبُ وَالۡاَبۡوَابُ خلاصۂ مضمون حدیث	صفحہ نورالمصابیح	صفحہ زجاجۃ المصابیح جلد2
تقریظ فقیہ ہرات' مولانا ابونصر محمد آعظم برنابادی ہروی	ا	
تعارف زجاجۃ المصابیح	ب	
(12) كِتَابُ الۡبُيُوۡعِ (اس کتاب میں خرید و فروخت کے مسائل اور احکام کا بیان ہے)	**40**	220
(1/124) بَابُ الۡكَسۡبِ وَ طَلَبِ الۡحَلَالِ اس باب میں پاک روزی اور حلال پیشہ کی فضیلت کا بیان ہے	**41**	220
اپنے ہاتھوں سے کما کر کھانا انبیاء کی سنت ہے	41	
ذرائع معاش میں کونسا ذریعہ افضل ہے	41	
پاکیزہ اور مقبول کمائی کا بیان	42	
کتابتِ قرآن پر اجرت لینے کا بیان	42	
کاروبار کے ذریعہ حلال روزی کمانے کی ترغیب	42	
جمی ہوئی روزی کو چھوڑنے کی ممانعت	43	
قبولیت دعا کے لئے اکل حلال اور صدق مقال ضروری ہے	44	

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ.(سورۃ النساء:80)

وَمَآ اٰتٰئکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ ،وَمَا نَھٰئکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَھُوۡا ' وَاتَّقُوا اللّٰہَ (سورۃ الحشر:7)

اَمَّا بَعۡدُ! فَاِنَّ خَیۡرَ الۡحَدِیۡثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیۡرَ الۡھَدۡیِ ھَدۡیُ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ)

نورالمصابیح

ترجمہ زجاجۃ المصابیح

حصہ ششم(6)

مؤلفہ

حقائق آگاہ، معارف دستگاہ، فخر العلماء والمحدثین، واقف رموز شریعت ودین

ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ

تقریظ

فقیہ ہرات مولانا ابونصر محمد آعظم برنابادی ہروی دام مجدہٗ

نے زجاجۃ المصابیح (عربی) کے متعلق عربی زبان میں ایک تقریظ روانہ کی ہے اور یہ اس عربی تقریظ کا ترجمہ ہے

از فقیر ابونصر بخدمت مولائے جلیل صاحب النجابہ، عالی النسب، رفیع الحسب، خلیل (مکرم) مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) اوران تمام حضرات کی خدمت میں جوز جاجہ کی طباعت اور نشر و اشاعت میں کوشاں ہیں السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ !اللہ تعالیٰ آپ سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے آپ کے کمالِ عنایت سے (زجاجۃ) کے دوجلدوں کے بعد زجاجۃ المصابیح کی جلد سوم کے تین نسخے وصول ہوئے جو میرے لئے باعث صد مسرت وابتہاج ہے اس ولی پر مجھ جیسے قاصر و عاجز نے جس قدر اللہ تعالیٰ کی حمد اور آپ کا شکر ادا کرسکتا ہے ادا کیا، اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی برکات نازل فرمائے اور بے ساختہ یہ کلمات (زجاجۃ المصابیح کی توصیف میں) میری زبان سے نکل پڑے۔

ہر قسم کی تعریف اس اللہ (بزرگ و برتر) کو زیبا ہے جس نے دین کے آثار کو زندہ کرنے والے افراد کو معرض وجود میں لایا اور درود وسلام ہو اس ذات اقدس (ﷺ) پر جس نے ہر زمانہ میں ہم کو مجددین کے ظہور کی خوشخبری سے سرفراز فرمایا اور درود سلام ہو آپ کی آل پر جو ہدایت کرنے والے ہیں، اور ہدایت یافتہ بھی! زجاجۃ کی دوجلدوں کی تدریس نے میری آنکھوں کو ٹھنڈک بخشا، اوراب تیسری جلد کی وصول یابی میرے وسعت قلب اور انشراح صدر کا موجب ثابت ہورہی ہے جو حقیقت میں صحیح ترین حدیثوں کا منبع ہے اور ایسا محسوس ہورہا ہے کہ مجھے ایک ایسا بحرِ ذخار حاصل ہوگیا جو میرے لئے بالکل کافی ہے، احناف کے لئے واضح حجت ہے، جہالت اور تنقید کی بیماریوں کے لئے قانون ہے اور مذہب (حنفی) کے بارے میں جواب قاطع ہے اوراس کے جملہ فوائد سے آ گاہی نظرِ غائر کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی تا آنکہ ناظرین ہمہ تن گوش بن کر قلب حاضر کے ساتھ مطالعہ کریں بشرطیکہ انصاف پیشِ نظر ہو، اللہ تعالیٰ مؤلف کو اوراس کتاب کی طباعت واشاعت میں مدد کرنے والوں کو جزائے خیر مرحمت فرمائے۔آمین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ط

تعارف زجاجۃ المصابیح

کتاب کی اصلی قدر و قیمت تو مطالعہ سے ہی ظاہر ہو سکے گی تاہم بطور تعارف چند سطور ہدیہ ناظرین ہیں:

واقعہ یہ ہے کہ مؤلف (رحمۃ اللہ علیہ) نے مشکوٰۃ شریف کے بنظر غائر مطالعہ کے بعد اس امر کی شدید ضرورت محسوس فرمائی کہ جس طرح مشکوٰۃ شریف مسائل کے لحاظ سے شافعی حضرات کے لئے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہترین مجموعہ ہے بالکل اسی طرح ان احادیث کو بھی یکجا کیا جائے جن پر فقہ حنفی کی بنیاد ہے اللہ تعالیٰ ان دیگر اہلِ علم حضرات کی سعی کو بھی مشکور فرمائے جنہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور بہترین انداز سے حنفی احادیث جمع فرمائیں لیکن مشکوٰۃ جیسی جامعیت میسر نہ ہوئی۔

ایسی عظیم الشان کتاب کی تالیف اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا مولف موصوف کے حصہ میں رکھی تھی۔ چنانچہ مولانا ممدوح نے بتائید غیبی جس کا اظہار اپنی کتاب زجاجۃ المصابیح کے دیباچہ میں فرمایا ہے، اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ پیش شدہ تالیف کی وجہ سے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنے والے اس امر سے بخوبی واقف ہو جائیں گے کہ امامؒ صاحب کا قول علاوہ حدیث کے کسی نہ کسی صحابیؓ یا تابعیؒ پر اعتراض کے مماثل ہے اور اس طرح یقیناً دنیا کے ایک بڑے حصے کے امامؒ کی کوئی بات بلا سند نہیں۔

زجاجۃ المصابیح میں مولف ممدوح نے حسبِ ذیل امور کا التزام رکھا ہے:

1۔ صحیح بخاری کے طرز پر ہر بڑے عنوان کے بعد متعلقہ آیات قرآنی کو جمع کیا گیا۔

2۔ چونکہ اس تالیف سے مقصود اصلی مشکوٰۃ کے طرز پر احناف کے لئے حدیثوں کا ایک جامع ذخیرہ مہیا کرنا تھا اس لئے ''کتاب و باب وعنوان'' مشکوٰۃ ہی سے لئے گئے البتہ فاضل مولف مشکوٰۃ علیہ الرحمۃ نے عنوان میں جن مقامات پر فقہ شافعیؒ کی رعایت رکھی ہے اس کتاب میں بھی ان مقامات پر فقہ حنفی کی رعایت پیش نظر رہی۔

3۔ مشکوٰۃ میں ایک مسئلہ کے متعلق احادیث تین فصلوں میں منتشر تھیں، جس سے پڑھنے والے میں ایک تو کیفیت تسلسل کا برقرار رہنا اور دوسرے مسائل کا بیک نظر تلاش کرنا دشوار تھا اس لئے ہر مسئلہ سے متعلقہ احادیث بلا لحاظ فصل یک جا کئے گئے۔

4۔ ظاہر ہے کہ فقہ حنفی ایک ناپیدا کنار سمندر ہے، علامہ موصوف نے اس بحر زخار سے انمول موتی چُن لیئے

ہیں، ہر مسئلہ میں کئی کئی قول ہیں اس وجہ سے اولاً قول مفتیٰ بہٖ حاصل کیا گیا۔ ثانیاً اس کے موافق حدیث تلاش کی گئی۔ ثالثاً اس حدیث کی چھان بین کر کے دافع اعتراض کا موقع باہم پہنچایا گیا اسی وجہ سے اکثر احادیث کے آخر میں تنقیدِ رُواۃ مذکور ہے۔

5۔فقہ حنفی پر اعتراضات کے مدلل جواب، احادیث کی صحیح تعبیر کے بعد حنفی مقاصد کی وضاحت اور حسبِ ضرورت احادیث سے اور حنفی کتابوں کے حوالے سے حاشئہ پر مسائل کا اندراج کامل احتیاط سے کیا گیا۔

یہ کتاب (زجاجۃ المصابیح) پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔اس کتاب کے اور بھی کئی خصوصیات ہیں جو بوقتِ مطالعہ ہی ظاہر ہوں گے۔مختصر یہ کہ جس طرح مشکوٰۃ شافعی مذہب والوں کے لئے ایک نعمت ہے بالکل اسی طرح یہ کتاب حنفی حضرات کے لئے ایک بہترین اور نادر تحفہ ہے۔

از: مجلس نشر و اشاعت زجاجۃ المصابیح

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ضروری اِلتماس

مسلمانو! سنو غور سے سنو اللہ تعالیٰ کے پاس کا قاعدہ خاص مسلمانوں کے لئے یہ ہے کہ ان کی دنیا دین کے ساتھ ہے، جب مسلمان دین چھوڑ دیتے ہیں تو دنیا بھی ان سے چھوٹ جاتی ہے، جب یہ دین برباد کردیتے ہیں تو ان کی دنیا بھی برباد ہو جاتی ہے۔ اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ ہم تو دین دار ہیں پھر ہماری دنیا کیوں برباد ہو رہی ہے۔

صاحبو! ہماری حالت اس شخص کے جیسی ہے جو ایک پیسہ کما کر اپنے کو مالداروں کی فہرست میں گننے لگتا ہے۔ سچ فرمایئے ایک پیسہ رکھنے والے کو آپ مالدار کہیں گے یا یہ کہیں گے کہ اس کو جنون ہو گیا ہے، کیوں کہ ایک پیسہ رکھنے والے کو کوئی مالدار نہیں کہتا ہے بلکہ جس کے پاس مال متعد بہ مقدار میں ہو تو وہ مالدار ہے۔ اسی طرح ایک دو عمل کر کے اپنے کو دین دار کہنے والا بھی مجنون کہا جانے کے لائق ہے۔ دین میں جو اعمال مقرر ہیں وہ سب اعمال کرنے کے بعد آپ دیندار کہے جانے کے مستحق ہیں۔ یا یوں سمجھئے کہ حسین اس کو کہتے ہیں جس کی آنکھ، ناک، سب درست ہوں جیسے کسی کی ناک کاٹ لی گئی ہو، وہ ناک پر ہاتھ رکھ کر کہے کہ میں بھی حسین ہوں، ذرا ناک پر سے ہاتھ ہٹایا جائے تو معلوم ہوگا کہ کیسے حسین ہیں، ایسا ہی ہم اپنے کو دین دار سمجھ رہے ہیں اگر دین کی حقیقت کھلے کہ دین کس کو کہتے ہیں تو آپ کو بھی ناک کٹے ہوئے حسین کی طرح شرمانا پڑے گا۔

یا یوں سمجھئے کہ آپ کسی دوست سے کہیں کہ ہم کو ایک آدمی کی ضرورت ہے وہ دوست ایک مدت کے بعد آپ کے پاس ایک آدمی کو چارپائی پر لٹا کر لایا، جتنے بیماریاں ہیں قریب قریب سب اس میں ہیں، آنکھ بھی نہیں، کان بھی نہیں، ہاتھ پیر بھی بے کار ہیں، جنون ہو گیا ہے البتہ جاندار ہے، اگر اس کو کوئی قتل کرے تو قانوناً اس کو قصاص ہوگا۔ مگر کیا اِس آدمی سے آپ کی غرض پوری ہو سکتی ہے ہرگز نہیں، آپ تعجب سے پوچھیں گے کہ بھائی اس کو کیوں لائے ہو؟ اگر وہ دوست یہ کہے کہ آپ کے واسطے لایا ہوں، آپ نے فرمائش کی تھی کہ ایک آدمی لا دو، تو آپ ہنسیں گے اور کہیں گے کہ اگرچہ یہ قانوناً آدمی ہے۔ لیکن جب اس سے میری غرض حاصل نہیں ہوتی ہے تو میرے لئے یہ آدمی نہیں ہے۔

صاحبو! ایسا ہی دین سے کیا غرض ہے، نجات کامل ہونا ہے یا ایک قومی شعار ہے، مسلمانی سے بالکل بے توجہی ہو گئی ہے، نہ عقائد کی پرواہ نہ اعمال کی فکر نہ حسنِ معاشرت کا خیال، نہ بداخلاقی پر رنج، کوئی جز ہمارے دین کا ٹھیک

نہیں، ہمارا دین ویسا ہی ہے جیسے مذکورالصدر آدمی کہ جس کو دوست لایا تھا ہمارا دین صرف قومی شعار ہے اس سے دین دار کہے جانے کے قابل نہیں ہیں، جب ہم دیندار نہیں تو پھر ہماری دنیا کیسے درست ہوگی۔

صاحبو! اگر آپ دین کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہو تو زجاجۃ المصابیح کا مطالعہ کرو پھر اس پر عمل کر کے دین دار کہے جانے کے لائق بنو۔ تمام ''زجاجۃ المصابیح'' کو پڑھنے کے بعد آپ کا علم الیقین، عین الیقین کو پہنچ جائے گا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیشک خاتم النبیین ہیں کہ آپ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں، انسان کی دنیا اور آخرت درست کرنے کے لئے جس چیز کی ضرورت تھی وہ آپ کامل طور پر بیان فرمادیئے ہیں، اور وہ سب ''زجاجۃ المصابیح'' میں آ گیا ہے۔ لیکن انقلابِ زمانہ سے عربی عام فہم نہ رہی، ضرورت تھی کہ اس کا ترجمہ اردو، میں کیا جائے اس ضرورت کو پیشِ نظر رکھ کر مولوی محمد منیرالدین صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ نے ''زجاجۃ المصابیح'' کا عام فہم اور سلیس ترجمہ کرنا شروع کیا تمام مسلمانوں کی طرف سے مولوی صاحب موصوف کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو زجاجۃ المصابیح سے فائدہ حاصل کرنے کا موقع دیا۔

اس ترجمہ کے طبع ہونے سے پہلے مولوی محمد عبدالستار خان صاحب ایم۔اے لکچرار عربی جامعہ عثمانیہ نے بڑی کوشش اور محنت سے اپنا عزیز وقت دے کر ترجمہ میں قوسین کی عبارت بڑھا کر اور ''ف'' کے تحت فائدوں کا اضافہ کر کے ترجمہ کے حُسن کو دوبالا کر دیا۔ اس سے زجاجۃ المصابیح کے سمجھنے میں جو دقتیں پیش آ رہی تھیں وہ اب باقی نہ رہیں اس کے لئے تمام مسلمانوں کی طرف سے موصوف کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں صاحبوں کو اس علمی خدمت کا صلہ صدقۂ جاریہ بنا کر ہمیشہ ثواب پہنچاتے رہیں اور اس کے بدلہ میں ان سے راضی ہو جائیں اور ثوابِ عظیم دے کر ان کو اپنے سے راضی کر دیں۔

ترجمہ کے وقت اور ترجمہ میں قوس اور فوائد کے اضافہ کے وقت، میں بھی ان دونوں صاحبوں کے ساتھ شریک رہا۔ میں نے اس ترجمہ کا نام ''نورالمصابیح'' رکھا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔

نورالمصابیح کا حصہ اول آپ کے سامنے آ رہا ہے جب آپ اس کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ حضرت رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے ہیں اور آپ سن رہے ہیں ''یا حضرت'' کوئی کام کررہے ہیں آپ اس کو دیکھ رہے ہیں۔ خوش تقدیر ہیں وہ حضرات جو اس نعمت کو حاصل کرتے ہیں۔

اب میرا ضروری التماس تمام مسلمانوں سے اور خاص اپنے احباب سے یہ ہے کہ اس نورالمصابیح کو ایک

بار بار پڑھ کر طاق نسیاں میں نہ رکھ دیں بلکہ اس کو مثل وظیفہ کی کتابوں کے بار بار پڑھیں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔

اے اللہ! آپ ہمارے ہیں ہم کو بھی آپ اپنا بنالیں، اور توفیق دیں کہ ہم آپ کے حبیب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل پر عمل کرتے ہیں۔آمین

ابوالحسنات سید عبداللہ حیدرآبادی کان اللہ لہ

غرہ رجب/ 1347ء روز چہارشنبہ

واضح ہو کہ ''ضروری التماس'' دراصل نورالمصابیح کے حصہ اول سے لیکر حصہ چہارم سے متعلق ہے۔ یہ چاروں حصے حضرت پیرومرشد- قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ -کی زندگی میں تکمیل پا چکے تھے۔افادیت کے پیش نظر اب ''ضروری التماس'' کو حصہ پنجم نورالمصابیح کی ابتداء میں تبرکاً رکھا گیا ہے۔اور یہ حصہ حضرت پیرومرشد -رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ -کے وصال کے بعد تیار ہوا ہے۔**مقصد یہ ہے کہ:** قارئین کرام' کتاب شروع کرنے سے پہلے اس کو غور سے پڑھیں اور کتاب سے پورا پورا فائدہ حاصل کریں۔(مترجم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(12) كِتَابُ الْبُيُوْعِ

(اس کتاب میں خرید وفروخت کے مسائل اوراحکام کا بیان ہے)

ف: واضح ہو کہ امام ابن الھمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حقوق کی دو قسمیں ہیں ایک حقوق اللہ دوسرے حقوق العباد۔ حقوق اللہ میں عبادات، عقوبات اور کفارات داخل ہیں۔ اور حقوق العباد میں معاملات۔ تو کتاب کی ابتداء حقوق اللہ سے کی گئی اور اس کی ساری قسمیں تفصیلات کے ساتھ بیان کر دی گئیں۔ اس کے بعد حقوق العباد کا بیان شروع کیا گیا جس کی ابتداء بیوع (خرید وفروخت) سے کی جاری ہے۔ مرقات۔

(1/124) بَابُ الْكَسْبِ وَ طَلَبِ الْحَلَالِ

(اس باب میں پاک روزی اور حلال پیشہ کی فضیلت کا بیان ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: "كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا".

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورۂ مؤمنون، پ:18، ع:4، آیت نمبر:51)

(تم میرے دیئے ہوئے پاکیزہ رزق سے کھاؤ اور نیک کام کرو)۔

اپنے ہاتھوں سے کما کر کھانا انبیاء کی سنت ہے

1/3801۔ مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ کسی شخص نے کبھی کوئی کھانا اس کھانے سے بہتر نہیں کھایا جو اس کے اپنے ہاتھ کی محنت سے کمایا ہوا ہو (یعنی ذاتی کسب اور محنت سے جو روزی حاصل کی جاتی ہے وہ سب سے بہتر اور پاک ہوتی ہے) اور اللہ کے نبی حضرت داؤد علی نبینا و علیہ الصلاۃ و السلام اپنے ہاتھوں کی محنت سے کما کر کھاتے تھے۔ (یعنی زِرہ بناتے اور اس کو فروخت کر کے روزی پیدا کرتے)۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ذرائع معاش میں کونسا ذریعہ افضل ہے

ف: واضح ہو کہ روزی اور معاش کے ذرائع میں سب سے بہتر ذریعہ جہاد ہے جس کے ذریعہ مالِ غنیمت حاصل ہوتا ہے جو سب سے بہتر کمائی ہے۔ اس کے بعد تجارت، پھر زراعت اور اس کے بعد صنعت وحرفت کے ذریعہ مال کا کمانا ہے۔ "الاختیار شرح المختار" میں مذکور ہے۔ عالمگیریہ میں لکھا ہے کہ اکثر ائمہ کے پاس زراعت کو تجارت پر فضیلت ہے، اور امام نووی رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ صدر کی حدیث سے زراعت اور صنعت وحرفت دونوں کو دیگر ذرائع معاش پر فضیلت حاصل ہے اس لئے کہ ان دونوں میں ہاتھ کی کمائی کو دخل ہے البتہ ان دونوں میں بھی زراعت صنعت وحرفت سے افضل ہے اس لئے کہ زراعت کا نفع عام ہوتا ہے اور ساری مخلوق غلہ کی محتاج ہوتی ہے جیسا کہ عمدۃ القاری میں صراحت کی گئی ہے۔

پاکیزہ اور مقبول کمائی کا بیان

2/3802۔رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کونسی کمائی سب میں پاکیزہ ہے۔تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (وہ کمائی) جس کو انسان اپنے ہاتھ سے کما کر کھائے (جیسے زراعت، صنعت اور کتابت وغیرہ) اور ایسی تجارت جو (شریعت میں) مقبول ہو (یعنی وہ تجارت جو دھوکہ اور خیانت سے پاک ہو)۔اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

کتابتِ قرآن پر اجرت لینے کا بیان

3/3803۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: کہ ان سے قرآن مجید کی کتابت پر اُجرت لینے کے بارے میں دریافت کیا گیا (کہ کیا یہ جائز ہے؟) تو اُنھوں نے فرمایا (کتابتِ قرآن پر اُجرت لینے میں) کوئی حرج نہیں اس لئے کہ کاتبین تو (حقیقت میں) الفاظ کی صورت گری کرتے ہیں اور اس طرح سے وہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے ہیں۔اس کی روایت ''رزین'' نے کی ہے۔

ف: ہدایہ میں مذکور ہے کہ ہمارے بعض مشائخین نے تعلیم قرآن پر اُجرت لینے کو مستحسن قرار دیا ہے اس لئے کہ اس زمانہ میں دینی امور میں تساہل آ گیا ہے اس وجہ سے اگر تعلیم قرآن پر اُجرت لینے سے منع کر دیا جائے تو حفظ قرآن رُک جائے گا اور اِسی پر فتویٰ ہے اور عالمگیریہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی آدمی کو قرآن لکھنے کے لئے مامور کرے تو یہ جائز ہے۔اور شیخ امام خواہرزادہ رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس میں کراہت نہیں جیسا کہ ''فتاویٰ قاضی خان'' میں مذکور ہے۔

کاروبار کے ذریعہ حلال روزی کمانے کی ترغیب

4/3804۔ابوبکر ابن ابی مریم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مقدام بن

کرب رضی اللہ عنہ کی ایک باندی تھی جو (ان کے گھر کے جانوروں کا) دودھ بیچا کرتی تھی اور حضرت مقدام اس کی قیمت لے لیا کرتے تھے۔ آپ سے کہا گیا بڑی حیرت کی بات ہے کہ لونڈی تو دودھ بیچتی ہے اور (آپ باوجود یہ کہ صاحب استطاعت ہیں دودھ فروخت کرواتے ہیں اور اس کی) قیمت لے لیتے ہیں (حالانکہ آپ کے لئے مناسب تو یہ تھا کہ آپ دودھ کو فقرا، احباب اور متعلقین پر خرچ کر دیتے) حضرت مقدام نے فرمایا: ہاں! ہاں! (میں دودھ بیچتا ہوں اور اس کی قیمت بھی لیتا ہوں) اور اس میں کوئی حرج (اور گناہ) نہیں سمجھتا اس لئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جب کہ ان کو دینار اور درہم کے سوا کوئی اور چیز فائدہ نہ دے گی۔ اس روایت کو امام احمد نے بیان کیا ہے۔

جمی ہوئی روزی کو چھوڑنے کی ممانعت

5/3805۔ نافع رحمۃ اللہ سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ میں (اپنے تجارتی قافلوں کو) ملک شام اور مصر کی طرف بھیجا کرتا تھا۔ پھر میرا ارادہ ہوا کہ (اب آئندہ تجارتی قافلہ کو) عراق کی طرف بھیجوں (مشورہ کے لئے) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا ام المومنین! میں اب تک شام (اور مصر) کی طرف (تجارتی قافلہ) بھیجا کرتا تھا اب ارادہ ہے کہ عراق کی طرف قافلہ بھیجا کروں (یہ سنکر) ام المومنین نے فرمایا کہ تم اپنی پچھلی تجارت کے سلسلہ کو کیوں بدل رہے ہو (جب کہ اس میں نفع ہے) سنو! میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تمہارے رزق کا کوئی سامان کر دے تو تم اس کو نہ چھوڑو جب تک کہ اس میں کوئی نقصان یا تغیر واقع نہ ہو جائے۔ اس کی روایت امام احمد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں ایک یہ کہ انسان اپنے موجودہ ذریعہ معاش کو بلا کسی معقول سبب کے موہوم فائدے کی امید پر ترک نہ کرے اور دوسرے یہ کہ جمے ہوئے کاروبار کو چھوڑ کر لالچ اور طمع کی خاطر ایسے کاروبار کا ارادہ نہ کرے جس میں اس کو تجربہ نہ ہو اور اس کا فائدہ یقینی نہ ہو۔

قبولیت دعا کے لئے اکل حلال اور صدق مقال ضروری ہے

6/3806۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور پاک (یعنی حلال) چیزوں ہی کو قبول فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو انہی چیزوں کا حکم دیا ہے جن کا حکم اپنے انبیاء اور رسولوں کو دیا ہے۔ چنانچہ (اپنے کلام پاک میں) ارشاد فرمایا: ''اے میرے رسولو! پاک (یعنی حلال) چیزوں کو کھاؤ اور نیک کام کرو'' اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ''اے ایمان والو! پاک یعنی حلال چیزوں کو کھاؤ جن کو ہم نے تمہیں دیا ہے۔'' پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی (عبادتوں یعنی حج اور جہاد کے لئے) پراگندہ بال اور غبار آلود حال میں طویل سفر کرتا ہے اور آسمان کی طرف ہاتھوں کو اٹھا کر فریاد کرتا ہے (اور پکارتا ہے) اے میرے پروردگار! اے میرے پروردگار! حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اور لباس حرام ہے اور اس کی پرورش بھی حرام (مال سے) ہوئی ہے تو ایسے شخص کی دعاء کب اور کیسے قبول ہوگی۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: صاحب مرقات رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بارگاہ خداوندی میں دعاء کی قبولیت کے لئے دو بازو درکار ہیں ایک اکلِ حلال دوسرے صدق مقال یعنی حلال کی روزی کھانا اور سچ بولنا اور اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کی پرورش حرام روزی سے ہوئی لیکن اب حلال روزی کھا رہا ہے تو بھی اس کی دعا قبول نہ ہوگی جب تک صدق دل سے توبہ نہ کرے اور آئندہ کے لئے حلال خوری کا سچا عہد نہ کرلے۔اس وقت اس کی دعاء قبول ہوسکتی ہے۔

مال حرام کی خیرات قبول نہیں ہوتی اور اس میں برکت بھی نہیں ہوتی بلکہ وہ دوزخ کا توشہ بنتا ہے

7/3807۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو بندہ مال حرام کمائے اور اس میں سے خیرات کرے اور اس سے وہ خیرات قبول کرلی جائے (ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا یا) پھر وہ شخص اس (مال حرام) میں سے (اپنی ذات یا اہل وعیال پر) خرچ کرے اور اس میں برکت دی جائے (ایسا ہرگز

نہیں ہوسکتا یعنی مال حرام کی نہ تو خیرات قبول ہوتی ہے اور نہ اس میں برکت دی جاتی ہے یا) پھر وہ شخص (اپنی موت کے بعد اس مالِ حرام کو) اپنے بعد (وارثوں کے لئے) چھوڑ جائے تو وہ مال اس کے لئے دوزخ کا توشہ ہی ہوگا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ذریعہ دور نہیں فرماتے (یعنی مال حرام سے گناہوں کو نہیں مٹاتے ہیں) بلکہ برائی کو بھلائی کے ذریعہ دور کرتے ہیں۔(یعنی پاک مال کی خیرات سے گناہ مٹتے ہیں) اس لئے کہ ناپاک مال ناپاکی کو نہیں مٹاتا۔اس کی روایت امام احمد نے کی ہے اور شرح السنہ میں بھی اسی طرح مروی ہے۔

حرام مال سے خریدے ہوئے لباس میں نماز پڑھنے کی وعید

8/3808۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ (مثلاً) جو کوئی شخص دس درہم کا ایک کپڑا خریدے اور ان میں ایک درہم حرام مال کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز اس وقت تک قبول نہیں فرمائیں گے جب تک کہ وہ کپڑا اس کے جسم پر ہو (یہ حدیث سنا کر) حضرت ابن عمرؓ نے اپنے دونوں کانوں میں اپنی انگلیاں داخل کر دیں اور فرمایا کہ میرے یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں اگر میں نے یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ سے نہ سنے ہوں!۔اس کی روایت امام احمد نے کی ہے اور بیہقی نے اس کی روایت شعب الایمان میں کی ہے۔

مال حرام سے پرورش پانے کی وعید۔ایک حدیث

9/3809۔جابر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو (وہ حرام خوری کی سزاء پائے بغیر) جنت میں داخل نہ ہوگا اور جو گوشت حرام مال سے پرورش ہوا ہو وہ دوزخ ہی کے لائق ہے۔اس کی روایت امام احمد اور دارمی نے کی ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں اس کی روایت کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

10/3810۔ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسا جسم جو حرام مال سے پرورش پایا ہو (نیک لوگوں کے ساتھ وہلۂ اول میں) جنت میں داخل نہ ہوگا۔

اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

حلال روزی کا کمانا فرض ہے

11/3811۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ حلال روزی کا کمانا (ایسا ہی) فرض ہے (جیسا کہ نماز، روزہ وغیرہ ایمان لانے کے) بعد فرض ہیں (اس لئے کہ حلال روزی پرہیزگاری کی اصل اور تقویٰ کی بنیاد ہے جس کی فکر مسلمان کو آخری سانس تک رہنی چاہیئے)۔اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

رزق کے بارے میں ایک پیشن گوئی

12/3812۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان کو اس بات کی پرواہ ہی نہ ہوگی کہ اس کو جو مال ملا ہے وہ حلال ہے یا حرام (اور نہ حلال و حرام کی اس کو تمیز ہوگی)۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

مشتبہ چیزوں سے بچنا چاہیئے تا کہ حرام میں مبتلا نہ ہوں

13/3813۔نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسلمارشاد فرماتے ہیں کہ حلال چیزیں بھی ظاہر ہیں اور حرام چیزیں بھی ظاہر ہیں

اوران دونوں کے درمیان میں چند مشتبہ چیزیں بھی ہیں۔(جو حلال اورحرام دونوں سے میل رکھتی ہیں)ان کو اکثر لوگ (صلاحیت کی کمی کی وجہ سے)نہیں جانتے ہیں تو جو شخص ایسی مشتبہ چیزوں سے دور رہا تو اس نے اپنے دین اوراپنی آبرو کو بچالیا (کہ اس کی دینداری بھی کامل رہی اورلوگوں کی طعنہ زنی سے بھی بچ رہا)لیکن جو شخص مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہوگیا تو وہ بالآخرحرام میں گرفتار ہوجائے گا (اس کی مثال ایک) چرواہے جیسی ہے جو(اپنے جانوروں کو) کھیت کی باڑ کے پاس چراتا ہوتو ہمیشہ یہ خطرہ لگا رہتا ہے کہ (اس کا کوئی جانور) کھیت میں چلا جائے،یادرکھو کہ ہر بادشاہ(کی مملکت) کے کچھ حدود ہوتے ہیں اورسن لو! کہ اللہ تعالیٰ کے حدود اس کے محارم ہیں (یعنی وہ چیزیں جوحرام ہیں اور جن کے کرنے سے اللہ تعالیٰ نے بندوں کوروکا ہے مثلاًقتل ناحق، شراب،حرام کاری،سود، جوا، چوری،زنا،دغابازی اورجھوٹ وغیرہ)اور یہ بھی یادرکھو کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب تک وہ ٹھیک رہتا ہے سارا بدن ٹھیک رہتا ہے اور جب وہ خراب ہوجاتا ہےتو سارابدن بگڑ جاتاہےاوروہ ہے''دل''!۔

اس کی روایت بخاری اورمسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

مومن کے تَنَزُّل اُورترقی کےذرائع اوران کی تفصیل

ف(1) اس حدیث شریف میں حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایاہے:أَلاَ وَ اِنَّ حَمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ :خبردار! کہ اللہ تعالیٰ کےحدوداس کےمحرمات ہیں۔اس کی توضیح میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ کےحوالہ سے اشعۃ اللمعات،میں لکھا ہے کہ اس سلسلہ میں اعمال کے مراتب کی ایک ترتیب اس طرح قائم فرمائی ہے:(1)ضروری(2)مباح،(3) مکروہ،(4)حرام،(5) کفر۔

اگرانسان اپنی روزی کےسلسلہ میں ضرورت پراکتفااورقناعت کرلےتو وہ مباحات میں نہیں پڑتا جن کے بعد مکروہات کا درجہ ہےاوراس طرح محرمات کے حدود میں داخل ہونے سے بچ جاتا ہےجن کی حدیں مکروہات سے ملتی ہیں اوراگر وہ حرص اورلالچ میں آکرمکروہات میں گرفتار ہوجائےتو محرمات میں مبتلا ہوجائے گا جس کے بعد کفر کا درجہ

ہے اللہ تعالیٰ: ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ حضرت شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ کے اس بیان کے بعد فرمایا ہے کہ میں نے مومن کے ترقیٔ درجات کیلئے یہ ترتیب قائم کی ہے۔

فرض 1، واجب 2، سنت 3، مستحب 4، آداب 5 اگر کوئی شخص مستحبات کی حفاظت کرنا چاہتا ہے تو اس کو چاہئے کہ آداب کی پابندی کرے اور اگر سنت کی حفاظت مطلوب ہے تو مستحبات کو ترک نہ کرے۔ اسی طرح واجبات کی حفاظت کے لئے سنت کی پابندی کرے اور فرائض پر استقامت کے لئے واجبات کو نہ چھوڑے۔ اس طرح وہ درجۂ کمال کو پہونچ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

حلال اور حرام غذا کا دل اور جسم پر اثر

ف (2) حدیث شریف کے آخری حصہ میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ دل کی بھلائی پر سارے بدن کی بھلائی کا انحصار ہے۔ اس بارے میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے فرمایا ہے کہ جسم کی بھلائی اس بات میں ہے کہ جسم کو حلال غذا پہونچائی جائے جس سے دل کو صالح خون ملتا ہے اور دل صاف اور منور ہوجاتا ہے اور دل کی نورانیت سارے اعضائے بدن پر پڑتی ہے اور جسم سے اعمالِ صالحہ صادر ہوتے ہیں۔ اس کے برخلاف لقمۂ حرام اگر پیٹ میں جائے تو اس سے فاسد خون پیدا ہوتا ہے اور دل مکدر اور تاریک ہوجاتا ہے اور دل کی ظلمت کا اثر سارے اعضاءِ بدن پر پڑتا ہے۔ آنکھ نامحرم پر پڑتی ہے کان غیبت سے لطف اٹھاتے ہیں اور زبان افتراء اور جھوٹ پر چلتی ہے اور ہاتھ پاؤں برے کاموں کی طرف بڑھتے ہیں اور انسان شیطان کا آلۂ کار بن جاتا ہے نہ اس کو موت کی فکر ہوتی ہے نہ قیامت کا ڈر ہے۔ صاحبِ مرقات نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ حدیث اپنے مضامین کے اعتبار سے ان تین احادیث میں شمار ہوتی ہے جن پر اسلام کا مدار ہے۔ ایک حدیث تو وہ ہے جس میں نیت کی اہمیت کا ذکر ہے: " اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ " کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

دوسری حدیث میں: " مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهُ مَا لَا یَعْنِیْهِ " ۔ (یعنی آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ فضولیات سے بچتا رہے) اور تیسرے صدر کی یہ حدیث ہے جس میں حلال اور حرام کی اہمیت واضح فرمائی گئی ہے۔

اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ ان احادیث شریفہ پر عمل کرتے رہیں اور مشتبہات سے بچتے رہیں تا کہ آخرت کی سرخروی حاصل کرسکیں۔

سچ اور جھوٹ کا معیار

14/3814۔ امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ (سے بغیر کسی واسطہ کے) یہ بات یاد رکھی ہے کہ جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اس کو چھوڑ دو اور ایسی چیز کو اختیار کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے اس لئے کہ سچائی (دل کے) اطمینان کے ذریعہ ہے اور جھوٹ شک اور تردد کا سبب ہے۔

اس کی روایت امام احمد، ترمذی اور نسائی نے کی ہے اور دارمی نے حدیث کے صرف پہلے حصہ کی روایت کی ہے۔

نیکی اور بدی کی پہچان

15/3815۔ وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (وہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو) حضور ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: اے وابصہ! تم تو یہ دریافت کرنے کے لئے آئے ہو کہ نیکی کیا چیز ہے اور گناہ کیا؟ میں عرض کیا جی ہاں (اسی لئے حاضر خدمت ہوں!) راوی کا بیان ہے کہ (یہ سن کر) آپ نے اپنی انگلیوں کو اکٹھا کیا اور میرے سینہ پر ان کو مار کر فرمایا اپنے نفس سے پوچھ! اپنے دل سے پوچھ اس جملہ کو آپ نے تین مرتبہ دہرایا پھر ارشاد فرمایا نیکی وہ ہے جس سے نفس کو اطمینان حاصل ہو اور جس سے دل کو سکون نصیب ہو اور گناہ وہ ہے جو نفس میں خلش پیدا کرے اور دل میں تردد کا سبب بنے اگر چہ اور لوگ (اس چیز کے جواز کا) فتویٰ دیں۔ اس کی روایت امام احمد اور دارمی نے کی ہے۔

حرام سے بچنے کے لئے مباح چیز کو چھوڑ دیا جائے

16/3816۔ عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

ارشاد فرماتے ہیں کہ بندہ اس وقت تک پرہیز گاروں کے درجہ کو نہیں پہونچ سکتا جب تک وہ ان چیزوں کو نہ چھوڑ دے جن میں کوئی برائی نہیں ہے تا کہ وہ اس طرح ان چیزوں سے بچ سکے جن میں برائی ہے۔

اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: اس حدیث کی شرح میں حاشیہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ حرام سے بچنے کے لئے مباح کو چھوڑ دینا چاہئے مثلاً اجنبی عورت سے ضرورۃً بات کر سکتے ہیں مگر بات نہ کرے اس ڈر سے کہ بات کرنا کہیں حرام کاری کا ذریعہ نہ بن جائے اور اشعۃ اللمعات میں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ ہم حلال کے دس حصوں میں سے نو حصوں کو اس اندیشہ سے چھوڑ دیتے ہیں کہ کہیں حرام میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

لقمۂ حرام اگر کھالیا جائے تو فوراً قئے کر دینا چاہئے

17/3817۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو اپنی کمائی میں سے آپ کو کچھ خراج یعنی مقررہ حصہ دیا کرتا تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کو لے لیا کرتے ایک دن اس نے کوئی کھانے کی چیز پیش کی آپ نے اس کو کھالیا۔اس غلام نے عرض کیا آپ کو کچھ معلوم ہے یہ چیز کیا تھی (اور میں نے کہاں سے لائی تھی؟) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو ہی بتا کہ وہ کیا چیز ہے اس نے کہا کہ میں زمانۂ جاہلیت میں (جب کہ کافر تھا) غیب کی باتیں بتاتا (اور اس پر معاوضہ بھی لیتا) اور میں اس میں ماہر بھی نہیں تھا، تو ایک شخص کو میں نے غیب کی باتیں بتائیں اور میں نے (عدم مہارت کی وجہ سے) اس کو دھوکہ دیا آج (اتفاق سے) اس سے ملاقات ہوگئی اور اس نے (معاوضہ میں) یہ چیز دی اور میں نے آپ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ نے اس میں

سے کچھ تناول فرمالیا۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (یہ سن کر) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (حلق میں) انگلیاں ڈالیں اور جو کچھ پیٹ میں تھا اس کو قئے کر دیا (اور یہ بھی فرمایا اے اللہ! میرے بس میں جو بھی تھا میں نے اس کو نکال دیا اور جو رہ گیا ہے اس کو معاف فرمادے) اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

شکاری کتے کی خرید وفروخت کا جواز۔ایک حدیث

18/3818۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بلی اور (وحشی) کتے کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے البتہ شکاری کتے کی قیمت (لی جاسکتی ہے)۔اس کی روایت امام نسائی نے کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

19/3819۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے (وحشی) کتے کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے البتہ (شکار کے لئے) سدھائے ہوئے کتے کی قیمت لی جاسکتی ہے۔اس کی روایت امام احمد اور نسائی نے کی ہے۔

ایضاً تیسری حدیث

20/3820۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شکاری کتے کی قیمت لینے کی اجازت دی ہے۔اس کی روایت ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کی ہے۔اور اس کی سند جید ہے۔

ایضاً چوتھی حدیث

21/3821۔عَمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا عبداللہ بن عَمرو رضی اللہ

عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا نے ایک شکاری کتے کے قتل پر (کتے کے مالک کو قاتل سے) چالیس درہم (معاوضہ میں) دلوائے اور پالتو کتے (کے معاوضہ میں) ایک بکرا (دلانے کا) فیصلہ فرمایا۔اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

ایضاً پانچویں حدیث

22/3822۔عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ شکاری کتے کی قیمت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

ایضاً چھٹی حدیث

23/3823۔ زُھری رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب سدھائے ہوئے کتے کو ہلاک کردیا جائے تو اس کی قیمت مقرر کی جائے اور قاتل پر تاوان لگایا جائے۔ اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

ایضاً ساتویں حدیث

24/3824۔ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ شکاری کتے کی قیمت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

ایضاً آٹھویں حدیث

25/3825۔عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے شکاری کتے (کی قیمت کے معاوضہ) میں چالیس درہم کا فیصلہ فرمایا۔

اس کی روایت امام بخاری نے اپنی تاریخ میں کی ہے اور سعید بن منصور اور بیہقی نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

اس حدیث کے راویوں میں اسماعیل ہیں جو حساس کے بیٹے ہیں جن کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔

26/3826۔اور سعید بن منصور اور بیہقی دونوں کی ایک اور روایت میں ہے۔

اس کمائی کا بیان جس کا لینا منع ہے اور ان پیشوں کا بیان جن پر لعنت کی گئی ہے

کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت، زنا کی کمائی اور کاہن (آئندہ کی باتوں کا بتانے والا) کی اجرت سے منع فرمایا ہے۔

27/3827۔اور بخاری کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خون کی قیمت (یعنی اس کی خرید و فروخت) کتے کی قیمت زنا کار عورت کی کمائی سے منع فرمایا ہے اور حضور ﷺ نے سود کے لینے والے، سود کے دینے والے اور جسم کو گدنے والی عورت اور گدوانے والی عورت اور تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

28/3828۔اور شرح السنہ میں یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مغنیہ یعنی گانے کا پیشہ کرنے والی عورت کی کمائی سے بھی منع فرمایا ہے۔

ف(1) واضح ہو کہ جن احادیث شریفہ میں کتوں کی قیمت لینے سے منع فرمایا گیا ہے یہ غیر شکاری کتے ہیں چنانچہ شکاری کتوں کی خرید وفروخت کے جواز کے بارے میں صدر میں کئی احادیث بیان کی گئی ہیں جیسا کہ الجوہر النقی میں مذکور ہے اور ''تنسیق النظام فی مسند الامام'' میں لکھا ہے کہ کتوں کی قیمت کی ممانعت اس زمانہ کا واقعہ ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ نے عام طور پر کتوں کو ہلاک کرنے کا حکم دیا تھا۔ پھر جب شکاری کتوں کے بارے میں آیت نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور کتوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت مل گئی۔

یہ شرح معانی الآثار میں مذکور ہے۔

ف(2) حدیث شریف میں مصور پر لعنت کا جو ذکر ہے اس سے وہ مصور مراد ہے جو جاندار کی تصویر اتارے البتہ درخت اور نباتات کی تصویر اتارنے والے سے یہ لعنت متعلق نہ ہوگی، جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔

ہلکے پیشوں کو ذریعہ معاش نہ بنانا چاہئے

29/3829۔ محیصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سینگھی لگانے (فصد کھولنا) کی اجرت (کے لینے اور اس کے اپنے استعمال کرنے) کی اجازت طلب کی تو حضور ﷺ نے ان کو منع فرمایا لیکن انہوں نے حضور ﷺ سے برابر اس بارے میں کئی بار اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا: (اس کی اُجرت تم خود مت کھاؤ) البتہ اس کو اپنے اونٹ کے چارہ کیلئے استعمال کرو اور اپنے غلام کو کھلا دو۔

اس کی روایت امام مالکؒ ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے سینگھی کی اجرت کے استعمال سے جو منع فرمایا ہے وہ نہی تنزیہی ہے اس لئے کہ حضور ﷺ کا مقصد مبارک یہ ہے کہ ہلکے پیشوں کے ذریعہ معاش نہ بنایا جائے اور اگر یہ کمائی حرام ہوتی تو اس کو لینے اور غلام کو کھلانے کی اجازت نہ دیتے اس لئے کہ آقا کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ غلاموں کو حرام مال کھلائے۔ جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔

فصد کھولنے کی اجرت کا جواز

30/3830۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابو طیبہ نے رسول اللہ ﷺ کے سینگھی لگائی (یعنی فصد کھولی) تو حضور ﷺ نے (اس کے معاوضہ میں) ان کو ایک صاع کھجور دینے کا حکم فرمایا اور (بطور سفارش) انکے مالکوں کو یہ حکم دیا کہ ان کے خراج (یعنی حق غلامی) میں کچھ کمی کر دیں۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ان چیزوں کا بیان جن کی خرید فروخت حرام ہے اور مردار جانور اس کے مختلف اجزاء کا حکم

31/3831۔ جابر رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ کے سال مکہ معظّمہ میں یہ ارشاد فرماتے سنا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے شراب، مردار جانور، خنزیر

اور بتوں کی خرید وفروخت کوحرام قرار دیا ہے۔(یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ مردار جانوروں کی چربی کے بارے میں کیا حکم ہوتا ہے؟ کیونکہ وہ کشتیوں (کے تختوں) پرملی جاتی ہے اوراس کے چمڑوں کو چکنا کیا جاتا ہے اور لوگ اس سے (گھروں میں) چراغ جلاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشادفرمایانہیں (اس سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے اس لئے کہ وہ) حرام ہے۔اس کے بعد پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کردے! کہ اللہ تعالیٰ نے جب مردار جانور کی چربی کوان پرحرام فرمادیا تو وہ اس کو پگھلاتے، بیچ دیتے اوراس کی قیمت کوکھالیتے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

32/3832۔اوردارقطنی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مردار جانور کے گوشت کوحرام قرار دیا ہے البتہ ان کی کھال، بال اوراون (کے استعمال میں) کوئی حرج نہیں۔

اس حدیث کی سند میں عبدالجبار بن مسلم ہیں جن کو ابن حبان اپنی کتاب ثقات میں بیان کیا ہے (اوراس کتاب میں انہیں راویوں کا ذکر ہے جو ثقہ ہیں) اس وجہ سے یہ حدیث حدیثِ حسن کے مرتبہ سے نہیں گرتی۔

33/3833۔اوردارقطنی ہی نے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اسی طرح روایت کی ہے، ام المومنین فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشادفرماتے سنا ہے آپ فرمایا کرتے مردار جانور کی کھال کو دباغت دیدی جائے تو (اس کے استعمال میں) کوئی حرج نہیں اسی طرح مردار جانور کے اون، بال اور سینگوں کو پانی سے دھولیا جائے تو (ان چیزوں کے استعمال میں بھی) کوئی حرج نہیں۔

اس حدیث کی سند میں یوسف بن ابی السفر ایک راوی ہیں اور وہ امام اوزاعی رحمہ اللہ کے کاتب تھے۔

مردار چیزوں کی خرید وفروخت حرام ہے

34/3834۔امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کردے کہ ان پر چربی حرام کردی گئی تو انہوں نے اس کو پگھلایا اور اس کو بیچا (پھر اس کی قیمت کھالی)۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

اولاد کی کمائی والدین کے لئے خود ان کی کمائی کی طرح ہے

35/3835۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تمہاری بہترین کمائی وہ ہے جس کو تم خود کما کر کھاؤ اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی ہے (یعنی ان کی کمائی بھی تم کھا سکتے ہو)۔اس کی روایت ترمذی،نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

36/3836۔اور ابوداود، دارمی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں آدمی کی بہترین کمائی وہ ہے جس کو وہ خود کما کر کھائے اور اس کی اولاد بھی اس کی کمائی میں داخل ہیں اور ابوداود نے کہا کہ حماد بن ابی سلمان کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ (تم اپنی اولاد کی کمائی اس وقت کھاؤ) جب کہ تم ضرورت مند ہو۔

ف: واضح ہو کہ اگر والدین محتاج ہوں تو ان کا خرچ اولاد پر واجب ہے جب کہ وہ خود کمانے کے قابل نہ ہوں اور اگر محتاج نہ ہوں یا عاجز بھی نہ ہوں تب بھی اولاد کے مال سے کھا سکتے ہیں اس لئے کہ اولاد کی کمائی والدین کے لئے ان کی ذاتی کمائی کی طرح ہے۔ماخوذ از مرقات وھدایہ۔

شراب کے کاروبار میں دس آدمی لعنت کے مستحق ہیں

37/3837۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب (کے کاروبار) کے بارے میں دس آدمیوں پر لعنت بھیجی ہے (پھلوں جیسے انگور سے)(1)اس کا نچوڑنے والا،(2)اس کا نچوڑوانے والا،(3)اس کا پینے والا،(4)اس کو اٹھا کر لے جانے والا، (5)اس شخص پر جس کیلئے شراب لے جائی جارہی ہو، (6)اس کا پلانے والا،(7) اس کا بیچنے والا ،(8) اس کی قیمت کھانے والا (اس کی آمدنی کو استعمال کرنے والا)،(9) شراب کا خریدنے والا (بطور دلال کے اگر چہ کہ وہ خود نہیں پیتا ہو)اور(10) وہ شخص جس کیلئے شراب خریدی گئی ہو(اس سے معلوم ہوا کہ شراب سے متعلق جتنے کاروبار ہیں وہ سب قابل لعنت ہیں)۔اس حدیث کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

شراب پر لعنت کا بیان

38/3838۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب پر لعنت فرمائی ہے(اس لئے کہ وہ ام الخبائث یعنی ساری خرابیوں کی جڑ ہے۔اوراسی طرح شراب کے پینے والے اور پلانے والے،اس کے بیچنے ، والے،اس کے خریدنے والے،اس کے نچوڑنے والے،اس کے نچڑوانے والے،اس کے اٹھانے والے اوراس شخص پر جس کیلئے شراب لے جائی جارہی ہو لعنت فرمائی ہے۔اس کی روایت ابوداود اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

گانا سکھانا اور گانے والیوں کی خرید وفروخت منع ہے

39/3839۔ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ گانے والی لونڈیوں کو نہ تو بیچو اور نہ خریدو اور نہ ان کو گانا سکھاؤ اوران کی قیمت (کا

استعمال بھی) حرام ہے اور ایسی ہی چیزوں کے بارے میں، یہ آیت نازل ہوئی ہے:'' وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ ''. (سورۂ لقمان، پ:21، ع:1، آیت نمبر:6)''لوگوں میں بعض ایسے ہیں جو لہو ولعب کی (یعنی کھیل تماشے) اور گانے کی چیزوں کو خریدتے ہیں''۔

اس کی روایت امام احمد ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

40/3840۔اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گانے والی باندیوں کی خرید فروخت سے منع فرمایا۔

(2/125) بَابُ الْمُسَاهَلَةِ فِي الْمُعَامَلَةِ

(اس باب میں معاملات میں نرمی اور رعایت کرنے کا بیان ہے)

معاملات میں نرمی کرنے والے پر دعائے رحمت

1/3841 ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے (جو معاملات میں) نرمی اور رعایت کیا کرتا ہے جب کہ وہ کوئی چیز فروخت کرتا ہے اور جب کہ وہ خریدتا ہے اور (قرض کے مطالبہ میں) تقاضہ کرتا ہے۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

معاملات میں نرمی کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک واقعہ

2/3842۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ پچھلی امتوں میں سے ایک امت میں ایک شخص ایسا گزرا ہے کہ اس کے پاس موت کا فرشتہ اس کی روح قبضہ کرنے کے لئے آیا تو اس سے سوال کیا کہ کیا تیرے پاس کوئی نیک عمل بھی ہے؟ تو اس نے جواب دیا مجھے تو (کوئی نیک عمل) یاد نہیں! فرشتہ نے اس سے کہا پھر سونچ لے اور یاد کرلے (سونچنے کے بعد) اس نے جواب دیا مجھے کوئی نیک عمل یاد تو نہیں البتہ (ایک عمل مجھے یاد پڑتا ہے اور وہ یہ ہے کہ) دنیا میں، میں لوگوں سے خرید فروخت کا معاملہ کرتا تو لوگوں پر (اس طرح) احسان کرتا کہ تقاضے کے وقت خوشحال کو مہلت دیتا (کہ وہ سہولت سے ادا کرے) اور تنگدست کو معاف کردیتا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اسی نیکی کی بدولت اس کو جنت میں داخل فرمانے کا حکم دیا۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

3/3843۔اور مسلم کی ایک روایت میں عقبہ بن عامر اور ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہما سے

حدیث کے آخری الفاظ اس طرح مروی ہیں کہ (اس شخص کا بیان سن کر) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ عفو اور درگذر کے معاملے میں میں تجھ سے زیادہ معاف کرنے کا مستحق ہوں (اے فرشتو!) میرے اس بندہ سے درگذر کرو! (سبحان اللہ! خداوند کریم کی اپنے بندوں پر کس قدر عنایت ہے کہ ایک ذراسی نیکی پر (اس کے سارے گناہ معاف فرمادیئے)۔

معاملات کے وقت قسم کھانے سے برکت مٹ جاتی ہے

4/3844۔ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ خرید وفروخت کے وقت معاملات میں زیادہ قسمیں نہ کھایا کرو (جیسا کہ بازاریوں کی عادت ہے اس لیے کہ قسمیں کھانے سے چیزیں) بک جاتی ہیں لیکن خیر وبرکت مٹ جاتی ہے ۔(اور جھوٹی قسموں کا رواج ہوجاتا ہے)۔اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

5/3845۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (معاملات خصوصاً خرید وفروخت میں) قسم کھانے سے سامان تو فروخت ہوجاتا ہے لیکن (اس مال میں) برکت ختم ہوجاتی ہے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

وہ تین آدمی جن سے اللہ تعالیٰ ناراض رہیں گے

6/3846۔ابوذر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ ان سے بات کریں گے نہ ان کی طرف دیکھیں گے اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کریں گے اور ان کو دردناک عذاب

ہوگا۔حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا ایسے بدبخت اورمحروم لوگ کون ہیں یارسول اللہ ﷺ !حضور ﷺ نے ارشادفرمایا:(ایک ٹخنہ سے نیچے تہہ بند لٹکانے والا (دوسرا)احسان جتانے والا (تیسرا) جھوٹی قسم کھا کراپنامال بیچنے والا۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

سچے اوردیانت دارتاجرکامرتبہ

7/3847۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشادفرماتے ہیں کہ نہایت سچائی اوردیانت داری سے تجارت کرنے والا (کاحشر)انبیاء صدیقین اورشہداء کے ساتھ ہوگا۔

اس کی روایت ترمذی دارمی اوردارقطنی نے کی ہے۔

8/3848۔اورابن ماجہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کی روایت کی ہے۔

خیرات۔تجارت میں ہونے والی غلطیوں کا کفارہ ہے

9/3849۔قیس ابن ابی غرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دلالوں کوسماسرہ کہتے تھے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گذر ہماری طرف ہوا تو آپ نے ہمارا ایسا نام رکھا جو پہلے نام سے بہتر تھا اور ہم کو یَـا مَـعْشَـرَ التُّجّـار !(اے گروہ تاجران)سے خطاب فرمایا(اوریہ بھی ارشادفرمایا کہ تجارت میں دلال کبھی بائع کی طرف ہوجاتا ہے اورکبھی مشتری کی طرف اوراس طرح دیانت سے دور ہوجاتا ہے اوربعض وقت خودتاجرقسمیں کھالیتا ہے اس طرح) تجارت میں بیہودہ باتیں اورقسمیں شامل ہوجاتی ہے اس لئے تم (اے تاجرو!ان کے کفارہ میں)خیرخیرات کیا کرو۔اس کی روایت ابو داود،ترمذی،نسائی اورابن ماجہ نے کی ہے۔

ان تاجروں کا بیان جن کا حشر فاجروں میں ہوگا

10/3850۔عبید بن رفاعہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطہ سے حضورﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عام طور پر تاجروں کا حشر قیامت کے دن فاجروں میں ہوگا سوائے ایسے تاجروں کے (جو معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے نیکوکار اور سچے ہوں (جھوٹی قسمیں کھانے والے نہ ہوں)۔

اس کی روایت ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

11/3851۔اور بیہقی نے شعب الایمان میں اس کی روایت حضرت براء رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(3/126)بَابُ الْخِيَارِ

(خرید وفروخت میں خریدار کو اختیار دینے کا بیان)

بیع میں خیار کی صورتیں

ف: واضح ہو کہ خرید و فروخت میں خیار کی کئی قسمیں ہیں، ان میں مشہور چار صورتیں ہیں: (1) خیار شرط (2) خیار عیب (3) خیار رؤیت (4) خیار تعیین۔

(1) خیار شرط: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس کسی معاملہ میں ایجاب وقبول کے بعد بیع قطعی ہو جاتی ہے سوائے اس کے کہ فریقین کسی مدت کی شرط لگائیں جس کی زیادہ سے زیادہ مدت تین دن ہے۔اس عدت میں فریقین کو بیع کے فسخ کرنے یا ثابت رکھنے کا اختیار ہے۔اس کو فقہ کی اصطلاح میں خیارِ شرط کہتے ہیں۔

(2) خیار عیب: کسی چیز کے خریدنے کے بعد اس میں کوئی عیب نکل آئے تو اب خریدار کو اختیار ہے کہ اس چیز کو چاہے رکھ لے یا چاہے واپس کردے۔اس اختیار کو خیارِ عیب کہتے ہیں اور کسی عیب دار چیز کا عیب چھپا کر دھوکہ سے بیچنا حرام ہے۔

(3) خیار رؤیت: اگر کسی نے کوئی چیز بغیر دیکھے خرید لی تو بیع درست ہے مگر اس کو دیکھنے کے بعد وہ چیز پسند نہ آئے اگر چہ کہ اس میں کوئی عیب نہ ہو تو اس کو اختیار ہے کہ اس چیز کو واپس کردے اس اختیار کو خیار رؤیت کہتے ہیں۔

(4) خیار تعیین: خریدار دو یا تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو اس شرط پر خریدے کہ ان میں سے کسی ایک چیز کو متعین کرلے گا۔اس اختیار کو خیار تعیین کہتے ہیں۔

خیار کی اور بھی کئی صورتیں ہیں جو فقہ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں:

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ "۔اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:(سورۂ نساء،پ:5،ع:5،آیت نمبر:29،میں)''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق (جس کی اجازت نہ ہو) مت کھاؤ (اور نہ استعمال کرو) البتہ (وہ مال جو جائز ہے جیسے) کوئی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے کی جائے۔(تو ایسے مال کے استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں)۔

بغیر شرط کے خیار مجلس کا اعتبار نہیں

ف: صاحب مدراک نے فرمایا ہے کہ اس آیت شریفہ میں خیارِ مجلس کی نفی ہے اس لئے کہ خرید وفروخت طے

ہوجانے کے بعد مال کے استعمال کی اجازت بغیر کسی قید کے دی جارہی ہے۔واضح ہو کہ خیار مجلس کی ایک صورت بعض ائمہ کے پاس یہ ہے کہ خرید وفروخت پوری ہوجانے کے بعد جب تک مجلس نہ بدل جائے بغیر کسی شرط کے اس معاملہ کو فسخ کیا جاسکتا ہے برخلاف اس کے احناف کے پاس خیار مجلس کی تعریف یہ ہے کہ کسی مجلس میں خرید وفروخت بغیر کسی شرط کے مکمل ہوجائے تو فریقین کو معاملہ فسخ کرنے کا حق نہیں رہتا جس کی دلیل صدر کی آیت ہے کہ اس میں بغیر کسی قید کے خرید وفروخت مکمل ہوجانے کے بعد مال کے استعمال کی اجازت دی جارہی ہے۔ہاں اگر فریقین کوئی شرط لگادیں تو ایسی صورت میں شرط کے مطابق بیع فسخ ہوسکتی ہے۔بغیر کسی شرط کے بیع کو فسخ کرنا نص قرآنی پرزیادتی ہے، جس کی کوئی دلیل نہیں۔جیسا کہ تفسیرات احمدیہ میں مذکور ہے۔

وَقَوْلُهُ تَعالىٰ :"يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ"۔اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:(سورۂ مائدہ،پ:6 ،ع:1،آیت نمبر:1،میں)(اے ایمان والو!تمہارے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ)"اپنے عہد کو پورا کرو۔"

ف:عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ اس آیت شریفہ میں عہد کو پورا کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور واضح ہو کہ بیع بھی ایک عہد ہے جس کے پورا کرنے کی تاکید ظاہر آیت سے واضح ہے اور اگر دوسرے آئمہ کے مسلک کے لحاظ سے بیع کے عہد کو فسخ کرنے کی اجازت دی جائے تو عہد پورا نہیں ہوسکتا جو آیت صدر کے منشا کے منافی ہے۔

بائع اور مشتری جب معاہدہ پورا کرلیں تو کسی کو بھی فسخ کا اختیار نہیں رہتا

1/3852۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ مال کے بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں میں سے ہر ایک کو(بیع کے فسخ کرنے کا)اختیار ہے جب تک کہ وہ(ایجاب وقبول کے اعتبار سے)جدا نہ ہوجائیں(یعنی بیچنے والے نے)کہہ دیا کہ میں نے بیچ دیا اور خریدنے والے نے کہہ دیا کہ میں نے خرید لیا تو اب بیع مکمل ہوچکی،اس لئے اب بیع کو فسخ کرنے کا کسی کو اختیار نہیں اگرچہ کہ وہ مجلس سے جدا نہ ہوئے ہوں) البتہ ایسی بیع جس میں(بیچنے والے اور خریدنے والے نے)اختیار(کی شرط)قبول کی ہو(کہ ہم اس معاملہ کو مجلس سے جدا ہونے کے بعد بھی فسخ کرسکتے ہیں تو یہ اختیار فسخ باقی رہ سکتا ہے)۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

اور اس کی روایت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں کی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور اس کی تفسیر ہمارے یعنی احناف کے پاس

2/3853۔حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق یہ ہے کہ بائع اور مشتری جب تک جدا نہ ہو جائیں ان کو (بیع کے فسخ کرنے کا) اختیار ہے۔اس کی وضاحت میں حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا ہے کہ جب تک فریقین خرید وفروخت میں اپنے قول یعنی ایجاب وقبول سے جدانہ ہو جائیں۔(اس وقت تک ان کو فسخ کرنے کا اختیار ہے یعنی) بیچنے والا جب (خریدار سے) کہہ دے کہ میں نے بیچ دیا تو خریدار کے ''میں نے خریدلیا'' کہنے تک اس کو اپنے قول کے واپس لینے کا اختیار حاصل ہے۔اسی طرح جب خریدار نے کہہ دیا کہ میں نے اس چیز کو اتنی رقم کے بدلے خریدلیا تو بائع کے ''میں نے بیچ دیا'' کہنے تک خریدار کو اپنے قول کے واپس لینے کا اختیار ہے (لیکن بائع نے جب کہہ دیا کہ میں نے بیچ دیا اور خریدار نے کہہ دیا کہ ''میں نے خریدلیا'' تو اس طرح ایجاب اور قبول کے مکمل ہونے کے بعد دونوں میں سے کسی کو بیع کے فسخ کرنے کا اختیار نہیں) چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور عامۂ فقہا حنفیہ رحمہم اللہ علیہم کا اس بارے میں یہی قول ہے۔امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی تائید ذیل میں جو احادیث آرہی ہیں ان سے بخوبی ہوتی ہے۔

خیار قبول اور خیار مجلس کا فرق

ف:اس حدیث شریف میں ارشاد ہے **المتبائعان کل واحد منھما بالخیار علی صاحبہ** ''یعنی بائع اور مشتری دونوں میں سے ہر ایک کو اپنے ساتھی کے قول کے (قبول کرنے یا نہ کرنے کا) اختیار ہے۔اس کی توضیح یہ ہے کہ فریقین میں سے ایک نے اپنی چیز کو بیچنے کے لئے کہہ دیا کہ میں نے بیچ دیا تو خریدار کو اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ اس معاملہ کو قبول کرے یا نہ کرے اور اسی طرح بائع کو بھی خریدار کے قبول کرنے سے پہلے اس بات کا حق حاصل ہے کہ اپنے قول کو واپس لے لے۔تو حدیث شریف میں جس خیار کی اجازت دی جارہی ہے وہ خیار قبول ہے۔یہ

وضاحت مرقات میں مذکور ہے اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث سے خیارِ مجلس کو ثابت کرتے ہیں اور اپنی تائید حدیث کے ان الفاظ سے کرتے ہیں اَلْمُتَبَائِعَانِ بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا (فریقین کو جدا ہونے سے پہلے بیع کے فسخ کرنے یا باقی رکھنے کا اختیار ہے) ہماری دلیل یہ ہے کہ بیع میں ایجاب وقبول کے بعد فریقین میں سے کسی ایک کو بیع کے فسخ کرنے کی اجازت دینا دوسرے کے حق کو باطل کرنا ہے جو جائز نہیں ہے اس لحاظ سے حدیث شریف سے خیارِ قبول ثابت ہوتا ہے نہ کہ خیارِ مجلس۔ ہدایہ کی عبارت ختم ہوئی۔

بائع اور مشتری میں تفرق اور جدائی سے کیا مراد ہے

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے: ''مَالَمْ یَتَفَرَّقَا'' یعنی بائع اور مشتری کے جدا ہونے سے پہلے (بیع کے فسخ کرنے کا) اختیار ہے۔'' فقہائے امت میں اس کی تفسیر میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ یہاں تفرق سے مراد تفرق بالاقوال ہے یہ قول حضرت ابراہیم نخعی کا ہے اور امام سفیان ثوری سے ایک روایت یہی ہے۔ اور امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہم اللہ نے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے کہ جب بائع نے کہا ''میں نے بیچدیا'' اور خریدار نے کہہ دیا ''میں نے خریدلیا'' تو دونوں قول کے اعتبار سے جدا ہوگئے جس کے بعد دونوں میں سے کسی کو اب بیع کے فسخ کرنے کا اختیار باقی نہیں اس لئے کہ بیع اب پوری ہوگئی اور خریدار بیع کو رد نہیں کرسکتا ہاں اس صورت میں کہ اس نے قبول سے پہلے خیار رویت یا خیار عیب یا خیار شرط کی قید لگائی ہو۔

تفریق کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ تفرق سے مراد تفرق بالابدان ہے کہ بائع اور مشتری جب تک اس مجلس سے جدا نہ ہوجائیں ان کو بیع کے فسخ کرنے کا اختیار رہتا ہے اور ان کے جدا ہوئے بغیر بیع پوری نہیں ہوتی اور تکمیل بیع کے لئے لازم ہے کہ فریقین وہاں سے جدا ہوجائیں۔ یہ قول امام شافعی، امام احمد اور اہل ظاہر کا ہے۔

اس قول کے جواب میں شرح معانی الاثار اور فتح القدیر میں یہ لکھا ہے کہ قرآن اور حدیث شریف میں تفرق سے بیشتر صورتوں میں تفرقِ قولی مراد ہے چنانچہ سورۃ البینۃ (پ:30، ع:1، آیت نمبر:4، میں) ارشاد ہے: '' وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنَةُ '' ۔ (اور جولوگ اہلِ کتاب تھے انہوں نے اس واضح دلیل کے آنے کے بعد (ہی دین سے) اختلاف کیا (اور کافر ہوگئے)

اوراسی طرح سورۂ نساء (آیت نمبر:130، پ:5، ع:19) کی آیت میں ارشاد ہے: ''' وَاِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ''. ''اگر دونوں (میاں بیوی) جدا ہوجائیں یعنی خلع یا طلاق ہوجائے تو کوئی ان میں سے خواہ مرد ہو یا عورت یوں نہ سمجھے کے بغیر میرے دوسرے کا کام نہ چلے گا کیونکہ) اللہ تعالیٰ اپنی وسعت اور قدرت سے ہر ایک کو بے احتیاج کردے گا''۔

ان دونوں آیتوں میں تفرق سے مرادتفرق قولی ہے یعنی فریقین قول کے اعتبار سے جدا ہوئے ہیں نہ کہ جسم سے۔اورایک حدیث شریف میں بھی یوں ارشاد ہے: افترقت بنو اسرائیل علیٰ اثنتین و سبعین فرقۃ، و ستفترق امتی علی ثلاث و سبعین فرقۃ "یعنی بنی اسرائیل بہتر(72)فرقوں میں بٹ گئے اورمیری امت تہتر(73)فرقوں میں بٹ جائے گی۔"اس حدیث شریف میں بھی تفرق سے مرادتفرق قولی ہے۔ یہ بحث تعلیق مجد سے ماخوذ ہے اور جو تفصیل سے اس بارے میں مباحث سے واقف ہونا چاہے وہ "تعلیق مجد" کا مطالعہ کرے۔

بیع میں خیارِ شرط کا جواز

3/3854۔عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بیچنے والے اور خریدنے والے میں سے ہر ایک کو بیع کے قطعی ہونے سے پہلے بیع کو فسخ کرنے کا اختیار ہے مگر یہ کہ (بیع میں) خیار شرط کی قید لگائی جائے (تو ایسی صورت میں بیع قطعی نہ ہوگی اور فسخ کرنے کا اختیار باقی رہے گا) اور فریقین میں سے کسی ایک کو یہ بات جائز نہیں کہ بیع کی قطعیت کے بعد اس ڈر سے اپنے بھائی سے جدا ہو جائے (کہ مال کا نقص معلوم ہونے سے) فسخ بیع کا اندیشہ ہو۔

اس کی روایت ترمذی، ابوداود اور نسائی نے کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ اہل کوفہ کے بعض فقہا اور دیگر علماء نے اس حدیث میں تفرق سے تفرق بالکلام مراد لیا ہے (یعنی ایجاب وقبول کے بعد بیع قطعی ہو جاتی ہے اگر چہ کہ مجلس نہ بدلے) اور امام ثوری کا بھی یہی قول ہے اور مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی روایت ہے۔

مال میں عیب رکھ کر بیع کرنے کی ممانعت

ف: اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مال میں کچھ عیب رکھ کر بیچنا اور عیب کے ظاہر ہو جانے کے ڈر سے جلد اٹھ جانا جائز نہیں ہے۔جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔

خرید وفروخت کا طریقہ

4/3855۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ دو شخص یعنی خریدار اور بائع آپس میں راضی ہو کر جدا ہوں (یعنی ایجاب وقبول کے بعد خریدار چیز لے لے اور بائع قیمت وصول کر لے تا کہ معاملہ کی یکسوئی ہو جائے)۔ اس حدیث کی روایت ابوداود کی ہے۔

خیار مجلس کی نفی کا ثبوت

5/3856۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک اعرابی کو بیع کے ہو جانے یعنی ایجاب وقبول کے بعد خیار (بیع کے فسخ کرنے) اجازت دی تھی۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

ف: علامۂ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث سے واضح طور پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے کیونکہ ایجاب وقبول کے بعد خیار مجلس کا ثبوت ہوتا تو حدیث شریف میں جس خیار کی اجازت دی گئی ہے اس کی ضرورت نہ تھی۔ یہ مرقات میں مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیع میں ایجاب وقبول کے بعد بیع پوری ہو جاتی ہے اور تکمیل بیع کے لئے مجلس کا بدلنا ضروری نہیں۔

راست گوئی سے معاملہ میں برکت اور جھوٹ سے بے برکتی ہوتی ہے

6/3857۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ بائع اور مشتری کو ایجاب اور قبول سے پہلے بیع کے فسخ کرنے کا اختیار رہتا ہے اگر وہ دونوں سچ کہیں اور چیز کی حقیقت بیان کر دیں تو ان کے معاملہ میں برکت دی جاتی ہے اور اگر وہ چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو معاملہ کی برکت اٹھالی جاتی ہے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

خرید وفروخت میں ایک خصوصی اجازت

7/3858۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ خرید وفروخت میں دھوکا کھا جاتا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خرید وفروخت کے وقت تم یہ کہہ دیا کرو: کیا اس میں دھوکہ تو نہیں ہے (کہ اگر دھوکا ہوگا تو میں معاملہ کو فسخ کردوں گا) تو وہ صحابی خرید وفروخت کے وقت ایسا ہی کیا کرتے تھے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ان صحابی کو خرید وفروخت میں نقصان کی صورت میں اختیار دینا ان کے لئے خصوصی حکم تھا اور شارع کو اس بات کا اختیار تھا کہ جس کو چاہیں جس چیز سے خاص فرمادیں۔اھ

8/3859۔اور ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث اس طرح روایت کی ہے کہ ایک صحابی کاروبار میں کمزور تھے اس کے باوجود وہ برابر خرید وفروخت کیا کرتے تو ان کے گھر والے نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیے یارسول اللہ (ﷺ) ان کو کاروبار کرنے سے روک دیجئے۔حضور ﷺ نے ان کو بلایا اور کاروبار سے منع فرمایا: توانھوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے کاروبار کے بغیر چین نہیں پڑتا تو (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اچھا تو ایسی صورت میں) تم خرید وفروخت کے موقع پر یہ کہا کرو: کیا اس میں دھوکہ تو نہیں اس کی روایت چاروں اصحاب سنن (یعنی ابوداود۔ترمذی۔ابن ماجہ اور نسائی) نے کی ہے۔

9/3860۔ اور ابن ماجہ نے جید اور حسن سند کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے:

خیار کی مدت تین دن تک ہے

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ ایک انصاری کو نبی کریم ﷺ سے یہ شکایت کرتے ہوئے سنا کہ ان کو خرید وفروخت میں اکثر دھوکہ ہوجایا کرتا ہے تو (یہ سن کر) حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم خرید وفروخت کیا کرو تو یوں کہا کرو: کیا اس میں دھوکہ تو نہیں پھر تم کو ہر خرید و فروخت کے معاملہ میں اختیار تین راتوں تک ہے۔(اس مدت کے اندرون چاہو تو معاملہ کو رد کردو) اس کی روایت بیہقی نے کی ہے اور بخاری نے اس کی روایت اپنی تاریخ میں صحیح سند سے کی ہے اور ابن ابی شیبہ، دارقطنی اور عبدالرزاق نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام زفر رحمہم اللہ کے پاس خیار بیع کی مدت تین دن ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوجائے تو بیع فاسد ہوجائے گی۔عمدۃ القاری۔

خیار رویت کا ثبوت

10/3861۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی چیز کو بغیر دیکھے خرید لے تو اس کو اس چیز کے دیکھنے کے بعد (پسند نہ ہونے کی صورت میں بیع کے فسخ کرنے کا) اختیار رہے۔اس کی روایت دارقطنی اور امام ابوحنیفہؒ نے کی ہے۔

11/3862۔اور ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے بھی اسی کے قریب قریب مرسلاً روایت کی ہے۔

خیار رویت کا حق خریدار کو ہے نہ کہ بائع کو

12/3863۔علقمہ بن ابی وقاص لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کچھ مال

خریدا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ کو اس میں نقصان ہوا ہے (اور آپ نے مال کو ارزاں بیچ دیا ہے) اور وہ مال کوفہ میں تھا لیکن (بوجہ خرید وفروخت کے مکمل ہونے کے) وہ اس وقت آل طلحہ کا مال تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے خیار کا حق ملنا چاہئے اس لئے کہ میں نے مال کو (دیکھے بغیر) بیچا ہے اور حضرت طلحہؓ نے فرمایا خیار کا حق مجھے ملنا چاہئے اس لئے مال میں نے خریدا ہے اور میں نے اس کو دیکھا نہیں ہے (اس لئے مجھے خیارِ رؤیت کا حق ہے معاملہ کی یکسوئی کے لئے) دونوں نے حضرت جبیر بن مُطْعِم رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا تو حضرت جبیر نے فیصلہ دیا کہ خیار (رویت) کا حق حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خیار کا حق نہیں ہے۔ اس کی روایت امام طحاوی اور بیہقی نے کی ہے۔

مال کو دیکھے بغیر بیچنے کا جواز

ف: ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر خریدار کسی چیز کو بغیر دیکھے خرید لے تو ایسی بیع جائز ہے اور خریدار کو اس بات کا حق ہے کہ دیکھنے کے بعد طے شدہ پوری قیمت دے کر اس چیز کو لے لے یا بیع کو فسخ کر دے اور بیچنے والے کو بغیر دیکھے بیچنے کی صورت میں خیار کا حق نہیں ہے۔ اھ اور فتح القدیر میں یہ صراحت موجود ہے کہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما کے درمیان خیار کا حق حضرت طلحہ کو دیا اور آپ کا یہ فیصلہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے روبرو ہوا اور آپ نے خیار رویت کا حق خریدار کو دیا نہ کہ بائع کو اور اس پر کسی صحابی نے انکار نہیں فرمایا۔ اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ خیارِ رویت کا حق خریدار کو ہے نہ کہ بائع کو اور اس پر اجماع صحابہ ہے۔

(4/127)بَابُ الرِّبَا

(اس باب میں سود کی حرمت کا بیان ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: " اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ، ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ، وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ".

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورۂ بقرہ، پ:3، ع:38، آیت نمبر:275، میں) ''وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن قبروں سے نکل کر) ایسے کھڑے ہوں گے جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہو جس کو شیطان لپٹ کر خبطی بنادے (جس سے وہ حیران اور مدہوش ہوجائے) یہ (سزا) ان (سودخواروں) کو اس لئے ہوگی کہ (سود کے حلال ہونے پر استدلال کرنے کے لئے) کہا کرتے کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے (کیونکہ اس میں بھی مقصود نفع حاصل کرنا ہوتا ہے) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے (جو بندوں پر احکام جاری فرمانے والے ہیں) بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

اسلام کا نظریہ معیشت

ف: صدر کی آیت شریفہ میں ارشاد ہے: " وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا "۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور رِبا (سود) کو حرام قرار دیا ہے۔'' واضح ہو کہ بیع کے معنی مبادلۂ مال بالمال کے ہیں خواہ وہ چیز کی صورت میں ہو یا نفع کی۔ اور رِبا کے معنی لغت میں زیادتی کے ہیں اور شریعت میں ہر ایسی زیادتی جس کے مقابلہ میں کوئی بدل نہ ہو اس کو رِبا کہا جاتا ہے واضح ہو کہ اسلام عبادت کا ہی نام نہیں بلکہ وہ ایک صالح معاشرہ اور ایسا نظام چاہتا ہے جس میں پاک معیشت حاصل ہو۔ یہ نظام انسانوں میں لوٹ کھسوٹ کی بجائے، بھائی چارگی اور امداد وتعاون کے جذبہ کو فروغ دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے نظام میں ہر وہ چیز جو سرمایہ داری، چور بازاری اور ذاتی منفعت کے جذبہ کو پروان چڑھائے اسلامی معاشرت کے خلاف ہوگی۔ ظہورِ اسلام سے قبل ایسا ہی فرسودہ نظام سارے عالم اور خصوصاً مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں بھی رائج تھا جس کی بنیاد نفع خوری اور چور بازاری پر تھی اسی لئے سود کی حرمت کے ساتھ

ساتھ خرید وفروخت میں بھی احتیاط رکھنے کی تاکید میں بھی حدیثیں وارد ہیں جن سے ذخیرہ اندوزی اور چور بازاری کی ممانعت کا ثبوت ملتا ہے''۔

سودی کاروبار کرنے والے سب کے سب لعنتی ہیں

1/3864۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سود لینے والے پر لعنت فرمائی ہے (کہ یہ لوگوں کو قرض دے کر سود لیتے ہیں) اور سود دینے والے پر اور (سود کی دستاویز) لکھنے والے پر اور گواہوں پر بھی لعنت فرمائی ہے (یہ حرام فعل کے ارتکاب پر اعانت اور امداد کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: کہ یہ سب (یعنی سود) کا لینے والا اور دینے والا، گواہی دینے والا اور دستاویز لکھنے والا گناہ کے ارتکاب میں) برابر ہیں۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

دوسری حدیث

2/3865۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ سود کے لینے والے پر، سود کے دینے والے پر اور سود کی دستاویز لکھنے والے (اور حساب جوڑنے والے پر) اور زکوٰۃ نہ دینے والے اور زکوٰۃ دینے والے کو منع کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے (مرنے والے پر) نوحہ کرنے سے (یعنی چیخ و پکار کرنے اور بیان کر کے رونے سے) منع فرمایا ہے۔ اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔

ایک پیشن گوئی

3/3866۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا (غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے) ایک زمانہ لوگوں پر ایسا آئے گا کہ کوئی شخص سود کھائے بغیر نہ رہ سکے گا اگر

وہ سود نہ کھاتا ہوتو اس کوکم ازکم سود کا اثر ضرور پہونچے گا۔اس کی روایت امام احمد، ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: واضح ہوکہ حدیث شریف کی روشنی میں ہر شخص کوحتی الامکان سودی کاروبار کے پھیلاو کی وجہ سے خودکوایسے کاروبار سے بچانا چاہئے تاکہ اس وعید سے محفوظ رہ سکے۔

سود کھانا زنا کے گناہ سے بھی بڑھ کر ہے

4/3867۔عبداللہ بن حَنْظَلہ رضی اللہ عنہ سے جن کوفرشتوں نے غسل دیا تھا روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا ہے سود کا ایک درہم جس کوآدمی جان بوجھ کر کھائے 36مرتبہ زنا کرنے (کے گناہ) سے زیادہ برا ہے (اس لئے کہ سود کھانا اللہ اور اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرنا ہے جوزنا کے گناہ سے بڑھ کر ہے)۔اس حدیث کی روایت امام احمد اور دارقطنی نے کی ہے۔

5/3868۔اور بیہقی نے بھی اس کی روایت شعب الایمان میں کی ہےاوراس روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جس کا گوشت مال حرام سے نشو ونما پائے وہ دوزخ ہی کے لائق ہے۔

سودخواری کی ایک شدید ترین وعید

6/3869۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ سودخوری کے (گناہ کے) ستر (70) حصے ہیں اوران میں کا ایک ادنی (گناہ کا) حصہ یہ ہے کہ وہ سودخوار اپنی ماں سے جماع کررہا ہے۔

اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت شعب الایمان میں کی ہے۔

انجام کار سودخوار خسارہ میں رہتا ہے

7/3870۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ سود اگر چہ کہ اس سے (مال بظاہر) زیادہ ہوتا دکھائی دیتا ہو۔لیکن انجام کار کمی (اور خسارہ وذلت ہے جس میں خیر و برکت نہیں ہوتی)۔اس کی روایت ابن ماجہ، امام احمد نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت شعب الایمان میں کی ہے۔

سودخوار اپنے پیٹوں میں سانپ پالتے ہیں

8/3871۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے معراج ہوئی میرا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ گھروں کے مانند (بہت بڑے) تھے جن کے پیٹوں میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو ان کے پیٹوں کے باہر سے نظر آرہے تھے۔میں نے جبرئیل (علیہ الصلاۃ والسلام) سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ سودخوار ہیں۔اس کی روایت امام احمد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

جن چیزوں میں سود کا شبہ ہو ان کو بھی چھوڑ دینا چاہئیے

9/3872۔امیر المومنین حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آخری آیت (جو معاملات کے بارے میں) نازل ہوئی وہ سود (کی حرمت) کی آیت ہے اور رسول اللہ ﷺ (دنیا سے) پردہ فرمائے اور (آیت مذکورہ کے محکم اور واضح ہونے سے مزید) تفصیل نہیں فرمائے، تو تم سود کے ساتھ ساتھ ان چیزوں کو بھی چھوڑ دو جن میں سود کا شبہ ہے۔اس کی روایت ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے چھ چیزوں یعنی سونا، چاندی، گیہوں، نمک، کھجور اور جو میں سود کی وضاحت فرمادی اور فقہائے امت نے قیاس سے ان چھ چیزوں کے علاوہ اور چیزوں میں بھی سود کو ثابت کیا ہے اس لئے

مسلمانوں کو چاہئے کہ احتیاط ملحوظ رکھتے ہوئے فقہانے جن چیزوں میں سود کو ثابت کیا ہے ان سے بھی بچنا چاہئے۔

توضیح: ذیل میں سودی معاملات کے بارے میں چند احادیث آرہی ہیں ان کو سمجھنے کے لئے اس توضیح کو پیش نظر رکھا جائے، ورنہ ذراسی بے احتیاطی سے بھی معاملہ سودی ہوجائے گا۔ ان حدیثوں میں جہاں کہیں ایک جنس کو اسی جنس سے بدلنے کا ذکر آرہا ہے وہاں اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ ہم جنس اشیاء کی تبدیلی میں 1۔ کمی بیشی نہ کی جائے 2۔ معاملہ نقد ہو۔ 3۔ چیزوں کا دست بدست تبادلہ ہو۔ اور اگر ان تین صورتوں میں سے ایک صورت بھی نہ پائی جائے تو معاملہ سودی ہوجائے گا جیسے سونے کو سونے سے یا چاندی کو چاندی سے بدلنے کا جہاں ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ سونے کو اشرفی سے اور چاندی کو چاندی کے سکہ سے یا سونے کے زیور کو سونے سے یا چاندی کے زیور کو چاندی سے خریدا یا بیچا جاسکتا ہے بشرطیکہ مذکورہ بالا تینوں صورتیں (ہم وزن ہونا، وست بدست ہونا اور معاملہ نقد ہونا) پائی جارہی ہوں ورنہ معاملہ سودی ہوجائے گا۔ اسی طرح اجناس کے تبادلہ کا حال ہوگا۔ اس کی تفصیل ذیل کی احادیث میں آرہی ہے۔

معاملات میں سود سے بچنے کی صورتیں اوران کی تفصیل

10/3873۔ عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشادفرماتے ہیں (کہ کاروبار میں سود سے بچنے کے لئے تم کو چاہئے کہ) سونے کو سونے کے بدلے، چاندی کو چاندی کے بدلے، گیہوں کو گیہوں کے بدلے، جو کو جو کے بدلے، کھجور کو کھجور کے بدلے اور نمک کو نمک کے بدلے (اس طرح سے بیچا کرو کہ یہ) (جنس میں) ایک ہوں اور (وزن میں) برابر ہوں اور (معاملہ) دست بدست ہو (ادھار نہ ہو) البتہ اگر ان میں جنس بدل جائے (یعنی چاندی کے بدلے سونا یا گیہوں کے بدلے جو) تو تم کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہو خرید وفروخت کرو بشرطیکہ (معاملہ) دست بدست ہو (اور ادھار نہ ہو اور ایسی صورت میں ان کا ہم وزن ہونا یا برابر برابر ہونا ضروری نہیں)۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

11/3874 ۔اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ ہی سے اس طرح مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سونے کو سونے کے بدلہ چاندی کو چاندی کے بدلے، گیہوں کو گیہوں کے بدلہ، جو کو جو کے بدلہ، کھجور کو کھجور کے بدلہ، اور نمک کو نمک کے بدلہ بیچا نہ جائے مگر یہ کہ یہ چیزیں برابر برابر ہوں، جنس ایک ہو اور (معاملہ) دست بدست ہو اور لیکن سونے کو چاندی کے بدلہ اور چاندی کو سونے کے بدلہ اور گیہوں کو جو کے بدلہ اور جو کو گیہوں کے بدلہ اور کھجور کو نمک کے بدلہ اور نمک کو کھجور کے بدلہ جیسا چاہو بیچ سکتے ہو جب کہ ان میں (معاملہ) دست بدست ہو۔

12/3875 ۔امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ابوالاشعث صنعانی رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح مروی ہے کہ وہ حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے موقع پر حاضر تھے جس میں حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث اس طرح سنائی کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سونے کو سونے کے بدلہ میں بیچنا اس وقت درست ہوگا جب کہ) وہ وزن میں برابر ہوں (اسی طرح) چاندی کو چاندی کے بدلہ میں بیچنا اس وقت درست ہوگا جب کہ) وہ وزن میں برابر ہوں اور گیہوں کو گیہوں بدلے (اس وقت درست ہوگا جب کہ) وہ ناپ میں برابر ہوں اور (اسی طرح) جو کو جو کے بدلے بیچنا جائز ہے جب کہ وہ ناپ میں برابر ہوں) اس کے برخلاف (مثلاً) جو کو کھجور سے بیچنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ کھجور (وزن میں) زیادہ ہوں اور جبکہ یہ معاملہ دست بہ دست ہو رہا ہو، اور اگر (ایسا نہ ہو بلکہ) کسی نے (فروخت کے وقت مثلاً) کھجور کو کھجور کے بدلے نمک کو نمک کے بدلہ زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو اس نے سودی معاملہ کیا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں بھی اسی طرح مروی ہے۔

13/3876 ۔اور دار قطنی اور بزار کی ایک روایت حضرت عبادہ اور حضرت انس رضی اللہ

عنہما سے اس طرح مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ چیزیں جب ایک جنس ہوں اور ان کو ایک دوسرے سے بدلنا ہو تو وزن برابر برابر ہونا چاہئے اور اسی طرح ناپ میں بھی برابر برابر ہونا چاہئے (اگر وہ چیزیں ناپ کر بیچی جاتی ہوں) البتہ اگر جنس بدل جائے تو (خریدٔان کا ہم وزن یا ناپ میں برابر برابر ہونا ضروری نہیں اس لئے ایسی خرید وفروخت میں کوئی حرج نہیں۔

حنفی مذہب میں سود کی حرمت کی علت

ف: واضح ہو کہ سود کی حرمت کے بارے میں آئمہ کرام رحمہم اللہ کے مختلف اقوال ہیں۔امام اعظم کے پاس سود کی حرمت کی علتِ قدر یعنی وزن یا ناپ) اور جنس (یعنی سونے کے بدلہ سونا) ہے یعنی وہ دو چیزیں جن کو ایک دوسرے سے بدلا جارہا ہو وہ ناپ تول کی چیز ہوتی ہے ایسی صورت میں اچھی اور کم مقدار چیز کو اسی جنس کی ردّی اور زیادہ مقدار میں بدل لینا سود ہوگا۔اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب سود کی حرمت کے بارے میں جو حدیثیں وارد ہیں ان کے مفہوم سے زیادہ مطابق ہے جیسا کہ تنسیق النظام میں مذکور ہے۔

سودی کاروبار میں لینے والا اور دینے والا گناہ میں برابر ہیں

14/3877۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائے ہیں کہ سونے کو سونے کے بدلہ، چاندی کو چاندی کے بدلہ، گیہوں کو گیہوں کے بدلہ، جو کو جو کے بدلہ، کھجور کو کھجور کے بدلہ، اور نمک کو نمک کے بدلہ بیچا جاسکتا ہے جب کہ یہ ساری چیزیں (ناپ اور تول میں) برابر برابر ہوں اور (معاملہ) دست بدست ہو (اور ادھار نہ ہو) تو جس کسی نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو اس نے سود لیا یا سود دیا اور لینے والا اور دینے والا (گناہ میں دونوں) برابر ہیں۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

سونے اور چاندی کے فروخت کی جائز صورتیں

15/3878۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

نے ارشاد فرمایا ہے کہ سونے کو سونے کے بدلہ نہ بیچو ہاں اگر برابر برابر ہو اور کسی ایک کا وزن بھی زائد نہ ہو (تو کوئی حرج نہیں اور اسی طرح) چاندی کو چاندی کے بدلہ نہ بیچو ہاں اگر برابر ہو اور کسی ایک کا وزن بھی زائد نہ ہو اور (تبادلہ میں) غائب کو حاضر کے بدلہ نہ بیچو (یعنی دونوں طرف کی چیزیں موجود ہوں اور معاملہ دست بدست ہو)۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

16/3879۔اور ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ سونے کو سونے کے بدلہ اور چاندی کو چاندی کے بدلہ نہ بیچو مگر یہ کہ وہ ہم وزن ہوں۔

سونے چاندی اور اجناس کی خرید فروخت کی جائز صورتیں

17/3880۔امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائے ہیں کہ سونے کو سونے کے بدلہ بیچنا اگر دست بدست نہ ہو تو سود ہو جائے گا اور (اسی طرح) چاندی کو چاندی کے بدلہ بیچنا اگر دست بدست نہ ہو تو سود ہو جائے گا اور (اسی طرح) گیہوں کو گیہوں کے بدلہ بیچنا اگر دست بدست نہ ہو تو سود ہو جائے گا اور (اسی طرح) جو کو جو کے بدلہ بیچنا اگر دست بدست نہ ہو تو سود ہو جائے گا اور (اسی طرح) کھجور کو کھجور کے بدلہ بیچنا اگر دست بدست نہ ہو تو سود ہو جائے گا۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ تول اور ناپ کی چیزوں کے بدلنے اور بیچنے میں دو صورتیں ہیں۔ایک صورت تو یہ ہے کہ ایک ہی جنس کا بدلنا جیسے چاندی کو چاندی سے یا جو کو جو سے تو اس میں شرط یہ ہے کہ معاملہ دست بدست ہو۔ادھار نہ ہو۔اور ناپ یا تول میں کمی بیشی نہ ہو اور اگر ناپ یا تول میں کمی بیشی ہوئی یا ایک چیز موجود ہوئی اور دوسری غائب تو سود ہو جائے گا،مثلاً سونے کو سونے سے اسی طرح بدلا جائے کہ ایک طرف سونا ہو اور بدلہ میں سونے کا زیور ہو لیکن ان کی مقدار برابر نہ ہو تو یہ معاملہ سودی ہو جائے گا اور اس طرح اجناس میں اسی قسم کا تبادلہ ناجائز ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ دومختلف جنس کا باہم تبادلہ جیسے چاندی کا تبادلہ سونے سے یا گیہوں کا تبادلہ جَوْ سے تو اس میں جواز کی صورت یہ ہے کہ معاملہ دست بدست ہوتو وزن یا مقدار میں کمی بیشی بھی ہوتو سودنہیں مثلاً ایک سیر گیہوں کا دوسیر جو سے بدلنا درست ہے بشرطیکہ دونوں اجناس موجود ہوں اور معاملہ ادھار نہ ہواس کے برخلاف اگر گیہوں کوآج دیا جائے اور بدلہ میں جوکل لی جائے تو یہ سود ہوجائے گا جوکسی طرح جائزنہیں۔

دومختلف جنس کے تبادلہ میں اگر معاملہ ادھار ہوتو سودی ہوجائے گا

18/3881۔ابو صالح سمان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ تو (دومختلف جنس کی چیزوں کے) تبادلہ کومنع فرماتے ہیں حالانکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو اس کا حکم دیتے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ابن عباس سے ملا اور دریافت کیا کہ آپ (دومختلف جنس کی چیزوں کے) تبادلہ (کے جائز ہونے) کا فتویٰ دیا کرتے ہیں کیا اس کی صراحت آپ نے کتاب اللہ میں پائی ہے یا اس بارے میں آپ نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی حکم سنا ہے (یہ سن کر) حضرت ابن عباس نے (ابوسعید خدری) کو جواب دیا آپ رسول اللہ ﷺ کے مجھ سے زیادہ قدیم صحابی ہیں اور جس قرآن کو آپ پڑھتے ہیں میں بھی اسی کو پڑھتا ہوں لیکن حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے مجھے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث سنائی کہ (دومختلف جنس کی چیزوں کے تبادلہ میں) اسی وقت سود ہوگا جب کہ معاملہ ادھار ہو۔اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

19/3882۔اور بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں اسی طرح روایت ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ دومختلف جنس کی چیزوں کے تبادلہ میں اس وقت) سود ہوگا جب کہ معاملہ ادھار ہو (نقد نہ ہو)

20/3883۔اور امام طحاوی کی ایک روایت میں اس طرح مروی ہے کہ حضرت ابو

سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے (ایسی چیزوں کے تبادلہ کا جو فتوی دیا کرتے تھے) اس سے رجوع فرمالیا (کہ اگر معاملہ ادھار ہو تو جائز نہ ہوگا جب کہ تبادلہ میں اجناس مختلف ہی کیوں نہ ہوں)۔

دو ہم جنس چیزوں کے تبادلہ میں ناپ اور تول کا برابر برابر ہونا ضروری ہے

21/3884۔ابوسعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو خیبر کا عامل بنا کر بھیجا۔وہ صحابی (زکوٰۃ میں) اچھی قسم کے کھجور لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا خیبر کی سب کھجوریں ایسی ہوتی ہیں تو انہوں نے جواب دیا نہیں یارسول اللہ ﷺ (خیبر کی ہر کھجور ایسی نہیں ہوتی) بلکہ ہم کبھی دو صاع معمولی قسم کی کھجوروں کے بدلہ ایک صاع اچھی قسم کی کھجوریں اور کبھی تین صاع معمولی قسم کی کھجوروں کے بدلہ دو صاع اچھی قسم کی کھجوریں لے لیتے ہیں۔(یہ سن کر) حضور ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو (اس لئے کہ یہ سود کی ایک شکل ہے) بلکہ ساری قسم کی کھجوروں کو (جن میں اچھے اور خراب کھجور شامل ہوں) ان کو درہم کے معاوضہ میں بیچ دو اور ان درہموں سے اچھی قسم کی کھجوریں خرید لو (تاکہ سود سے بچ سکو) اور حضور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ (جس طرح دو ہم جنس چیزوں کا ناپ میں برابر ہونا ضروری ہے اسی طرح دو ہم جنس چیزوں کا) تول میں بھی برابر برابر ہونا ضروری ہے)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دو ہم جنس چیزوں کے تبادلہ کی جائز صورت

22/3885۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں بَرْنی کھجور (جو کھجور کی ایک عمدہ قسم ہے) لے کر حاضر ہوئے۔

حضورﷺ نے آپ سے دریافت کیا تم یہ کھجور کہاں سے لائے؟ انہوں نے عرض کیا ہمارے پاس معمولی قسم کی کھجوریں تھیں ان میں سے میں نے دو صاع کے بدلہ ایک صاع یہ (برنی) کھجوریں خرید لیں ہیں۔ یہ سن کر حضورﷺ نے ارشاد فرمایا آہ! یہ تو قطعی سود ہے قطعی سود ہے ایسا نہ کرو بلکہ تم جب کبھی اچھی چیز کے بدلہ اسی جنس کی چیز خریدنا چاہو تو (پہلے اپنے پاس کی) معمولی کھجوروں کو بیچ دو اور پھر اس کی قیمت سے (اچھی کھجوریں) خرید لو۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

جانوروں کے تبادلہ میں جائز اور ناجائز صورتیں

23/3886۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک غلام نبی کریمﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور ہجرت کی بیعت کر لیا اور حضورﷺ کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ غلام ہے۔ پھر (کچھ عرصہ کے بعد) اس کا مالک اس کی تلاش کرتا ہوا آیا (اور اس کی واپسی کا مطالبہ کیا) (حضورﷺ نے اس کو مناسب نہ سمجھا کہ اس کی ہجرت باطل ہوجائے اس لئے) آپ نے اس کے مالک سے فرمایا تم اس کو مجھے بیچ دو (چنانچہ وہ صاحب اس پر راضی ہوگئے) تو آپ نے دو سیاہ رنگ کے غلام کے بدلے ان کو خرید لیا اور اس کے بعد آپ نے کسی سے بیعت نہیں لی جب تک آپ اس سے دریافت نہ فرمالیں کہ وہ غلام ہے یا آزاد۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

24/3887۔ اور ترمذی، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی ان سب محدثین نے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریمﷺ نے جانور کے بدلہ جانور کو ادھار بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

25/3888۔ اور بزّار نے اس کی روایت اپنی سند میں کی ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ اس بارے میں جتنی حدیثیں مروی ہیں ان میں اس سے بہتر سند والی حدیث کوئی نہیں۔

26/3889۔اورابن ماجہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک جانور کے بدلہ دو جانوروں کوخریدنے یا بیچنے میں کوئی حرج نہیں خواہ وہ ہم جنس ہوں یا نہ ہوں) جب کہ معاملہ دست بہ دست ہو(جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے)۔البتہ حضور ﷺ نے (جانور کے بدلے جانور کی خرید وفروخت میں) ادھار معاملہ سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی حجاج بن ارطاۃ ہیں۔ان کے بارے میں ابن حبان نے کہا ہے کہ وہ صدوق ہیں ان کی حدیثوں کی روایت درست ہے۔

27/3890۔اورترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا ہے کہ ایک جانور کے بدلہ دو جانوروں کی خرید وفروخت ادھار درست نہیں۔ ہاں دست بدست ہوتو کوئی حرج نہیں۔اورترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

28/3891۔اورامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں مرسلاً عبدالکریم جزری سے روایت کی ہے کہ زیاد ابن ابی مریم جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں انہوں نے عبدالکریم کو یہ واقعہ سنایا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے عامل کو(زکوٰۃ کی وصولی کیلئے) بھیجا تو وہ بڑی عمر کے اونٹ لے آئے۔رسول اللہ ﷺ نے جب ان کو دیکھا تو (عاملِ زکوٰۃ سے) ارشادفرمایا تم خود بھی ہلاک ہوئے اور ہلاک بھی کیا انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے دو یا تین کم عمر اونٹوں کے بدلہ بڑا اونٹ دست بدست لیا ہے! اس لئے کہ مجھے اس بات کا علم تھا کہ آپ کو بڑے بڑے اونٹوں کی ضرورت ہے۔یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا اگر یہ صورت ہے تو پھر ٹھیک ہے۔

29/3892۔اورعبدالرزاق نے سعید بن مسیّب کے واسطے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک اونٹ کے بدلہ دو اونٹ ادھار لینے کو مکروہ سمجھتے تھے۔اورابن ابی شبیہ نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔

30/3893۔اور عبدالرزاق نے معمر سے اور معمر نے ابن طاؤس سے اور انہوں نے اپنے والد طاؤس سے روایت کی ہے کہ طاؤس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا ایک اونٹ کو دو اونٹ کے بدلہ ایک معین مدت کیلئے لیا جاسکتا ہے؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا (نہیں) یہ تو مکروہ ہے۔

31/3894۔اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہنے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک اونٹ کو دو اونٹ کے بدلہ ایک معین مدت کیلئے لینے سے منع فرمایا ہے۔

32/3895۔اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ لشکر تیار کریں (اس تیاری میں) اونٹ ختم ہوگئے تو پھر آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس کام کے لئے زکوٰۃ کی جوان اونٹیاں استعمال کریں تو حضرت عبداللہ بن عُمر و نے ایک اونٹ کے بدلہ دو اونٹیاں لینا شروع کیا یہاں تک کہ زکوٰۃ کی اونٹنیاں آجائیں۔پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

ہم جنس اشیاء کو باہم بیچنے کی ایک ناجائز صورت

33/3896۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجوروں کے ایک ایسے ڈھیر کو جن کا وزن یا مقدار معلوم نہ ہو ایسے کھجوروں کے بدلہ بیچنے کو جن کا وزن یا پیمانہ معلوم ہو منع فرمایا ہے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

تجارت میں جنس غالب کا لحاظ ہوگا

34/3897۔حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وہ ایسی تلوار کو جس پر چاندی کا کام ہو درہم (یعنی چاندی کے سکے) کے بدلہ بیچنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے جب کہ تلوار کی

چاندی کی قیمت اس چاندی کی قیمت سے زیادہ ہو۔(جس کے بدلہ میں خریدی جارہی ہو چونکہ تلوار میں لوہا غالب ہے اس لئے اس بیع میں دو مختلف جنس کی تجارت ہورہی ہے جس میں قیمت کی کمی اور زیادتی سے سود کا شائبہ نہیں ہے اور ایسی تجارت جائز ہے)۔

اس حدیث کی روایت طحاوی نے کی ہے۔

دوسری حدیث

35/3898۔ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ وہ چاندی کی مڑی ہوی تلوار کو (چاندی کے سکّے کے بدلہ) بیچنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے جب کہ تلوار میں جو چاندی ہے اس کی قیمت چاندی کے سکہ سے (جس کے بدلہ میں تلوار بیچی جارہی ہو) کم ہے۔اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔

ف:صدر کی دونوں حدیثوں میں جس تجارت کا ذکر ہے اس کے جواز کی وجہ یہ ہے کہ لوہے کو جو غالب عنصر ہے درہم یعنی چاندی کے سکہ کے بدلہ بیچا جارہا ہے اگر چہ کہ چاندی ان دونوں صورتوں میں شامل ہے لیکن چونکہ وہ جنسِ غالب نہیں ہے اس لئے اس میں حکم لوہے اور چاندی کی تجارت کا ہوگا اور ایسی صورت میں قیمت کی کمی یا زیادتی سے سود نہیں ہوگا۔

تازہ اور خشک کھجور کے تبادلہ کی جائز اور ناجائز صورت

36/3899۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تازہ کھجور کو (ہم وزن خشک) کھجور کے معاوضہ میں ادھار بیچنے سے منع فرمایا ہے (اس لئے کہ ادھار معاملہ کی وجہ سے یہ سود ہوجاتا ہے،البتہ معاملہ دست بدست ہوتو ہم وزن تازہ کھجور کی فروخت خشک کھجور کے بدلہ درست ہے اور یہی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے)

قرض لینے والے سے کسی قسم کا نفع حاصل کرنا درست نہیں

37/3900۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص کسی کو قرض دے اور (قرض لینے والا) اس کے پاس کوئی ہدیہ بھیجے یا سواری کے لئے کوئی جانور دے تو وہ (یعنی قرض دینے والا) نہ تو اس سواری پر بیٹھے اور نہ ہدیہ قبول کرے ہاں ایسی صورت میں جب کہ قرض دینے والے اور لینے والے کے درمیان اس قسم کے تعلقات رہے ہوں (تو جائز ہے)۔اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں اس کی روایت کی ہے۔

دوسری حدیث

38/3901۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص جب دوسرے شخص کو قرض دے تو پھر اس سے کوئی ہدیہ قبول نہ کرے۔اس کی روایت بخاری نے اپنی تاریخ میں کی ہے۔یہ ملتقی میں مذکور ہے۔

تیسری حدیث

39/3902۔ابو بردہ ابن ابی موسی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ منورہ آیا تو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تو آپ نے فرمایا کہ تم ایسی سرزمین میں ہو جہاں سود کا رواج عام ہے (یاد رکھو) اگر تمہارا کسی پر قرض ہے اور وہ تمہارے پاس بطور ہدیہ بھوسہ کا یا جو کا ایک تھیلہ یا گھانس کا گٹھا بھیجے تو تم اس کو ہرگز نہ لو یہ بھی سود کا حکم رکھتا ہے۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: ان حدیثوں سے معلوم ہوا ہے کہ اگر قرض سے پہلے آپس میں میل جول اور تحفہ تحائف کی راہ ورسم تھی تو اب بھی اس کا قبول کرنا درست ہے اگر قرض سے پہلے ایسی راہ ورسم نہ تھی تو یقیناً اس کا سبب قرض ہی ہے اور ہماری شریعت غراء میں قرض دے کر نفع اٹھانا جائز نہیں ہے۔

ف: قرض دار سے فائدہ نہ اٹھانے کے بارے میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مثالی واقعہ ہے چنانچہ مرقات میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے زمانے میں ورع (یعنی پرہیزگاری) میں بھی امام تھے آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ قرض کے تقاضے کے لئے ایک شخص کے گھر پہونچے اور اس وقت سخت گرمی تھی اس کے باوجود بھی اس شخص کے گھر کی دیوار کے سایہ میں ٹھہرنا پسند نہیں فرمایا اور اس شخص کے گھر سے نکلنے تک دھوپ ہی میں ٹھہرے رہے اس لئے کہ اس شخص کے گھر کی دیوار کے سایہ میں ٹہرنا بھی ایک قسم کی منفعت حاصل کرنا تھا جس کو آپ نے جائز نہیں سمجھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرضدار سے کسی طرح کی منفعت حاصل کرنا جائز نہیں ہے چہ جائے کہ سود لینا وغیرہ۔

(5/128)بَابُ الْمَنْهِيِّ عَنْهَا مِنَ الْبُيُوْعِ

(بیع یعنی خرید وفروخت کی ان قسموں کا بیان جو منع ہیں)

جو تجارت قیاس اور اندازہ پر ہو نا جائز ہے

1/3903۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے (مزابنہ یہ ہے) کہ کوئی شخص اپنے باغ کے تازہ پھلوں کو خشک پھلوں کے بدلے فروخت کرے (مثلاً) وہ پھل کھجور ہیں تو ان کو اس طرح بیچے کہ خشک کھجوروں کو ناپ لے (یا تول لے) اور تازہ کھجوروں کا اندازہ (جن کے معاوضہ میں ان کو بیچنا ہے) درخت پر کرلے (یہ ناجائز ہے) اسی طرح پھل اگر انگور ہوں تو خشک انگور کو تول لے اور ان کو تازہ انگور کو (جو درخت پر ہوں ان کا اندازہ کرلے اور ان کے بدلے) بیچ دے (یہ صورت بھی ناجائز ہے)۔ یہی حکم دوسرے پھلوں کے تبادلہ کا ہے۔

2/3904۔اور مسلم میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اگر کھیتی ہو تو اس کو بھی اسی طرح بیچنا کہ خشک غلہ کو ناپ یا تول لے اور کھیتی میں جو اناج ہے اس کا اندازہ کر کے تبادلۃً بیچ دے (یہ صورت بھی ناجائز ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا ہے۔)

3/3905۔اور بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے اور مزابنہ یہ ہے کہ (مثلاً) درختوں کے کھجور کو (نمودار ہونے سے پہلے) معین مقدار خشک کھجور کے بدلہ اس شرط سے بیچے کہ اگر (درخت کے پھل) زیادہ ہوئے تو وہ میرے ہیں اور اگر وہ کم نکلیں تو نقصان میرے ہی ذمہ ہوگا (اس قسم کی بیع چونکہ جوے سے مماثلت رکھتی ہے اور تبادلہ میں چیزوں کی کمی یا بیشی کا احتمال ہے اس لئے جائز نہیں ہے)۔

مخابرہ، محاقلہ اور مزابنہ منع ہیں!

4/3906۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخابرہ، محاقلہ اور مزابنہ (ان تینوں قسم کی تجارت) سے منع فرمایا ہے محاقلہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی کھڑی کھیتی کی فصل کو ایک سو فرق (ایک قسم کا پیمانہ) گیہوں کے بدلہ بیچ دے۔ اور مزابنہ یہ ہے کہ کوئی شخص کھجور کو جو درخت پر ہوں ایک سو فرق (پیمانہ) کھجور کے بدلہ بیچ دے اور مخابرہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی زمین کو پیداوار کے تہائی یا چوتھائی حصہ کے معاوضہ میں بٹائی پر کاشت کے لئے دیدے (یہ تینوں قسم کی بیع چونکہ قیاس اور اندازہ پر ہیں اور ان میں جوے سے مماثلت ہوجاتی ہے اس لئے منع ہیں)۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

پیداوار کی معین مقدار پر بٹائی جائز ہے

5/3907۔ اور جماعت (یعنی اصحاب صحاح) نے سوائے نسائی کے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اہل خیبر سے یہ معاہدہ فرمایا کہ کھیتی یا پھلوں کی پیداوار میں سے نصف مقدار بٹائی میں لی جائے گی (یعنی نصف حصہ مالک کا ہوگا اور نصف حصہ پیدا کرنے والے کا)۔

معاومہ اور ثنیا منع ہیں اور عرایا جائز ہے

6/3908۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے محاقلہ، مزابنہ، مخابرہ، معاومہ اور ثنیا سے منع فرمایا ہے اور عرایا کی اجازت دی ہے (اس کی روایت مسلم نے کی ہے)

(معاومہ یہ ہے کہ درختوں کے پھلوں کو نمودار ہونے سے پہلے ایک سال، دو سال یا تین سال یا زیادہ مدت کے لئے فروخت کردیا جائے۔ کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ میوہ پیدا ہی نہ ہو یا

پیدا ہوتو خراب ہوجائے اور لینے والے کا نقصان ہو۔ اور ثنیا یہ ہے کہ پھل دار درختوں کو بیچ دیا جائے اور پھلوں کی ایک غیر معین مقدار ثنی کرلی جائے جیسے یوں کہے کہ میں اس میں سے تھوڑے پھل لے لوں گا اور عَرَ ایا وہ درخت ہیں جن کو عاریتاً مالک ایک معین مدت کے لئے غربا کو پھل کھانے کے لئے دیدے۔)

عرایا ہبہ ہے اوراس کی ہرصورت جائز ہے

7/3909۔امام طحاوی رحمہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ عرایا میں اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ کھجور کا ایک درخت یا دودرخت کسی (غریب) شخص کوبطور ہبہ کے (پھلوں کے استعمال کیلئے) دے دیے جائیں پھر وہ شخص مالک کو(ضرورۃً) اندازہ لگا کر کچھ کھجوروں کے بدلہ بیچ دے۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں ہیں جنھوں نے نبی کریم ﷺ سے عرایہ کے بارے میں خرید وفروخت کی اجازت روایت کی ہے اور یہ بھی واضح کیا ہے کہ عریہ ہبہ ہے اھ۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی موطا میں کہا ہے کہ مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ عریہ یہ ہے کہ کسی شخص کا کھجور کا باغ ہواور وہ کسی (غریب اور مستحق) شخص کوایک درخت یا دو درخت عاریتہً دیدے کہ وہ اس کے کھجور استعمال کرلے پھر مالکِ باغ پر یہ بات گراں گزر رہی ہے کہ وہ باغ میں آتا جاتا رہتا ہے اوراس سے مالک کوتکلیف ہوتی ہے(یا آنے والے کوبھی بار بار آنے جانے سے تکلیف ہوتی ہے) تو وہ مالکِ باغ سے یہ درخواست کرتا ہے کہ عریہ کی بجائے وہ اس کو کھجور کی فصل کے ختم پرایک معین مقدار کھجور دے دے ایسی صورت جائز ہے اس لئے کہ یہ بیع نہیں ہے بلکہ مالک بطور ہبہ درخت کے جو کھجور دینا چاہتا تھا اس کے معاوضہ میں کھجور کی ایک معین مقدار دے رہا ہے۔

8/3910۔ اور ترمذی کی ایک روایت میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ثنیا سے (جس کی تفصیل ابھی اوپر گذر چکی ہے) منع فرمایا ہے البتہ ثنیا میں پھلوں کی مقدار معین کردی جائے (اوران کوفروخت سے مستثنیٰ کردیا جائے تو) جائز ہے۔

9/3911۔ اور مسلم کی ایک روایت میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (اندازہ سے آئندہ) کئی برس تک کے لئے (درختوں یا کھیتی کو) بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

تأبیر کے بعد کھجور کا ثمرہ بائع کا ہوگا

10/3912۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی شخص تأبیر (تأبیر یہ ہے کہ نر کھجور کے درخت کا پھول مادہ کھجور کے درخت پر ڈالا جاتا ہے تاکہ پھل زیادہ پیدا ہوں) کے بعد کھجور کا باغ بیچ دے تو (موجودہ فصل کے) پھل بیچنے والے کے ہوں گے اور اگر خریدار پھل کے بارے میں شرط کرلے (تو پھل خریدار کے ہوں گے) اس کی روایت مسلم اور بخاری نے متفقہ طور پر کی ہے (پھلوں کی پختگی کے بعد خرید وفروخت مناسب ہے۔)

11/3913۔ اور بخاری کی ایک روایت میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ میں لوگ پھلوں کی خرید وفروخت کیا کرتے تھے (اور کاروبار خوشگواری سے طے پا جاتے تھے) پھر جب لوگوں کی کثرت ہوگئی اوران میں انتشار پیدا ہونے لگا اور معاملات پیچیدہ ہونے لگے تو خریداریوں کہنے لگا پھلوں کوتو اب کیڑ لگ گیا ہے، ان میں خرابی پیدا ہوگئی ہے ان میں بعض پھل خشک ہوگئے ہیں الغرض اس قسم کے مصائب کے سبب سے احتجاج کرنے لگے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس قسم کے نزاعات کثرت سے پیش ہونے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر ایسی صورت ہورہی ہے تو فروخت میں جلدی مت

کرو بلکہ پھلوں کی پختگی کے بعد پھلوں کی خرید وفروخت کیا کرو۔ آپ کا یہ ارشاد بطور مشورہ کے تھا تا کہ نزاع نہ بڑھے۔

کاروبار میں کسی کو نقصان آ جائے تو اس کی مدد کرنا چاہئے

12/3914۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ میں ایک شخص جو پھلوں کی تجارت کیا کرتا تھا (اس کو خسارہ ہوا جس کی وجہ سے) وہ مقروض ہو گیا رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے) ارشاد فرمایا (بطور امداد) تم اس پر خیرات کرو صحابہ کرام نے (حسب استطاعت خیرات دی اس کے باوجود اس کا قرض ادا نہ ہو سکا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے قرض دہندگان سے ارشاد فرمایا (فی الحال) تم کو جو بھی ملا ہو لے لو اس لئے کہ اس کے پاس (ادا کرنے کے لئے) کچھ اور نہیں ہے (ہاں اگر وہ آئندہ خوشحال ہو جائے تو تم کو بقیہ قرض وصول کرنے کا حق ہے)۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

منقولہ مال کو قبضہ میں لئے بغیر نہیں بیچنا چاہئے

13/3915۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائے ہیں کہ جو کوئی غلہ خریدے وہ اس کو نہ بیچے یہاں تک کہ (اس کو قبضہ میں لے کر) پورا پورا نہ تول لے۔

14/3916۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں اس طرح ہے کہ (اس غلہ کو) تولنے تک (اس کو نہ بیچے)۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

15/3917۔ مسلم اور بخاری کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے (کہ خریدے ہوئے غلہ کو اس وقت تک نہ بیچے) یہاں تک کہ اس کو اپنے قبضہ میں لے لے۔

16/3918۔ اور نسائی نے اپنی سنن کبریٰ میں حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم ہرگز کسی چیز کو نہ بیچو یہاں تک کہ تم اس کو اپنے قبضہ میں نہ کرلو اور طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

اشیائے منقولہ کو بغیر قبضہ کے ادھار بیچنا جائز نہیں اس کی علت

ف: واضح ہو کہ قبضہ کے بغیر کسی چیز کی خرید وفروخت سے ممانعت کا جو حکم ہے وہ منقولہ اشیاء سے متعلق ہے (جو چیزیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کی جاسکتی ہیں) مثلاً غلہ وغیرہ البتہ غیر منقولہ اشیاء جیسے مکان یا زمین کی خرید و فروخت میں قبضہ شرط نہیں جیسا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس ممانعت کو صرف غلہ سے متعلق قرار دیتے ہیں اس ممانعت کی علت یہ ہے کہ منقولہ چیز کو قبضہ میں لئے بغیر خرید وفروخت سے اس کے تلف ہوجانے یا اس میں کمی بیشی کا اندیشہ رہتا ہے اور یہ علت غیر منقولہ اشیاء میں پائی نہیں جاتی۔ یہ "تنسیق النظام" سے ماخوذ ہے۔

ادھار کو ادھار کے بدلہ بیچنا جائز نہیں

17/3919۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ادھار کو ادھار کے بدلہ میں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔

ف: ادھار کو ادھار کے بدلہ بیچنے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید پر عمرو کا ایک کپڑا ادھار ہے اور بکر کے عمرو پر دس درہم ہیں تو زید بکر کو یوں کہے کہ میں نے اپنا کپڑا تیرے ہاتھ ان دس درہم کے بدلہ بیچ دیا جو عمرو پر تیرے ہیں اور بکر یوں کہے کہ میں نے قبول کیا۔ یہ بیع اس لئے ناجائز ہے کہ یہاں ایسی چیز کی خرید وفروخت ہورہی ہے جس پر قبضہ نہیں ہے۔ جیسا کہ لمعات میں مذکور ہے۔

تجارت کے چند ضروری احکام اور اصول

18/3920۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم

میں سے کوئی شخص غلہ لانے والے قافلہ سے آگے جا کر نہ ملے (یعنی شہر میں غلہ آنے سے پہلے ہی اس کو راستہ میں ارزاں (سستا قیمت میں) لینے کی خاطر جا کر نہ خریدے) اور تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی بولی پر اپنی بولی نہ لگائے (یعنی دو شخصوں کے درمیان خرید و فروخت کا معاملہ طے ہونے پر تیسرا شخص اس بیع کے مقابلہ میں اس سے کم داموں پر یا اس مال میں عیب نکال کر اپنا مال فروخت نہ کرے) رسول اللہ ﷺ نے خرید و فروخت میں بخشش سے منع فرمایا ہے (بخشش یہ ہے کہ دو شخصوں کے درمیان خرید و فروخت کی گفتگو ہو رہی ہے اور تیسرا شخص اگر اس کی تعریف کرے تا کہ خریدار کو اس کی جانب رغبت زیادہ ہو یا خریدار اس کی قیمت بڑھا دے اور خود اس کو وہ چیز خریدنا منظور نہیں جیسا کہ ہراج میں دلال کیا کرتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کوئی شہری آدمی دیہاتی آدمی کا مال فروخت نہ کرے (یعنی کوئی دیہاتی غلہ لائے تا کہ موجودہ نرخ پر فروخت کرے لیکن شہری اس سے یہ کہے کہ تو غلہ میرے سپرد کر دے میں اس کو زیادہ قیمت پر فروخت کروں اس قسم کی بیع میں دو قسم کے نقصان ہیں ایک تو مالک کا دوسرے اہل شہر کا کہ اگر بازار میں مال آجاتا تو روزمرہ کے نرخ پر چیزیں مل جاتیں)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ عیسیٰ بن ابان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ مصراۃ کے بارے میں جو حکم ہے اور جو مختلف حدیثوں میں مروی ہے اس زمانہ سے متعلق ہے جب کہ خرید و فروخت میں دھوکہ ثابت ہو جانے کی صورت میں بطور تاوان کے غلہ دیا جاتا تھا (چونکہ اس قسم کی بیع بالاتفاق حرام قرار دی گئی ہے اس لئے اب مصراۃ (یعنی تاوان میں غلہ دینے کا رواج منسوخ ہونے سے یہ) حکم باقی نہیں رہا۔

ف: واضح ہو کہ مصراۃ یہ ہے کہ دودھ دینے والے جانور کو فروخت کرتے وقت ایک یا دو دن کا دودھ ان کی تھنوں میں باقی رکھ کر فروخت کیا جاتا تھا تا کہ ان کی قیمت زیادہ آئے اور ایسی بیع کی صورت میں لینے والے کو بیع کے

فسخ کرنے کا اختیار بھی رہتا تھا۔ چونکہ ایسی بیع بالاتفاق حرام قرار دی گئی ہے لہذا ایسی صورت میں مصراۃ کا حکم اور خیار بھی باقی نہیں۔ یہی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے جیسا کہ ''رحمۃ الامۃ'' میں مذکور ہے۔

خرید وفروخت میں دلالی ممنوع ہے

19/3921۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم (غلہ کے) کاروان کو (شہر میں آنے سے پہلے آگے جا کر) ملا لیتے اور وہیں ان سے غلہ خرید لیتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایسی خرید وفروخت سے روک دیا یہاں تک کہ وہ قافلے غلہ کے بازار تک نہ پہونچ جائیں۔ اس کی روایت مسلم اور طحاوی نے کی ہے۔

20/3922۔ اور مسلم کی ایک اور روایت میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی شہری آدمی دیہاتی آدمی کا مال فروخت نہ کرے۔ لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو تا کہ اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کے ذریعہ رزق دلوائے (یعنی دیہاتی لوگوں کو چھوڑ دو، ان سے تعارض نہ کرو، وہ باہر سے غلہ لائیں اور بازار کے نرخ پر فروخت کریں تا کہ شہر میں کافی غلہ رہے اور لوگ ارزانی (سامان کے سستا ہونے) سے فائدہ اٹھائیں۔

فریقین میں معاملت ہوجانے کے بعد تیسرے شخص کو مداخلت نہ کرنا چاہئے

21/3923۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر اپنا مال (کسی دوسرے کو) نہ بیچے (یعنی طرفین میں خرید وفروخت کا معاملہ طے پاجانے کے بعد کسی تیسرے شخص کو اپنا مال نہ بیچے) اور (شادی کا معاملہ آپس میں طے ہوجانے کے بعد) کوئی (تیسرا) شخص اس جگہ اپنا پیام نہ بھیجے ہاں اگر اس کو اس بات کی اجازت دے دی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (ورنہ اس میں مسلمان کی حق تلفی ہوتی ہے)۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

دوسری حدیث

22/3924۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک مسلمان اپنے بھائی مسلمان کے مقابلہ میں کسی چیز کے دام نہ لگائے (جب کہ دونوں میں معاملت ہوچکی ہے) اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فریقین کے درمیان جب معاملت طے پا جائے تو کوئی تیسرا شخص زائد قیمت دے کر طے شدہ معاملہ کو فسخ کرنے کی کوشش نہ کرے اس لئے کہ اس میں ایک مسلمان بھائی کی حق تلفی ہوتی ہے۔اس کے باوجود اگر کوئی شخص مداخلت کر کے زائد قیمت پر معاملہ طے کرلے تو بیع تو منعقد ہو جائے گی لیکن ایسا شخص گنہ گار رہوگا۔امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

ممنوعہ بیع اور ممنوعہ لباس کا بیان

23/3925۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو قسم کے لباس اور دو طرح کے بیع سے منع فرمایا ہے۔بیع میں ملامست [1] یہ ہے کہ کپڑے کو لینے والا شخص رات یا دن میں (کھول کر دیکھے بغیر) ہاتھ لگا دے اور اس کے سوا (مزید تحقیق کے لئے) الٹ پلٹ نہ کرے اور منابذت سے منع فرمایا ہے (یہ دونوں قسم کی بیع زمانہ جاہلیت میں رائج تھیں)۔

(1): منابذت یہ ہے کہ بیچنے والا کپڑے کو اٹھا کر خریدار کی طرف پھینک دے اور خریدار اس کو (کھول کر) دیکھے بھالے بغیر اٹھا کر بیچنے والے کی طرف پھینک دے خواہ (فسخ بیع پر فریقین) راضی ہوں یا نہ ہوں (یہ دونوں بیع اس لئے ممنوع ہیں کہ ان میں دھوکہ ہے اور یہ شرط بھی فاسد ہے کہ عیب نکلنے پر کسی کو فسخ بیع کا اختیار نہ ہوگا) اور دو قسم کے لباس (جن سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے) ان میں سے ایک اشتمال صَمّاء ہے اور اس کا (ایک) طریقہ یہ ہے کہ کپڑے کو (سر سے پیر تک جسم پر اس طرح لپیٹ لیں کہ ہاتھ پاؤں اور چہرہ نظر نہ آئے) کہ کپڑے کو کسی ایک کاندھے پر اس طرح ڈالا جائے (کہ وہ دو معلوم ہوں جیسا کہ آستین میں لپیٹ لگایا کرتے ہیں) اور دوسرا کاندھا بغیر کپڑے کے رہ جائے اور دوسرا لباس (کا طریقہ جس سے حضور ﷺ نے فرمایا ہے وہ) یہ ہے کہ کپڑے کو جسم پر اس طرح لپیٹ کر بیٹھے کہ شرم گاہ کھلی رہ جائے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

اور تین قسم کی بیع کی ممانعت

24/3926۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع الحصاۃ اور بیع الغرر سے منع فرمایا ہے (یہ دونوں قسم کی بیع زمانہ جاہلیت میں رائج تھیں، بیع الحصاۃ یہ ہے کہ خریدار بیچنے والے سے یہ کہے کہ جب میں تیرے مال پر کنکری پھینکوں تو بیع پختہ ہو جائے گی یا بیچنے والا خریدار سے یوں کہے کہ جس چیز پر تیری کنکری پڑے وہ تیرے ہاتھ بیع ہے یا تیری کنکری جتنی دور زمین پر جائے وہ تیرے ہاتھ فروخت ہے اور بیع غرر یہ ہے کہ چیز نہ تو قبضہ میں ہو اور نہ اس پر قدرت حاصل ہو اور اس کو فروخت کر دیا جائے جیسے دریا کی مچھلیاں اور ہوا میں اڑنے والے پرندے یا بھاگا ہوا غلام وغیرہ)۔

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

25/3927۔ ابو داود کی ایک اور روایت میں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع المضطر اور بیع الغرر سے منع فرمایا ہے (بیع الغرر کی تعریف حدیث نمبر 119/3789 میں گذر چکی ہے اور بیع مضطر یہ ہے کہ کوئی شخص) جبر اور تنگ کر کے کسی کی چیز خریدے یا ضرورت مند مجبور ہو کر کوئی چیز بیچنا چاہے اور خریدار سستے داموں خرید لے۔ (ایسی صورت میں بیچنے والے کی مدد کرنی چاہئے نہ کہ اس سے ناجائز فائدہ اٹھائے)۔

زمانہ جاہلیت کی ایک بیع جو ممنوع ہے

26/3928۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حاملہ جانور کے حمل کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ اس کی توضیح یہ ہے کہ ایک شخص حاملہ اونٹنی کو اس شرط پر خریدا تھا کہ جب اس کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوگا تو اس وقت اس اونٹنی کی قیمت ادا کی جائے گی (یہ زمانہ

جاہلیت کی ایک بیع تھی، یہ بیع اس لئے منع ہے کہ اس میں مدت مجہول ہے اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ پیٹ کا بچہ نر ہوگا یا مادہ اس لئے یہ دھوکہ کی تجارت ہوگی)۔

جانور کو گابھ کروانے کی اجرت لینا منع ہے

27/3929۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نر کو مادہ پر چھوڑنے کی اجرت لینے سے منع فرمایا ہے۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

بٹائی کی ایک ناجائز صورت

28/3930۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹ کو اونٹنی پر (گابھ کرنے کے لئے) چھوڑنے کی اجرت لینے سے منع فرمایا ہے اور زمین اور پانی کو بٹائی پر دینے سے بھی منع فرمایا ہے (اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص اپنی زمین اور زمین سے قریبی پانی کسی کو دے دے اور دوسرے شخص سے یہ کہے کہ بیج اور کھیتی کرنا تیرے ذمہ ہوگا اور پیداوار میں میرا بھی حصہ ہوگا۔اس قسم کا معاملہ ناجائز ہوگا)۔

جانور کے گابھ کرانے کے انعام کی جائز صورت

29/3931۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ کلاب کے ایک شخص نے نر کو مادہ پر (گابھ کرنے کے لئے) چھوڑنے کی اجرت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے (اجرت لینے سے) منع فرمایا۔اس نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم نر اونٹوں کو مادہ پر چھوڑنے کے لئے عاریتاً دیتے ہیں پھر وہ لوگ (جانور واپس کرتے وقت بطور انعام) کچھ دیدیتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی اجازت دیدی (انعام لینے کے جواز کی صورت یہ ہے کہ یہ عادت نہ بن جائے ورنہ مشروط کے حکم میں ہوگی)۔(جیسا کہ کوکب دری میں مذکور ہے)۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

زائد پانی کے فروخت کرنے کے بارے میں احکام

30/3932۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ضرورت سے زائد پانی کی فروخت سے منع فرمایا ہے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں لکھا ہے کہ جس کا کوئی کنواں ہوتو وہ اپنے کنویں کا پانی انسانوں اور مویشیوں کے لئے نہ روکے البتہ کسی دوسرے شخص کی زراعت یا نخلستان کی سیرابی پر اس پانی کی اجرت لے سکتا ہے۔

دوسری حدیث

31/3933۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (کوئی شخص اپنے کنویں کا) زائد پانی نہ بیچے اس خیال سے کہ اس کے ذریعہ پیدا ہونے والی گھانس فروخت کرسکے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

کاروبار میں دھوکہ دینا مسلمان کا شعار نہیں

32/3934۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غلہ کے ایک ڈھیر کے قریب سے گذرتے ہوئے اس میں اپنا دست مبارک داخل فرمایا تو اس میں آپ کی انگشت مبارک کو کچھ تری محسوس ہوئی تو آپ نے غلہ کے مالک سے ارشاد فرمایا یہ تری کیسے ہے؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اس پر مینہ (بارش) برس گیا تھا تو آپ نے فرمایا تو پھر تر غلہ کو تو نے اوپر کیوں نہیں رکھا تا کہ لوگ اس کو دیکھ لیتے (اور دھوکہ نہ کھاتے یاد رکھو) جو شخص فریب یا دھوکہ دے وہ مجھ سے نہیں ہے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ دھوکہ دینے والا مجھ سے نہیں ہے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دھوکہ دینا حرام ہے اس لئے کہ کئی احادیث شریف میں فلیس منی کے الفاظ وارد ہیں جن سے امت کو ایسے کاموں سے بچانا اور تنبیہ کرنا مقصود ہے۔جیسا کہ نیل الاوطار اور سبل السلام میں مذکور ہے۔

بیع عربان کی تعریف اور اس کا حکم

33/3935۔ عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا (رضی اللہ عنہم) سے روایت کرتے ہیں: ان کے دادا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع العربان سے منع فرمایا ہے۔ اس کی روایت امام مالک، ابوداود اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: بیع عربان کی تفصیل یہ ہے کہ خریدار بیچنے والے کو کسی مال کی خریداری کے لئے بطور بیعانہ کچھ رقم پیشگی دے اور کہے کہ اگر بیع کا معاملہ تمہارے اور میرے درمیان طے ہوگیا تو یہ پیشگی رقم قیمت میں وضع ہوجائے گی اور اگر کسی وجہ سے بیع نہ ہوسکی تو یہ پیشگی رقم میں واپس نہ لے سکوں گا تیری ہوجائے گی۔ رقم کی یہ ضبطی چونکہ صریح ظلم اور ناجائز ہے اس لئے خلاف شرع ہے۔

جو چیز موجود نہ ہو اس کا فروخت کرنا جائز نہیں

34/3936۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس چیز کے بیچنے سے منع فرمایا ہے جو میرے پاس نہ ہو۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

35/3937۔ اور ترمذی، ابوداود اور نسائی کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں: حکیم بن حزام فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس ایک شخص آتا ہے اور مجھ سے ایسی چیز خریدنے کا ارادہ کرتا ہے جو میرے پاس نہیں ہوتی ہے تو میں اس کے لئے بازار سے خریدتا ہوں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو چیز تیرے پاس نہ ہو اس کو مت فروخت کر۔

کاروبار میں فراست کا ایک واقعہ اور حضور ﷺ کی دعا کا اثر

36/3938۔ اور ابوداود اور ترمذی نے عروہ بن الجَعْد بارِقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ان کو نبی کریم ﷺ نے ایک دینار عطا فرمایا جس سے قربانی کے لئے ایک بکرا یا

بکری خرید لائیں انہوں نے اس دینار سے دو بکریاں خریدیں اور ان میں سے ایک کو ایک دینار کے بدلہ بیچ دیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں ایک دینار اور ایک بکری لے کر حاضر ہوئے (حضور ﷺ بے حد خوش ہوکر) ان کے لئے ان کے کاروبار میں برکت کی دعاء فرمائی تو (اس کے بعد حضور ﷺ کی دعاء کی وجہ سے ان کے کاروبار میں ایسی برکت ہوئی کہ) وہ اگر مٹی بھی خریدتے تو اس میں ان کو خاصا نفع ہوتا۔

37/3939۔اور ابوداود اور ترمذی نے اس حدیث کو تقریباً انہی الفاظ سے حکیم بن حزام سے بھی روایت کی ہے۔

مشروط بیع ناجائز ہے

38/3940۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک معاملہ میں دو قسم کی بیع طے کرنے کو منع فرمایا ہے۔اس کی روایت امام مالک، ترمذی، ابوداود اور نسائی نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں دو قسم کی بیع ایک معاملہ میں طے کرنے کا جو ارشاد ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ مثلاً زید ایک گھوڑا سو روپیہ کے عوض بکر کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرے کہ تو اپنی بھینس پچاس روپے کے بدلے فروخت کردے، دوسری صورت یہ ہے کہ گھوڑا دس روپے نقد میں اور بیس روپیہ ادھار میں فروخت کرتا ہوں۔ یہ دونوں صورتیں اس لئے ناجائز ہیں کہ پہلی صورت میں فروخت کے ساتھ ساتھ شرط بھی ہے جس سے معاملہ فاسد ہو جاتا ہے۔ اور دوسری صورت میں نقد کی قیمت اور ہے اور ادھار کی قیمت اور، اس لئے یہ صورت بھی ناجائز ہے۔

ایک معاملہ میں دو بیع ناجائز ہیں

39/3941۔عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا (رضی اللہ عنہم) سے روایت کرتے ہیں۔ان کے دادا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک معاملہ میں دو قسم کی بیع سے منع فرمایا ہے۔اس کی روایت شرح السنہ میں کی ہے۔

بیع کے ناجائز اقسام اوران کی تفصیل

40/3942۔عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایسی بیع جائز نہیں جو شرط کے ساتھ ہو اور ایسی بیع بھی جائز نہیں جس میں دو شرطیں ہوں اور ایسا نفع بھی جائز نہیں جس میں (معاملہ دار) نقصان کا ذمہ دار نہ ہو، اور (حضور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا) جو چیز تیرے قبضہ میں نہ ہو اس کو مت بیچ۔اس کی روایت ترمذی، ابوداود، اور نسائی نے کی ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

ف:اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ ایسی بیع جائز نہیں جو ادھار بھی ہو اور اس کے ساتھ شرط بھی ہو اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص کسی کو اپنا مکان بیچ دے اور یہ شرط کرے کہ وہ بیع کے بعد اس میں ایک مہینہ رہے گا۔یا مثلاً کسی کو کوئی چیز فروخت کرے اور قرض دے کر اس کی قیمت زیادہ لے۔اھ

ف:اس حدیث شریف میں یہ بھی ارشاد ہے کہ بغیر نقصان کی ذمہ داری کے صرف نفع حاصل کر لینا جائز نہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیشہ نفع نقصان کی ضمانت پر ہوتا ہے کہ وہی شخص نفع اٹھانے کا مستحق ہے جو نقصان کا بھی ضامن ہو۔

سکہ کے تبادلہ میں جواز کے شرائط

41/3943۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں مقام نقیع میں اونٹوں کو دینار کے بدلہ فروخت کرتا تھا اور دینار کی جگہ درہم لے لیا کرتا اور کبھی درہم کے عوض بیچتا اور درہم کے بجائے دینار لے لیا کرتا۔میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا ذکر کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ تم درہم اور دینار کو اسی دن کے نرخ پر لے لیا کرتے ہو اور تم دونوں یعنی بائع اور مشتری وہاں موجود ہوں اور (فروخت شدہ) چیز بھی تمہارے سامنے ہو (اس لئے کہ سونے اور چاندی کے سکہ کے تبادلہ میں معاملہ دست بدست طے ہونا ضروری ہے)۔

اس حدیث کی روایت ترمذی، ابوداود اور نسائی نے کی ہے۔

حضور ﷺ کا ایک بیع نامہ

42/3944۔ عداء بن خالد بن ھوذہ رضی اللہ عنہ سے (جو قبیلہ بنو ربیعہ کے ایک فرد تھے اور غزوہ حنین کے بعد اسلام لائے) روایت ہے کہ انہوں نے ایک تحریر نکالی (جو ایک بیع نامہ کی صورت میں تھی جس کا متن یہ تھا) یہ وہ بیع نامہ ہے جو عداء بن خالد اور حضور ﷺ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے درمیان طے پایا کہ عداء بن خالد نے رسول اللہ ﷺ سے ایک غلام یا باندی خریدی جس میں نہ تو کوئی بیماری ہے نہ کوئی برائی اور عیب ہے اور یہ معاملہ ایسا ہے جیسے ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے کرتا ہے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

نیلام کے جواز کا بیان

43/3945۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک صحابی کا) ٹاٹ یا کمبل اور پیالہ بیچنا چاہا (جبکہ ان صحابی نے حضور ﷺ سے کچھ خیرات مانگی، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کو بیچ کر تم اپنی ضرورت پوری کر سکتے ہو! تو انہوں نے یہ دو چیزیں پیش کیں) پھر حضور ﷺ نے کمبل اور پیالہ (کو دکھا کر صحابہ کرام سے) دریافت کیا ان کو کون خریدتا ہے، ایک صحابی نے فرمایا میں ان کو ایک درہم میں خریدتا ہوں اس پر نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا ایک درہم سے زائد پر کون خریدنا چاہتا ہے؟ تو ایک صحابی نے دو درہم پیش کیے تو رسول اللہ ﷺ ان دونوں چیزوں کو ان کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اس کی روایت ترمذی ابوداود اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ بیع کی مذکورہ صورت کو "بیع من یزید"، یعنی نیلام یا ہراج کہتے ہیں۔ یہ صورت اس وجہ سے جائز ہے کہ فریقین نے معاملہ کو پہلی بولی پر طے نہیں کیا ہے اسی لئے قیمت کے اضافہ کا جواز ہے ہدایہ۔

عیب چھپا کر چیز بیچنے کی وعید

44/3946۔واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جو شخص کسی عیب دار چیز کو بیچے اور اس کے عیب کو خریدار پر ظاہر نہ کرے تو ایسا شخص ہمیشہ غضب الٰہی کا شکار رہتا ہے یا فرشتے (اس پر ہمیشہ لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے)۔

(6/129)بَابُ تَكْمِلَةِ الْمَنْهِيِّ عَنْهَا مِنَ الْبُيُوْعِ

اس باب میں بیع کی ان ممنوعہ اقسام کا تکملہ ہے جس کا ذکر پچھلے باب میں گذر چکا ہے اوران سے متعلق بعض امور کا بھی بیان ہے۔

(جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے)

درختوں کے پھل اورغلام کا مال معمولاً بیچنے والے کے ہوں گے

1/3947۔امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاصل کے ''باب الشفعۃ'' میں روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص کوئی زمین خریدے جس میں کھجور کے درخت ہوں تو ایسی صورت میں لگے ہوئے پھل بیچنے والے کے ہوں گے سوائے اس صورت میں کہ خریدار شرط لگادے (کہ درختوں کے ساتھ پھل بھی اسی کے ہوں گے یہ شرط اس لئے درست ہے کہ اس میں نفس معاملہ کی نفی نہیں ہوتی۔)

2/3948۔اور مسلم نے ''کتاب البیوع'' میں اور بخاری نے ''کتاب الشرب'' میں مرفوعاً روایت کی ہے کہ جو شخص کوئی غلام خریدے اوراس غلام کے پاس کچھ مال بھی ہوتو وہ مال (غلام کے) بیچنے والے کا ہی ہوگا سوائے اس صورت میں کہ خریدار شرط لگائے۔(کہ غلام کے ساتھ اس کا مال بھی میرا ہوگا)۔

بیع واقع ہوجانے کے بعد کوئی رعایت دی جائے تو جائز ہے

3/3949۔جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ

ﷺ کے ساتھ اونٹ پر سفر کر رہا تھا حضور ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا کیا بات ہے کہ اور لوگوں میں تم سب سے پیچھے پیچھے چل رہے ہو میں نے عرض کیا کہ میرا اونٹ تھک گیا ہے (جس کی وجہ سے میں پیچھے ہو گیا ہوں یہ سن کر رسول اللہ ﷺ (اونٹ کے قریب تشریف لائے) اس کی دم پکڑا اور اس کو چمکایا (پھر تو یہ اونٹ ایسا تیز چلنے لگا کہ) میں لوگوں میں سب سے آگے ہو گیا (اور اونٹ کی تیزی کا یہ حال تھا کہ) اس کا سر (اور اونٹوں سے آگے جا رہا تھا) جس سے مجھے حیرت ہو رہی تھی۔ جب ہم مدینہ منورہ سے قریب ہوئے تو حضور ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا جابر تمہارا اونٹ اب کیسا ہے؟ وہ مجھے بیچ دو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ تو آپ ہی کا ہے! آپ نے فرمایا (ٹھیک ہے) ایسا نہ کرو بلکہ اس کو مجھے (قیمتاً) بیچ دو، میں نے (دوبارہ) عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو آپ ہی کا مال ہے۔ حضور ﷺ نے (دوبارہ) ارشاد فرمایا نہیں! اس کو مجھے (قیمتاً) بیچ دو! میں اس کو ایک اوقیہ چاندی کے معاوضہ میں خرید لیا اور تم مدینہ پہونچنے تک اس پر سواری کر سکتے ہو اور جب مدینہ منورہ پہونچ جاؤ تو اس اونٹ کو لے کر ہمارے پاس آجاؤ چنانچہ جب میں مدینہ منورہ پہنچا تو اس اونٹ کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بلالؓ! تم (جابر کو اونٹ کی قیمت میں) ایک اوقیہ چاندی تول کر دے دو اور ایک قیراط مزید چاندی دیدو میں نے (دل میں) کہا یہ ایک قیراط چاندی ایسی نعمت ہے جو قیمت کے علاوہ) رسول اللہ حضور ﷺ نے مجھے زائد عطا فرمائی ہے لہٰذا (میں نے عہد کر لیا کہ یہ زائد چاندی عمر بھر میرے پاس ہی تبرکاً رہے گی اور) جدا نہ ہوگی۔ چنانچہ وہ میرے پاس ہی رہی یہاں تک کہ یوم حرہ میں جب کہ شامی فوجیں آئیں تو لوٹ مار میں (اور چیزوں کے ساتھ) یہ نعمت

بھی ہم سے چھین لی گئی۔(جس کا مجھ ہمیشہ افسوس رہا)۔اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔

4/3950۔اور نسائی کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا) میں نے تمہارے اونٹ کو اتنی چاندی کے معاوضہ میں لے لیا اور (چونکہ تمہارے پاس اور کوئی سواری نہیں ہے اس لئے) عاریتاً تم کو اجازت دیتا ہوں کہ مدینہ منورہ تک تم اس پر سوار ہو کر پہنچو۔

ف: اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ اس بیع میں کوئی شرط شامل نہیں تھی، حضور ﷺ نے حضرت جابر کو بیع کے طے پا جانے کے بعد اونٹ سے استفادہ کی اجازت عاریتاً دی ہے جو شرائط بیع میں نہیں ہے۔اس لئے یہ معاملہ مشروط بیع کی تعریف میں نہیں آتا۔

معاملات میں ایسی شرط جائز نہیں جو خلاف شرع ہے

5/3951۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ میرے پاس بریرہ رضی اللہ عنہا (لونڈی) آئیں اور کہنے لگیں اے ام المومنین بی بی عائشہ میں اس شرط پر مکاتب ہوئی کہ میں اپنے مالک کو نو 9 اوقیہ ادا کردوں اس طرح کہ ہر سال ایک اوقیہ دیا کروں گی (ایک اوقیہ میں چالیس درہم ہوتے ہیں اس طرح نو اوقیہ کے 360 درہم ہوئے) پس آپ اس معاملہ میں میری مدد کیجئے اور بریرہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کتابت کے بارے میں (تفصیلات) طے نہیں کیئے تھے (کتابت یہ ہے کہ غلام یا باندی اپنی آزادی کے تعلق سے اپنے مالک سے کچھ معاوضہ طے کرلے، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی مدد کی درخواست پر) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا تم اپنے مالک کے پاس جاؤ اور اگر وہ اس بات کو پسند

کریں کہ میں ان کو یکمشت کتابت کا معاوضہ دیدوں تو وہ تمہیں آزاد کریں اور حقِ وِلاء مجھے حاصل ہوگا (حق ولاء یہ ہے کہ غلام یا لونڈی آزاد ہونے کے بعد انتقال کر جائے اور اس کا حقیقی وارث نہ ہوتو اس کا مال اس کے آزاد کرنے والے مالک کو ملتا ہے) حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے مالک کے پاس گئیں اور ان سے یہ صورت بیان کیں تو انہوں نے اس بات کے تسلیم کرنے سے انکار کیا اور کہا تو چاہے تو یکمشت رقم دے کر آزادی حاصل کر لے لیکن حق ولاء ہمیں ہی حاصل رہے گا (یہ سن کر) ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اس واقعہ کو رسول اللہ ﷺ سے بیان فرمایا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ان لوگوں کے انکار سے تم اس (نیک) کام سے نہ رکو بلکہ بریرہؓ کو خرید لو اور پھر (بغیر کسی شرط کے) آزاد کردو اور حق وِلاء تو اسی کا ہے جو آزاد کرتا ہے پھر رسول اللہ ﷺ صحابہ کے درمیان کھڑے ہوئے اور (خطبہ ارشاد (فرمایا) اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ ایسی شرطیں کرتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہے (یادرکھو) ہر ایسی شرط جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہے وہ باطل ہے اگر چہ کہ وہ ایسی شرطیں بھی کر لیں اللہ کا فیصلہ ہی برحق ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی شرط مستحکم ہے اور حقِ ولاء اسی کو حاصل رہتا ہے جو (غلام یا لونڈی کو) آزاد کردے۔

اس کی روایت طحاوی نے کی ہے اور بخاری اور مسلم میں اسی کے قریب قریب روایت ہے۔

حق وِلاء فروخت ہوسکتا ہے نہ ہبہ

6/3952۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حقِ ولاء کی فروخت یا اس کے ہبہ کرنے (یعنی یہ حق دوسروں کو (دینے) سے منع فرمایا ہے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ولاء کی حیثیت ایک رشتہ دار کی طرح ہے

ف: اس حدیث شریف سے حق ولاء کی بیع یا ہبہ کی حرمت معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ولاء کی بیع یا ہبہ صحیح نہیں ہے اور نہ ولاء کی منتقلی صحیح ہے۔ اور ولاء کی حیثیت ایک ناتے اور رشتہ کی طرح ہے۔ لہٰذا کوئی معاملہ ایسی شرط سے نہ کیا جائے جو شرعاً ناجائز ہو ورنہ معاملہ کالعدم ہو جائے گا۔

خریدار نفع اور نقصان دونوں کا مالک ہوتا ہے

7/3953۔ مخلّد بن خفاف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک غلام خریدا اور اس کی کمائی کو اپنے خرچ میں لاتا رہا پھر میں اس غلام کے ایک عیب سے واقف ہوا اور اس معاملہ کی یکسوئی کیلئے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہما کی خدمت میں پیش ہوا آپ نے فیصلہ فرمایا کہ میں غلام کو واپس کردوں اور اس کی کمائی بھی لوٹا دوں (اطمینان مزید کی خاطر) میں حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوا اور ان کو اس پورے واقعہ سے مطلع کیا آپ نے فرمایا (تم تھوڑا توقف کرو) میں آج شام حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس جاؤں گا اور ان کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے آگاہ کروں گا جس کو میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے سنا ہے اور اسی قسم کے مقدمہ میں رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ نفع تاوان کے مقابلہ میں ہے (یعنی اگر غلام مرجاتا یا اس میں اور کوئی عیب پیدا ہو جاتا تو بیچنے والے پر اس کا اثر نہ پڑتا اسی طرح جو نفع غلام سے ملا ہے وہ بھی بیچنے والے کو واپس نہ ملنا چاہیئے) چنانچہ حضرت عروہ شام کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس گئے (اور حضور ﷺ کے اس فیصلہ سے ان کو مطلع فرمایا تو) انہوں نے میرے حق میں یہ فیصلہ فرما دیا کہ (عیب کی وجہ سے غلام کو تو واپس کردوں البتہ) غلام کی کمائی کا

نفع میں خود لے لوں۔اس کی روایت شرح السنہ میں کی ہے۔

ف:اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ خریدار خریدے ہوئے مال میں جیسے نفع کا مالک ہوتا ہے ویسے ہی نقصان کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے جیسے مذکورہ حدیث میں غلام کے بارے میں یہ ممکن ہے کہ خریدی کے بعد غلام بھاگ جاتا یا فوت ہوجاتا تو خریدار ہی اس نقصان کا ذمہ دار ہوتا۔لہذا نفع کی صورت میں جو اس غلام سے حاصل ہو خریدار ہی مالک ہوگا۔

فروخت شدہ چیز میں اختلاف ہوجائے تو یکسوئی کا طریقہ

8/3954۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ خریدار اور بیچنے والا دونوں میں (اپنے معاملہ میں) اختلاف ہوجائے اور فروخت شدہ چیز جوں کی توں موجود ہو اور فریقین میں سے کسی ایک کے پاس دوسرے کے مقابلہ میں گواہی دینے والا بھی موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں دونوں یعنی بائع اور مشتری قسم کھائیں کہ (وہ حق پر ہے) اور اس کے بعد معاملہ کو رد یعنی فسخ کردیں (خریدار اپنی رقم لے لے اور بیچنے والا اپنی چیز لے لے)۔

اس حدیث کی روایت دارمی اور طبرانی نے کی ہے اور ابن احمد نے زیادات المسند میں اس کی روایت کی ہے۔

بیع مکمل ہوجانے کے بعد فسخ بیع کا ثواب

9/3955۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص کسی مسلمان (بھائی) کی بیع کو (جس سے وہ ناخوشی کی وجہ سے فسخ کرنا چاہتا ہے) واپس کردے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہوں کو بخش دے گا۔

اس کی روایت ابوداود اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

10/3956۔اور شرح السنہ میں اس کی روایت مصابیح کے الفاظ سے شریح شامی سے روایت کی گئی ہے اور یہ روایت مرسلاً ہے۔

ف: واضح ہو کہ کوئی معاملہ خیار شرط کے ساتھ طے کیا جائے اور شرط کی مدت گذر جائے اس کے باوجود ایک فریق کسی وجہ سے بیع سے ناخوش ہے اور فسخ بیع چاہتا ہے اگر چہ کہ فسخ بیع سے فریق ثانی کا نقصان ہوتا ہے پھر بھی وہ اپنے مسلمان بھائی کی خاطر اس پر راضی ہو جائے اور بیع فسخ کر دے تو بہتر ہے اس لئے کہ اس میں ثواب ہے اور اپنے بھائی پر احسان ہے اور حدیث میں اس کی ترغیب ہے۔

فروخت کے بعد مکان میں دفینہ نکلے تو وہ خریدار کا نہیں ہوتا

11/3957۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رویت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائے ہیں کہ تم سے پہلے (یعنی حضرت داود علیہ السلام) کی امت میں ایک شخص نے دوسرے سے ایک زمین خریدی (خریدی کے بعد) اس زمین میں خریدنے والے نے ایک گھڑا پایا جس میں سونا تھا۔خریدار نے بیچنے والے سے جا کر کہا تمہارا سونا تم لے لو میں نے تو صرف زمین خریدی تھی اور سونا نہیں خریدا بیچنے والے نے کہا میں نے تم کو زمین اور زمین میں جو کچھ تھا فروخت کر دیا (لہٰذا یہ سونا بھی تمہارا ہی ہے)۔ یہ دونوں فیصلہ کے لئے ایک صاحب کو حکم بنائے (اور وہ ایک روایت کے لحاظ سے حضرت داؤد علیہ السلام ہیں) حکم نے ان دونوں سے پوچھا تمہاری کوئی اولاد ہے ایک نے کہا میرے ہاں ایک لڑکا ہے اور دوسرے نے کہا میرے ہاں لڑکی ہے تو آپ نے فیصلہ کیا کہ لڑکے کا نکاح اس لڑکی سے کر دو اور اس سونے کو ان پر خرچ کر دو اور کچھ خیرات بھی کر دو۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

مکان یا زمین میں فروخت کے بعد دفینہ وغیرہ نکلے تو اس کے احکام

ف: واضح ہو کہ مکان یا زمین کی خرید وفروخت میں یہ مسئلہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مکان کی فروخت میں ہر وہ چیز داخل ہے جو عرف عام میں مکانیت کے لوازم میں شامل جیسے دیوار، چھت، فرش وغیرہ اس لئے یہ تمام چیزیں مکان کے ساتھ متصور ہوں گی اسی طرح زمین کی فروخت کا بھی معاملہ ہے کہ اس میں ہر وہ چیز داخل ہوگی جو نظر آتی ہو اور عرف عام میں زمین کہلاتی ہے جیسے پتھر، مٹی، ٹیلے وغیرہ۔ اب اگر مکان یا زمین کی فروخت کے بعد ان میں کوئی دفینہ نکل آئے یا زمین میں کوئی کان نکل آئے یا ایسی چیز ہو جو زمین کی جنس سے نہ ہو تو وہ بیچنے والے کی ملک ہوگی۔ اور اگر بائع دفینہ یا کان وغیرہ کو اپنی ملک نہ سمجھ کر لینے سے انکار کر دے تو ایسی چیز کا حکم لقطہ کا ہوگا اور وہ لقطہ کے شرائط کے تحت اصل مالک کی ملک ہوگی۔ (درمختار اور ردالمحتار)۔

(7/130)بَابُ السَّلَمِ وَ الرَّهْنِ

(اس باب میں بیع سلم اور رہن کے احکام ہیں)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ:" يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ".

اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:(سورۂ بقرہ،پ:3،ع:39،آیت نمبر:282)۔

ترجمہ:''اے ایمان والو! جب معاملہ کرنے لگو ادھار کا (خواہ دام ادھار ہو یا چیز ادھار ہو) ایک معین مدت تک کے لئے تو (اس کی یادداشت ودستاویز کو) لکھ لیا کرو۔

ف:تفسیرات احمدیہ میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں بیع سلم کا ذکر ہے اھ۔

بیع سلم کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کسی سے ادھار گیہوں خریدے یا مکان خریدے اور وعدہ یہ قرار پایا کہ 6ماہ کے بعد دام دیں گے یا سو روپیہ فی الحال کسی کو دیدیئے اور یہ معاہدہ ہو کہ 6ماہ کے بعد فلاں غلہ اتنی مقدار میں لیں گے۔اس بیع کو اصطلاح شرع میں بیع سلم کہتے ہیں اور یہ دونوں صورتیں شرع میں جائز ہیں۔

اس کے تفصیلی شرائط کتبِ فقہ میں مذکور ہیں لیکن آیت میں میعاد کی طرف جو اشارہ ہے اس کو پورے طور پر اس طرح متعین کرنا چاہیئے کہ اس میں اختلاف اور نزاع باقی نہ رہے مثلاً یہ نہ کہے کہ فلاں فصل کٹنے پر غلہ لوگوں کا بلکہ مثلاً یوں کہے کہ ماہ رمضان کی پندرہ تاریخ کو رقم دوں گا یا غلہ لوں گا یا غلہ لوں گا۔

وَقَوْلُهٗ:" فَرِهٰنٌ" مَّقْبُوْضَةٌ"" ۔اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے(سورہ بقرہ،پ2ع39،آیت نمبر:283میں)(اوراگر تم ادھار کا معاملہ کرتے وقت کہیں سفر میں ہو اور دستاویز لکھنے کے لئے کوئی کاتب موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں اطمینان کا ذریعہ) رہن رکھنے کی چیزیں ہیں (جو قرض دار کی طرف سے قرض دینے والے کے) قبضہ میں دیدی جائیں۔

ف:واضح ہو کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رہن جس طرح سفر میں جائز ہے حضر یعنی وطن میں بھی جائز ہے اور آیت میں سفر کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ سفر میں اطمینان کے ذرائع کم رہتے ہیں البتہ جو چیز رہن رکھی جائے اس پر واقعی راہن کا قبضہ ہونا ضروری ہے ورنہ رہن نہیں ہوگا۔

بیع سلم کے صحیح ہونے کے شرائط

1/3958۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (جب) مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہل مدینہ پھلوں میں ایک سال، دوسال اور تین سال کی مدت کے بیع سلم کیا کرتے تھے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص بیع سلم کرلے تو اس کو چاہئے کہ بیع سلم معین پیمانہ، معین وزن اور معین مدت کے لئے ہو۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے کی ہے۔

بیع سلم کے جائز ہونے کی صورتیں

ف: ہدایہ میں لکھا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیع سلم کے صحیح ہونے کے سات شرائط ہیں۔(1) پہلی شرط یہ ہے کہ جنس معلوم ہو یعنی مطلقاً غلہ کا ذکر نہ ہو بلکہ یوں کہا جائے کہ غلہ میں گیہوں خریدا جائے گا یا جو خریدی جائے گی۔(2) دوسری شرط یہ ہے کہ غلہ کی نوعیت بھی معین ہو مثلاً وہ غلہ آبی فصل کا ہوگا یا تابی فصل کا۔(3) تیسری شرط یہ ہے کہ غلہ کی صفت بھی متعین ہو مثلاً اس بات کی وضاحت کردی جائے مثلاً گیہوں اچھے ہوں گے یا ناقص ہوں گے (4) چوتھی شرط یہ ہے کہ غلہ کا نرخ یعنی ناپ تول بھی متعین ہوگا مثلاً یوں کہے کہ ایک روپیہ کے 20 کیلولوں گا یا 20 ناپ لوں گا (5) پانچویں شرط یہ ہے کہ مدت بھی مقرر ہوجائے مثلاً یوں نہ کہے کہ آئندہ فصل پر غلہ دے دوں گا بلکہ یوں کہے کہ مثلاً رمضان کی 15/ تاریخ غلہ دے دیا جائے گا۔(6) چھٹی شرط یہ ہے کہ غلہ کی جملہ مقدار بھی متعین ہو مثلاً یوں نہ کہے کہ کچھ غلہ لوں گا بلکہ یوں کہے کہ 20 من یا کنٹل لوں گا اور (7) ساتویں شرط یہ ہے کہ فلاں جگہ غلہ پہونچادوں گا یا فلاں جگہ غلہ دیدوں گا۔ اگر کوئی ایسی چیز ہو جس کے حمل ونقل میں مزدور کی ضرورت نہ ہو جیسے مشک یا موتی وغیرہ تو اس کے لئے جگہ کے تعین کی ضرورت نہیں۔ یہ شرائط ہدایہ میں مذکور ہیں ان کے علاوہ فقہ کی بعض کتابوں میں اور بھی چند شرائط کا ذکر ہے جو حسب ذیل ہیں:

بیع سلم کی مدت کم از کم ایک ماہ بعد کی ہو اس سے کم کی مدت جائز نہیں جتنی زائد مدت چاہے مقرر کی جاسکتی ہے ایک اور شرط یہ بھی ہے کہ بیع کا معاملہ طے کرنے کے بعد سے اس چیز کی حصول کرنے تک وہ چیز بازار میں دستیاب ہو نایاب نہ ہو۔ایک مزید شرط یہ بھی ہے کہ جس چیز کے لئے بیع سلم کی جائے اگر وہ دستیاب نہ ہو تو بیچنے والے کو کچھ مہلت دی جائے پھر بھی وہ چیز نہ مل سکے تو اس کے بدلہ کوئی اور چیز لینا جائز نہیں۔اپنا روپیہ واپس لے لیا جائے۔

یہ بات بھی واضح رہے کہ بیع سلم جانوروں میں درست نہیں۔

قبضہ سے پہلے مال کی فروخت جائز نہیں

2/3959۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی سے بیع سلم کا معاملہ کرے تو وہ چیز اس کے قبضہ میں آنے سے پہلے اپنی بیع کو دوسرے کی طرف منتقل نہ کرے (یعنی مال پر قبضہ ہونے سے پہلے کسی دوسرے شخص سے زبانی اس کا معاملہ نہ کرے)۔

اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

جانوروں کی خرید وفروخت ادھار جائز نہیں

3/3960۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانوروں میں بیع سلم سے منع فرمایا ہے۔

اس کی روایت حاکم اور دارقطنی نے کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور بخاری اور مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

مکہ معظّمہ کا تول اور مدینہ منورہ کا ناپ تجارتی اغراض کیلئے معتبر ہے

4/3961۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ پیمانوں میں اہل مدینہ کا پیمانہ اور وزن میں اہل مکہ کا وزن معتبر ہے۔ اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں وزن کے لئے مکہ معظّمہ کے اوزان کے معتبر ہونے کا ذکر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مکہ معظّمہ تجارتی مرکز ہے اور اعتبار اہل مکہ کے تول کا ہوگا اور چونکہ مدینہ منورہ باغات کا شہر ہے جہاں پھل اور کھجور بکثرت ہوتے ہیں اور ان کی خرید وفروخت ناپ کے ذریعہ ہوا کرتی تھی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کے ناپ کو معتبر قرار دیا ہے۔

ناپ اور تول میں کمی کرنے کی وعید

5/3962۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناپنے اور تولنے والوں سے یعنی تاجروں سے ارشاد فرمایا: تمہارے ہاتھ میں دو ایسے کام ہیں (یعنی ناپ اور تول میں کمی کرنا) جس کی وجہ سے تم سے پہلے قومیں ہلاک ہوگئیں (جیسے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کہ لینے میں تو پورا تول اور دینے میں کم تول تولتے)۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو معاشرہ کی اس برائی سے بچا کر ہلاکت سے محفوظ فرمادیا)۔

رہن سے کسی چیز کے ادھار لینے کا جواز

6/3963۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ایک مرتبہ) ایک یہودی سے کچھ غلہ ایک مقررہ مدت کے وعدہ پر (ادھار) لیا اور اس کے پاس اپنی ایک زرہ جو لوہے کہ تھی رہن رکھ دی۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ادھار اور رہن کے بعض مسائل

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف سے اور اس کے بعد والی حدیث سے کئی فوائد اور مسائل معلوم ہوتے ہیں:

(1) ادھار کسی چیز کے خرید و فروخت کا جواز

(2) رہن رکھ کر ادھار چیز لینے کا جواز۔

(3) رہن کا معاملہ نہ صرف سفر بلکہ حضر (وطن) میں بھی جائز ہے۔

(4) بیع اور شراء کے معاملات ذمی اور غیر مسلم کے ساتھ کر سکتے ہیں اگر چہ کہ ان کے معاملات سودی اور غیر شرعی وسائل کے ذریعہ ہوا کرتے ہیں اس لئے یہ شرعاً غیر مکلّف ہوتے ہیں۔

(5) مشرکین اگر مسلمانوں سے برسر جنگ ہوں تو ایسی صورت میں ان کے ہاتھ اسلحہ فروخت نہیں کیے جا سکتے تا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف استعمال نہ ہوں۔ مرقات۔ عمدۃ القاری

دوسری حدیث

7/3964۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی حالت میں وصال فرمایا کہ آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع جو کے بدلہ رہن تھی۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

8/3965۔شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رہن کی چیز سے کسی قسم کا فائدہ نہ اٹھایا جائے۔اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

رہن سے استفادہ درست نہیں

ف:واضح ہو کہ جب کوئی چیز رہن رکھا کر قرض لیا جائے تو قرض ادا کیے بغیر اپنی چیز مانگنے اور لینے کا حق نہیں ہے۔جو چیز کسی کے پاس رہن رکھی جائے تو رہن رکھنے والے پر یہ لازم ہے کہ مال سے کسی طرح کا خود نفع نہ اٹھائے اگر باغ کا پھل یا زمین کا غلہ نکلے تو وہ اصل مالک کا ہوگا۔اس طرح رہن کے گھر میں رہ کر رہن لینے والے کو ایسے گھر میں رکھ کر اس سے فائدہ اٹھانا بھی درست نہیں۔اور اگر کوئی جانور مثلاً بکری یا گائے وغیرہ رہن رکھی گئی ہو تو وہ بھی اصل مالک ہی کے ہوں گے ان کا دودھ، بچہ وغیرہ جو کچھ بھی ہو وہ اصل مالک کے ہوں گے اور ان کو لینا درست نہیں البتہ دودھ بیچ کر دودھ کے دام رہن میں شامل کرے اور جب وہ تمہارا قرض ادا کر دے تو رہن کی یہ چیزیں اور دودھ وغیرہ کے دام سب اصل مالک کو واپس کر دے البتہ کھلائی کے پیسے وضع کر لے۔

رہن کی چیز تلف ہو جائے تو اس کا حکم

9/3966۔عطا رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ رہن کی چیز(رہن رکھنے والے کے پاس بطور ضمانت)امانت رہتی ہے۔

اس کی روایت ابوداود نے اپنی مراسیل میں کی ہے۔

اور ابن القطان نے کہا ہے کہ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

10/3967۔اور اس کی روایت دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسناداً یعنی صحیح

سند کے ساتھ کی ہے۔

11/3968۔اور ابوداود نے اپنی مراسیل میں حضرت عطاءؒ ہی سے روایت کی ہے کہ ایک صحابی نے کسی صاحب کے پاس اپنا گھوڑا رہن رکھا اور وہ راہن کے پاس ہلاک ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رہن رکھنے والے سے ارشاد فرمایا کہ اب تمہارا حق جاتا رہا۔یعنی رہن رکھنے والے کو اس کا مال ملے گا اور نہ قرض دینے والے کو اس کی رقم ملے گی۔

(8/131)بَابُ الْإِحْتِكَارِ

(اس باب میں غلہ وغیرہ کی ذخیرہ اندوزی کی حرمت کا بیان ہے)

گراں بیچنے کے خیال سے غلہ کو روکے رکھنے کی وعید

1/3969۔معمر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص غلہ کو گراں بیچنے کے خیال سے روک رکھے وہ گنہ گار ہے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف:واضح ہو کہ احتکار یعنی غلہ کو روکنے اور بند رکھنے کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ فصل میں ارزانی کے وقت غلہ کو بھر لے اور گرانی کے وقت فروخت کرے یہ صورت جائز ہے حرام نہیں ہے اور اسی طرح غلہ کا ذخیرہ اپنے گھریلو ضرورت کے لئے کرے تاکہ گرانی کے وقت کام آسکے تو یہ صورت بھی جائز ہے اور اسی طرح غلہ بیرون شہر سے لائے اور ذخیرہ کر کے گرانی کے وقت فروخت کرے تو یہ بھی ناجائز نہیں ہے۔اور احتکارہ کی دوسری صورت جو حرام ہے وہ یہ ہے کہ غلہ کو گرانی کے وقت خرید کر ذخیرہ کر لے اور اس خیال سے کہ اور گراں ہوگا تو زیادہ دام پر بیچوں گا تو یہ صورت ناجائز ہے اور حرام ہے۔اسی طرح اگر جانوروں کے چارہ کو بھی ذخیرہ کیا جائے تاکہ گراں فروخت کیا جاسکے تو ایسا کرنا بھی ناجائز ہے جب کہ عوام کو اس سے نقصان پہنچتا ہو۔یہ بھی واضح رہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس احتکار کا اطلاق ہر اس چیز پر ہے جس کا تعلق عوام کی ضروریات سے ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ذخیرہ اندوزی کی حرمت غلہ سے متعلق ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ردالمحتار،نیل الاوطار،ہدایہ۔

دوسری حدیث

2/3970۔امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تاجر کو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) روزی ملتی ہے اور (اس کے باوجود) غلہ کو (گراں بیچنے کی خاطر) روکنے اور بند کرنے والا ملعون ہے۔(اس لئے کہ اس سے عوام کی

معیشت میں تنگی پیدا ہوتی ہے)۔اس کی روایت ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

تیسری حدیث

3/3971۔امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص (گرانی کے انتظار میں) غلہ روک کر مسلمانوں کے ہاتھ زیادہ قیمت پر غلہ بیچتا ہے،اللہ تعالی اس کو جذام اور افلاس میں مبتلا فرمادیتے ہیں۔(اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی مسلمان کو نقصان یا ضرر پہونچانے کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مالی اور بدنی آفتوں میں مبتلا کر دیتے ہیں)۔

اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور بیہقی نے اس کی روایت شعب الایمان میں اور رزین نے اپنی کتاب میں کی ہے۔

چوتھی حدیث

4/3972۔معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ وہ بندہ بہت ہی برا ہے جو غلہ کو گرانی کے خیال سے روک رکھے کہ اگر اللہ تعالیٰ (اپنے فضل سے غلہ بکثرت پیدا فرما کر غلہ کے) نرخوں کو سستا فرمادیتے ہیں تو (نفع خوری کا موقع نہ ملنے سے) ایسا شخص رنجیدہ ہوجاتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ (بندوں کی نافرمانی سے غلہ کی پیداوار کم کردیں اور اس طرح) نرخوں کو گراں فرمادیں (چونکہ ایسے شخص کو نفع خوری کے مواقع مل جاتے ہیں) تو اور وہ خوش ہوجاتا ہے۔

اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے اور رزین نے اپنی کتاب میں اس کی روایت کی ہے۔

پانچویں حدیث

5/3973۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرمائے ہیں جو شخص گراں فروشی کے ارادہ سے غلہ کو چالیس دن تک روکے رکھے تو اس نے اپنے عہد کو (جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی اور خلق خدا پر شفقت سے متعلق تھا) توڑ دیا اور اللہ تعالیٰ بھی ایسے شخص سے دست بردار ہو جاتے ہیں (اور اپنا ذمہ اٹھا لیتے ہیں جو اس کی حفاظت اور عنایات سے متعلق تھا)۔

اس کی روایت رزین نے کی ہے اور امام احمد نے اس کی روایت اپنی مسند میں کی ہے۔

چھٹی حدیث

6/3974۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص غلہ کو چالیس دن تک روک رکھے پھر اس کو خیرات کر دے تو یہ صدقہ ذخیرہ اندوزی کے گناہ کا کفارہ نہ ہوگا۔

اس کی روایت رزین نے کی۔

حاکم جبراً اور قہراً نرخ مقرر نہ کرے

7/3975۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک عہد میں (ایک دفعہ) غلہ کا نرخ گراں ہو گیا تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے لئے آپ غلہ کے نرخ مقرر فرما دیجئے (یعنی تاجروں کو پابند فرما دیجیے کہ وہ آپ کے مقرر کردہ نرخ پر غلہ بیچا کریں) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ ہی غلہ کے نرخ مقرر فرماتے ہیں وہی روزی تنگ کرتے ہیں اور کشادہ کرتے ہیں اور رزق عطا فرماتے ہیں (یعنی اس طرح گھٹانا اور بڑھانا ہوتا ہے) اور میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں

ملوں کہ مجھ پر کسی کے خون یا مال کا مطالبہ نہ ہو۔

اس کی روایت ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے مال پر اس کی مرضی کے بغیر تصرف اس پر ظلم ہے اور اگر حاکم جبراً اور قہراً ایسے احکام نافذ کردے تو تاجر غلہ کو چھپا کر مصنوعی قحط پیدا کرسکتے ہیں۔ اس لئے اسلام میں تالیفِ قلب کے ذریعہ تاجروں کی اصلاح کی جاتی ہے کہ وہ انصاف اور مخلوق پر شفقت کے ذریعہ کے ساتھ اپنے کاروبار انجام دیں۔ (اشعۃ اللمعات)۔

(9/132)بَابُ الْاِفْلَاسِ وَالْاِنْظَارِ

(اس باب میں ایسے شخص کومہلت دینے اور معاف کردینے کا بیان ہے جوقرضدار ہو اور مفلس ہوگیا ہو)

وَقَوْلُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ:" وَاِنْ کَانَ ذُوْعُسْرَۃٍ فَنَظِرَۃٌ" اِلٰی مَیْسَرَۃٍ ، وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْر" لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ".

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ بقرہ، پ:3،ع:38،آیت نمبر:280، میں) ''اگر وہ (یعنی قرضدار) تنگدست ہو (اور وعدہ پر قرض ادانہ کرسکے) تو (اس کومہلت دینے کا حکم ہے خوشحالی تک (یعنی جب تک اس کے پاس ادائی کی گنجائش پیدا ہوجائے) اور یہ بات کہ (بالکل ہی) معاف ہی کردو اور زیادہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم کو (اس کے ثواب کی) خبر ہو۔

تجارت میں دیوالیہ کے احکام

1/3976۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی شخص کسی کے ہاتھ کچھ مال (ادھار) فروخت کردے اور (ادائی سے پہلے) وہ شخص یعنی خریدار مفلس ہوجائے اور (بیچنے والا) اپنا مال خریدار کے پاس موجود پائے تو ایسی صورت میں وہ مال بیچنے والے ہی کا ہوگا (اور وہ اس کو حاصل کرلے) (اور اگر کوئی شخص اپنا مال کسی کے ہاتھ کچھ نقد اور کچھ ادھار فروخت کر کے کچھ رقم باقی رکھے) اور کچھ رقم حاصل کرلے (اور ادائی سے پہلے خریدار مفلس ہوجائے) تو ایسی صورت میں بائع یعنی بیچنے والا بھی ان قرضخواہوں میں شامل ہوجائے گا (جن کو اس مفلس شخص سے رقم وصول طلب ہے) اور اس کا حصہ بھی دوسرے قرضخواہوں کے حصہ کے برابر برابر ہوگا (یعنی جتنی

رقم اس کے پاس سے حاصل ہو وہ سب قرض خواہوں میں مساوی تقسیم کی جائے گی)۔

اس کی روایت دارقطنی اور ابن ماجہ نے کی ہے اور ابن ماجہ کی سند میں ابن عیاش ہیں جن کو امام احمد نے ثقہ قرار دیا ہے، یہ حدیث مرسل ہے اور مرسل ہمارے پاس حجت ہے۔

اور امام طحاوی نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کی ہے۔

2/3977۔ اور عبدالرزاق نے اس کی روایت اپنی سند کے ساتھ کی ہے۔

کاروبار میں کسی کو نقصان ہو جائے تو سب مل کر اس کی مدد کرنا چاہئے

3/3978۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں ایک شخص (جو پھلوں کی تجارت کیا کرتا تھا) کو (ایک باغ کے) پھلوں پر جن کو اس نے خریدا تھا (کسی وجہ سے) سخت نقصان ہوا جس کی وجہ سے وہ بے حد مقروض ہو گیا (یہ دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا اس شخص پر کچھ خیرات کرو (تاکہ اس کی مدد ہو جائے) صحابہ کرامؓ نے (حسب استطاعت اس کو) خیرات دی۔ اس کے باوجود بھی (اس رقم سے) ان کا قرض پورا ادا نہ ہو سکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے دام داروں سے ارشاد فرمایا (سردست) تم کو جو بھی ملا ہے لے لو۔ اس لئے کہ اس کے پاس (ادائی کے لئے) کچھ اور نہیں ہے (ہاں آئندہ اگر وہ خوشحال ہو جائے تو تم کو اپنا بقیہ قرض وصول کرنے کا حق ہے)۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

دیوالیہ سے متعلق احکام

ف: اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تنگ حال کو مہلت دینا واجب ہے اور مسلم معاشرہ پر ایسے شخص کی امداد واجب ہے اور مہلت سے قرض کی ادائی ساقط نہیں ہوتی بلکہ آئندہ خوشحالی پر دیندار کو چاہئے کہ اپنا قرض واپس کر دے اور قرض دہندہ کو بھی اپنی بقیہ رقم لینے کا حق رہتا ہے۔ مرقات

مقروض کو مہلت دینے کا حکم اور قرض وصول کرنے کے طریقے

4/3979۔عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک نوجوان اور سخی آدمی تھے اور اپنے پاس کوئی چیز نہ رکھتے تھے (یعنی دوسروں کو دے دیا کرتے تھے) اس وجہ سے ہمیشہ مقروض رہتے تھے یہاں تک کہ آپ کا تمام تر سرمایہ (قرض کی ادائی میں) ختم ہوگیا (اس کے باوجود بھی قرض باقی رہ گیا تو) یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کئے تاکہ حضور ﷺ قرض خواہوں سے گفتگو فرمائیں (تاکہ وہ یا تو پورا قرض معاف کردیں یا اس میں سے کچھ حصہ چھوڑ دیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرض خواہوں سے گفتگو فرمائی تو پتہ چلا کہ قرض خوہ اس موقف میں نہیں ہیں) اگر وہ کسی کو معافی دینے کے موقف میں ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے حضرت معاذ کا قرض ضرور چھوڑ دیتے۔(یہ حالت دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ کا رہا سہا سامان بھی بکوادیا یہاں تک حضرت معاذ بالکل خالی ہاتھ رہ گئے۔

اس حدیث کی روایت سعید بن منصور نے اپنی سنن میں مرسلاً روایت کی ہے۔

5/3980۔ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت معاذ مقروض تھے تو ان کے قرض خواہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کا تمام مال ان کے قرض کی ادائیگی کے لئے فروخت کردیا۔ یہاں تک کہ حضرت معاذ بالکل خالی ہاتھ رہ گئے۔

یہ حدیث مرسل ہے اور یہ الفاظ مصابیح کے ہیں لیکن یہ حدیث اصول یعنی صحاح ستہ میں نہیں ہے البتہ منتقی میں موجود ہے۔

6/3981۔اور ابوداود اور نسائی کی روایت میں اس طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مالدار (یعنی جو شخص قرض ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہے لیکن ادائی قرض میں) دیر کرتا ہے اور ٹال مٹول کرتا ہے تو (قرض دینے والے کیلئے یہ جائز ہوجاتا ہے کہ) اس کو بے آبرو کرے یا سزا دے ابن مبارک رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ بے آبرو کا مطلب یہ ہے کہ (اس کو شرم دلانے کیلئے) سخت سست کہا جائے اور سزائے سے مراد یہ ہے کہ اس کو قید کروایا جائے۔

7/3982۔اور دارقطنی اور ابن عدی کی روایت میں اس طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ صاحب حق یعنی قرض دینے والے کیلئے جائز ہے کہ وہ (قرض لینے والے کے خلاف) اپنے ہاتھ اور اپنی زبان کو استعمال کرے۔

مقروض کی حالتوں کے اعتبار سے قرض وصول کرنے کے طریقے

ف:اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ مقروض مالدار ہونے کے باوجود قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرے تو اس کی بے آبروئی کرنا اور اس کو سزا دینا جائز ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مقروض باوجود استطاعت کے قرض ادا کرنے میں دیر کرے تو اس کو قید کروایا جاسکتا ہے ہاں اگر مقروض مالدار نہ ہو اور تنگدست ہو تو اس کی بے آبروئی کرنا اور اس کو سزاء دلوانا درست نہیں۔ بلکہ اس کو مہلت دینا چاہئے اور مالدار مقروض کو قرض کی ادائی کی وجہ سے قید کروانا احناف اور حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہم کے پاس جائز ہے اور جمہور ائمہ کا قول یہ ہے کہ حاکم وقت مقروض کی جائداد کو فروخت کردے جیسا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جو صدر میں گذری ہے ثابت ہوتا ہے اور ایسا مقروض جو تنگدست ہو تو اس بارے میں جمہور ائمہ کا قول یہ ہے کہ اس کو قید نہ کروایا جائے لیکن ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایسے مقروض کے ساتھ ساتھ قرض دینے والا لگا رہے اور زبان سے تقاضا کرتا رہے چنانچہ مذکورہ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد "لصاحب الحق الید و اللسان" سے یہی مراد ہے۔(نیل الاوطار،ہدایہ۔)

قرضدار کو مہلت دینے کا ثواب

8/3983۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس شخص کا کسی پر کوئی حق ہو (جیسے قرض وغیرہ اور وہ اس (کی وصولی) میں (قرضدار کی حالت کے اعتبار سے) اس کو مہلت دے تو ہر دن (اس مہلت کے بدلہ) صدقہ ہوگا (یعنی ہر دن اس مہلت کے معاوضہ میں اس کو نیکیاں ملتی رہیں گی)۔

اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

مسلمانوں کا باہم ایک دوسرے کی مدد کرنا مشروع ہے

ف: مذکورہ احادیث شریفہ میں قرضدار کو مہلت دینے والے کو جس اجر اور فضیلت کی خوشخبری دی گئی ہے اس بارے میں صاحب نیل الاوطار نے فرمایا ہے کہ قرآن اور احادیث کی رو سے مسلمانوں کا آپس میں ایک دوسرے کی ضرورت کا رفع کرنا، حاجت کو پورا کرنا، تکلیف کا دفع کرنا اور فاقہ میں کھانا کھلانا مشروع ہے اور ان کا ثواب ہے اس لئے کہ ان کی فضیلت میں جابجا قرآن میں ترغیب اور احادیث شریفہ میں تاکید وارد ہوئی ہے۔

تنگدست سے وصولی قرض میں نرمی کرنے کا اجر

9/3984۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے کارندہ سے کہا کرتا تھا کہ جب تم (قرض وصول کرنے) کسی تنگدست کے پاس جاؤ تو (ناداری کی وجہ سے) اس سے درگذر کیا کرو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ (اس کی وجہ سے) ہم سے درگذر فرمائے، اس شخص کا انتقال ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل (کی برکت) سے اس سے درگذر فرمادیا۔ (یعنی گناہوں کو معاف فرمادیا۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جو مخلوق پر رحم کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم فرماتے ہیں)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

10/3985۔ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس کسی کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کی سختیوں سے بچائے تو اس کو چاہئے کہ ایسے مقروض کو جو تنگدست ہوں مہلت دے (یعنی وصولی قرض میں جلدی نہ کرے) یا پھر اس کو (قرض کی ادائی سے جزوی یا کلی طور سے) معاف کردے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

تیسری حدیث

11/3986۔ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جو شخص (قرض کے وصول کرنے میں) مفلس کو مہلت دے یا (جزءًا یا کلاًّ اس کے قرض کو) معاف کردے تو اللہ تعالیٰ اس کو روز قیامت کی سختیوں سے بچائے گا۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

چوتھی حدیث

12/3987۔ابویسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص کسی مفلس کو مہلت دے یا (جزءًا یا کلاًّ اس کے قرض کو) معاف کردے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے (عرش کے) سایہ میں جگہ دے

گا (جس دن کوئی اور سایہ نہ ہوگا)۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ان مسائل کا بیان جن میں نوافل فرائض پر فضیلت رکھتے ہیں

ف: واضح ہو کہ فرائض نوافل پر ستر (70) درجہ فضیلت رکھتے ہیں لیکن بعض مسائل ایسے بھی ہیں جن میں نوافل فرائض پر فضیلت رکھتے ہیں۔مثلاً مفلس کو جزءی یا کلی طور پر قرض سے معافی دے دینا مستحب ہے اور قرض کی ادائی میں مہلت دینا واجب ہے۔اگر کوئی شخص مقروض کو معافی دے دے تو یہ امر مستحب فضیلت رکھتا ہے مہلت دینے پر جو واجب ہے۔(2) سلام کی ابتداء مستحب ہے اور سلام کا جواب دینا فرض ہے۔یہاں بھی سلام میں پہل کرنا افضل ہے جواب دینے پر حالانکہ سلام کا جواب دینا فرض ہے اس لئے کہ سلام میں پہل کرنا تواضع کی علامت ہے اور جو تواضع کرتا ہے اللہ تعالٰی اس کو بلند فرماتے ہیں۔(3) وقتِ نماز سے پہلے وضوء کرنا مستحب ہے اور جب نماز کا وقت شروع ہو جائے تو وضو کرنا فرض ہے۔یہاں بھی نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا افضل ہے وقت نماز کے شروع ہونے پر وضو کرنے سے جو فرض ہے۔مذکورہ بالا تینوں امور میں نوافل اور مستحبات فرائض اور واجبات پر فضیلت رکھتے ہیں۔(مرقات)۔

پانچویں حدیث

13/3988۔کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مسجد نبوی میں ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے اپنے قرض کا تقاضا کیا اور (گفتگو میں) دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان آوازوں کو سن لیا جب کہ آپ اپنے حجرۂ مبارکہ میں تھے۔اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنے حجرۂ شریفہ سے باہر آنے کا ارادہ فرمایا اور پردہ ہٹا کر کعب بن مالک کو آواز دی،کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں حاضر ہوں! تو حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ اپنا آدھا قرض معاف کردو،کعب نے فرمایا یارسول اللہ! میں نے معاف کردیا (اور آپ کے حکم کی تعمیل کردی) یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن ابی حدرد سے فرمایا کہ تم بقیہ قرض فوراً ادا کردو!۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوتے ہیں:

(1) قرض کے تقاضے میں شدت نہیں کرنا چاہیئے۔

(2) اپنے حق سے قرضدار کی حالت کے اعتبار سے جزءاً یا کلا دستبردار ہونا چاہیئے۔

(3) ایسے امور میں سفارش جائز ہے جو غیر شرعی نہ ہو۔ (مرقات اور اشعۃ اللمعات)

وہ تین صفات جو دخول جنت سے روکتے ہیں

14/3989۔ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص اس حالت میں وفات پائے کہ وہ کبر اور غرور سے بری ہو (کبر یہ ہے کہ حق کو قبول نہ کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے) اور خیانت سے اس کا دامن پاک ہو اور وہ کسی کا قرضدار نہ ہو تو ایسا شخص جنت میں داخل ہوگا (اس سے معلوم ہوا کہ یہ تینوں صفات (دخول جنت سے مانع ہیں)۔اس حدیث کی روایت ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

قرض کی رقم کو اضافہ کے ساتھ واپس کرنے کی جائز صورت

15/3990۔مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک صاحب سے چند درہم قرض لیے اور مقروضہ درہم سے زیادہ واپس کیے۔ان صاحب نے (اس خیال سے کہ کہیں یہ سود نہ ہوجائے) کہا میں نے جتنے درہم قرض دیئے تھے یہ تو ان سے زائد ہیں۔حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا میں بھی اس کو جانتا ہوں لیکن میں یہ اضافہ درہم تم کو (بلاشرط) بخوشی دے رہا ہوں۔اس کی روایت امام محمد نے اپنی مؤطا میں کی ہے اور کہا ہے کہ ہم حضرت ابن عمرؓ کے قول کو اختیار کرتے ہیں۔اور یہ یعنی قرض کی رقم سے زائد رقم واپس دینا جب کہ بغیر شرط کے ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

دوسری حدیث

16/3991۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے (جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اونٹ بطور قرض لیا تھا) آپ سے تقاضا کیا اور اس میں شدت اور سختی کی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں اس کے اس رویہ کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (اس کو مارنے کے ارادہ سے) اٹھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا تم لوگ اس کو اس طرح نہ دھمکاؤ اس لئے کہ حقدار کو سخت سست کہنے کا حق ہے پھر (حضور ﷺ صحابہ اکرام سے مخاطب ہوکر) فرمائے اس کو ایک اونٹ خرید کر دے دو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا (یا رسول اللہ ﷺ! ہم تو دینے کے لئے تیار ہیں لیکن) اس وقت ہمارے پاس جو اونٹ ہیں وہ اس کے (دیئے ہوئے) اونٹ سے عمر میں بڑے (اور بہتر) ہیں۔حضور ﷺ ارشاد فرمائے (کوئی حرج نہیں) انہیں میں سے ایک اونٹ خرید کر دے دو (اور یاد رکھو) کہ بہتر آدمی وہی ہے جو (اپنے قرض کو) خوبی کے ساتھ ادا کرے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ اس واقعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالِ خلق اور انصاف پسندی اور عدل کا ثبوت ملتا ہے جو دلیل ہے آپ کے پیغمبر برحق ہونے کی چنانچہ اس واقعہ سے وہ شخص مسلمان ہوگیا۔اس حدیث سے دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ قرض میں لیے ہوئے مال سے اچھا مال دینا مستحب ہے بلکہ زائد مال بھی دیا جاسکتا ہے بشرطیکہ زیادتی کے لئے کوئی شرط نہ کی گئی ہو ورنہ وہ سود ہو جائے گا۔

تولتے وقت جھکتا تولنا چاہیے

17/3992۔سوید بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں اور مخرفہ عبدی مقام ''ہَجَر'' (ایک مقام جو مدینہ منورہ کے قریب ہے) سے (بیچنے کے لئے) کچھ

کپڑے لے کر مکہ معظّمہ پہونچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے شلوار کا معاملہ فرمایا اور ہم نے اس کو آپ کے ہاتھ بیچ دیا۔ ہمارے ہاں تولنے والا ایک ملازم تھا۔ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شلوار کی قیمت کے معاوضہ میں جو جنس تول میں دی تو فرمایا اے تولنے والے) ذرا جھکتا تول (تاکہ فریق ثانی کو فائدہ پہونچے) اس سے معلوم ہوا کہ تولتے وقت جھکتا تولنا چاہئے)۔

اس حدیث کی روایت امام احمد، ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

قرض کی رقم اضافہ کے ساتھ واپس کرنا جائز ہے

18/3993۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میرا کچھ قرض تھا (اور جب حضور ﷺ نے ادا کرنا چاہا) تو آپ نے میرا پورا قرض ادا فرما دیا بلکہ کچھ زائد عطا فرمایا۔ اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

قرض لینے والے اور قرض دینے والے ادائی کے موقع پر کس طرح دعاء کریں

19/3994۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ (غزوۂ حنین کے موقع پر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے چالیس ہزار درہم قرض حاصل فرمائے اور جب آپ کے پاس مال آگیا تو حضور نے میرا قرض ادا فرما دیا اور یہ دعاء بھی دی ''بَارَکَ اللّٰهُ تَعَالیٰ فِیْ اَهْلِکَ وَمَالِکَ'' (اللہ تعالیٰ تیرے اہل وعیال اور مال میں برکت دے) اور یہ بھی فرمایا کہ قرض کا بدلہ شکریہ اور قرض کا ادا کرنا ہے (قرض دار کی دعا سننے کے بعد قرض دینے والا یوں جواب دے کہ تم نے میرا پورا قرض ادا کردیا اللہ تعالیٰ تم کو پورا پورا حق دیوے)۔ اس حدیث کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

صاحب استطاعت کا ادائی قرض میں دیر کرنا گناہ ہے

20/3995۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مالدار کا (اپنے قرض کی) ادائی میں (باوجود استطاعت کے) دیر کرنا ظلم ہے (اور حرام ہے) اور کوئی (تنگدست قرضدار (اپنا قرض ادا نہ کر سکے اور) کسی مالدار کا حوالہ دیدے تو قرضدار کو چاہئے کہ (اس حوالہ کو) قبول کرلے۔اس کی روایت مسلم اور بخاری نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ حوالہ قبول کرنے کی ایک مثال یہ ہوسکتی ہے کہ زید نے بکر سے قرض لیا اور زید مالدار ہے اور ایک تیسرے شخص نے بکر سے قرض لیا اور بکر نے اپنے قرض کا مطالبہ کیا تو اگر بکر نے قرض کا حوالہ زید پر دیا جس کا وہ مقروض ہے تو ایسی صورت میں تیسرے شخص کو چاہئے کہ وہ اس حوالہ کو قبول کرلے بشرطیکہ زید بھی اس حوالہ کو مان لے۔(ترمذی)۔

ادائی قرض کے لئے متروکہ نہ چھوڑ کر مرنے کی وعید

21/3996۔سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم (ایک دفعہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک جنازہ لا گیا۔صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ اس کی نماز پڑھا دیجئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اس پر کوئی قرض تو نہیں ہے۔صحابۂ کرام نے عرض کیا نہیں (یارسول اللہ ﷺ) یہ سن کر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی۔تھوڑی دیر بعد ایک اور جنازہ لایا گیا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر یہی دریافت فرمایا کہ یہ مقروض تو نہیں؟ عرض کیا گیا جی ہاں! مقروض تو ہے! اس پر آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے دریافت فرمایا کہ (ادائی قرض کے لئے) کچھ چھوڑ کر مرا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا جی ہاں! تین دینار (چھوڑ کر انتقال کیا ہے!) یہ سن کر آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی۔کچھ دیر بعد ایک اور جنازہ لایا گیا آپ نے وہی سوال فرمایا کہ یہ مقروض تو نہیں ہے!

صحابہؓ نے عرض کیا جی ہاں یہ مقروض ہے! آپ نے پھر دریافت فرمایا (ادائی قرض کے لئے) اس نے کچھ چھوڑا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ! یہ سن کر آپ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم اپنے دوست کی نماز جنازہ پڑھ لو۔ یہ سن کر ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ دیجئے میں اس کا قرض ادا کردوں گا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھ دی۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ مقروض ہو کر مرنا ادائی کے لئے کچھ نہ رکھنا بہت برا ہے اور اس کی وعید ہے۔

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کا قرض ادا کرے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کی سختیوں سے بچائے گا

22/3997۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک جنازہ لایا گیا تا کہ آپ ﷺ اس پر نماز جنازہ پڑھیں آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ عرض کیا گیا جی ہاں! پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا اس نے اتنا مال چھوڑا ہے جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا نہیں (یارسول اللہ!) اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تم ہی اپنے دوست کی نماز جنازہ پڑھ لو۔ (یہ دیکھ کر) حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اس کا قرض ادا کرنا میرے ذمہ ہے! (یہ سن کر) حضور ﷺ آگے بڑھے اور اس کی نماز جنازہ پڑھا دی۔

23/3998۔ ایک اور روایت بھی اسی کے ہم معنیٰ ہے اور اس میں یہ مضمون زیادہ ہے (حضرت علیؓ کا قول سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! جس طرح تم نے اپنے بھائی کو قرض کے بوجھ سے آزاد کیا ہے اللہ تعالیٰ تم کو بھی دوزخ کی آگ سے بچائے! (پھر

فرمایا) جو مسلمان بندہ اپنے بھائی کا قرض ادا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن سختیوں سے بچائے گا۔اس کی روایت شرح السنہ میں کی ہے۔

حضور ﷺ کی اپنی امت پر شفقت ورحمت کا ایک ثبوت

24/3999۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت اقدس میں جب کبھی کوئی جنازہ لایا جاتا اور وہ مقروض ہوا کرتا تو حضور ﷺ یہ دریافت فرمالیتے کہ کیا یہ شخص اپنے قرض کی ادائی کے لئے کچھ چھوڑ کر مرا ہے! اگر یہ بیان کیا جاتا کہ اس نے اتنا مال چھوڑا ہے جو قرض کی ادائی کے لئے کافی ہو تو آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھ لیتے ورنہ آپ ﷺ صحابہ کرامؓ سے فرماتے کہ تم اپنے بھائی کی نماز پڑھ لو۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر مال غنیمت (کے دروازے) کھول دیئے (اور کشادگی نصیب ہوئی) تو حضور ﷺ نے منبر پر چڑھ کر یوں خطبہ ارشاد فرمایا کہ (سنو!) میں مسلمانوں کے لئے ان کی جانوں سے زیادہ عزیز ہوں تو جو (نادار) شخص اس حالت میں مر جائے کہ اس پر قرض ہو تو اس کے قرض کو ادا کرنے کا میں زیادہ ذمہ دار ہوں اور جو شخص متروکہ چھوڑ کر مرے تو وہ مال اس کے وارثوں کا ہوگا (یہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت پر ایک بڑا احسان اور کرم ہے جس پر یہ امت جتنا فخر کرے کم ہے!)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث میں ارشاد ہے کہ جو نادار شخص مقروض مرے تو میں اس کا کفیل ہوں۔ علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث ناسخ ہے اس حدیث کی جس میں یہ ارشاد فرمایا گیا تھا کہ نادار شخص کی نماز جنازہ تم لوگ ادا کرلو میں نہیں پڑھاوں گا اور امام بخاری نے بھی ترجمۃ الباب میں اس مضمون کا اشارہ کیا ہے جیسا کہ عمدۃ القاری میں مذکور ہے۔

ادا کرنے کی نیت سے قرض لیا جائے تو قرض ادا ہو جاتا ہے

25/4000۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو لوگوں سے قرض لے اور اس کے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ (اس کی نیت کی خوبی کی وجہ سے) ادائی قرض کا سامان (غیب سے) فرما دیتے ہیں۔ اور جو شخص اس نیت سے قرض لے کہ اس کو ادا نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ (اس کی بد نیتی کی وجہ سے) اس کو برباد کر دیتے ہیں (ادائی قرض میں اس کی اعانت نہیں فرماتے جس کی وجہ سے وہ نہ تو قرض ادا کر سکتا ہے اور نہ خوشحال رہ سکتا ہے)۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرض کو معاف نہیں فرماتے

26/4001۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں راہ خدا میں ایسی حالت میں شہید ہو جاؤں کہ (میدان جنگ میں) ثابت قدم تھا اور (لڑائی میں) اللہ تعالیٰ ہی سے ثواب کا طالب تھا اور آگے ہی بڑھتا رہا پیچھے کبھی نہ ہٹا تو کیا ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ میرے سب گناہ معاف فرما دیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں! (یہ سن کر) جب وہ صاحب واپس ہونے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو آواز دے کر بلایا اور فرمایا سنو! ہاں (سارے گناہ تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے) مگر قرض (جو حقوق العباد ہے وہ معاف نہ ہوگا) اور یہی بات مجھ سے جبریلؑ نے (بطور وحی کے) کہی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقوق العباد کی ادائی کس قدر اہم ہے)۔

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

راہ خدا میں شہادت بھی قرض کے بار کو ادا نہیں کرسکتی

27/4002۔ محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) مسجد نبوی کے صحن میں اس مقام پر بیٹھے ہوئے تھے جہاں جنازے (نماز جنازہ کے لئے) رکھے جاتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے یکایک آپ ﷺ نے اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھائیں اور (آسمان کی طرف کچھ) ملاحظہ فرمایا اور نظریں نیچی فرمالیں اور پیشانی پر اپنا ہاتھ رکھ کر (بطور حیرت اور استعجاب کے) فرمایا پاک ہے اللہ! پاک ہے اللہ! آج کس قدر سختی نازل ہوئی ہے راوی کا بیان ہے کہ (یہ سن کر) ہم ایک دن اور ایک رات خاموش رہے (اس انتظار میں کہ دیکھیں کیا سختی پیش آتی ہے) لیکن ہم کو بجز بھلائی کے کوئی اور چیز نظر نہ آئی یہاں تک کہ (دوسرا دن) شروع ہوگیا۔ راویِ حدیث محمد بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے جرأت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور! وہ کیا سختی تھی جس کا آپ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيۡہِ وَسَلَّم نے کل ذکر فرمایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سنو! (وہ سختی) قرض کے بارے میں تھی! (یہ کہہ کر آپ نے فرمایا) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے (ادائی قرض کی اتنی اہمیت ہے کہ) اگر کوئی شخص خدا کی راہ میں مارا جائے پھر زندہ ہو، پھر اللہ کی راہ میں شہید ہو پھر زندہ ہو، پھر اللہ کی راہ میں مارا جائے پھر زندہ ہو اور اس پر کچھ قرض ہو تو بھی وہ (اتنی بار راہِ خدا میں مارے جانے کے باوجود) اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوگا جب تک کہ اس کا قرض ادا نہ کر دیا جائے۔

اس کی روایت امام احمد نے کی ہے اور شرح السنہ میں بھی اسی طرح مروی ہے۔

دوسری حدیث

28/4003۔عبداللہ بن عُمر ورضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ شہید کے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے مگر قرض معاف نہیں کیا جائے گا۔

قرضدار کی روح معلق رہتی ہے

29/4004۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن کی روح معلق رہتی ہے (یعنی جنت میں داخل نہیں کی جاتی) جب تک اس کا قرض ادا نہ ہوجائے۔اس کی روایت امام شافعی، امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

قرضدار موت کے بعد قید تنہائی میں رکھا جاتا ہے

30/4005۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قرضدار قیامت تک (اپنے قرض کی وجہ سے) محسوب رہے گا۔(یعنی صالحین اور شفاعت کرنے والوں کی صحبت سے دور رکھا جائے گا) جس کی وجہ سے وہ قیامت میں اللہ تعالیٰ سے اپنی تنہائی (کی وحشت) کا شکوہ کرے گا۔اس کی روایت شرح السنہ میں کی ہے۔

میت کے قرض کی ادائی میراث کی تقسیم پر مقدم ہے

31/4006۔سعید بن الاطول رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرے بھائی کا انتقال ہوگیا اور انہوں نے تین سو دینار اور چھوٹے بچے چھوڑے میں نے چاہا کہ اس رقم کو بچوں پر خرچ کردوں۔رسول اللہ ﷺ کو میرے اس ارادہ کا علم ہوا تو ارشاد فرمایا سنو تمہارا بھائی اللہ کے پاس اس قرض کہ وجہ سے قید ہے لہٰذا (پہلے) قرض ادا کردو چنانچہ میں نے جا کر سارا قرض ادا

کردیا پھر حاضر خدمت ہوکر عرض کیا یارسول اللہ! میں نے اپنے بھائی کا سارا قرض ادا کردیا ہے البتہ ایک عورت باقی رہ گئی ہے جو دو دینار قرض بتاتی ہے لیکن اس کا کوئی گواہ موجود نہیں ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (بنظر احتیاط فرمایا) وہ سچی ہے (دو دینار) اس کو ادا کردو۔اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ میت کا قرض ادا کرنا میراث کی تقسیم پر مقدم۔

کبیرہ گناہوں کے سوا سب سے بڑا گناہ مقروض ہوکر مرنا ہے

32/4007۔ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ممنوعہ کبیرہ گناہوں کے بعد سب سے بڑا گناہ اللہ کے پاس یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملے کہ اس کا انتقال ایسی حالت میں ہوا ہو کہ اس پر قرض ہو اور اس نے اتنا مال نہ چھوڑا ہو جس سے اس کا قرض ادا ہوجائے۔

اس کی روایت امام احمد اور ابوداود نے کی ہے۔

حرام چیزوں پر صلح اور ناجائز شرائط کا قبول کرنا ممنوع ہے

33/4008۔عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے مگر ایسی صلح نہیں جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کردے (مثلاً کوئی مالدار بیوی) اپنے مفلس شوہر پر یہ دباؤ ڈالے کہ وہ دوسری شادی نہ کرے اور حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ) مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے شروط یعنی عہد کی پابندی کریں لیکن ایسی شرط ناجائز ہے جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کردے۔(مثلاً کوئی شخص

کسی ضرورت مند کو اس شرط پر قرض دے کہ واپسی کے وقت اتنی رقم زائد ادا کرے گا)۔اس کی روایت ترمذی،ابن ماجہ اور ابوداود نے کی ہے۔

ف: اس حدیث کی مناسبت اس باب سے اس طرح ہے کہ آدمی عموماً غربت اور افلاس کی وجہ سے دب کر خلاف شرع شرائط قبول کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور اسی طرح صلح کے وقت بھی ہوا کرتا ہے لہذا دولت مند اور صاحب اقتدار حضرات کو چاہئے کہ فریق مخالف کی کمزوری سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں اور نہ اس کو خلافِ شرع امور پر مجبور کریں۔

(10/133)بَابُ الشِّرْكَةِ وَالْوَكَالَةِ وَالْمُضَارَبَةِ

(شرکت، وکالت اور مضاربت کا بیان)

ف: اس باب میں معاملات اور کاروبار میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہونے، دوسرے کو اپنے کاروبار کا وکیل بنانے اور ایک کا پیسہ اور دوسرے کی محنت سے کاروبار انجام دینے کا بیان ہے۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: "وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ" مَّاهُمْ".

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ ص، پ:23، ع:2، آیت نمبر:24، میں) اور اکثر شرکاء (کی عادت ہے کہ) ایک دوسرے پر (یوں ہی) زیادتی کیا کرتے ہیں مگر ہاں جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں۔

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى: "فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا".

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ کہف، پ:15، ع:3، آیت نمبر:19، میں) (اصحاب کہف نے ایک دوسرے سے کہا) اپنے میں سے کسی کو روپیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو پھر وہ وہاں پہونچ کر تحقیق کرے کہ کونسا کھانا حلال ہے تو اس میں سے تمہارے پاس کچھ کھانا لے آوے اور (سب) کام خوش تدبیری سے کرے اور (یہ بھی یاد رہے کہ) کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے۔

ف: مذکورہ دونوں آیتوں میں سے پہلی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ شرکت معاملات میں درست ہے اور دوسری آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ معاملات میں وکالت جائز ہے جیسا کہ اصحابِ کہف نے اپنی طرف سے ایک شخص کو وکیل بنا کر بھیجا' تا کہ وہ ان کے لئے حلال کھانا لائے۔

کاروبار میں شرکت کا جواز

1/4009۔ زہرہ بن معبد رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ ان کے دادا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ ان کو بازار لے جاتے اور غلہ خرید اکرتے۔ وہاں ان سے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن

زبیر رضی اللہ عنہما ملتے اور فرماتے کہ خریداری میں ہم کو بھی شریک کرلو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے لئے برکت کی دعاء فرمائی ہے چنانچہ وہ ان حضرات کو اپنی خریداری میں شریک کرلیا کرتے (راوی کہتے ہیں کہ میرے دادا کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاء کی برکت سے کاروبار میں اتنا فائدہ ہوتا کہ) وہ کبھی (فائدہ میں) اونٹ لادھ کر (غلہ) اپنے گھر لے جایا کرتے۔ (راوی کہتے ہیں دعاء کی برکت کا واقعہ یہ ہے کہ) عبداللہ بن ہشام کو ان کی والدہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لئے برکت کی دعاء فرمائی۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ کاروبار میں دوسرے کو شریک کرنا جائز ہے۔

ایک کی ملک اور دوسرے کی محنت سے کاروبار کا جواز

2/4010۔ (جب مہاجرین نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں قیام کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین اور انصار میں بھائی چارہ کروادیا جس کے نتیجہ میں انصار نے اپنے مال و اسباب یہاں تک کہ اپنے زائد بیویوں کو طلاق دے کر اپنے مہاجرین بھائیوں کے نکاح میں دے دیا) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ انصار نے (اسی جذبۂ ایثار کے پیش نظر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارے اور (مہاجرین) بھائیوں کے درمیان کھجور کے درختوں کی بھی تقسیم فرمادیجئے (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (یہ لوگ کاشتکاری نہیں جانتے اس لئے) ان کی محنت تم اپنے ذمہ رکھو یعنی کھیتوں کا پانی دینا اور نگرانی کرنا ان کے ذمہ رہے گا) اور پیداوار میں ہم تمہارے شریک رہیں گے (اور محنت کے اعتبار سے پیداوار کی تقسیم کردینا۔ انصار کہنے لگے (یارسول اللہ ﷺ!) ہم

کو یہ ارشاد بہ سروچشم منظور ہے۔

اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ فریقین میں ایک کی ملک یا رقم ہو اور دوسرے کی محنت ہو تو منافع میں فریقین کا حسب معاہدہ شریک ہونا جائز ہے۔

معاملات میں دیانت کی برکت

3/4011۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ (کسی کاروبار میں) دو آدمی شریک ہوں تو میں ان کے ساتھ تیسرا خود ہوتا ہوں (تاکہ ان کے مال کی حفاظت اور اس میں خیر و برکت ہو، یہ اس وقت تک ہے) جب تک کہ ان میں سے کوئی ایک اپنے ساتھی کے ساتھ خیانت اور بد دیانتی نہ کرے اور اگر ان میں سے کسی ایک نے خیانت کی تو میں ان کے پاس سے ہٹ جاتا ہوں (جس سے معاملہ کی خیر و برکت اور حفاظت ختم ہو جاتی ہے)۔ اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔ اور رزین نے اس روایت کے آخر میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ (جب فریقین کے درمیان خیانت آ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ وہاں سے ہٹ جاتے ہیں) اور شیطان آ جاتا ہے (جس کی وجہ سے نفاق بے برکتی اور نقصان شروع ہو جاتا ہے۔)

ف: نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ اس حدیث شریف میں خیانت سے بچ کر شرکت کے ساتھ معاملات انجام دینے کی ترغیب ہے۔

خیانت کا بدلہ خیانت سے نہ دینا چاہئے

4/4012۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص تم پر اعتماد اور بھروسہ

کرے تو تم اس کے اعتماد کو پورا کرو (یعنی اگر امانت رکھائی ہے تو حفاظت کرو اور مطالبہ پر واپس کرو اور اگر کوئی کام سپرد کرے تو اس کو دیانت کے ساتھ پورا کرو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ) اور جو شخص تمہارے ساتھ خیانت کرے تو (اس کے بدلہ میں تم بھی اس کے ساتھ) خیانت نہ کرو۔اس کی روایت ترمذی، ابوداود اور دارمی نے کی ہے۔

امانت اور خیانت کا بیان

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جو شخص تمہارے ساتھ خیانت کرے تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرو اس کا مطلب یہ ہے کہ خیانت کا بدلہ خیانت سے نہ دو ورنہ تم بھی خائن ہو جاؤ گے۔لیکن ایسی صورت میں خیانت ہوگی جب کہ کسی شخص نے تمہارے پاس کچھ امانت رکھائی ہو اور وہ تمہارا مقروض بھی ہے، اگر وہ شخص تمہارے قرض کی ادائی میں کوتاہی کرے اور اپنی امانت تم سے لینا چاہے تو تم اپنا حق اس امانت میں سے بجنسہ یا کوئی اور تدبیر سے روک کر باقی مال واپس کر دو تو یہ خیانت نہ ہوگی اس لئے کہ تم نے اپنا حق لیا ہے۔اس کی تائید حضور ﷺ کے ارشاد سے ہوتی ہے جب کہ ابوسفیان کی بیوی نے آپ سے شکایت کی کہ ابوسفیان گھر کا خرچ دینے میں بخل سے کام لیتے ہیں تو حضور ﷺ نے ابوسفیان کی بیوی سے فرمایا دستور کے مطابق تم اپنے اور اپنے بچوں کا خرچ ان کے مال سے جو کفایت کے درجہ میں ہو لے لیا کرو۔(ماخوذ از مرقات وکوکب دری)۔

شرکۃ الابدان کا جواز

5/4013۔ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں، عمار اور سعد (ہم تینوں) غزوہ بدر کے دن مال غنیمت میں شرکت کا معاہدہ طے کر لئے (یعنی جو کچھ ملے گا تینوں میں تقسیم ہوگا) حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد دو قیدی لائے اور مجھے اور عمار کو کچھ بھی نہ ملا (لیکن حسب معاہدہ ہم تینوں اس کی منفعت میں شریک ہوئے)۔

اس حدیث کی روایت ابوداود، نسائی اورابن ماجہ نے کی ہے۔

اور یہ حدیث ''شِرْکَةُ الْاَبْدَانْ'' کے جواز کی دلیل ہے۔

ف: واضح ہو کہ ''شِرْکَةُ الْاَبْدَانْ'' (یعنی دوآدمیوں کا مل کر کام کرنا اور نفع اٹھانا) یہ ہے کہ دو کاریگر کسی کام میں شرکت کا معاہدہ کریں اور یہ طے کریں کہ دونوں مساوی حیثیت سے کام کریں گے اور فائدہ بھی مساوی لیں گے۔امام مالک رحمہ اللہ نے بھی اس کو جائز قرار دیا ہے بشرطیکہ صنعت مشترکہ ہو اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مطلقاً ''شِرْکَةُ الْاَبْدَانْ'' کو جائز قرار دیا ہے۔ یہ نیل الاوطار سے ماخوذ ہے۔

وہ تین چیزیں جو باعث برکت ہیں

6/4014۔صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں تین چیزوں میں برکت ہے۔ وعدہ پر مال کا بیچنا (یعنی ایک مقررہ مدت کے وعدہ پر مال کا بیچ دینا کہ خریدار قیمت کو حسب وعدہ سہولت ادا کرے) اور مضاربت (یعنی ایک کا مال ہو اور دوسرے کی محنت ہو اور نفع باہم تقسیم کرلیں) اور گھریلو استعمال کے لئے گیہوں میں جو کو ملانا نہ کہ تجارت کے لئے۔(کیونکہ یہ گناہ ہے اور گھریلو استعمال کے لئے ایسا کرنا باعثِ برکت ہے)۔اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

کاروبار میں وکالت درست ہے

پہلی حدیث

7/4015۔عروہ بن ابی الجعد بارقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایک دینار دیا کہ وہ بکری خرید لائیں تو انہوں نے اس ایک دینار میں دو بکریاں خریدیں پھر ایک بکری کو ایک دینار کے عوض بیچ دیا اور ایک دینار اور ایک بکری حضور صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی خرید و فروخت میں برکت کی دعاء فرمائی تو اب ان کا ایسا حال ہوگیا کہ وہ مٹی بھی خریدتے تو ان کو نفع ہوتا۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ معاملات میں کسی کو وکیل بنانا جائز ہے اور وکالت کے بعد مالک کے مال میں وکیل جوبھی تصرف کرے تو جائز ہے اور وکالتاً خرید وفروخت بھی درست ہے بشرطیکہ مالک اس کواس تصرف کی اجازت دے۔مرقات

دوسری حدیث

8/4016۔حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایک دینار دے کر بھیجا کہ وہ اس سے قربانی کا جانور خرید کر لائیں انہوں نے اس ایک دینار میں ایک دنبہ خریدا اور پھر اس کو دو دینار میں بیچ دیا پھر ایک جانور قربانی کے لئے ایک دینار میں خریدا اور اس کو منافعہ کے ساتھ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس منافعہ کے دینار کو خیرات کردیا (تاکہ ذخیرۂ آخرت بن جائے) اور حضرت حکیم بن حزام کے لئے ان کے کاروبار میں برکت کی دعاء بھی فرمائی۔اس کی روایت ترمذی اور ابوداود نے کی ہے۔

تیسری حدیث

9/4017۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں خیبر جانے کا ارادہ کیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور سلام کرنے کے بعد عرض کیا کہ میرا خیبر جانے کا ارادہ ہے (اجازت کے لئے حاضر ہوا ہوں یہ سنکر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ (ہاں خیبر جاؤ اور) جب وہاں میرے وکیل سے ملو تو 15 وسق کھجوریں میرے لئے لیتے آنا۔ اگر رقم دینے کے لئے وہ کوئی نشانی مانگے تو اس کے حلق پر ہاتھ رکھ دینا (یہ نشانی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وکیل کو پہلے ہی بتلادی تھی)۔

اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

(11/134) بَابُ الْغَصَبِ وَالْعَارِيَةِ

(اس باب میں غصب اور عاریہ کا بیان ہے)

ف: غصب کے معنی یہ ہیں کہ کسی کے مال کو ناحق زبردستی چھین لیں اور عاریۃً کے معنی یہ ہیں کہ ایسی چیز جس کا طلب کرنا باعث ننگ و عار ہو۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: " وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ".

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورۂ بقرہ، پ:2، ع:23، آیت نمبر:188، میں) ''تم آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق نہ کھاؤ''۔

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى: " فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ".

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ بقرہ، پ:2، ع:24، آیت نمبر:194، میں) جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جیسی اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔

غصب کی سزاء

1/4018۔ سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص کسی کی بالشت بھر زمین بھی ظلم سے (ناحق) حاصل کرے گا تو قیامت کے دن اس زمین کے ساتوں طبق اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈالے جائیں گے (تاکہ وہ ان کو اٹھاتا پھرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غصب کرنا کسی قدر ناقابل برداشت گناہ ہے)۔ اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے کی ہے۔

دوسری حدیث

2/4019۔ سالم اپنے والد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں جو شخص کسی زمین کا کچھ حصہ ناحق لے لے تو

وہ قیامت کے دن زمین کے ساتوں طبق کے اندر (بطور سزاء کے) دھنسا دیا جائے گا۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

تیسری حدیث

3/4020۔یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جو شخص کسی زمین پر ناحق قبضہ کرلے قیامت کے دن اس کو حکم دیا جائے گا کہ اس (ناحق مغصوبہ) زمین کی مٹی کو اپنے سر پر اٹھالے۔اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

چوتھی حدیث

4/4021۔یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کو جو شخص ایک بالشت بھر زمین بھی کسی کی ظلم سے لے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو (موت کے بعد بطور سزا کے) حکم دے گا کہ وہ اس مغصوبہ زمین کو سات طبق تک کھودے پھر وہ زمین طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالی جائے گی اور وہ قیامت تک اسی حال میں رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (اس دن) تمام لوگوں کے معاملات کا فیصلہ فرمادیں۔اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

ف:واضح ہو کہ مذکورہ بالا حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کا غصب کرنا کس قدر بڑا گناہ ہے کہ بعض کو سزا میں زمین میں دھنسادیا جائے گا اور بعض کے گلے میں اس زمین کا طوق بنا کر ڈالا جائے گا اور بعض کو حکم دیا جائے گا کہ اس زمین کو سر پر اٹھائے اور یہ بہ روز حشر ساری مخلوق کے سامنے ہوگا یہ کتنی بڑی فضیحت کی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسے گناہ سے ہم سب کو بچائے۔آمین!۔

مال غیر کا استعمال بلا اجازت حرام ہے

5/4022۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ کوئی شخص کسی جانور کا دودھ اس کے مالک کی اجازت کے بغیر نہ دھوے یعنی نہ نچوڑے، کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو گوارا کرے گا کہ کوئی غیر شخص اس کے گودام تک پہونچے اور اس کا قفل توڑ کر غلہ لے جائے (جانور کے تھن کا بھی یہی حال ہے کہ اس کی مثال مال کے گودام کی طرح ہے کہ) جانوروں کے تھن بھی ان کے مالک کے حق میں (دودھ کے گودام کی طرح) ہیں کہ وہ ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

6/4023۔ اور ابوداود اور ترمذی نے سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص (بھوک کے مارے بیتاب ہو اور) اس کو (راستہ میں) کوئی دودھ والا جانور مل گیا اور اس کا مالک وہاں موجود ہو تو وہ اس سے اجازت لے (اور دودھ نکال کر پی لے) اور اگر مالک نہ ہو (اور فاقہ کی وجہ سے اس کو ہلاکت کا اندیشہ ہو) تو وہ تین وقت بلند آواز سے پکارے اگر کوئی جواب دے تو اس سے دودھ پینے کی اجازت لے لے اور اگر کوئی جواب نہ دے تو (بقدر ضرورت) دودھ نکالے اور پی لے البتہ (دودھ کو) ساتھ نہ لے جائے۔

7/4024۔ اور ترمذی، اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص (حالت سفر میں) کسی باغ پر سے گذرے (اور بھوک کی وجہ سے بیتاب ہو تو وہ بقدر ضرورت کچھ پھل کھالے) لیکن کپڑے میں ساتھ کچھ نہ لے جائے۔

8/4025۔ اور ترمذی، ابوداود اور ابن ماجہ نے رافع بن عَمْرو غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا اور انصار کے کھجوروں کے درختوں پر پتھر پھینکا کرتا تھا

(ایک دفعہ انصار) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے گئے (اور میری شکایت کی) حضور ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا اے لڑکے! تو درختوں پر پتھر کیوں پھینکتا ہے میں نے عرض کیا (کھجور گرا کر) کھاتا ہوں (یہ سن کر) آپ نے ارشاد فرمایا پتھر نہ مارا کرو البتہ جو کھجور گرے ہوئے مل جائیں ان کو کھا سکتے ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا دی: اے اللہ! اس (بچہ) کو شکم سیر فرما۔

ف: واضح ہو کہ مذکورہ بالا احادیث شریفہ سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(1) ایک انسان کے لئے دوسرے انسان کے مال کا استعمال بغیر اس کی اجازت کے حرام ہے خود وہ کھانے پینے کی چیز ہو یا کوئی اور شئے ہو حرمت میں سب برابر ہیں اور یہی حکم استعمال کرنے والے شخص کے متعلق بھی ہے وہ محتاج ہو یا غیر محتاج البتہ ایسا شخص جو فاقہ سے بیتاب ہو اور ہلاکت کا اندیشہ ہو تو وہ بقدر ضرورت جان بچانے کیلئے مالک کی اجازت کے بغیر جب کہ اجازت کا موقع حاصل نہ ہو کھا لے سکتا ہے لیکن اس پر لازم ہے کہ مالک کو اس استعمال شدہ چیز کا بدل دیدے۔ علامہ ابن الملک رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ اور جمہور علماء کا بھی یہی مذہب ہے اور احناف کا بھی یہی مسلک ہے۔

(2) حضرت رافع بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گرے پڑے پھل کے کھانے کی اجازت کا جو ذکر ہے وہ بچوں کے حق میں بطور معافی کے ہے ورنہ اصل یہ ہے کہ گری پڑی چیز کا بھی وہی حکم ہے جو درخت پر ہوتی ہے اس لئے کہ ہر دو صورتوں میں وہ مالِ غیر ہے جس کا بغیر اجازت استعمال کرنا حرام ہے۔ یہ مرقات میں مذکور ہے۔

غیر مملوکہ زمین پر کاشت کرنے اور اس کو آباد کرنے کے احکام

9/4026۔ سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص مردہ زمین یعنی (غیر مملوکہ بنجر زمین) کو زندہ کرے یعنی اس کو قابل کاشت بنائے یا آباد کرے تو وہ زمین اس کی ہو جائے گی (بشرطیکہ حاکم وقت اس کی اجازت دیدے) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے) کہ اگر کوئی شخص ظلماً کسی کی زمین غصب کر لے اور اس کو آباد کرے یا اس میں کاشت کرے) تو وہ اس کی ملک قرار نہیں پاتی۔

اس کی روایت امام احمد، ترمذی، اور ابوداود نے کی ہے۔

10/4027۔ اور امام مالکؒ نے اس کی روایت حضرت عروۃ سے کی ہے۔ ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

11/4028۔ اور طبرانی نے معجم کبیر اور معجم اوسط میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آدمی کے لئے وہی مال اچھا ہے جس کو حاکم خوشدلی سے دے۔

ف: ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کی زمین غصب کر لی اور اس میں درخت لگائے یا عمارت بنائی تو عمارت گرادی جائے گی اور درخت بھی نکال دیے جائیں گے البتہ مالک زمین ان کی قیمت ادا کرے گا اور یہ ملک اصل مالک کی ہی ہوگی، یہی مذہب حنفی ہے۔

کسی کا مال بغیر اجازت لینے یا غصب کرنے کی ممانعت

12/4029۔ ابوحرہ رقاشی رحمۃ اللہ علیہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے چچا نے کہا کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا: خبردار کسی پر ظلم نہ کرو اور کسی کا مال اس کی بغیر اجازت اور خوشی کے بغیر نہ لو۔

اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان اور دارقطنی نے مجتبیٰ میں کی ہے۔

مال مغضوبہ کی ہیئت بدل جانے کے احکام

ف: نیل الاوطار اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ غاصب نے کسی کی چیز غصب کر لی اور اس کی ہیئت بدل دی تو غاصب اس کا مالک ہو جائے گا اور اصل مالک کی ملکیت سے وہ چیز نکل جائے گی مگر غاصب جب تک اس کا بدل نہ دیدے اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ورنہ وہ گنہگار ہوگا۔ جیسے کسی نے بکری غصب کر لی اور اس کو ذبح کر دیا ہو یا گیہوں غصب کر لیے اور روٹی بنالی یا لوہا غصب کر لیا اور اس کی تلوار بنالی۔ چونکہ مغصوبہ مال کی ہیئت بدل گئی ہے اس لئے اصل مالک کو تبدیل شدہ چیز کے واپس کرنے سے غصب کی ذمہ داری سے بری نہ ہو سکے گا جب تک اصل مالک کو مغصوبہ چیز کی قیمت ادا نہ کر دے۔ یہی مذہب حنفی ہے۔

تلف شدہ چیز کا بدل دینا چاہئے

13/4030۔ انس رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک دفعہ) اپنی ایک بی بی (ام المومنین حضرت عائشہؓ کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ آپ کی ایک دوسری بی بی نے ایک رکابی میں آپ کے لئے (خادم کے ذریعہ) کھانا بھیجا۔ یہ دیکھ کر ام المومنین بی بی عائشہ نے (غیرت کے مارے) خادم کے ہاتھ پر مارا جس سے رکابی (پلیٹ) گری اور ٹوٹ گئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکابی کے ٹکڑوں کو اٹھا کر اکٹھا کیا اور گرے ہوئے کھانے کو اس میں ڈالدیا اور (خادم سے) فرمانے لگے تمہاری ماں کو غیرت آ گئی (جس کی وجہ سے یہ واقعہ ہوگیا) پھر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے خادم کو روکے رکھا اور ام المومنین حضرت عائشہؓ کے گھر سے ایک اور رکابی جو سالم تھی (اس کے معاوضہ میں) دیدی اور ٹوٹی ہوئی رکابی رکھ لی۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کا مال اپنے ہاتھ سے تلف ہوجائے تو اس کی پابجائی میں اگر اس چیز کا مثل ملے تو ویسی چیز دیدی جائے۔ اور اگر وہ قیمتی چیز ہو تو اس کی قیمت دیدی جائے۔

مسلمان کا مال لوٹنا حرام ہے

14/4031۔ عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مسلمانوں کے مال کو) لوٹ کھسوٹ کرنے سے اور مثلہ (یعنی کسی کو ہلاک کرنے کے بعد ناک) کان وغیرہ کاٹنے سے منع فرمایا ہے (البتہ قصاص میں ایسا کرنا حرام نہیں ہے)۔

اس حدیث کی راویت بخاری نے کی ہے۔

لوٹ کے جواز کی صورتیں:

15/4032۔اور ابن ابی شیبہ نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت فرمائی ہے کہ شادی اور ولیمہ کے موقع پر (جو چیزیں لٹائی جاتی ہیں ان کے) لوٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔امام شعبی کا بھی یہی قول ہے۔

اور امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، اور امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی قول ہے۔امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہم نے احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں اس کا جواز پایا ہے چنانچہ

16/4033۔عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دنوں میں سب سے محبوب دن اللہ تعالیٰ کے پاس یوم النحر یعنی دسویں ذوالحجہ کا دن ہے پھر اس کے بعد عرفہ کا دن یعنی نویں ذوالحجہ کا دن (اللہ تعالیٰ کو محبوب) ہے پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پانچ یا چھ اونٹنیاں (قربانی دینے کے لئے) قریب کیں تو وہ اونٹنیاں (ذبح ہونے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کرتے ہوئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب ہونے لگیں کہ حضور صَلَّى اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کس کو پہلے ذبح فرمائیں گے جب ساری اونٹنیاں ذبح ہوگئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خفی آواز میں کچھ ارشاد فرمایا جس کو میں نہیں سمجھ سکا تو میں نے اپنے ساتھی سے جو میرے قریب تھا دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا؟ جواب دیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو چاہے (ان اونٹنیوں کے گوشت کو) کاٹ کر لے جائے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث شریف میں جب فرما دیا کہ جو چاہے۔(گوشت) کاٹ کر لے جائے (تو اس طرح لوٹ لینے کی) اجازت دے دی اس سے اس بات پر دلیل مل گئی کہ مالک لوگوں کو کسی قسم کے

کھانے یا کسی اور چیز (کے لوٹ لینے) کی اجازت دیدے تو وہ اس کو لے لے سکتے ہیں اور اس طرح سے (مالک کے لوٹ لینے کی اجازت دینے پر) لوٹ لینا جائز ہے اور یہ لوٹ اس عام لوٹ کھسوٹ سے جدا ہے جو منع ہے اور جس کا ذکر اس حدیث سے پہلے والی حدیث (جس کے راوی عبداللہ بن یزید ہیں) میں کیا گیا ہے تو ثابت ہو گیا کہ پہلی حدیث میں جس لوٹ کا ذکر ہے وہ ایسی لوٹ کھسوٹ ہے جس کی اجازت نہ دی گئی ہو اور جس لوٹ کی اجازت دی گئی ہو اور وہ جائز ہو یہ وہی اجازت جو اس دوسری حدیث میں مذکور ہے۔(جو حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ سے مروی ہے)

ف: ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حرام لوٹ وہ ہے جو زمانۂ جاہلیت میں عربوں میں رائج تھی کہ دوسروں پر حملہ کرتے اور مال واسباب لوٹ لیتے چنانچہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اسی طرح کی لوٹ اور غارت گری نہ کرنے کی بیعت لی گئی ہے، البتہ بچوں پر اور شادیوں میں جو چیزیں پھینکی جاتی ہیں ان میں علماء کا اختلاف ہے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور احناف نے اس کو جائز رکھا ہے۔

یہ مضمون عمدۃ القاری اور مرقات سے ماخوذ ہے۔

غصب کی تین ناجائز صورتیں

17/4034۔عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت فرمائے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسلام میں نہ تو جلب جائز ہے اور نہ جنب اور نہ تو شغار اور جو شخص کسی (مسلمان) کا مال بغیر اجازت کے لوٹے وہ ہم میں سے نہیں۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

جلب، جنب، اور شغار کی تفصیل

ف: واضح ہو کہ گھوڑ دوڑ میں جلب یہ ہے کہ گھوڑا دوڑانے والا اپنے پیچھے گھوڑے پر ایک شخص کو اس غرض سے بٹھالے کہ وہ گھوڑے کو تیز دوڑانے کے لئے مارے اور ہانکے۔ایسا عمل جائز نہیں ہے۔

اور جَنَبْ یہ ہے کہ گھوڑ دوڑ میں گھوڑا دوڑانے والا ایک زائد گھوڑے کو اپنے ساتھ رکھے کہ جب پہلا گھوڑا تھک جائے تو دوسرے پر بیٹھ کر اپنے مقابل سے آگے نکل جائے۔ یہ عمل بھی ناجائز ہے۔
اور شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بہن کا نکاح کسی کے ساتھ اس شرط سے کرے کہ مہر کے بجائے وہ شخص اس کی بہن کا نکاح اس کے ساتھ کر دے گا۔ اس بارے میں امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا ہے کہ ایسا عقد تو ہو جائے گا البتہ ایسی شرط فاسد ہے اور فریقین مہر (یعنی فریقین کے خاندانی مہر) پانے کے مستحق ہیں۔ واضح رہے کہ حدیث شریف کی تین صورتوں میں عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ کسی نہ کسی طریقہ سے فریقین کے حقوق تلف ہو رہے ہیں اسی لئے ان کو ناجائز قرار دیا گیا ہے اور حقوق کو غصب کرنا اسلام میں جائز نہیں۔ اھ۔ (یہ مضمون مرقات اور اشعۃ اللمعات سے ماخوز ہے 12)

مشتبہ مال کی خریداری کے احکام

18/4035۔ سَمُرَہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنا (گم شدہ یا چُرایا ہوا یا غصب کیا ہوا) مال کسی شخص کے پاس دیکھے تو اس (کے پانے) کا زیادہ مستحق ہے اور (جس شخص نے ایسے مشتبہ مال کو خرید لیا تھا تو) اس شخص کو چاہئے کہ بیچنے والے (غاصب کا) پیچھا کرے (تلاش کرے اور اس سے اپنی قیمت لے لے، مال تو بہر صورت اصل مالک کا ہو جائے گا)۔ اس کی روایت امام احمد، ابوداود اور نسائی نے کی ہے۔

19/4036۔ اور طبرانی نے حضرت سَمُرہ رضی اللہ عنہ سے ہی اس طرح روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی شخص کا کوئی مال چوری جائے یا وہ گم ہو جائے اور وہ شخص اسی چیز کو کسی کے ہاں پاوے تو اس کا مستحق یہی شخص (یعنی اصل مالک) ہے اور ادا شدہ قیمت (غاصب) بیچنے والے سے (رقم دینے والا) خریدار اپنی قیمت وصول کرے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ مغصوبہ یا چوری کا مال کسی صورت میں خریدنا نہیں چاہئے اور اگر خرید لے تو مال اصل مالک کو واپس ہو جائے گا اور ادا شدہ قیمت چرا کر بیچنے والے سے وصول طلب ہو گی)۔

جانور سے نقصان پہونچنے پر تاوان کا حکم

20/4037۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی جانور کے پیر سے اگر کوئی کچلا جائے (اور اس وقت اس جانور کا مالک ساتھ نہ ہو) تو ایسے نقصان کا تاوان نہ ہوگا۔اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے اور ائمۂ ستہ (صحاح ستہ) میں بھی اسی طرح روایت ہے۔

دوسری حدیث

21/4038۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جانور کے پاؤں کا کچلا ہوا معاف ہے اور آگ کا جلایا ہوا بھی معاف ہے (جب کہ آگ جلانے والے کا ارادہ فاسد نہ ہو۔اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

جانور یا آگ کے ذریعہ نقصان ہونے پر تاوان یا عدم تاوان کی صورتیں

ف: مذکورہ بالا دونوں حدیثوں میں جانور یا آگ سے نقصان ہوجانے پر تاوان کا نہ ہونا بطور اطلاق اور عمومیت کے ہے یہی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کسی کا جانور غیر کے مال کو تلف کردے خواہ دن کا وقت ہو کہ رات کا تو اس جانور کے مالک پر اس تلف شدہ سامان کا تاوان عائد نہ ہوگا بشرطیکہ مالک اپنے جانور کے ساتھ نہ ہو۔البتہ مالک ساتھ ہو اور اس کو ہانک رہا ہو تو ایسی صورت میں مالک پر تاوان عائد ہوگا۔اسی طرح کوئی شخص اپنی جگہ آگ روشن کرے اور اس کی چنگاری اڑ کر کہیں جا پڑے اور نقصان کردے تب بھی تاوان نہیں عائد ہوگا بشرطیکہ آگ جلانے والے کی نیت کسی کو نقصان پہونچانے کی نہ ہو۔آگ سے نقصان کا تاوان اس صورت میں بھی نہ ہوگا جب کہ آگ جلاتے وقت تیز ہوا نہ چل رہی ہو جس سے آگ کے دوسری طرف پھیلنے کا اندیشہ لگا رہتا ہے البتہ تیز ہواؤں کے وقت آگ روشن کرنے والے کو اس کی احتیاط رکھنی چاہئے کہ اس کی آگ سے دوسرے کو نقصان نہ پہونچے، ورنہ اس سے تاوان لیا جائے گا۔از مرقات اور لمعات۔

کسی کی آزادی کوسلب کرنا یا کسی کا مال غصب کرنا دوزخ میں جلنے کا سبب ہے

22/4039۔قَبِیصہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں ایک مرتبہ سورج گہن ہوا تو آپ ﷺ نے نماز کسوف ایسی ہی پڑھائی جیسے اور نمازیں تم پڑھا کرتے ہو۔

اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

23/4040۔اور مسلم کی ایک روایت میں اس طرح مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے (نماز کے بعد خطبہ میں ارشاد فرمایا) آج میں نے اس نماز میں ان چیزوں کو دیکھ لیا جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے اور وعید بھی سنائی گئی ہے۔اس نماز میں میرے سامنے دوزخ لائی گئی اور یہ اس وقت ہوا جب کہ تم نے مجھے نماز میں پیچھے ہٹتے دیکھا ہوگا اور میں اس وقت دوزخ کے شعلوں سے بچنے کے لئے پیچھے ہٹ گیا تھا اور میں نے دوزخ میں ایک شخص کو دیکھا کہ جس کے پاس ایک لکڑی تھی جس کا سرا مڑا ہوا تھا۔اور یہ شخص اپنی آنتوں کو کھینچتا ہوا چل رہا تھا اور یہ شخص وہی تھا جو اپنی اس لاٹھی سے حاجیوں کی چیزوں کو چرالیا کرتا تھا اس کے اس عمل کو کوئی دیکھ لیتا تو کہہ دیتا یہ چیز میری لاٹھی میں الجھ گئی ہوگی اور اگر (صاحب مال) غافل رہتا تو یہ مال لے جاتا۔حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس بلی والی عورت کو بھی (دوزخ میں) دیکھا کہ جس نے اپنی بلی کو باندھ رکھا تھا کہ نہ تو اسے کھانے کو دیتی اور نہ کھول دیتی کہ وہ حشرات الارض کو کھالیتی یہاں تک کہ بلی بھوک سے مرگئی۔پھر میرے سامنے جنت بھی لائی گئی اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ تم نے مجھے نماز میں آگے بڑھتے ہوئے دیکھا پھر میں اپنی جگہ کھڑا ہوگیا اور ہاتھ بڑھا کر چاہتا تھا کہ جنت کا کوئی پھل توڑ دوں تا کہ تم اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو مجھے مناسب معلوم نہ ہوا کہ ایسا کروں (کیونکہ اس سے ایمان بالغیب باقی نہیں رہتا)۔

(مذکورہ بالا مسلم کی روایت سے معلوم ہوا کہ کسی کی آزادی کو سلب کر لینا چاہے وہ جانور ہی کیوں نہ ہو اور کسی مال کو اڑا لینا دوزخ میں جلنے کا سبب ہے)۔

کسی کی کوئی چیز مذاقاً بھی لے لے تو واپس کر دینی چاہئے

24/4041۔سائب بن یزید اپنے والد کے واسطے سے حضور نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی (کوئی چیز مثلاً) لکڑی (وغیرہ) ہنسی مذاق کے طور پر بھی نہ لے جب کہ اس کے دل میں یہ نیت ہو کہ (موقع پا کر بچالوں گا) اگر (اتفاقاً) لکڑی (وغیرہ) لے لی ہو تو اس کو واپس کر دے۔

اس کی روایت ترمذی اور ابوداود نے کی ہے اور ابوداود کی روایت میں صرف لفظ جاداً تک ذکر ہے۔

مستعار چیز کے تلف ہونے میں لینے والے کا قصور نہ ہو تو تاوان عائد نہ ہوگا

25/4042۔سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی سے کوئی چیز (عاریتاً یا بطور غصب یا چرا کر) لے لی جائے تو لینے والے پر اس چیز کی ادائی تک واپسی کی ذمہ داری رہتی ہے۔

اس کی روایت ترمذی، ابوداود اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

26/4043۔اور دارقطنی اور بیہقی نے اپنی سُنن میں عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔وہ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا یعنی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امانت رکھنے والا شخص خائن نہ ہو تو (امانت رکھی ہوئی چیز کے تلف

ہوجانے پر) تاوان نہ ہوگا۔ اور (اس طرح) مستعار لینے والا اگر خائن نہ ہوتو (مستعار چیز کے تلف ہوجانے پر بھی) تاوان عائد نہ ہوگا۔

27/4044۔ اور ابن ماجہ نے اپنی سُنن میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص کسی کے پاس کوئی امانت رکھے (اگر وہ امانت تلف ہوجائے) تو امانت دار پر تاوان عائد نہ ہوگا۔

28/4045۔ اور عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا عاریتاً لی ہوئی چیز بہ منزلہ امانتاً کے ہے (تلف ہوجانے کی صورت میں) اس پر تاوان نہ ہوگا البتہ عاریتاً لینے والا زیادتی کرے (یعنی اگر وہ خیانت کر جائے تو تاوان عائد ہوگا)۔

29/4046۔ اور ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ (کسی چیز کو) عاریتاً لینے والے شخص پر (اس چیز کے تلف ہوجانے کی صورت میں) تاوان نہیں ہوگا۔

مستعار چیز پر تاوان عائد ہونے کی صورتیں

ف: واضح ہو کہ مستعار چیز کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے۔ ہمارے ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ مستعار لی ہوئی چیز بہ منزلۂ امانت کے ہے اگر وہ بغیر کسی زیادتی کے تلف ہوجائے تو مستعار لینے والے پر تاوان عائد نہ ہوگا۔ حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت حسن بصری، امام نخعی، امام شعبی، امام ثوری، حضرت عمر بن عبدالعزیز قاضی شریح، امام اوزاعی، امام ابن شبرمہ رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے اور قاضی شریح نے اسی قول پر کوفہ میں اسی (80) برس تک مقدمات کے فیصلے کیے ہیں۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ مستعار لی ہوئی چیز کے تلف ہوجانے پر مطلقاً تاوان عائد ہوگا خواہ مستعیر کی غفلت کو اس میں دخل ہو یا نہ ہو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے صدر کی حیثیت سے استدلال کیا ہے جو حضرت سَمُرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ، حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ، حضرت عطاء اور امام

اسحاق رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے لیکن قابل غور امر یہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سَمُرَہ کی حدیث سے جو استدلال کیا ہے حقیقت میں اس سے حنفی مسلک کی تائید ہوتی ہے اس لئے کہ حضرت سَمُرَہ کی حدیث سے مستعار چیز کی واپسی کا وجوب ثابت ہو رہا ہے نہ کہ تاوان کا لزوم! اس کے علاوہ نصِ قرآنی سے بھی مطلقاً امانت رکھی ہوئی چیز کے واپسی کا وجوب حاصل ہوتا ہے ارشاد ہو رہا ہے: " اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا"۔ (سورۂ نساء، پ:5، ع:8 آیت نمبر:58) اس طرح ثابت ہوا کہ امانت رکھی ہوئی چیز اگر تلف ہو جائے اور اس چیز کے تلف ہونے میں امانت دار کی غفلت کو دخل نہ ہو تو امانت دار پر تاوان عائد نہ ہوگا۔ یہ "عمدۃ القاری" سے ماخوذ ہے۔

مستعار لینے کا جواز

30/4047۔ قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ (ایک دفعہ) مدینہ منورہ میں اس خبر سے اضطراب پیدا ہو گیا کہ کفار کا لشکر کہیں قریب آ گیا ہے۔ (یہ سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا (سست رفتاری کی وجہ سے) جس کو مندوب کہا جاتا تھا عاریتاً لیا آپ اس پر سوار ہو کر (تنہا) نکل گئے اور (صورتِ حال دریافت فرما کر) واپس تشریف لائے اور فرمایا کہ خوف کی کوئی بات نہیں ہے اور (گھوڑے کی نسبت) فرمایا ہم نے تو اس کو (اب) کافی تیز رفتار پایا۔ اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی چیز کا مستعار لینا جائز ہے نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی سواری کی برکت سے سست رفتار گھوڑا آن کی آن میں تیز قدم ہو گیا۔ اور حضور ﷺ کا تنہا لشکر کی طرف چلا جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس قدر جری اور شجیع تھے۔

(12/135) بَابُ الشُّفْعَةِ

اس باب میں شفعہ کا بیان ہے

شفعہ کی تعریف اور پڑوسی کے لئے اس کا ثبوت

ف: شفعہ اس حق کو کہتے ہیں جو پڑوسی کو جائیداد غیر منقولہ جیسے مکان اور زمین وغیرہ کے بیچتے وقت حاصل ہوتا ہے۔ حق شفعہ یہ ہے کہ اس جائداد کی جو قیمت دوسرا خریدار دے رہا ہو وہی قیمت پڑوسی مالکِ جائداد کو دے کر اس چیز کو خود لے لے۔

واضح ہو کہ تمام ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ زمین میں کسی کا کوئی شریک ہو تو زمین کی تقسیم نہ ہونے تک شریک کے لئے حقِ شفعہ ثابت ہے۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ شریک کے نقصان نہ ہونے تک شریک کے لئے حقِ شفعہ ثابت ہے۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ شریک کے نقصان کا دفعیہ ہو جائے۔ اور شفعہ کا ثبوت زمین سے مخصوص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عموماً نقصانات زمینات کے معاملات میں ہوتے ہیں۔ اور اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ جانوروں، کپڑوں، اسباب اور منقولہ جائیداد میں حق شفعہ ثابت نہیں ہے اور جائیداد کی تقسیم کے بعد بھی شریک کے لئے نفس مبیع (یعنی فروخت شدنی جائیداد) میں شفعہ ثابت ہے اور اسی طرح شریک کے لئے حق المبیع جیسے پانی اور راستہ وغیرہ میں بھی شفعہ کا حق ثابت ہے البتہ حق شفعہ میں اختلاف ایسے پڑوسی کے لئے ہے جو جائیداد میں شریک نہ ہو۔ چنانچہ امام اوزاعی، امام لیث، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق، امام ابوثور ان تمام حضرات کے پاس ایسے شریک ہی کے لئے جائیداد میں حق شفعہ ثابت ہے جس کی تقسیم عمل میں نہ آئی ہو اور ان حضرات کے پاس پڑوسی کے لئے کوئی حق شفعہ ثابت نہیں۔ اس کے برخلاف حضرت ابراہیم نخعی، قاضی شریح، حضرت سفیان ثوری، امام عمرو بن حریث، امام حسن بن یحییٰ اور حضرت قتادہ، اور حسن بصری اور امام حماد بن سلیمان، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ یہ سارے حضرات کا یہ قول ہے کہ حق شفعہ اراضی، رہنے اور باغات میں شریک کے لئے ثابت ہے خواہ وہ جائیداد تقسیم ہو چکی ہو یا نہ ہو، اور اسی طرح حق شفعہ ایسے پڑوسی کے لئے بھی ثابت ہے جس کی جائیداد اس جائیداد سے متصل ہو۔ اس قول کی تائید اس باب میں آنے والی احادیث سے بخوبی ہوتی ہے۔ علامہ رویانی شافعی نے فرمایا ہے کہ ہمارے بعض اصحاب اس قول پر فتویٰ بھی دیتے ہیں۔

اور علامہ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب الاستذکار میں اسی قول کو اختیار فرمایا ہے کہ پڑوسی کے لئے بھی حق شفعہ

ثابت ہے اور اَبُو عُیَیْنَـہُ نے اپنی سند سے جس کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تک پہونچایا ہے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کو لکھا کہ پڑوسی کے لئے شفعہ کا فیصلہ دیا کرو چنانچہ وہ اس پر عمل کرتے اور مذہب حنفی بھی اسی طرح ہے۔ ماخوذ از: ''بنایہ، عمدۃ القاری اور بذل المجھود''۔

پڑوسی کا حق شفعہ

پہلی حدیث

1/4048۔ عمرو بن الشرید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ میری زمین میں نہ تو کوئی شریک ہے نہ حصہ دار بجز پڑوسی کے (کیا ایسی صورت میں پڑوسی کا کوئی حق ہے) (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (ہاں!) پڑوسی قربت اور (تمہاری زمین سے) متصل ہونے کی وجہ سے (شفعہ کا) حق دار ہے۔ اس کی روایت نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔ اور بخاری نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

2/4049۔ اور بزار اور دارقطنی کی روایت میں اسی طرح ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا کہ میری زمین میں نہ کوئی شریک ہے اور نہ حصہ دار بجز پڑوسی کے یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پڑوسی شفعہ میں زیادہ حق دار ہے خواہ وہ جیسا بھی ہو۔

دوسری حدیث

3/4050۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑوسی کے لئے شفعہ کے حق کا فیصلہ فرمایا ہے۔

اس کی روایت ابن ابی شیبہ اور طحاوی نے کی ہے۔

4/4051۔ اور ابوداود نے سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور وہ حضور ﷺ سے

روایت فرماتے ہیں کہ پڑوسی جس کا گھر بازو ہو اپنے پڑوسی کے گھر کا (شفعہ میں) زیادہ حق دار ہے۔اسی طرح زمین کا پڑوسی (بھی زمین کا حق دار ہے) اور ترمذی اور امام احمد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

5/4052۔اور طبرانی، ابن ابی شیبہ اور امام احمد کی ایک روایت میں اس طرح مروی ہے کہ گھر کے پڑوسی گھر کا شفعہ میں زیادہ حق دار ہے۔

پڑوسی یا شریک کا حق شفعہ

6/4053۔شرید بن سوید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ پڑوسی اور شریک شفعہ میں زیادہ حق دار ہے جب تک کہ وہ اس چیز کو خرید لے یا پھر چھوڑ دے (یعنی جائیداد جس قیمت پر فروخت کی جارہی ہو اور پڑوسی یا شریک اس جائیداد کو لینا چاہے تو اس قیمت پر اس کو لینے کا زیادہ حق دار ہے اگر یہ نہ لینا چاہیں تو اوروں کو فروخت کر سکتے ہیں)۔

اس کی روایت نسائی، ابن ماجہ اور طحاوی نے کی ہے۔

حق شفعہ کی قسمیں

7/4054۔حضرت شریح سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (نفس مبیع یعنی فروخت شدنی جائیداد میں) جو شریک ہو وہ (حق شفعہ میں) شفیع کے مقابلہ میں زیادہ حق دار ہے اور شفیع (یعنی وہ شخص جو حق مبیع یعنی پانی اور راستہ میں ہو) ہمسایہ کے مقابلے میں زیادہ حق دار ہے اور ہمسایہ (جو جائیداد سے متصل رہتا ہو وہ) دوسروں کے مقابلہ میں (جو متصل نہ ہوں) زیادہ حق دار ہے۔

اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور عبدالرزاق اور امام طحاویؒ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

8/4055۔ اور طحاوی کی ایک اور روایت میں قاضی شریح سے اسی طرح مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ شفعہ کی دو قسمیں ہیں ایک ہمسایہ کا حق شفعہ اور دوسرا شریک (جائیداد) کا حقِ شفعہ۔

پڑوسی اگر غائب ہو تو اس کا حق شفعہ باطل نہ ہوگا

9/4056۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پڑوسی اپنے شفعہ کا زیادہ حق دار ہے (شفعہ کے حق کی وجہ) اس کا انتظار کیا جائے گا اگرچہ کہ وہ غائب ہو، جبکہ دونوں کا راستہ (پانی یا آمد ورفت کا) ایک ہی ہو۔

اس کی روایت امام احمد، ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

ف: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پڑوسی معاملہ کے وقت موجود نہ ہو تو اس کا حق باقی رہے گا اور اس کو اس سلسلہ میں تین چیزوں کا حق ہے ایک یہ کہ وہ معاملہ کو کالعدم کرواسکتا ہے۔ دوسرے اس کو گواہوں کے طلب کرنے کا بھی حق ہے اور تیسرے اس کو دعوٰی کرنے کا بھی حق ہے۔ یہ عرف شذی میں مذکور ہے اور عنایہ میں لکھا ہے کہ پڑوسی معاملہ کے وقت اگر غائب ہو تو اس کے غائب ہونے سے اس کا حق شفعہ باطل نہ ہوگا۔

شفعہ غیر منقولہ جائیداد میں ہے اور منقولہ میں نہیں

10/4057۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شریک (یعنی ایسا شخص جو فروخت شدنی جائیداد جیسے زمین، مکان اور باغ وغیرہ میں جو غیر منقولہ ہوں حصہ دار ہو) شفعہ کا حق رکھتا ہے۔ اور حق شفعہ ہر چیز (یعنی غیر منقولہ جائیداد) میں ثابت ہے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

11/4058۔ اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ابن اَبِی مُلَیْکَہْ رحمۃ اللہ علیہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرسلاً روایت کی ہے اور یہ حدیث (اس طرح سند کے اعتبار سے) صحیح تر ہے۔

12/4059۔ اور امام طحاوی نے اس کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کی ہے انہوں نے (یہ بھی) فرمایا کہ حیوانات (اور اسی طرح کپڑے اور ساز و سامان جو منقولہ جائیداد ہیں ان) میں شفعہ نہیں۔

مشترکہ جائیداد میں شفعہ کے تعلق سے رسول اللہ ﷺ کا حکم

13/4060۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ شفعہ صرف ٹیلوں اور باغوں (اور گھروں یعنی غیر منقولہ جائیدادوں) میں ہے۔ اور بائع کو مناسب نہیں کہ وہ (شریک سے) اجازت لئے بغیر (اس جائیداد کو) فروخت کرے اگر وہ چاہے تو خرید لے گا یا چاہے تو چھوڑ دے گا۔ اس کی روایت بزّار نے اپنی مسند میں کی ہے۔

14/4061۔ اور مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ اگر بائع نے (جائیداد غیر منقولہ کو) اطلاع دیئے بغیر بیچ دی تو وہ (یعنی شریک) اس (جائیداد) کا زیادہ حق دار ہے۔

15/4062۔ اور بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہر ایسی (مشترکہ) جائیداد میں جس کی تقسیم نہ ہوئی ہو (شریک کے لئے) شفعہ کا حکم دیا ہے۔

پڑوسیوں کا ایک دوسرے سے رعایت رکھنا

16/4063۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک پڑوسی اپنے دوسرے پڑوسی کو (ضرورت پر) اس کی دیوار میں لکڑی (یا کڑی) نصب کرنے سے منع نہ کرے (بشرطیکہ اس سے اس کی دیوار کو نقصان کا اندیشہ نہ ہو امر مستحب ہے)۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

راستہ کے مسائل اور اس کے احکام

17/4064۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (کسی ایسی زمین پر) راستہ کے بارے میں تمہارا اختلاف ہو جائے (جس پر لوگوں کی آمد و رفت تھی اور مالکِ زمین اس پر عمارت بنانا چاہتا ہے تو) سات ہاتھ چوڑائی (بطور راستہ کے) چھوڑ دی جائے۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں سات ہاتھ راستہ چھوڑنے کے بارے میں جو ارشاد ہے وہ اس صورت میں ہے کہ جب کہ جدید راستہ قائم کیا جا رہا ہو اور اگر راستہ قدیم ہو تو وہ اپنی حالت پر قائم رہے گا اگرچیکہ اس کی چوڑائی سات ہاتھ سے زیادہ ہو اور زائد حصہ پر کسی کو تصرف کا حق حاصل نہ ہوگا۔ یہ بھی واضح ہو کہ سات ہاتھ راستہ چھوڑنا حد شرعی نہیں ہے بلکہ موقع محل، شہر، محلّہ اور حالات کے لحاظ سے راستہ کا اعتبار ہوگا چنانچہ ایسا کوچہ کہ صرف محلّہ کے لوگ اس میں آتے جاتے ہوں تو اس کی اپنی چوڑائی چاہیے جس میں محلّہ والوں کو حرج نہ ہو اور سقہ، حمّال، زنانی سواری اور جنازہ جانے کو تنگی نہ ہوئے یہ مضمون مشکل الآثار، مرقات، اشعۃ اللمعات، لمعات اور عرف شذی سے ماخوذ ہے۔

بغیر ضرورت غیر منقولہ جائیداد بیچنے کی وعید

18/4065۔سعید بن حُرَیث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں سے جس کسی نے گھر یا زمین (بغیر ضرورت) فروخت کی تو وہ اس بات کا سزاوار ہے کہ اس (زمین یا گھر بیچنے سے جو رقم حاصل ہو) اس میں اس کو برکت نہ دی جائے گی مگر یہ کہ وہ اس (رقم کو) اسی رقم کے کام (یعنی گھر یا زمین خریدنے) میں لگائے۔اس کی روایت ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین یا مکان کو بلا ضرورت فروخت کر کے حاصل شدہ رقم کو

منقولہ جائیداد کی خریدی میں صرف کرنا غیر مستحب ہے اس لئے کہ غیر منقولہ جائیداد کے فائدے منقولہ ساز وسامان کے مقابلہ میں زیادہ ہوتے ہیں اوران پر آفتیں بھی کم آتی ہیں کہ وہ چوری اور ڈاکہ سے محفوظ رہتے ہیں اس لئے مناسب یہ ہے کہ غیر منقولہ جائیداد کو نہ بیچا جائے اور اگر فروخت کرنا ضروری ہو تو حاصل شدہ رقم کو زمین یا گھر کی خریدی میں لگایا جائے۔ مرقات اوراشعۃ اللمعات۔

سایہ دار درخت کاٹنے کی وعید

19/4066۔ عبداللہ بن حبیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص بیری کے درخت کو کاٹے گا تو اللہ تعالیٰ سر کے بل اس کو دوزخ میں ڈالیں گے۔ اس کی روایت ابوداود نے کی ہے اور ابوداود نے کہا ہے کہ حدیث مختصر ہے (جس کی تفصیل اس طرح ہے یعنی) جو شخص جنگل میں کسی بیری کے ایسے درخت کو ناحق ظلم اور زیادتی سے کاٹے جس کے سایہ میں مسافر اور جانور پناہ لیتے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کو (اس ظلم وزیادتی کی سزا میں) سر کے بل دوزخ میں ڈالیں گے۔

ف: حدیث شریف میں بیری کے درخت کا ذکر اس لئے ہے کہ بیری کا سایہ اور درختوں کے مقابلہ زیادہ ٹھنڈا ہوتا ہے ورنہ ہر سایہ دار درخت کا یہی حکم ہوگا کہ ہر ایسا سایہ دار درخت جس کے سایہ سے انسان اور جانور فائدہ اٹھاتے ہوں اس کو نہ کاٹا جائے۔ مرقات۔

(13/136)بَابُ الْمُسَاقَاةِ وَالْمُزَارَعَةِ

درختوں اور کھیتوں میں بٹائی کا بیان

ف: مساقات یہ ہے کہ ایک شخص اپنے درختوں کو دوسرے کے حوالہ کردے تا کہ وہ ان کی پرورش کرے، جب پھل نکلیں تو اس کو بھی ایک حصہ ان پھلوں میں سے ملے۔ اور مزارعۃ یہ ہے کہ زمین ایک کی ہو وہ دوسرے کے حوالہ کردے وہ اس میں محنت کرے، ہل چلائے اور بیج بوئے اور جو کچھ پیدا ہو اس میں سے ایک حصہ زمین کا مالک لیوے اور ایک حصہ کاشتکار کو دیوے۔ اس زمانہ میں اس کو بٹائی کہتے ہیں۔

حضور ﷺ کا اہلِ خیبر سے بٹائی پر معاملہ

1/4067۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل خیبر سے اس بات پر معاملہ فرمایا کہ وہ پھل یا کھیتی کا آدھا حصہ دیا کریں۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

2/4068۔ اور طحاوی کی روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی اس طرح مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اہل خیبر سے اس بات پر معاملہ فرمایا کہ کھیتی کی پیداوار پر آدھاحصّہ دیا کریں۔

انصار اور مہاجرین میں بٹائی کا معاملہ

3/4069۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ انصار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارے اور ہمارے (مہاجرین) بھائیوں کے درمیان کھجور کے درخت تقسیم فرمادیجئے (یہ سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں یہ مناسب نہیں۔ انہوں (یعنی انصار) نے عرض کیا تو پھر آپ حضرات یعنی مہاجرین محنت میں ہمارا ساتھ دیں اور ہم آپ حضرات کو پھلوں میں شریک کریں گے تو انھوں نے عرض کیا ہم کو (آپ کا فیصلہ) منظور ہے۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

حضرت عمر کا اہل یمن سے بٹائی کا معاملہ

4/4070۔عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یَعلٰی بن منبہ کو یمن روانہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اہل یمن کو ارض بیضاء یعنی بنجر زمین اس شرط پر دیدیں کہ اگر بیل (یعنی کھیتی میں کام آنے والے جانور) اور بیج اور لوہا (یعنی کھیتی کے اوزار) حضرت عمر کی طرف سے ہوں تو حضرت عمر کو (پیداوار کی) دو تہائی اور اہل یمن کو ایک تہائی (پیداوار ملے گی) اور اگر بیل، بیج اور کھیتی کے اوزاران (اہل یمن) کی طرف سے ہوں تو حضرت عمر کو (یعنی حکومت کے بیت المال) کو (پیداوار کا) آدھا حصہ اور اہل یمن کو آدھا حصّہ ملے گا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یعنی یَعلٰی بن منبہ کو یہ بھی حکم دیا کہ وہ اہل یمن کو کھجور کے درخت اور انگور کے باغات بھی اس شرط پر دیں کہ حضرت عمرؓ کو (ثمرہ کا) دو تہائی حصہ اور اہلِ یمن کو ایک تہائی ملے گا۔

اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

کبار صحابہ اور کبار تابعین کا بٹائی کے ساتھ زراعت کرنا

5/4071۔قیس بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ ابوجعفر یعنی امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے مہاجرین میں سے یعنی ہر شخص پیداوار کی تہائی پر یا چوتھائی پر حسب معاہدہ پر زراعت کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت علیؓ حضرت سعد بن مالک، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر، حضرت عروہ بن الزبیر اور حضرت عمر اور حضرت علیؓ ان سب کے صاجزادے اور حضرت ابن سیرین (اسی طرح بٹائی پر) زراعت کیا کرتے تھے اور عبدالرحمٰن ابن الاسود نے کہا کہ میں عبدالرحمٰن بن یزید کے ساتھ زراعت میں شریک رہتا تھا اور

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے (بٹائی کا) معاملہ اس شرط پر کیا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیج ہوں تو حضرت عمر کو (پیداوار کا) آدھا حصہ ملے گا اور اگر بیج لوگوں کی طرف سے ہوں تو ان لوگوں کو (حسب معاہدہ تہائی یا چوتھائی) ملے گا۔

ف: درمختار میں لکھا ہے کہ بٹائی کی حسب ذیل تین صورتیں جائز ہیں:۔

(1) زمین اور بیج ایک کے ہوں اور جانور اور محنت دوسرے کی ہو۔

(2) زمین ایک کی اور جانور، بیج اور محنت دوسرے کی ہو۔

(3) یا محنت ایک کی اور زمین، بیج اور جانور دوسرے کے ہوں۔

مجہول بٹائی کے معاملہ سے ممانعت

6/4072۔ حَنْظَلَہ بن قیس حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، حضرت رافع نے کہا مجھے میرے دو چچاؤں نے خبر دی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اپنی زمین اس شرط پر دوسروں کو کرایہ پر دیتے تھے کہ پانی کی نالیوں پر جو چیز پیدا ہوگی (وہ مالک زمین کی ہوگی اور باقی پیداوار کرایہ پر لینے والے کی ہوگی) یا مالکِ زمین کسی قطعۂ زمین کو (بٹائی کے لئے) الگ کردے (اس طرح سے کہ زمین کے اس ٹکڑے پر جو پیداوار ہوگی وہ مالکِ زمین کی ہوگی اور فلاں ٹکڑے پر جو پیدا ہوگا وہ کرایہ دار کا ہوگا) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو ایسی بٹائی (کے معاملہ) سے منع فرمایا (اس وجہ سے کہ اس میں یہ اندیشہ ہے کہ ایک کی زمین میں پیداوار ہو اور دوسرے کے حصہ میں کچھ پیدا نہ ہو تو یہ مجہول معاملہ ہوا جو جھگڑے اور فساد کا موجب ہوسکتا ہے) راوی کہتے ہیں کہ میں حضرت رافع سے دریافت کیا کہ اگر بٹائی کا معاملہ دِرھم اور دینار کے بدلہ میں ہو تو کیا یہ درست ہے؟ تو حضرت رافع نے جواب دیا اس میں کوئی حرج نہیں تو جس معاملہ سے روکا گیا ہے وہ ایسا معاملہ ہے کہ حلال اور حرام میں تمیز رکھنے

والے اگر اس میں غور کریں تو خطرہ اور اندیشہ ہے (اور جس بٹائی میں خطرہ نہ ہو وہ جائز ہے)۔
اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

7/4073۔ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم (انصار) مدینہ منورہ میں زیادہ کھیتی کرتے تھے اور ہم میں سے بعض اپنی زمین کو کرایہ پر (اس شرط سے) دیا کرتے کہ زمین کے اس ٹکڑے کی پیداوار مجھے ملے گی اور اس ٹکڑے کی پیداوار تمہاری ہوگی اور اکثر ایسا ہوا کرتا کہ زمین کے ایک ٹکڑے میں کھیتی ہوتی اور دوسرے ٹکڑے میں نہ ہوتی (اس میں ایک شخص کو تو پورا مل جاتا اور دوسرے کو کچھ بھی نہیں ملتا اس خطرہ اور اندیشہ کے پیش نظر) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ایسے معاملہ سے) ان لوگوں کو منع فرمادیا۔
اس کی روایت بخاری اور مسلم نے بالاتفاق کی ہے۔

زمین کو کھیتی کے لئے بلا معاوضہ دینے کی فضیلت

8/4074۔عَمر و بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت طاؤس سے کہا کیا اچھا ہوتا کہ آپ مخابرہ یعنی بٹائی کے معاملہ کو چھوڑ دیتے کیونکہ اہل علم حضرات کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایسے معاملہ سے منع فرمایا ہے، تو (یہ سن کر) طاؤس نے عمرو بن دینار سے کہا میں لوگوں کو زمین (بٹائی پر) دیتا ہوں اور ان کی مدد کرتا ہوں اور (مدینہ کے) سب سے بڑے عالم یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے (بٹائی سے) نہیں منع فرمایا ہے لیکن یوں فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو (کھیتی کرنے کے لئے زمین بطور) عطیہ دے یہ بہتر ہے اس بات سے کہ وہ اس (زمین پر) مقرر کرکے کچھ معاوضہ لے۔اس

کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا ہے کہ مخابرہ یہ ہے کہ ایک چیز کے معاوضہ میں دوسری چیز لی جائے۔یعنی مالکِ زمین اپنی زمین کو کچھ نقدی لے کر کرایہ پر دے۔اس میں اندیشہ یہ ہے کہ اگر بارش نہ ہو یا کھیتی کسی وجہ سے خراب ہوجائے تو کرایہ دار کا سراسر نقصان ہوجاتا ہے اور یہ چیز بعض وقت جھگڑے اور فساد کا سبب بن جاتی ہے اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے معاملہ سے منع فرمایا ہے۔اس کے برخلاف بغیر معاوضہ کے اگر اپنے بھائی کو زمین دے دی جائے تو یہ احسان کی بات ہے اور بہتر ہے۔

جہاد چھوڑ کر صرف کھیتی باڑی میں مشغول ہوجانے کی وعید

9/4075۔ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ہل اور کھیتی کے آلات دیکھے تو کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ چیزیں جس کسی کے گھر میں داخل ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس گھر میں ذلّت داخل کردیتے ہیں۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس گھر میں ذلّت داخل کرتے ہیں جس گھر میں کھیتی کے آلات داخل ہوتے ہیں یعنی جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے اور کھیتی باڑی میں مشغول ہوجاتی ہے تو وہ ذلیل اور خوار ہوجاتے ہیں کہ حاکم ان کو محصول کے واسطے پکڑتا ہے اور ذلیل کرتا ہے۔حدیث شریف میں اس بات کا ارشاد ہے کہ مسلمان جہاد نہ چھوڑیں اور دنیا کمانے میں مشغول نہ ہوں ورنہ وہ ذلیل وخوار ہوں گے اور کافر غالب ہوجائیں گے جیسا کہ اس زمانے میں ہورہا ہے۔

صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ حدیث شریف میں زراعت کرنے کی جو وعید وارد ہے وہ ایسی قوم سے متعلق ہے جن کی سرحدیں دشمن سے قریب ہیں اور وہ صرف کھیتی باڑی میں مشغول رہتے ہیں اور جہاد کو چھوڑ دیا ہے اور اسی صورت میں دشمن ان پر غالب آجائے گا اور وہ ذلیل وخوار ہوں گے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وجہ سے بھی صرف زراعت میں مشغول ہوجانے کی وعید ارشاد فرمائی تاکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھیتی باڑی اور گھروں کی تعمیر میں مشغول ہوکر جہاد نہ چھوڑ بیٹھیں جس کے نتیجہ میں کفار غالب ہوجائیں اس سے بڑھ کر مسلمان کے لئے اور کیا ذلت ہوسکتی ہے، ورنہ زراعت تو مستحب ہے اس لئے کہ زراعت کرنے میں انسانوں کا نفع ہے۔

حضور ﷺ کے زمانے میں بٹائی کا ایک معاملہ

10/4076۔مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں چار حضرات نے (کھیتی میں) شرکت کی۔ان میں سے ایک نے کہا کہ بیج میرے ہوں گے دوسرے نے کہا کہ محنت میری ہوگی تیسرے نے کہا زمین میری طرف سے ہوگی اور چوتھے نے کہا کھیتی کے آلات میرے ہوں گے (اس طرح) سب نے زراعت شروع کی اور (کھیتی کے تیار ہونے پر اس کو) کاٹا پھر سب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (اور تمام تفصیل سنائی) تو آپ نے پیداوار کو بیج والے کو دیا اور محنت کرنے والے کے لئے اجرت مقرر فرمائی اور جس نے آلات دیئے تھے اس کے لئے روزآنہ ایک دِرھم مقرر فرمایا (چونکہ زمین غصب کی ہوئی تھی اس لئے) زمین والے کے حصہ کو باطل کردیا۔

اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے جس کی سند جیّد ہے اور حضرت مجاہدؒ نے اس کو مرسلاً روایت کیا ہے اور حضرت مجاہد کی مرسل روایتیں جمہور محدثین کے پاس مقبول ہیں۔

(14/137)بَابُ الْاِجَارَةِ

ف: اجارہ کے معنی لغت میں اجرت کے ہیں یعنی مزدور کو اجرت دے کر کام پر لگایا جائے اور شریعت میں اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی کام کے بدلہ میں کسی کو اس کے فائدہ کا مالک بنایا جائے۔ (مرقات 12)۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: " فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ".

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (پ:28،سورۂ طلاق، ع:1، آیت نمبر:6، میں) "اگر وہ (مطلقہ) عورتیں تمہارے کہنے سے (تمھارے بچہ کو) دودھ پلاویں تو ان کو (دودھ پلانے کا) معاوضہ دو۔"

وَقَوْلُهُ تَعَالٰى حِكَايَةً عَنْ شُعَيْبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ: " قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ".

اور اللہ تعالیٰ نے (پ:20،سورۂ قصص، ع:3، آیت نمبر:27، میں) حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف سے اس طرح حکایت فرمائی حضرت شعیب نے (حضرت موسیٰ علیہ السلام سے) "فرمایا میں چاہتا ہوں کہ میری ان دو بیٹیوں میں سے ایک کو تمہارے ساتھ بیاہ دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ برس میری نوکری کرو۔"

اجارہ کا حکم

1/4077۔ عبداللہ بن مُغَفَّل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ایسی) بٹائی (جس میں دھوکہ ہو) سے منع فرمایا ہے اور اجارہ کا حکم دیا ہے اور ارشاد فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

پچھنے لگانے والے کو اجرت دینے کا جواز

2/4078۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور حجّام کو اس کی اجرت دی اور پھر ناک میں دوا ڈالی۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

اجرت پر بکریاں چرانے کا جواز

3/4079۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو نبی بنا کر بھیجا ہے انھوں نے ضرور بکریاں چرائی ہیں، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کیا آپ نے بھی؟ (یارسول اللہ بکریاں چرائی ہیں) تو حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں! میں چند قیراط پر (بطور اُجرت) اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

انبیاء کرام کے بکریاں چرانے کی حکمتیں

ف: واضح ہو کہ بکریاں چرانے میں حکمت یہ ہے کہ نبی گلہ بانی سیکھیں جس سے سرداری کی تربیت حاصل ہو اور گلہ بانی کی مشقت سے صبر اور تحمل کی عادت ہو اس وجہ سے کہ سرداری کی حیثیت اپنی قوم کے ساتھ ایسی ہے جیسے چرواہے کی حیثیت بکریوں کے ساتھ۔انبیاء کے بکریاں چرانے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احسان کو سمجھیں کہ ہم کیا تھے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے کس اعلیٰ مرتبہ پر ہم کو پہنچایا۔

قرآن کے ذریعہ دم چھوکر کے اجرت لی جاسکتی ہے

4/4080۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت کا گزر ایک بستی پر ہوا ان میں ایک شخص تھا جس کو بچھو نے کاٹ لیا تھا یا سانپ نے ڈس لیا تھا بستی والوں میں سے ایک شخص صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس حاضر ہوکر عرض کیا کہ کیا تم میں کوئی دم چھوکرنے والا ہے؟ (اس لئے کہ) بستی میں ایک شخص بچھو کا کاٹا ہوا یا سانپ کا ڈسا ہوا ہے صحابہ میں سے ایک صحابی (بستی میں) گئے (اور وہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ تھے) انہوں نے بکریوں کے معاوضہ میں اس شخص پر سورۃ فاتحہ پڑھی وہ شخص اچھا ہوگیا اور وہ (یعنی ابو

سعید خدری رضی اللہ عنہ) بکریوں کو لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہونچے۔ انہوں نے ان کے اس کام کو ناپسند کیا اور کہا کہ تم نے اللہ کی کتاب پر اجرت لی ہے یہاں تک کہ وہ سب مدینہ منورہ پہونچے اور عرض کیا یا رسول اللہ! انہوں نے اللہ کی کتاب پر اجرت لی ہے! تو (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہترین اجرت تمہارے لئے وہ ہے جس کو تم اللہ کی کتاب پر لیا کرو (اس لئے کہ تم نے یہ اجرت بطور عبادت نہیں لی ہے بلکہ دوا اور علاج کے بدلہ میں لی ہے)۔

اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

5/4081۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) تم نے (بطور علاج جو اجرت لی ہے) وہ اچھا کیا (بکریوں کو) تم آپس میں بانٹ لو اور میرا بھی حصّہ مقرر کرو۔

کیا تعلیم قرآن پر کوئی تحفہ قبول کیا جاسکتا ہے:

6/4082۔ اور ابو داود اور ابن ماجہ نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے عرض کیا رسول اللہ (ﷺ) کہ ایک شخص نے مجھے ایک کمان ھدیۃً دیا اور میں اس کو کتاب اور قرآن سکھا تا تھا اور کمان تو مال نہیں ہے (کہ بطور اُجرت ایسی چیز کو قرآن پڑھا کر قبول نہ کریں جبکہ وہ ھدیۃً دی گئی ہے) اور میں اس (کمان) سے اللہ کے راستہ میں تیر اندازی کروں گا (یہ سن کر) حضورﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم چاہتے ہو کہ آگ کا ایک طوق تمہیں پہنایا جائے تو اس (کمان) کو قبول کرو۔

قرآن کو بطور منتر استعمال کرنا اور اس پر اجرت لینے کا جواز:

7/4083۔ اور امام احمد اور ابو داود کی ایک روایت میں خارجہ بن صَلت رحمہ اللہ اپنے چچا

سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے (اپنے وطن کو) روانہ ہوئے (راستہ میں) ہمارا گزر عرب کے ایک قبیلہ پر ہوا، اس قوم نے ہم سے کہا ہم کو یہ معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے بڑی بھلائی لے کر آرہے ہو! کیا تمہارے پاس کوئی دوا یا دم چھو کا عمل ہے اس لئے کہ ہمارے پاس ایک مجنون شخص بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے ہم نے کہا ہاں (ہمارے پاس ایسا عمل ہے) تو وہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے شخص کو لائے تو میں اس شخص پر تین دن صبح اور شام سورہ فاتحہ پڑھتا رہا اس طرح کہ میں اپنا تھوک (پڑھنے کے دوران منہ میں) جمع کر لیتا اور اس پر تھوک دیتا راوی کہتے ہیں کہ (اس کا اثر یہ ہوا کہ) وہ بیڑیوں سے رہا ہو گیا (اور اس کا پاگل پن جاتا رہا) ان لوگوں نے مجھے (دم چھو کے بدلہ میں) کچھ اجرت دی۔ میں نے کہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کئے بغیر یہ اجرت نہیں لوں گا (حضور ﷺ سے دریافت پر آپ ﷺ نے فرمایا یہ اجرت) تم کھالو! لوگ تو باطل منتروں کی اجرت کھا لیتے ہیں اور تم حق منتر کی اجرت کھا رہے ہو (اس لئے کہ یہ اجرت بطور علاج کے لئے لی جا رہی ہے اور یہ جائز ہے)۔

تعلیم قرآن پر اجرت لی جاسکتی ہے

ف: صدر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو حدیث مروی ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ''ان احق ما اخذتم علیه اجرا کتاب الله'' (بہترین اجرت تمہاری وہ ہے جس کو تم اللہ کی کتاب پر لیا کرو) قاضی نے کہا ہے کہ اس ارشاد نبوی سے قرآن کے ذریعہ دم چھو کر کے اجرت لینے کا جواز ملتا ہے اور اسی طرح تعلیم قرآن پر بھی اجرت لینے کا جواز معلوم ہوتا ہے لیکن ایک جماعت نے تعلیمِ قرآن پر اجرت لینے کو حرام قرار دیا ہے۔ اور یہ امام زہری، امام ابوحنیفہ اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے اور ان حضرات نے حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اور شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں قرآن کے ذریعہ اور اللہ کے نام سے دم چھو کرنے اور اس پر اجرت لینے کے جواز کی دلیل ہے اور جن

حضرات نے قرآن شریف کی خرید و فروخت اور اس کی کتابت پر اجرت دی ہے اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں چنانچہ حضرت حسن بصری، حضرت شعبی اور حضرت عکرمۃ کا قول یہی ہے اور حضرت سفیان، امام مالک، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے شاگردوں نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ یہ مرقات میں مذکور ہے۔

اور بذل المجھود میں کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں قرآن سے دم چھو پر اور علاج کر کے اجرت لینے کے جواز پر ایک بڑی دلیل ہے جب کہ امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہم اللہ یہ چاروں ائمہ کرام اس کے قائل ہیں اور اسی وجہ سے جمہور نے اسی حدیث کی روشنی میں تعلیم قرآن پر اجرت کو جائز قرار دیا ہے البتہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم قرآن پر اجرت کو حرام قرار دیا ہے جیسا کہ ابن رسلان نے کہا ہے۔ البتہ متاخرین احناف نے بَرّ بناء ضرورت تعلیم قرآن پر اجرت لینے کی اجازت دی ہے۔ بذل المجھود کی عبادت یہاں ختم ہوئی۔

اور ردالمحتار میں ھدایہ کے حوالہ سے کہا ہے کہ ہمارے بعض ائمہ فقہ نے اس زمانہ میں تعلیم قرآن پر اجرت کو درست قرار دیا ہے اس لئے کہ امور دین میں انحطاط آ چکا ہے اور عوام میں رغبت نہیں ہے ایسے حالات میں اگر تعلیم قرآن پر اجرت لینے کی اجازت نہ دی جائے تو معلمین، قرآن کی تعلیم چھوڑ دیں گے اور قرآن کا حفظ کروانا بھی رہ جائے گا اس لئے متأخرین نے تعلیم قرآن کی اجرت کے جواز پر فتویٰ دیا ہے۔

ایصال وثواب کے لئے اجرت پر قرآن پڑھوانا جائز نہیں: اور تاج الشریعۃ نے ھدایہ کی شرح میں کہا ہے کہ قرآن کو اجرت کے ساتھ میت کے ایصال ثواب کے لئے پڑھوایا جائے تو ثواب نہ پڑھنے والے کو ملے گا اور نہ میت کو اور علامہ عینی نے شرح ھدایہ میں کہا ہے کہ دنیوی اغراض کے لئے قرآن پڑھنے والے کو اس بات سے روک دینا چاہئیے کہ وہ قرآن کو ذریعہ معاش بنائے اس لئے کہ قرآن پر اجرت دینے والا اور لینے والا دونوں گنہگار ہیں، خلاصۂ بحث یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں قرآن کے پاروں کو اجرت سے پڑھنے کا جو رواج ہو گیا ہے وہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ ایک شخص تلاوتِ قرآن کا حکم دیتا ہے اور پڑھنے والا معاوضہ پر تلاوتِ قرآن کا ثواب اس شخص کو دیتا ہے تو جب پڑھنے والے کو نیت کے درست نہ ہونے پر ثواب نہیں ملتا ہے تو اجرت دینے والے کو ثواب کس طرح ملے گا؟ اور اگر اجرت نہ ہو تو اس زمانہ میں ایک شخص دوسرے کے لئے قرآن نہیں پڑھے گا! بلکہ لوگوں نے قرآن عظیم کو کمائی کا اور دنیا کے جمع کرنے کا ذریعہ بنا لیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون! اور علامہ شیخ خیرالدین رملی نے مجر کے حاشیہ میں کتاب الوقف میں کہا کہ قول مفتی یہ رہے کہ تعلیمِ قرآن پر اجرت لی جاسکتی ہے نہ کہ مجرّد قرآتِ قرآن پر یعنی صرف تلاوت قرآن پر تاتار خانیہ میں جس کی صراحت موجود ہے۔ اس لئے کہ اس قسم کی اجرت باطل ہے جو بدعت ہے جس کو خلفائے راشدین

میں سے کسی نے نہیں کیا۔اور تعلیم قرآن پر اجرت کا جو جواز ہے وہ ضرورت کی وجہ سے ہے اور قبر پر اجرت دے کر قرآن پڑھوانا ضروری نہیں ہے۔اور زیلعی نے بھی صراحت کی ہے کہ اگر تعلیم قرآن کے لئے اجرت جائز نہ قرار دی جائے تو قرآن کی تعلیم ہی بند ہو جائے گی اسی ضرورت کے پیش نظر تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا گیا اور اس کو مناسب سمجھا گیا۔اس لئے تعلیمِ قرآن اور مجرد تلاوت قرآن کے فرق کو سمجھنا چاہیے۔(ماخوذ از ردالمحتار)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اجرت پر کام کرنا

8/4084۔عتبہ بن المنذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے،حضور صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ نے طٰسٓمٓ (یعنی سورۂ قصص) کی تلاوت فرمائی یہاں تک کہ جب آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصّہ تک پہونچے تو ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ نے آٹھ یا دس برس (تک حضرت شعیب علیہ السلام کی) بطور اجرت خدمت کی تا کہ اپنی شرمگاہ کی حفاظت ہو اور کھانا کھائیں۔اس کی روایت امام احمد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

بکریاں چرانا مہر مقرر ہوسکتا ہے

ف: اس حدیث شریف میں روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (حضرت شعیب علیہ السلام کی) اجرت پر خدمت کی۔یعنی حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی کا مہر بکریاں چرانا مقرر فرمایا تھا جیسا کہ مشہور ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اپنی کتاب میں بغیر انکار کے فرمایا ہے۔تو اس صورت میں ہماری شریعت میں بھی یہ صورت جائز ہوگی اگر کوئی بکریاں چرانا مہر مقرر کریں تو نکاح درست ہوگا کیونکہ علم الاصول کا یہ مسلمہ جزویہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یا اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سابقہ شریعتوں کے واقعات کو بغیر انکار کے بیان فرمائیں تو وہ احکام بھی ہمارے شریعت میں نافذ رہیں گے البتہ بکریاں چرانے کے علاوہ منکوحہ کی کوئی اور خدمت بطور مہر مقرر کی جائے تو ایسا مہر جائز نہیں ہوگا ہاں منکوحہ کے علاوہ کسی اور شخص کی خدمت مہر میں طے کی جائے تو ایسی شرط مہر ہو سکتی ہے۔چنانچہ صاحب ھدایہ نے باب المہر میں لکھا ہے اگر کوئی آزاد مرد کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ مہر میں اس کی

ایک سال تک خدمت کرے گا یا اس کو قرآن پڑھائے گا تو اس صورت میں نکاح جائز ہوگا لیکن اس کو مہر مثل ادا کرنا پڑے گا۔(ماخوذ از تفسیرات احمدیہ)

مزدور کی مزدوری نہ دینے پر اللہ تعالیٰ کا عتاب

9/4085۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ میں قیامت کے دن ان سے جھگڑوں گا۔(1) ایک وہ شخص جس نے (کسی معاملہ میں) میرے نام سے عہد کیا (میری قسم کھائی اور میرے نام سے امان دیا) اور اس کو توڑ دیا (2) دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچ دیا اور اس کی قیمت کھالی اور (3) تیسرا وہ شخص جس نے کسی مزدور کو کام پر لگایا اور اس سے پورا کام لیا اور پھر اس کی مزدوری نہیں دی۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

مزدور کو اس کی اجرت پسینہ خشک ہونے سے پہلے دی جائے

10/4086۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مزدور کو اس کی مزدوری اس کے پسینہ خشک ہونے سے قبل دے دیا کرو۔س کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

سائل اگر سوار بھی ہو تو اس کو رد نہیں کرنا چاہیے

11/4087۔حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر (سوار ہوکر) آئے۔اس

کی روایت امام احمد اور ابوداود نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے واضح ہوتا ہے کہ سائل سے بدگمانی مناسب نہیں اور اس کو جھٹلانا نہیں چاہیے۔ اس کی ظاہری حالت سے اس کو نامراد نہیں لوٹانا چاہیے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ تو سوار ہے لیکن اس کا کنبہ بڑا ہے یا قرض کے بوجھ سے وہ بوجھل ہے۔ (مرقات۔12)۔

(15/138)بَابُ اِحْيَاءِ الْمَوَاتِ وَالشِّرْبِ

(اس باب میں ویران زمین کوآباد کرنے اور(کھیتوں اورمویشی کے لئے)پانی کی باری مقرر کرنے کا بیان ہے)

ف:واضح ہو کہ موات ایسی زمین کو کہتے ہیں جس کا کوئی مالک نہ ہو جیسا کہ قاموس میں لکھا ہے اور نہایہ میں لکھا ہے کہ موات وہ زمین ہے جس میں نہ بویا گیا ہو اور نہ اس کو آباد کیا گیا ہو اور نہ وہ کسی کے قبضہ میں آئی اور ایسی زمین کو زندہ کرنا یہ ہے کہ اس کو آباد کرے۔اور شِرب کہتے ہیں پانی کے حصہ کو اور شریعت کی اصطلاح میں کہتے ہیں پانی لینے کی باری کو جو کھیتوں اور چوپایوں کے لئے مقرر ہوتی ہے۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ:" وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ ، كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ".

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:(سورۂ قمر،پ:27،ع:2،آیت نمبر:28،میں)اور ان کو جتادو کہ ان میں(اور اونٹنی میں)پانی بانٹ دیا گیا ہے تو ہر ایک فریق اپنی اپنی باری پر(پانی پینے کے لئے)حاضر ہوا کرے۔

ف:واضح ہو کہ آیت صدر میں جس اونٹنی کا ذکر ہے وہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ہے اور حضرت صالح کو قوم ثمود کی ہدایت کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا تھا اور اونٹنی کے لئے اور دوسرا دن جانوروں کے لئے مقرر کیا گیا۔

وَقَوْلُهٗ تعالىٰ : " لَهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ".

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے(سورۂ شعراء،پ:19،ع:8،آیت نمبر:155،میں)(حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا یہ اونٹنی پانی پینے کا ایک معجزہ ہے اس لئے پانی پیتے کے لئے)ایک دن کی اس کی اور دوسرا دن مقرر کیا جاتا ہے تمہارے(مویشیوں کے)پانی کے لیے۔

افتادہ زمین کو حاکم کی اجازت کے بغیر اپنے لیے مختص کرنا ممنوع ہے

1/4088۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی ایسی زمین کو آباد کرے جس کا کوئی مالک نہ ہو تو وہ اس زمین کا(امام یا خلیفۂ وقت کی جازت سے مالک ہونے)کا زیادہ حق دار

ہوگا۔حضرت عروہ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہُ نے اپنی خلافت میں اسی کے مطابق فیصلہ دیا۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

2/4089۔اور طبرانی نے اپنی معجم کبیر اور اوسط میں معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی اسی چیز کا مالک ہوگا (جس کے مالک ہونے پر) حاکم خوش ہو(یعنی حاکم نے اس کی اجازت دی ہو)

3/4090۔اور بخاری کی ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح مروی ہے کہ صَعْب بن جَثّامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ (کسی شخص کو اپنے مویشیوں کے چارہ اور پانی کے لئے کسی زمین کو مختص کر لینے کا حق نہیں ہے ہاں) اللہ اور اس کے رسول (جہاد کے گھوڑوں یا بیت المال کے مویشی یا مسلمانوں کے مصالح عامہ کے لئے) زمین کو مختص کر سکتے ہیں۔(زمانہ جاہلیت میں قبیلوں کے سردار بعض سرسبز اور شاداب زمینوں کو اپنے اغراض کے لئے مخت رضی اللہ عنہ کر لیا کرتے تھے جس سے دوسرے منفعت حاصل نہیں کر سکتے تھے،حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو منع فرمادیا۔)

کمزور کے حقوق کی حفاظت مقاصد نبوت میں ہے

4/4091۔طاؤسِ (یمانی) رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو کسی بنجر زمین کو آباد کرے وہ (حاکم کی اجازت سے) اس کی ملک ہوگی اور بنجر زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے پھر وہ میری طرف سے تمہاری ہے(اس سے بھی معلوم ہوتا ہے افتادہ زمین کو آباد کرنے اور اس کے مالک بننے کے لئے حاکم کی اجازت ضروری ہے)۔اس کی روایت امام شافعی نے کی ہے۔

5/4092۔اور شرح السنہ میں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ کو مدینہ منوّرہ میں چند گھر دے دیئے اور وہ انصار کی آبادی میں ان کے مکانوں اور کھجور کے باغات کے درمیان تھے تو بنو عبد بن زہرہ نے کہا کہ ابن ام عبد یعنی ابن مسعود کو ہم سے دور رکھو تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کس لئے نبی بنا کر بھیجا ہے؟ (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ اس قوم کو پاک نہیں کرتے جس سے کمزور کا حق نہیں لیا جاتا ہو۔

بنجر زمین اگر غیر مملوکہ ہو تو وہ کس طرح ملکیت میں آسکتی ہے

6/4093۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو (کسی بنجر اور غیر مملوکہ) زمین کو محصور کرلے (تاکہ اس کو آباد کرے) تو وہ اس کی ملکیت ہو جائے گی۔ اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

مستعار زمین پر تعمیر کرنے یا درخت اگانے کے مسائل

7/4094۔ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے کھجور کے چند درخت ایک انصاری کے باغ میں تھے اور ان انصاری کے ساتھ ان کے بیوی بچّے بھی (اسی باغ میں) رہا کرتے تھے۔ سمرہ اس (باغ) میں آیا کرتے تو ان انصاری کو (سمرہ کے آنے جانے سے) تکلیف ہوا کرتی تھی۔ انصاری نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر (اپنی تکلیف) بیان کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمرہ کو اپنے پاس بلایا تاکہ وہ (کھجور کے درختوں کو) انصاری کے ہاتھ بیچ دیں۔ سمرہ نے (حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمُ کی اس تجویز کو) قبول نہ کیا۔ تو حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمُ نے ان سے چاہا کہ وہ ان درختوں کے بدلہ میں دوسری جگہ کے درختوں کو لے لیں۔ سمرہ نے اس (دوسری تجویز) کو بھی قبول نہ کیا۔

(اس پر) حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ان درختوں کو ان انصاری کو ھبہ کر دیں اور تم کو (اس بخشش کے بدلہ میں بہت سے فوائد حاصل ہوں گے) اور حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نے اس کے لئے بے حد ترغیب دی (اس تجویز کو بھی) انہوں نے نہ مانا تو حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ے (سمرہ سے فرمایا تو تم مؤذی ہو (کہ عاریتی زمین پر درخت لگا کر دوسروں کو تکلیف دینا چاہتے ہو اور کسی تجویز کو تم نہیں مانتے) پھر حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نے ان انصاری سے فرمایا: جاؤ! ان کے کھجور کے درختوں کو کاٹ دو۔ اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں حضور ﷺ نے ان انصاری کو سمرہ رضی اللہ عنہ کے کھجور کے درخت کاٹنے کا حکم اس لئے دیا کہ سمرہ کے وہاں آنے جانے سے ان انصاری کو تکلیف پہونچ رہی تھی جبکہ ان انصاری نے حضرت سمرہ کو زمین عاریۃً دی تھی۔ یہ مرقات میں مذکور ہے اور ھدایہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی زمین عاریۃً لے تا کہ اس میں مکان بنائے یا درخت اگائے تو جائز ہے اور مالکِ زمین کو یہ حق حاصل ہے کہ کسی وقت بھی اپنی ضرورت پر اپنی عاریۃً کو اٹھا لے سکتا ہے اور عاریۃً لینے والے کی تعمیر کو توڑ سکتا ہے اور درخت ہوں تو کاٹ سکتا ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تینوں تجویزوں کو قبول نہ کیا۔ اس بارے میں صاحب مرقات اور صاحب اشعۃ اللمعات نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تینوں تجویزیں بطور سفارش تھیں بطور لزوم اور حکماً نہ تھیں ورنہ حضرت سمرہ جیسے جلیل القدر صحابی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو ٹال نہیں سکتے تھے۔

حاکم کونسی زمین بطور جاگیر دے سکتا ہے

8/4095۔ ابیض بن حمال مأربی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ وفد بن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور انہوں نے شہر مأرب (جو یمن کا ایک شہر ہے) کی ایک نمک کی کان بطور جاگیر لکھ دینے کی درخواست کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بطور جاگیر (نمک کی کان) لکھدی۔ جب واپس ہونے لگے تو ایک شخص نے عرض کیا یارسول

اللہ آپ نے ان کو ایک تیار پانی کی کان دے دی ہے تو (یہ سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (دی ہوئی وہ جاگیر) ان سے واپس لے لی۔ راوی کا بیان ہے کہ ابیض بن حمال نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ پیلو کی کونسی زمین گھیر لی جاسکتی ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسی زمین گھیر لی جاسکتی ہے جس تک اونٹ نہ پہونچتے ہوں (یعنی آبادی سے بہت دور ہو اور بستی کے جانور وہاں چرنے کے لئے نہ جاتے ہوں)۔ اس کی روایت ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

حاکم کو جاگیر دینے کا اختیار ہے

ف(1): اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ حضورﷺ نے ابیض بن حمال رضی اللہ عنہ کو نمک کی کان بطور جاگیر دے دی۔ اس حدیث اور اس باب کی اور حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے بعد آنے والے خلفاء کو اس بات کا حق ہے کہ وہ کانوں کو بطور جاگیر کسی کو دے سکتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ بعض بنجر زمینوں کو جو کسی کی مِلک نہ ہوں بعض اشخاص سے مختص کر دیا جائے خواہ وہ کسی چیز کی کان ہو یا زمین ہو مگر شرط یہ ہے کہ وہ ایسی زمین یا کان نہ ہو جو پہلے سے کسی سے مختص ہو اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔ یہ نیل الاوطار سے ماخوذ ہے۔

اگر مصلحتِ عامہ کی چیز ہو تو دی ہوئی جاگیر واپس لی جاسکتی ہے

ف(2): اس حدیث شریف میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابیض کو دی ہوئی جاگیر واپس لے لی اس کی وجہ یہ ہے کہ حاکم ایسی چیز کو بطور جاگیر کسی کو نہیں دے سکتا جس سے مسلمانوں کی ضرورتیں متعلق ہوں جیسے نمک کی کان یا کنویں یہ عام ضرورت کی چیزیں کہ جن میں سب کا برابر کا حق ہے۔ یہ تکملۂ بحر رائق میں مذکور ہے اس لئے اگر حاکم لاعلمی سے ایسی چیز کسی کو بطور جاگیر دے دے تو وہ واپس بھی لے سکتا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابیض کی جاگیر واپس لے لی اور مرقات میں لکھا ہے کہ حاکم ایسی کانوں کو بطور جاگیر کسی کو دے سکتا ہے جن سے معدنی اشیاء کے حاصل کرنے میں بڑی محنت اور مشقت درکار ہو جیسے پٹرول، فیروزہ اور ابرک وغیرہ۔ اس کے برخلاف ایسی کانیں جس میں محنت ضروری نہیں جیسے گھاس کے رمنے اور وادیوں کا پانی وغیرہ تو ایسی

چیزیں بطور جا گیر دینے کا حاکم کو اختیار نہیں اس لئے کہ عامتہ الناس اس کے استفادہ میں شریک ہیں اور کسی حاکم نے کسی کو ایسی چیز بطور جا گیر دیدی اور اس کو علم ہوا کہ وہ مصالح عامہ کی چیز ہے تو وہ اپنے حکم کو منسوخ کر دے اور دی ہوئی جا گیر کو واپس لے لے۔

نخلستان کو بطور جا گیر دینے کا ایک واقعہ

9/4096۔ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجور کے چند درخت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بطور جا گیر دے دیئے اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

10/4097۔ اور بخاری نے "کِتَابُ الْخُمُسْ" کے آخر میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہ کی حدیث اس طرح روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بنوالنضیر کی ایک زمین بطور جا گیر دے دی (اور یہ زمین انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالہ کی تھی)۔

زمین کے اقسام اور اس کے مسائل

ف: بدائع میں لکھا ہے کہ زمین کی دو قسمیں ہیں۔(1) مملوکہ زمین (2) غیر مملوکہ زمین جو مباح ہے یعنی اس کا استفادہ سب کر سکتے ہیں۔مملوکہ زمین کی بھی دو قسمیں ہیں۔(1) آباد زمین (2) بنجر زمین۔اس طرح غیر مملوکہ مباح زمین کی بھی دو قسمیں ہیں (1) ایسی مباح زمین جو اطراف شہر میں ہو جس سے اہل شہر کے حقوق متعلق ہوں جیسے گھاس کے رمنے اور جنگل وغیرہ (2) ایسی مباح زمین جو شہر سے دور ہو اور بنجر ہو۔

ایسی زمین جو آباد اور مملوکہ ہو اس پر بغیر مالک کی اجازت تصرف جائز نہیں، اور موات یعنی آباد زمین ایسی زمین ہے جو بنجر ہو اور خارج شہر ہو، کسی کی ملک بھی نہ ہو اور کسی کا اس زمین پر کوئی خاص حق بھی متعلق نہ ہو یعنی حاکم نے کسی کو استفادہ کے لئے نہ دیا ہو واضح ہو کہ اندرون شہر کسی زمین کو بنجر زمین نہیں کہا جائے گا اور اسی طرح خارج شہر بھی اس زمین کو بنجر نہیں کہا جائے گا جس سے مصالح عامہ متعلق ہوں۔

حاکم ایسی زمین کو جو بنجر ہو اور خارج شہر ہو اور اس سے مصالح عامہ متعلق بھی نہ ہوں وہ کسی کو بطور جاگیر دے سکتا ہے اور جس کو اس قسم کی زمین بطور جاگیر دی گئی اور اگر وہ شخص تین (3) سال تک اس کو ویسے ہی بنجر رکھے اور آباد نہ کرے تو حاکم کو حق ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص کو بطور جاگیر دیدے۔

زمین کو بطور جاگیر دینے کا ایک واقعہ

11/4098۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو (ایک بنجر زمین) بطور جاگیر دینے کا حکم دیا جس قدر زمین پر ان کا گھوڑا دوڑ لگائے۔تو حضرت زبیرؓ نے اپنے گھوڑے کو دوڑایا یہاں تک کہ وہ ٹھہر گیا پھر انہوں نے اپنا کوڑا پھینکا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کو اس مقام تک زمین دیدو جہاں تک ان کا کوڑا پہونچا ہے۔اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

12/4099۔علقمہ بن وائل رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان کو حضرموت (یمن کا ایک شہر) میں ایک زمین بطور جاگیر دے دی۔حضرت وائل نے کہا کہ رسول ﷺ نے میرے ساتھ حضرت معاویہ کو بھیجا اور ان سے فرمایا کہ ان کو زمین (ناپ کر) دے دو۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ضرورت سے زائد پانی کو نہیں روکنا چاہیے

13/4100۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بچے ہوئے پانی کو (جو تمہاری ضرورت سے زائد ہو) مت روکو اس سے تم زائد گھاس (اگنے سے) روکنے کا سبب بنوگے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے کی ہے۔

ف: حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ بچے ہوئے پانی کو مت روکو! اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس زائد پانی ہے تو ایسا شخص اس پانی کو دوسروں کے پینے کے لئے یا کسی کے جانوروں کو پلانے کے لئے نہ روکے۔

وہ تین آدمی جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ بات کریں گے نہ ان کو دیکھیں گے

14/4101۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کریں گے اور نہ ان کی طرف دیکھیں گے۔(1) ایک وہ شخص جو کسی سامان پر قسم کھائے کہ جو قیمت اس کو دی گئی ہے اس سے زیادہ دی جاتی (تو اس کے لئے بہتر تھا) حالانکہ وہ جھوٹا ہے۔(2) دوسرے وہ شخص جو نماز عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائے تاکہ وہ (قسم کھاکر) کسی مسلمان شخص کا مال قسم کے ذریعہ لے لے (حالانکہ عصر کے بعد دن اور رات کے فرشتے پہرہ بدلنے کے لئے ملتے ہیں اور اس شخص نے اس فضیلت والے وقت کا بھی لحاظ نہیں کیا) اور (3) تیسرے وہ شخص جو (اپنی) ضرورت سے زائد پانی کو (لوگوں سے روکتا ہے) تو اللہ تعالیٰ (روز قیامت) اس سے فرمائیں گے آج کے دن میں تجھ کو اپنے فضل سے روکتا ہوں جیسا کہ تو نے (اپنی ضرورت سے) زائد پانی کو روکا تھا (حالانکہ اس پانی کو) تیرے ہاتھوں نے نہیں نکالا تھا۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

پانی، گھاس اور آگ میں شرکت کا بیان

15/4102۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں (کہ ہر ایک کو ان سے مفت

فائدہ حاصل کرنا درست ہے) پانی، گھاس اور آگ۔اس کی روایت ابو داود اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ حدیث شریف میں پانی، گھاس اور آگ میں شرکت کی جو اجازت ہے اس کی تفصیل یہ ہے۔

(1) پانی سے مراد وہ پانی ہے جو دریا یا چشموں میں کا ہو اور جو بہتا ہو تو ایسے پانی کو کسی مسلمان کے پینے یا جانوروں کو پلانے سے روکنا حرام ہے۔البتہ اگر کوئی شخص ایسے پانی کو اپنے برتن میں محفوظ کرلے تو ایسے پانی کا بیچنا جائز ہے۔

(2) گھاس سے مراد ایسی گھاس ہے جو غیر مملوکہ زمین میں خودرو اُگی ہو اور اگر ایسی گھاس کو بھی کسی نے کاٹ کر محفوظ کرلیا تو وہ اس کی مِلک ہوگی اور وہ اس کو بیچ سکتا ہے۔

(3) آگ میں شرکت کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کسی نے آگ روشن کی تو ہر ایک کو اس بات کا حق ہے کہ اس سے سینکے اور کپڑوں کو سکھائے البتہ انگار لینا چاہے تو آگ سلگانے والے سے اجازت لینا ضروری ہے۔یہ مضمون فتح القدیر، قدوری اور مرقات سے ماخوذ ہے۔

پانی، آگ اور نمک دینے کی فضیلت

16/4103۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ کونسی چیزیں ہیں جن کا منع کرنا جائز نہیں ہے۔تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (وہ چیزیں یہ ہیں) پانی، نمک اور آگ۔ام المومنین کہتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پانی (کی ضرورت اور اہمیت) کیا ہے؟ (یہ سن کر) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے حمیراء! (یہ ام المومنین بی بی عائشہ کا لقب ہے) (آگ دینے کی فضیلت میں تمہیں بتاؤں کہ) جو کسی کو آگ دیوے تو (اس کا ثواب اتنا بڑا ہے کہ) گویا اس نے ان ساری چیزوں کو خیرات کردیا جن کو اس آگ نے پکایا ہے۔اور جس شخص نے

نمک دیا تو گویا اس نے ان تمام چیزوں کو خیرات کردیا جس نمک کی وجہ سے ان چیزوں میں خوبی یعنی لذّت پیدا ہوئی۔ اور (اب پانی پلانے کی فضیلت بھی سن لو) جس نے کسی مسلمان کو ایک مرتبہ ایسی جگہ پانی پلایا جہاں پانی (آسانی سے) مل جاتا ہے تو (اس کا اتنا بڑا ثواب ہے کہ) گویا اس نے ایک غلام آزاد کردیا اور جس نے کسی مسلمان کو ایک مرتبہ ایسی جگہ پانی پلایا جہاں پانی نہیں ملتا ہے تو گویا اس نے اس کو زندگی بخشی۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے)۔

جو شخص کسی مباح چیز پر پہلے قبضہ کرلے تو وہ اس کا مالک ہوجائے گا

17/4104۔ اسمر بن مضرس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی چشمہ پر سب سے پہلے پہونچ کر قبضہ کرلے اس طرح کہ اس سے پہلے کوئی اور مسلم نہیں پہونچ سکا تو وہ اس کا مالک ہوجائے گا۔ (اس کی روایت ابوداود نے کی ہے)

ف: اس حدیثِ شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ پانی یا کوئی اور مباح چیز جیسے گھاس، لکڑی وغیرہ پر جو کوئی پہلے قبضہ کرلے تو وہ اس کی ملکیت ہوجاتی ہے۔ (مرقات)

مدینہ منورہ کی ایک نہر سے زمین کو سیراب کرنے کا ایک واقعہ

18/4105۔ عُروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر اور ایک انصاری کے درمیان (جو منافق تھا) حَرّہ نامی پہاڑی زمین سے نکلنے والی ایک نہر کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ (یہ نہر حضرت زبیر کی زمین سے گزرتی ہوئی اس منافق کی زمین میں داخل ہوتی تھی) (جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں یہ قضیہ پیش ہوا تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حضرت زبیر سے) فرمایا اے زبیر! تم (پہلے اپنی زمین کو) سیراب کرلو، پھر اپنے

پڑوسی کے لئے پانی چھوڑ دو۔ (یہ سن کر) اس انصاری نے کہا کہ آپ نے یہ بات اس لئے فرمائی ہے کہ وہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔اس پر رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ انور متغیر ہوا اور فرمایا اے زبیر تم (اپنی زمین کو) سیراب کرلو اور پانی روک رکھو یہاں تک کہ اس کی سطح منڈیر تک پہونچ جائے (اس لئے کہ یہ تمہارا حق ہے اس سے تم پورا فائدہ حاصل کرو) پھر پانی کو اپنے پڑوسی کے لئے چھوڑ دو۔اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر کو حکم صریحی کے ساتھ ان کا پورا حق دلوایا جبکہ اس (منافق) انصاری نے آپ کو غضبناک کر دیا اور اس سے پہلے آپ نے ان دونوں کو ایک ایسی بات کا حکم دیا تھا جس میں دونوں کے لئے سہولت تھی (لیکن جب منافق نے ناشکری اور گستاخی کی تو آپ نے شفقت کا لحاظ نہ فرما کر انصاف کا فیصلہ دیا) اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ تکملہ بحرائق میں لکھا ہے کہ اگر نہر دواشخاص کی زمینوں میں سے گزر رہی ہو اور نہر کا رقبہ ان میں مشترک ہو تو دونوں باری باری سے نہر کے پانی سے اپنی اپنی زمینوں کو سیراب کریں اور اگر نہر اس طرح گزرتی ہو کہ جب تک ایک زمین کی سیرابی کو بند نہ کیا جائے تو دوسری زمین کی سیرابی ممکن نہیں تو ایسی صورت میں بالائی زمین کی سیرابی پہلے کی جائے اور بعد میں زیرین زمین کی سیرابی کی جائے اور بالائی زمین والوں کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ وہ زیرین زمین والوں سے پانی کو روکیں۔

نہروں، چشموں اور نالوں کے پانی کے استعمال میں لوگ برابر کے شریک ہیں

19/4106۔عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہما اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا (عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (بنی قریظہ کی) مَھزوانامی وادی کی نہر کے بارے میں یہ فیصلہ دیا کہ (اس نہر کے پانی کو بالائی علاقہ والا اپنی زمین کو اس طرح سیراب کرے کہ وہ) پانی کو روک رکھے یہاں تک کہ (پانی کی سطح) ٹخنوں برابر ہو جائے پھر بالائی علاقہ والا پانی کو زیرین علاقہ والے کیلئے چھوڑ دے (اور اگر نشیب میں اور بھی

زمینات ہوں تو ہر ایک ٹخنوں برابر پانی روک کر اپنے بعد والے کیلئے چھوڑ دے) اس حدیث کی روایت ابوداود اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اس لئے مختلف زمین والوں میں صلح کا یہی طریقہ ہے کہ ہر علاقہ والا چشموں، نہروں اور نالوں کے پانی کو باہمی سمجھوتہ سے استعمال کرے کیونکہ اس قسم کے پانی سے استفادہ میں لوگ برابر کے شریک ہیں جیسا کہ **تَعْلِیْق مُمَجَّدْ** میں مذکور ہے)۔

(16/139)بَابُ الْعَطَايَا

اس باب میں عطایا یعنی وقف، ہبہ اورامراءاور سلاطین کے مسائل کا بیان ہے

ف: وقف یہ ہے کہ کسی جائیداد کو محفوظ کر دیا جائے اور واقف کے منشاء کے مطابق اس کی آمدنی یا پیداوار کو خرچ کیا جاتا رہے۔اوراس امر میں سارے ائمہ کرام کا اتفاق ہے کہ واقف اپنی زندگی بھر موقوفہ جائیداد کی آمدنی کو خیر کے کاموں میں خرچ کرے مثلاً کسی نے اپنی زمین یا اپنا گھر وقف کیا تو گھر کا کرایہ اور زمین کی پیداوار کو خیرات کرنا لازم ہےاور یہ چیز بمنزلۂ نذر کے ہےاوراس بارے میں بھی سارے ائمہ کرام کا اتفاق ہے کہ اگر قاضی فیصلہ دیدے تو واقف کی ملکیت سے موقوفہ جائیداد نکل جاتی ہے یعنی وہ جائیداد واقف کی ملکیت نہیں رہے گی یا پھر واقف یہ کہدے کہ اگر میں مرجاؤں تو میں اپنے گھر یا زمین کواس شرط پر وقف کر رہا ہوں یا یوں وقف میری موت کے بعد بھی جاری رہے گا یعنی واقف یہ کہدے کہ جائیداد میری زندگی میں وقف ہےاور میری وفات کے بعد صدقہ ہے۔موقوفہ چیزوں میں زمانہ کے حالات کے لحاظ سے قرآن، کتابیں، برتن، کپڑے، تعمیری اوزار، جانور، ڈولہ، مقبرہ، کنواں وغیرہ شامل ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنی جائیداد کو قرابتداروں، فقراء نمازی اور مسافروں پر خرچ کرنے کے لئے وقف کرنا

1/4107۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک زمین (مال غنیمت میں) خیبر کے مقام پر ملی (جس میں کھجور کے درخت تھے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیے یا رسول اللہ! مجھے خیبر کے مقام پر ایک ایسی زمین ملی ہے کہ اس سے بہتر مال (یعنی زمین) مجھے اب تک نہیں ملا (کہ اس میں عمدہ کھجور کے درخت ہیں) حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اس بارے میں مجھے کیا حکم دیتے ہیں! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم چاہو تو اس کی اصل زمین کو وقف کردو اور (اس کی پیداوار) کو خیرات کیا کرو،تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اس کی پیداوار) کو خیرات کردیا اس شرط پر کہ اس کی اصل زمین نہ بیچی جائے، نہ ھبہ کی جائے اور نہ وارث میں تقسیم ہو، (حضرت عمر رضی

اللہ عنہ نے)(اس کی پیداوار) بطور خیرات کے مخصوص کر دیا۔فقراءِ (مدینہ اور اہل صفہ میں) اور (اپنے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) قرابت داروں میں اور غلاموں کے آزاد کرنے میں اور اللہ کی راہ میں (یعنی نمازیوں اور حاجیوں میں) اور مسافروں کے لئے اور مہمانوں کے لئے اور جو اس (زمین) کا متوّلی ہوگا اس پر کوئی گناہ نہیں کہ اگر وہ دستور کے مطابق کھائے (یعنی اپنے کھانے اور کپڑے پر اعتدال کے ساتھ احکام شریعت کے مطابق خرچ کرے) اور اپنے (گھر والوں کو بھی) کھلائے۔مگر یہ کہ (اس زمین کی آمدنی میں سے) اپنے لئے جمع نہ کرے۔حضرت ابن سیرین نے فرمایا کہ (اس کا مقصد یہ تھا کہ) وہ (متولی) اس زمین پر روپیہ جوڑنے کی نیت سے تصرف نہ کرے۔اس کی روایت مسلم اور بخاری نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف:واضح ہو کہ اس حدیث شریف سے کئی فوائد معلوم ہوتے ہیں:

(1) یہ کہ موقوفہ جائیداد نہ تو بیچی جاسکتی ہے، نہ اس کا ہبہ درست ہے اور نہ وارثین میں تقسیم ہوسکتی ہے۔البتہ واقف کی شرائط کے مطابق اس سے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے اور واقف یا متولی بھی اپنی ذات پر احکام شریعت کے مطابق خرچ کرسکتا ہے۔

(2) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خیبر غلبہ سے فتح ہوا اور اس کو بطور مال غنیمت غازیوں میں تقسیم کیا گیا۔

(3) اس حدیث سے صلہ رحمی کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی اس جائیداد کو فقراءِ مدینہ کے علاوہ اپنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابتداروں پر وقف کیا۔

(4) اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشورہ فرمایا اسی طرح اہل فضیلت اور اصحاب خیر سے اپنے کاموں میں مشورہ لینا چاہئے۔یہ فوائد مرقات سے ماخوذ ہیں۔

عمری یعنی کسی کو بطور عطیہ گھر دینے کا بیان اور اس کی صورتیں

2/4108۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا عمری جائز ہے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف:واضح ہو کہ عمری یہ ہے کہ کوئی اپنا گھر کسی کو یہ کہہ کر دے دے کہ یہ گھر میں نے تجھے عمر بھر کے لئے دے دیا۔اورعمری کی تین صورتیں ہیں(1) یہ کہ کوئی یوں کہے میں نے تجھے اپنا گھر عمر بھر کے لئے دیا اور جب مر جائے تو وہ تیرے وارثوں کا ہے یہ عمری بغیر اختلاف کے صحیح اور مثل ہبہ کے ہے اس صورت میں جس کو گھر دیا گیا اس کی وفات کے بعد اس کے وارثوں کا ہوگا اگر وارث نہ ہوں تو بیت المال میں داخل ہوگا۔اور عمری کرنے والے کو پھر نہ ملے گا۔(2) عمری کی دوسری صورت یہ ہے کہ عمری کرنے والا صرف یوں کہے کہ میں نے اپنا گھر تجھے عمر بھر کے لئے دیا۔اس صورت میں اختلاف ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اس کا حکم بھی پہلی صورت کی طرح ہوگا۔(3) عمری کی تیسری صورت یہ ہے کہ عمری کرنے والا یوں کہے کہ میں تجھے اپنا گھر عمر بھر کے لئے دیا اور جب تو مر جائے تو گھر پھر میرا ہوگا یا میرے وارثوں کا۔اس معاملہ کے صحیح ہونے میں ائمہ کا اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ معاملہ بھی درست ہے اور اس کا حکم بھی پہلی صورت کا حکم ہے اور شروط فاسدہ لغو ہیں ان کا اعتبار نہیں ہوگا۔(یہ مضمون عمدۃ القاری سے ماخوذ ہے)

جس کو عمری دیا جائے اس کی اولاد اس کی وارث ہوگی

3/4109۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عمری میراث ہے اس شخص کی اولاد کے لئے جس کو عمری دیا گیا ہو۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

عمری دینے والے کو جائیداد واپس نہیں ملے گی

4/4110۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی شخص کو اور اس کی اولاد کو عمری دیا گیا تو جس شخص کو عمری دیا گیا ہو وہ اس کا مالک ہو جائے گا اور یہ عمری دینے والے کی طرف نہیں لوٹے گا اس لئے کہ اس نے ایسا (عطیہ) دیا ہے جس میں وراثت واقع ہو جاتی ہے۔اس کی روایت مسلم اور بخاری نے متفقہ طور پر کی ہے۔

عمری دینے سے پہلے خوب غور کرلیا جائے

5/4111۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنی جائیداد کو اپنی حفاظت میں رکھا کرو اور اس کو خراب نہ کرو اس لئے کہ جس نے کسی کو عمری دیدیا تو وہ اس کا مالک ہوگا زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی اور وہ (جائیداد) اس کے وارثوں ہی کی ہوگی۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عمری ھبہ کی صحیح صورت ہے اور جس کو عمری دیا جائے گا وہ شخص اسی کا مالک ہوگا اور دینے والے کو واپس نہیں ملے گا اس لئے عمری دینے سے پہلے خوب غور کرلیا جائے مناسب سمجھیں تو عمری دیں ورنہ پھر اپنے لئے ہی روک رکھیں اور اس کی حفاظت کریں۔ (مرقات)۔

رُقبی کی تعریف اور احکام

6/4112۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نہ رقبی دو اور نہ عمری دو اس لئے کہ جس شخص کو رقبی یا عمری دیا جائے۔ (اس کے مرنے کے بعد) اس کے ورثاء کا ہو جائے گا۔ اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ رقبی یہ ہے کہ کوئی دوسرے شخص سے یوں کہے کہ میں نے یہ مکان تجھے اس شرط پر دیا کہ اگر پہلے میں مرجاؤں تو یہ مکان تیرا ہے اور اگر تو پہلے مرجائے تو مکان میں لوں گا۔ مگر عمری کی طرح رقبی کا بھی یہی حکم ہے کہ کوئی کسی کو مشروط طور پر گھر دیدے تو دینے والے کی ملکیت سے گھر نکل جاتا ہے۔ اس لئے اس حدیث شریف میں منع فرمایا جارہا ہے کہ اس طرح مشروط پر کسی کو گھر نہ دیں اور اگر دیدیں تو وہ ھبہ کی طرح لینے والے کی ملکیت ہو جائے گا۔ (مرقات)

رقبی اور عمری جس کو دیا جائے وہ ہمیشہ کے لئے اس کا مالک ہو جائے گا

7/4113۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت

فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عمری جائز ہے ان کے لئے جن کو عمری دیا گیا ہے اور (اسی طرح) رقبی (بھی) جائز ہے ان کے لئے جن کو رقبی دیا گیا۔ اس کی روایت امام احمد ترمذی اور ابوداود نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ عمری اور رقبی ھبہ کی طرح ہے اور جس طرح ھبہ فاسد شرائط سے باطل نہیں ہوتا اسی طرح عمری اور رقبی بھی شرائط لگانے پر باطل نہیں ہوتے اور جس کو یہ دیئے جائیں وہ ہمیشہ کے لئے اس کے مالک ہو جائیں گے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء اس کے مالک بن جائیں گے۔

(17/140)بَابٌ

اس باب میں "بَابُ الْعَطَايَا" کے متعلقہ امور کا بیان ہے

کسی کو پھول دیا جائے تو رد نہیں کرنا چاہئے

1/4114۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کسی شخص کو کوئی خوشبودار پھول دیا جائے تو وہ اس کو رد نہ کرے (بلکہ اس کو قبول کرے) کیونکہ وہ سبک بار اور اچھی بو والی چیز ہے۔(یعنی ہلکا احسان ہے خوشبودار پھول کوئی بڑا احسان نہیں کہ اس کا عوض دینا کچھ مشکل ہو یا پھر اسکا عوض نہ دینے سے گلہ یا شکوہ کا بھی موقع نہیں تو ایسی چیز کو کیوں رد کرے)۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

خوشبو کو رد نہ کرنا چاہیے

2/4115۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو کو رد نہیں فرماتے تھے۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

تین چیزیں قابل رد نہیں

3/4116۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو رد نہ کیا جائے تکیہ، تیل، اور دودھ۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ دھن سے مراد خوشبو ہے۔

پھول کو رد نہیں کرنا چاہیے

4/4117۔ابو عثمان دی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم میں سے کسی کو خوشبو دار پھول دیا جائے تو وہ اس کو رد نہ کرے کیونکہ وہ جنت سے نکلا ہے (یعنی اس کی اصل یعنی خوشبو جنت سے نکلی ہے)۔(اس کی روایت ترمذی نے مرسلاً کی ہے)

ھبہ کو قبضہ سے پہلے واپس لینا درست ہے

5/4118۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ھبہ دینے والا شخص اپنے ھبہ (کو واپس لینے) کا زیادہ مستحق ہے جب تک کہ وہ ھبہ دی ہوئی چیز کو (ھبہ لینے والے کے) قبضہ میں (پوری طور پر) نہ دیدے۔

اس کی روایت ابن ماجہ، دار قطنی اور ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

6/4119۔اور طبرانی نے اس کی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کی ہے۔

7/4120۔اور حاکم نے اس کی روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مستدرک میں اسی طرح کی ہے۔

اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شروط کے مطابق صحیح ہے اگر چہ کہ ان دونوں حضرات نے اس کی تخریج نہیں کی ہے اور علامہ عبدالحق نے الاحکام میں کہا ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث صحیح اور مرفوع ہے اور اس کی راوی ثقہ ہیں اور ابن حزم نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

8/4121۔اور بخاری کی ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے ھبہ کو لوٹانے والا کتے کی طرح ہے کہ جو اپنی قے کو خود چاٹ لیتا ہے۔ہمارے لئے بری مثال کی نقل کرنا درست نہیں۔

اجنبی کو دیا ہوا ھبہ قبضہ کے بعد بھی واپس لیا جاسکتا ہے

ف: واضح ہو کہ اگر کوئی شخص کسی اجنبی کو کوئی چیز بطور ھبہ دیدے تو احناف کے پاس قبضہ کے بعد بھی رجوع درست ہے اگر چیکہ رجوع مکروہ تحریمی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ رجوع مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ نہایہ میں مذکور ہے۔

محرم رشتہ دار کا ھبہ قابل رجوع نہیں

9/4122۔ سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر ھبہ ایسے قرابت والے کو دیا گیا ہو جو محرم ہیں (یعنی اصول اور فروع میں ہیں) تو ایسا ھبہ رجوع نہیں کیا جاسکتا۔

اس کی روایت حاکم نے مستدرک کے کتاب البیوع میں کی ہے اور دار قطنی اور بیہقی نے اپنی اپنی سنن میں کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے حالانکہ بخاری اور مسلم نے اس کی روایت نہیں کی ہے۔

ھبہ کی مختلف صورتیں اور ان کے احکام

ف: واضح ہو کہ ھدایہ میں لکھا ہے کہ ھبہ کی کئی صورتیں ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

ھبہ یا تو مقبوضہ ہوگا یعنی جس کو ھبہ دیا گیا ہو وہ اس پر قابض ہو یا غیر مقبوضہ ہوگا۔ اگر ھبہ غیر مقبوضہ ہو تو ھبہ دینے والا اپنے ھبہ کو واپس لے سکتا ہے اور یہ عمل درست ہے اس لئے کہ غیر مقبوض ھبہ پر لینے والی کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی، چنانچہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ قبضہ کے بغیر ھبہ جائز نہیں البتہ صدقہ میں قبضہ شرط نہیں یعنی اگر کسی کو بطور صدقہ کوئی چیز دی جائے اور لینے والا اس پر قابض نہیں ہوا تو بھی صدقہ واپس نہیں لیا جاسکتا۔ اور اگر ھبہ مقبوضہ ہو تو ایسے ھبہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ھبہ محرم رشتہ دار کو دیا گیا ہو جیسے باپ، دادا یا بیٹا پوتا تو اس صورت میں ھبہ کو واپس نہیں لیا جاسکتا اس لئے کہ ھبہ سے صلہ رحمی مقصود ہے اور وہ حاصل ہوگئی۔ اور اسی طرح شوہر بیوی میں کوئی ایک کسی کو کوئی چیز ھبہ دے تو ایسی چیز کو بھی واپس لینا درست نہیں جیسا کہ صدر کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

اور اگر ھبہ مقبوضہ ایسے شخص کے پاس ہو جو اجنبی ہو یا غیر محرم قرابت دار جیسے چچا کی اولاد ہو یا رضائی بھائی ہو تو

ایسے ھبہ کی دوصورتیں ہیں۔ایک صورت تو یہ ہے کہ ان کو کوئی چیز بطور خیرات کے دی گئی جیسے کسی محتاج کو دی جاتی ہے جس کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہوتی ہے تو ایسے ھبہ کو بھی واپس نہیں لیا جاسکتا۔اوراگر ھبہ کو بطور خیرات نہیں دیا گیا تو ایسے ھبہ کو واپس لیا جاسکتا ہے البتہ ھبہ لینے والے نے ھبہ کے بدلہ کوئی اور چیز اپنی طرف سے ھبہ دینے والے کو دیدی تو ایسا ھبہ واپس نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح حسبِ ذیل صورتوں میں ھبہ واپس نہیں ہوسکتا۔

(1) ھبہ لینے والے نے ھبہ میں اضافہ کردیا جیسے ھبہ دی ہوئی زمین میں درخت لگادیئے یا اس پر تعمیر کردی۔

(2) ھبہ لینے والے نے ھبہ کو بیچ دیا یا دوسرے کو ھبہ کردیا تو چونکہ اس صورت میں ھبہ کی ہوئی چیز اس کی ملکیت سے نکل جاتی ہے اس لئے واپسی کا کوئی سوال نہیں۔

(3) یا ھبہ کی ہوئی چیز تلف ہوجائے یا ھبہ دینے والا یا ھبہ لینے والا دونوں میں سے کوئی ایک مرجائے تو اس صورت میں بھی ھبہ کی واپسی ممکن نہیں۔

اسی طرح باپ اپنے بیٹے کو کوئی چیز ھبہ کردے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایسا ھبہ بھی کسی صورت میں لائق رجوع نہیں ہے۔یہ مضمون ھدایہ،تعلیق مجد اور رحمۃ سے ماخوذ ہے۔

قرابت دار اور غیر قرابت دار کو ھبہ دینے کا حکم

10/4123۔ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اپنے قرابت دار کو کوئی چیز بطور ھبہ دے تو اس کو اس ھبہ کے واپس لینے کا حق نہیں اور جو کوئی کسی چیز کو کسی غیر قرابت دار کو بطور ھبہ کوئی چیز دے تو وہ اس کو (قبضہ سے پہلے) واپس لے سکتا ہے مگر یہ کہ ھبہ لینے والا اس پر قابض ہوجائے۔(تو ھبہ قبضہ کے بعد واپس نہیں ہوسکتا)

عطیہ میں لڑکے اور لڑکیاں برابر کے شریک ہیں

11/4124۔شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نعمان

بن بشیر رضی اللہ عنہ سے ہمارے اس منبر (یعنی جامع مسجد کوفہ کے منبر) پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم اپنی اولاد میں اپنے عطایا کو برابر دو جس طرح تم چاہتے ہو کہ وہ بھلائی اور نیکی میں ایک دوسرے کے برابر رہیں۔ اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

ف: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی اولاد کو بطور عطیہ کچھ دے تو لڑکے اور لڑکیوں میں برابری کا خیال رکھے۔ اسی وجہ سے رحمۃ الامۃ میں لکھا ہے کہ اولاد میں بعض کو بطور ھبہ تخصیص کرنا بالاتفاق مکروہ ہے اگر کسی نے ھبہ میں اپنی بعض اولاد کو تخصیص کیا یعنی زیادہ دیا تو تین ائمہ کے ہاں رجوع درست نہیں البتہ امام احمد فرماتے ہیں کہ رجوع درست ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ عطیہ میں وراثت کی طرح لڑکوں اور لڑکیوں کا کوئی حصہ مقرر نہیں بلکہ سب کو برابر دینا چاہیئے۔ یہ تعلیق مجد اور مرقات سے ماخوذ ہے۔

لڑکوں اور لڑکیوں میں ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دینے کا بیان

12/4125۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب موجود تھے۔ ان صاحب کا ایک بیٹا آیا تو انہوں نے اس کو پیار کیا اور اپنی ران پر بٹھالیا پھر ان ہی صاحب کی ایک بیٹی بھی آئی تو انہوں نے اس کو اپنے بازو بٹھالیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے ان دونوں میں کیوں انصاف نہیں کیا۔ اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

ف: امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ بیٹوں اور بیٹیوں میں انصاف اور برابری کا معاملہ رکھنا چاہئے جیسا کہ عطیہ میں لڑکیوں اور لڑکوں میں مساوات قائم کرنے کا اوپر کی حدیثوں میں ذکر ہے اس وجہ سے ایک دوسرے پر ترجیح نہیں دینی چاہئے۔

دوسری حدیث

13/4126۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی بیوی (عمرۃ

بنت رواحہ) نے (اپنے شوہر سے) کہا کہ آپ میرے بیٹے کو اپنا غلام (بطور عطیہ) دیدیں اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے لئے گواہ بھی بنائیے (یہ سن کر) بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا فلاں کی بیٹی (یعنی عمرۃ بنت رواحہ میری بیوی) نے مجھ سے درخواست کیا ہے کہ میں اس کے بیٹے کو اپنا غلام بطور عطیہ دے دی اور یہ بھی کہا ہے کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا اس لڑکے کے اور بھائیاں ہیں تو بشیر بن سعد نے جواب دیا ہاں ! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر دریافت فرمایا کیا تم نے اس لڑکے کی طرح سب کو ایسا ہی عطیہ دیا ہے تو انہوں نے جواب دیا نہیں ! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ بات مناسب نہیں اور میں حق پر ہی گواہ ہوتا ہوں۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

14/4127۔اور مسلم کی ایک اور روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ تم میرے سوا کسی اور کو گواہ بناؤ۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ عطیہ اور ھبہ میں اپنی اولاد میں یکسانیت قائم رکھنا چاہئے اور کس کو کسی پر ترجیح دیں تو یہ مکروہ ہے حرام نہیں ہے اور ھبہ درست ہوگا ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ سے یہ نہ فرماتے کہ کسی دوسرے کو اس معاملہ میں تم گواہ بنالو۔ شرح مسلم۔

ھدیہ کا بدلہ دینا درست ہے

15/4128۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھدیہ قبول فرماتے تھے اور (جواب میں اس ھدیہ کا) بدلہ بھی دیتے تھے۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: صاحبِ توضیح نے کہا ہے کے ھدیہ کا بدلہ دینا واجب نہیں ہے البتہ ھدیہ کا بدلہ دیا جائے تو درست ہے۔

استطاعت ہو تو ھدیہ کا بدلہ دیں

16/4129۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کو اگر عطیہ دیا جائے اور اس میں بدلہ دینے کی سکت ہے تو اس کو (عطیہ کا) بدلہ دے دینا چاہئے اور اگر اس میں استطاعت نہیں ہے تو (دینے والے کی) تعریف کرنی چاہئے اس لئے کہ جس نے (اپنے محسن کی) تعریف کی تو اس نے اس کا شکریہ ادا کردیا اور جس نے (کسی کے احسان کو) چھپائے رکھا تو اس نے کفرانِ نعمت کیا اور اگر کسی کو کچھ نہیں ملا (اس کے باوجود اس نے ظاہر کیا کہ) اسے ملا ہے تو اس نے گویا جھوٹ کے دو کپڑے پہن لیے یعنی دکھاوے سے کام لیا اور دو جھوٹ کہے۔ اس کی روایت ترمذی اور ابوداود نے کی ہے۔

رِیاء اور دکھاوے کی مذمت

ف: حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ " وَمَنْ تَحَلَّى بِمَا لَمْ يُعْطَهُ كَانَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُورٍ "(جو شخص کسی چیز کے نہ ملنے پر یہ ظاہر کرے کہ وہ چیز مل گئی تو وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے جھوٹ کے دو کپڑے پہن لیے) اس سے مراد وہ شخص ہے جو زاہدین اور صالحین کا لباس پہنے اور حقیقت میں ایسا نہ ہو۔ عرب میں شرفاء کا لباس یہ ہوتا کہ وہ دو کپڑے پہنتے تھے اور لوگ ان کی باتوں پر اعتماد کرتے اور معاشرہ میں وہ باوقار اور قابل احترام سمجھے جاتے تھے۔ بعض جھوٹے لوگ لباس میں شرفا کی نقل کرتے اور خود کو قابل احترام ظاہر کرنے کے لئے اپنی آستین میں ایک زائد آستین جوڑ دیتے تا کہ یہ معلوم ہو کہ انہوں نے دو کپڑے پہنے ہیں اور ان کا بھی شمار شرفاء میں ہے اس طرح لوگ ان کی باتوں اور جھوٹی گواہی پر اعتماد کرتے۔ حدیث شریف میں ایسی ریاکاری اور دکھاوے کی مذمت کی ہے اور اس سے روکا گیا ہے۔ (لمعات اور مرقات)۔

احسان پر جزاک اللہ خیرا کہنے کی فضیلت

17/4130۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص پر احسان کیا جائے اور وہ احسان کرنے والے کو

یوں کہے:"" جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْراً" (اللہ تجھے اس کا بہتر بدلہ دے) تو اس نے اس کی تعریف کا حق ادا کردیا (کیونکہ اس نے اس بات کا اعتراف کرلیا کہ وہ بدلہ دینے سے قاصر ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا) کہ وہ اس کو اس سے اچھا بدلہ دے۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

لوگوں کا شکرادا کرنا اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنا ہے

18/4131۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا ہے کہ جس شخص نے لوگوں کا شکریہ ادا نہ کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کا بھی شکرادا نہ کیا۔اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

ف:واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی قدردانی اور شکرادا کرنے کا حکم دیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے پہونچانے میں واسطہ ہیں تو جس نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل نہ کی تو اس نے اللہ عزوجل کا شکرادا نہ کیا۔(حاشیہ مشکوٰۃ)۔

محسن کے لئے دعا اور اس کی تعریف کرنے سے جس پر احسان ہوا ہے اس کو بھی ثواب ملے گا

19/4132۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو مہاجرین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کئے اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے (ان انصار کی طرح) کسی قوم کو نہیں دیکھا کہ ان میں جو مالدار ہیں (ہمارے اوپر) بہت خرچ کرتے ہیں اور ان میں جن کی مالی حالت کمزور ہے وہ بھی ہماری (کسی نہ کسی طرح) اچھی طرح مدد کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں (یعنی انصار) جن کے پاس ہم (اپنا وطن چھوڑ کر) آئے ہیں یہ ہم کو محنت (کھیتی باڑی) میں تو شریک نہیں کرتے لیکن فائدہ میں شریک کرتے ہیں (ان حضرات کے اس کامل ایثار اور مدد سے) ہم کو یہ اندیشہ ہو گیا ہے کہ یہ لوگ پورا ثواب لے لینے والے ہیں (اور ہم کو کچھ نہیں ملنے والا ہے یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں! (بات ایسی نہیں ہے) جب تک کہ تم ان کے لئے دعاء کرتے رہو گے اور ان (کے احسان) کی تعریف کرتے رہو گے (تم بھی ثواب میں برابر کے

شریک رہو گے اس سے معلوم ہوا کہ محسن کے لئے دعاء اور اس کی تعریف کرنے سے، جو ثواب محسن کو اللہ تعالیٰ دیتے ہیں ویسا ہی ثواب اس شخص کو بھی دیتے ہیں جس پر احسان ہوا ہے)۔

اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

تحفہ دینے سے کینہ دور ہوتا ہے

20/4133۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو تحفہ دیا کرو اس لئے کہ تحفہ دینا کینوں کو دور کرتا ہے۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ف: علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ غصہ اور ناراضگی سے کینہ پیدا ہوتا ہے اور تحفہ سے خوشنودی پیدا ہوتی ہے اور جب خوشنودی کا سبب ظاہر ہوتا ہے تو ناراضگی دور ہو جاتی ہے۔(مرقات)۔

تحفہ دینے لینے میں کمی اور زیادتی کا خیال نہ کرنا چاہئے

21/4134۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا آپس میں تحفہ بھیجا کرو اس لئے کہ تحفہ سینہ کی کدورت کو دور کرتا ہے اور ایک پڑوسن دوسری پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ کہ (ھدیہ میں) بکری کے کھر کا ٹکڑا ہی (اس کے پاس بھیجا گیا) ہو۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پڑوسیوں کو آپس میں محبت اور الفت قائم رکھنا چاہئے اور یہ محبت آپس میں تحفہ دینے اور لینے سے حاصل ہوتی ہے۔تحفہ میں تھوڑے اور بہت کا خیال نہ رکھنا چاہیئے ۔اور حدیث شریف میں عورتوں کا ذکر اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ عورتوں میں تحمل کم ہوتا ہے اور تھوڑی چیز کو حقیر سمجھ کر واپس کر دیتی ہیں اس سے محبت کے بجائے عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔(حاشیہ مشکوٰۃ)۔

موسم کا پہلا میوہ آنے پر رسول اللہ ﷺ کا عمل مبارک

22/4135۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول

اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ جب آپ کی خدمت میں (موسم کا) پہلا میوہ لایا جاتا تو اس کو آپ (اللہ تعالیٰ کی تازہ نعمت کی تعظیم اور شکر کے خیال سے) اپنی مبارک آنکھوں اور شیریں لبوں پر رکھتے (اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت درگاہِ حق سے ابھی آئی ہے) اور یوں دعاء فرماتے کہ اے اللہ! جیسے آپ نے ہم کو اس میوہ کی ابتداء دکھائی ہے اس کی انتہا بھی دکھا دے! پھر اس (میوہ) کو چھوٹے بچوں کو جو آپ کے ہاں موجود ہوتے ان کو عطا فرماتے (اس لئے کہ بچے دلوں کا پھل ہیں اور آدمی بھی ابتداء میں بچہ ہی ہوتا ہے اور بچے ایسی چیزوں سے بہت خوش ہوتے ہیں)۔

اس حدیث کی روایت بیہقی نے ''الدعوات الکبیر'' میں کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موسم کے پہلے میوہ کے آنے پر یوں دعاء فرمائی کہ اے اللہ جیسے تو نے ہمیں اس کی ابتداء دکھائی ہے اس کی انتہا بھی دکھا۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اس میوہ کو زیادہ دنوں تک باقی رکھ، دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ میوہ اور اسی قسم کی نعمتوں سے تو ہمیں آخرت میں بھی سرفراز فرما اس لئے کہ زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے اور دنیا کی نعمتیں تو زائل ہونے والی ہیں۔ (مرقات)۔

(18/141)بَابُ اللُّقَطَةِ

اس باب میں گری ہوئی چیز کے اٹھانے کے مسائل کا بیان ہے

لُقطہ ملنے پر گواہ بنانا چاہیئے

1/4136۔عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کو کوئی لقطہ یعنی گری پڑی چیز مل جائے تو اس کو چاہیے کہ اس پر ایک صاحب عدل یا دو صاحب عدل کو گواہ بنائے اور لقطہ کو نہ چھپائے اور غائب بھی نہ کرے اور اگر اس کے مالک کو پالے تو اس کو واپس کردے ورنہ (یعنی اگر مالک کو نہ پائے تو) وہ اللہ کا مال ہے اللہ جس کو چاہتے ہیں دیدیتے ہیں اس کی روایت امام احمد، ابوداوٗد اور دارمی نے کی ہے۔

2/4137۔اور امام طحاوی نے بھی اس حدیث کی تخریج کی ہے اور کہا ہے کہ لقطہ پر دو صاحب عدل کو گواہ بنائے بغیر کسی شک کے۔

لقطہ کے احکام اور مسائل

ف: واضح ہو کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لقطہ کے ملنے پر گواہ بنانا واجب ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے البتہ گواہ بنانے کی کیفیت کے بارے میں دو قول ہیں۔ اجمالاً یوں گواہ بنائے کہ اس کو ایک چیز ملی ہے اس کی تفصیل نہ بتائے دوسرا یہ ہے کہ لقطہ کی پوری تفصیل بتائے اس لیے کہ اگر صاحب لقطہ مرجائے تو اس کے وارثین اس میں تصرف نہ کرسکیں۔ احناف کے پاس لقطہ پر گواہ بنانا اس لئے ضروری ہے کہ لقطہ کی حیثیت امانت کی طرح ہے اگر صاحب لقطہ گواہ بنالے تو تلف ہونے کی صورت میں صاحب لقطہ پر تاوان عائد نہیں ہوگا۔ اگر صاحب لقطہ گواہ نہیں بنایا لیکن مالک لقطہ نے تصدیق کردی کہ اس نے لقطہ مالک کو واپس کرنے کے لیے اُٹھایا ہے تو اس صورت میں لقطہ کے تلف ہونے پر اُٹھانے والے پر تاوان عائد نہ ہوگا اور اگر مالک جھٹلادے کہ لقطہ اٹھانے والے کی نیت ٹھیک نہ تھی اور اس نے گواہ بھی نہیں بنایا تو تلف ہونے کی صورت میں صاحبِ لقطہ پر تاوان عائد ہوگا۔

لقطہ اٹھانے والے پر یہ ضروری ہے کہ ایک سال تک لقطہ کا اعلان کرتا رہے خصوصاً ایسے مقاموں پر جہاں لوگ جمع ہوا کرتے ہیں جیسے جامع مسجد، عیدگاہ اور میلے وغیرہ اور اس مدت کے گذر جانے کے بعد اگر لقطہ اٹھانے والا محتاج ہے تو وہ اس کو استعمال کرسکتا ہے اور اگر وہ غنی ہے تو اس کو خیرات کر دے۔ (ماخوذ از: بذل المجھود)

لقطہ میں دینار ملنے کا ایک واقعہ

3/4138۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے (تو آپ نے دیکھا کہ) حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما رو رہے ہیں حضرت علیؓ نے دریافت فرمایا کہ کس چیز نے ان کو رُلایا ہے؟ بی بی فاطمہؓ فرمائیں کہ بھوک (ان کو رلا رہی ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر نکلے آپ کو بازار میں ایک دینار ملا۔ تو آپ بی بی فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے اور ان کو (دینار کے ملنے کی) خبر دی۔ بی بی فاطمہؓ نے فرمایا آپ فلاں یہودی کے پاس جا کر ہمارے لئے آٹا لے آیئے آپ اس یہودی کے پاس گئے اور اس (دینار) سے آٹا خریدا۔ اس یہودی نے کہا (کیا) تم ان حضرت کے داماد ہو جو کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں! حضرت علیؓ نے فرمایا: ہاں! تو اس (یہودی) نے کہا اپنا دینار آپ لے لیجئے اور آٹا بھی (بغیر قیمت کے) آپ کا ہے۔ حضرت علیؓ اس کے پاس سے نکلے اور آٹا لے کر بی بی فاطمہ کے پاس پہونچے اور ان کو (یہودی کا واقعہ) سنایا۔ بی بی فاطمہؓ نے فرمایا اس (دینار) کو فلاں قصاب کے پاس لے جاؤ اور ہمارے لئے ایک درہم کا گوشت لاؤ، حضرت علیؓ (قصاب کے پاس) پہونچے اور اس دینار کو رھن رکھ کر ایک درہم کا گوشت لائے۔ بی بی فاطمہؓ نے آٹا گوندھا چولھا سلگایا اور روٹی پکائی اور اپنے ابّا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کو بلایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے بی بی فاطمہؓ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کو (پہلے) پورا واقعہ سناتی ہوں اگر آپ

اس (کھانے) کو ہمارے لئے حلال سمجھیں تو ہم بھی کھائیں گے اور آپ بھی ہمارے ساتھ کھائیں گے۔ اس واقعہ کی تفصیل یوں ہے (پھر بی بی فاطمہؓ نے دینار کے ملنے اور اس کے خرچ کرنے کا پورا واقعہ سنایا، واقعہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''بسم اللہ'' کہو اور کھاؤ۔ سب نے کھانا شروع کیا ابھی سب کھانا کھا رہے تھے کہ اس اثناء میں ایک لڑکا اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر اپنے دینار (کے گم ہو جانے) کا اعلان کر رہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو بلایا جائے تو اس کو بلایا گیا۔ اس سے آپ نے (دینار کے بارے میں) دریافت کیا تو اس نے جواب دیا (دینار) بازار میں مجھ سے گر گیا تھا تو (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی! اس قصاب کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے فرمایا ہے کہ اس دینار کو میرے پاس بھیج دیں اور درہم (کا جو گوشت لیا گیا ہے اس کی ادائی) میرے ذمہ ہے اس (قصاب) نے دینار کو بھیج دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دینار اس کے مالک کو دیدیا۔ اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

4/4139۔ اور اس حدیث کی روایت عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں کی ہے اور اس روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ آپ تین دن تک اس (دینار کے ملنے) کا اعلان فرماتے رہے۔

لقطہ کے مسائل اور احکام:

5/4140۔ اور مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) لقطہ کا اعلان کرتے رہو، اگر کوئی (ایسا شخص جو اس کا مالک ہو) آئے اور تمہیں اس کی تعداد اور وہ ظرف یا تھیلی جس میں وہ رکھی ہوئی ہو اور سر بند (یہ سب تفصیل) بتائے تو تم اس کو دیدو ورنہ تم اس سے فائدہ اٹھاؤ۔

6/4141۔ اور ابوداود کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے

فرمایا میں نے (راستہ میں) ایک تھیلی پائی جس میں ایک سو (100) دینار تھے میں (اس کو لے کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتے رہو تو میں ایک سال تک اعلان کرتا رہا (مالک نہ ملا) تو میں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ایک سال اور اعلان کرتے رہو تو میں ایک سال اور اعلان کرتا رہا (پھر بھی مالک نہ ملا) تو میں روسل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے (تیسری بار) فرمایا: ایک سال اور اعلان کرتے رہو تو میں (تیسرے) سال پھر اعلان کرتا رہا (مالک نہ ملا) تو میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ (یارسول اللہ!) ان (دیناروں) کو پہچان کر لینے والا نہ ملا۔تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ان کی تعداد، تھیلی اور سر بند (سب) یاد رکھو اور اگر ان کا مالک آجائے (تو اس کو دیدو) ورنہ ان کو (استعمال کرو) اور فائدہ اٹھاؤ۔

7/4142۔ اور بزّار اور دارقطنی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لقطہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا (بغیر اعلان کے) لقطہ میں سے کوئی چیز (کا استعمال) جائز نہیں تو ایک سال تک اس کا اعلان کرنا چاہئے۔اگر اس کا مالک آجائے تو اس کو واپس کردے اگر وہ نہ آئے تو اس کو خیرات کردے اور (خیرات کرنے کے بعد مالک) آئے تو اس کو اختیار دیدے کہ وہ (خیرات کا) ثواب لے لے یا اپنا حق لے لیوے۔

8/4143۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ (اگر مالکِ لقطہ نہ آئے) اور لقطہ اٹھانے والا غنی ہے تو اس کو خیرات کردے اور اس سے فائدہ نہ اٹھائے اور اس کو اپنی ملکیت میں بھی نہ رکھے۔

9/4144۔اورابوداود کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لقطہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ایک سال تک اعلان کرتے رہو اگر اس کا تلاش کرنے والا آجائے تو اس کو دیدو ورنہ پھر اس کی تھیلی اور سر بند کو یاد رکھو پھر اس کو کھالو (یعنی استعمال کرلو) اس کے بعد اس کا تلاش کرنے والا آئے تو اس کو (اس کا بدل) دے دو۔

10/4145۔اور بخاری اور مسلم کی روایتوں میں زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ لقطہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اگر وہ سونے اور چاندی کی چیزیں ہوں (تو کیا کیا جائے؟) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کے سر بند اور تھیلی کو اچھی طرح پہچان لو پھر ایک سال تک ان کا اعلان کرتے رہو اور اگر تم کو (مالک) نہ ملے ان کو خرچ کرلو اور وہ تمہارے پاس بطورِ امانت کے ہوں گے پھر اس کا طالب آئندہ کسی وقت بھی آجائے تو تم اس کو اس کے (درہم یا دینار) دیدو۔

ف: واضح ہو کہ لقطہ کے ملنے پر اعلان کرنے کے بارے میں احادیث شریفہ میں مختلف مدتوں کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں ایک سال، ایک اور حدیث میں تین سال دوسری حدیث میں تین دن اعلان کرتے رہنے کا ذکر ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ لقطہ ملنے پر اعلان کی کوئی مقررہ مدّت نہیں بلکہ لقطہ اٹھانے والے کی رائے پر اس کا انحصار ہے، لقطہ اٹھانے والا اتنی مدت تک اعلان کرتا رہے یہاں تک کہ اس کو گمان غالب نہ آجائے کہ اب لقطہ کا مالک اس کو طلب نہیں کرے گا۔ شمس الائمہ سرخسی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور جامع المضمرات اور جوہرہ میں اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ (یہ شرح دقایہ، عمدۃ الرعایہ اور لمعات سے ماخوذ ہے)۔

لقطہ میں معمولی چیزوں کا اعلان ضروری نہیں اور ان سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے

11/4146۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو اجازت دی ہے کہ لاٹھی، کوڑا، رسّی اور اسی طرح کی دوسری (معمولی) چیزیں بطور لقطہ کے مل جائیں تو آدمی ان چیزوں سے فائدہ اٹھاسکتا ہے۔اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

ف(1):اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ معمولی چیز اگر لقطہ میں مل جائے تو اس کا اعلان ضروری نہیں ہے معمولی چیز کی حد میں علماء کا اختلاف ہے اور تحقیق یہ ہے کہ دس درہم یا دینار یا اس سے کم مالیتی چیز معمولی چیز میں شمار ہوگی۔(لمعات)۔

لقطہ کی قسمیں اوران کے احکام

ف(2):امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ لقطہ میں جو چیزیں ملتی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں (۱) ایسی چیزیں جو معمولی ہوں اوران کا مالک ان کو طلب نہ کرے جیسے انار کے چھلکے (یا اور پھلوں کے چھلکے) اور پھلوں کی گٹھلیاں تو ایسی چیزیں اٹھالی جاسکتی ہیں اوران سے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے اگر مالک ان کو اٹھا لینے کے بعد یہ کہے کہ میں ان کو کسی ضرورت کے لئے ڈال رکھا ہے تو اس کو حق ہے کہ واپس لے لے۔اس وجہ سے ایسی چیزوں کو مباحات کہتے ہیں کہ ان کو اٹھالیا جاسکتا ہے لیکن اٹھانے سے اٹھانے والا ان کا مالک نہیں بن سکتا کیونکہ ایسی چیزوں کا شمار مجھولات میں ہے اور مجھول چیز کی ملکیت درست نہیں ان کا مالک اصل شخص ہی ہوگا اس لئے دوسروں کے لینے کے بعد بھی وہ اپنی چیز کو واپس لے سکتا ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس کسی کو اپنا مال مل جائے تو وہ اس کا زیادہ مستحق ہے۔ البتہ دوسروں کے لئے ایسی چیزوں سے استفادہ کرنا درست ہے جبکہ مالک کو دوسروں کے استفادہ سے انکار نہ ہو۔ چنانچہ لاٹھی، کوڑا اور رسّی وغیرہ اسی قسم کی چیزیں معمولی چیزوں میں شمار کی جاتی ہیں۔ان کے ملنے پر اعلان ضروری نہیں اوران سے استفادہ بھی درست ہے اوران کے مالک کو ان کے واپس لینے کا اختیار ہے۔اور لقطہ کی دوسری قسم ایسی چیزیں ہیں جن کو مالک طلب کرتا ہے ان کے بارے میں ان کی قیمت کے اعتبار سے ان کا اعلان ضروری ہے جیسا کہ سابق میں ان کے مسائل اوراحکام بیان کئے گئے ہیں۔بذل المجھود۔

گم شدہ بکری،اونٹ اوراسی قسم کے دوسرے جانوروں کا حکم

12/4147۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک مرتبہ) راستہ میں (پڑے ہوئے) ایک کھجور سے گزرے (اس کو دیکھ کر) آپ نے ارشاد فرمایا اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ وہ صدقہ کا ہے تو میں اس کو ضرور کھالیتا۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ معمولی چیزیں جو (راستہ میں) گری پڑی رہتی ہیں ان سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔

13/4148۔اور بخاری اور مسلم کی متفقہ روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ (ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے) عرض کیا کہ گم شدہ بکری کا کیا حکم ہے؟ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: وہ تیری ہے یا تیرے بھائی کی ہے یا پھر وہ بھیڑیئے کی ہے (اس کا مطلب یہ ہے کہ بکری پکڑ لے، نہ چھوڑے، اگر مالک آجاوے تو اس کے حوالہ کر دے نہیں تو اپنے کام میں لاوے اگر چھوڑ دے گا تو اندیشہ ہے کہ بھیڑیا اس کو پھاڑ ڈالے یا کوئی جانور اس کو ہلاک کردے بہر حال مسلمان کے مال کو ضائع نہ کرے۔)

(ان صحابی نے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) عرض کیا (ارشاد ہو) کہ گم شدہ اونٹوں کا کیا حکم ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم کو اس کی کیوں فکر ہے! اس کے ساتھ اس کی مشک ہے (یعنی اس کے پیٹ میں پانی بھرا رہتا ہے اور وہ کئی دن تک پیاس کا متحمل ہوسکتا ہے) اور اس کے ساتھ اس کے موزے ہیں (یعنی اس کے تلوے مضبوط ہیں کہ چلنے سے گھستے نہیں) وہ پانی پینے کے لئے (کہیں بھی) پہونچ سکتا ہے اور درخت (کے پتوں) کو کھا سکتا ہے یہاں تک کہ اس کا مالک اس کو پالے۔

14/4149۔اور امام مالک نے موطاء میں ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ گم شدہ اونٹ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آزادانہ چھٹے ہوئے رہتے تھے اس حالت میں کہ ان کو بچے بھی ہوجاتے تھے اور ان کو کوئی نہیں پکڑتا تھا یہاں تک کہ جب امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے حکم دیا کہ ان کا اعلان کیا جائے پھر ان کو بیچا جاتا پھر ان کا مالک آتا تو اس کو ان کی قیمت دیدی جاتی۔

15/4150۔اور امام محمد نے اپنی مؤطا میں اسی طرح روایت کی ہے۔اور ان کی روایت میں ''مؤبلة'' کے بجائے''مرسلة'' ہے۔

ف: واضح ہو کہ حدیث شریف میں گم شدہ اونٹوں کو نہ پکڑنے کی اجازت اس لئے دی تھی کہ ان کے تلف ہونے کا خوف نہیں تھا چنانچہ امام شافعیؒ امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ نے گم شدہ گائے، اونٹ اور گھوڑوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان کو چھوڑے رکھنا افضل ہے ہمارے ائمہ احناف اور دوسرے فقہا نے کہا ہے کہ یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جبکہ نیک لوگوں کی کثرت تھی اور خیانت کا ذہن نہ تھا اور اس زمانہ میں خیانت کا ذہن عام ہو چکا ہے تو ایسی صورت میں ان جانوروں کا پکڑ رکھنا ان کی حفاظت ہے اور یہی بہتر ہے۔امام ابن الہمامؒ نے اس مسئلہ میں کافی بحث کی ہے اور ہمارے فقہاء کی رائے کی تائید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایسے جانوروں کو پکڑ لینے کا حکم اور ان کا اعلان انقلاب زمانہ کی وجہ سے تھا کہ لوگ خیانت نہ کر بیٹھیں پھر آپ ان کو بکوا دیتے اور ان کی قیمت کو مالکین کے لئے بیت المال میں محفوظ کروا دیتے تھے۔(یہ تعلیق مجّد سے ماخوذ ہے)۔

گم شدہ چیز کو ہڑپ کر لینے کی نیت سے رکھ لینے کی وعید

16/4151۔زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص کسی بھٹکے ہوئے جانور کو پناہ دے تو وہ خود گمراہ ہے جب تک کہ وہ اس کا اعلان نہ کرے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

17/4152۔اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے اور کہا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یعنی جو شخص بھٹکے ہوئے جانور کو (اپنے گھر بغیر کسی اعلان کے) لے جائے (وہ گمراہ ہے) البتہ جو ایسے جانور کو اس لئے پکڑے کہ اس کو (اس کے مالک) کے حوالہ کر دے گا یا اس کا اعلان کرتا رہے گا تو ایسے شخص کے لئے کوئی حرج نہیں۔

دوسری حدیث

18/4153۔جارود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشادفرمایا ہے کہ مسلمان کی گم شدہ چیز (کوبغیراعلان کے رکھ لینے کی نیت سے لے لینا) آگ کا شعلہ ہے۔اس کی روایت دارمی نے کی ہے۔

حرم کے لقطہ کاایک واقعہ

19/4154۔معاذ عدویہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک خاتون نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ میں نے حرم میں ایک گم شدہ چیز (گری ہوئی) پائی اور میں نے اس کا اعلان بھی کیا مگر میں نے کسی کونہیں پایا جواس چیز کو پہچانتا ہو(یعنی اس کا مالک ہو) توام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کوجواب دیا کہ تم اس سے فائدہ اٹھاؤ۔

اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

20/4155۔اورابن المنذ ررحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ایسی ہی حدیث میں ہمیں حضرت عمر،حضرت ابن عباس اورحضرت ابن المسیب رضی اللہ عنہم سے ملی ہے۔

(19/142)بَابُ الْفَرَائِضِ

وراثت کے مسائل

ف: واضح ہو کہ فرائض جمع ہے فریضہ کی، عربی زبان میں فرض کے معنی کسی کے مقرر کرنے کے ہیں اور شریعت میں اس حصہ کو کہتے ہیں جو کتاب اللہ میں وارثوں کے لیے مقرر ہے پھر وراثت کے مسائل کے علم کو علم فرائض قرار دیا گیا۔(اشعۃ اللمعات)۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: " يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ، لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ، فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ، وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ، وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَد'' ، فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ، فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ، اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ، فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا . وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَد'' ، فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْدَيْنٍ ، وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَد'' ، فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْدَيْنٍ ، وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِامْرَاَة'' وَّلَهٗٓ اَخ'' اَوْاُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ، فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ، غَيْرَ مُضَآرٍّ ، وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ، وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ''۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ نساء، پ:4، ع؛2، آیت نمبر:11/12 میں) ''(مسلمانو!) اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے (حصوں کے) بارے میں تم کو حکم دیتا ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ (دیا کرو) پھر اگر لڑکیاں (دویا) دو سے بڑھ کر ہوں تو ترکہ میں ان کا (حصہ) دو تہائی (ملے گا)، اور اگر اکلوتی ہو تو اس کو نصف (ملے گا) اور میت کے ماں باپ کو (یعنی) دونوں میں سے ہر ایک کے لئے ترکہ کا چھٹا حصہ (ملے گا) جب کہ میت کی اولاد ہو (یعنی صلبی۔ بیٹے، بیٹیاں پوتے، پوتیاں، پرپوتے، پرپوتیاں ہوں، نواسے، نواسیاں اور ان کی نسل داخل نہیں اور اگر میت کی اولاد نہ ہوں اور اس کے وارث (صرف) ماں باپ ہوں تو اس کی ماں کو ایک تہائی حصہ (ملے گا باقی دو تہائی باپ کا ہوگا) لیکن اگر (ماں باپ کے علاوہ) میت کے (ایک سے زیادہ) بھائی (یا بہن) ہوں تو ماں کو چھٹا (حصہ ملے گا اور

باقی سب باپ کو ملے گا مگر یہ حصے میت کی) وصیت (کی تعمیل) اور (ادائی) قرض کے بعد (دیے جائیں) تم اپنے باپ (دادا وں یعنی اصول) اور بیٹوں (پوتوں یعنی فروع) کو نہیں جان سکتے کہ نفع رسانی کے اعتبار سے ان میں کون تم سے زیادہ قریب ہے (پس اپنی رائے کو دخل نہ دو اور یوں سمجھو کہ) حصوں کا قرار داد اللہ تعالیٰ کا ٹھرایا ہوا ہے اور بلا شبہ اللہ تعالیٰ (سب کچھ) جانتا اور (سب مصلحتوں سے) واقف ہے۔ اور جو (ترکہ) تمہاری بیویاں چھوڑ مریں اگر ان کی اولاد نہیں تو ان کے ترکہ میں تمہارا آدھا ہے اور اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں تمہارا چوتھائی (مگر یہ ہے) ان کی وصیت (کی تکمیل) اور (اداء) قرض کے بعد (ملے گا) اور تم (شوہر) جو (ترکہ) چھوڑ مرو اور تمہاری کوئی اولاد نہ ہو تو بیویوں کا (حصہ) چوتھائی (ہوگا) اور اگر تمہاری اولاد ہو تو تمہارے ترکہ میں سے بیویوں کو آٹھواں (حصہ ملے گا اور یہ حصے بھی تمہاری وصیت (کی تعمیل) اور (اداءِ) قرض کے بعد (دیئے جائیں) اور اگر کوئی میت جس کی میراث دوسروں کو ملے گی خواہ وہ میت مرد ہو یا عورت یہ ایسے ہوں کہ ان کی نہ اصول ہوں نہ فروع اور اس کی ایک بھائی یا بہن ہوں تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔ (باتفاق جمہور اس جگہ اخ اور خت سے اخیافی بھائی بہن مراد ہیں اس لئے کہ اس سورہ نساء کے اخیر میں حقیقی اور علاّتی بہن بھائیوں کا حصہ بیان فرمایا گیا ہے جو اس ورثہ کے سوا ہیں) اور اگر یہ لوگ (یعنی بھائی بہن اس سے) زیادہ ہوں تو وہ سب تہائی میں شریک ہوں گے (یہ حصے بھی) میت کی وصیت (کی تعمیل) اور (اداءِ) قرض کے بعد (دیے جائیں) بشرطیکہ میت نے کسی کو نقصان نہ پہونچایا ہو (میت کی وصیت سے وارثوں کا اس طرح نقصان ہوتا ہے کہ تہائی ترکہ تک وصیت کرنے کی اجازت ہے اگر کوئی وارثوں کا حق مارنے کے لئے تہائی ترکہ سے زیادہ کی وصیت کرے تو زیادہ کی وصیت واجب التعمیل نہیں) وراثت کے یہ احکام) فرمان الٰہی ہیں اور اللہ تعالیٰ (سب کچھ) جانتا اور (لوگوں کی نافرمانیوں پر) حلیم ہیں (کہ جلدی انتقام نہیں لیتے)۔

وَقَوْلُهٗ تَعالیٰ :'' یَسْتَفْتُوْنَکَ ، قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْکُمْ فِیالْکَلٰلَةِ ، اِنِ امْرُؤٌا هَلَکَ لَیْسَ لَهٗ وَلَد'' وَّلَهٗٓ اُخْت'' فَلَهَانِصْفُ مَاتَرَکَ، وَهُوَ یَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّهَا وَلَد'' ، فَاِنْ کَانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَکَ ، وَاِنْ کَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ، یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ، وَاللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ''.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ نساء، پ:6، ع:24، آیت نمبر:176، میں) (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگ) آپ سے (کلالہ کے بارے میں) فتویٰ طلب کرتے ہیں تو (ان لوگوں سے) آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا مرد مر جائے کہ اس کی اولاد نہ ہو (اور نہ باپ دادا ہوں اسی کو کلالہ

کہتے ہیں) اور اس کی (صرف) ایک بہن ہو تو بہن کو اس کے ترکہ کا آدھا (حصہ ملے گا) اور (بہن مرجائے) اور اس کی اولاد نہ ہو تو اس (اس کے سارے مال) کا وارث (یہ بھائی ہوگا) پھر اگر بہنیں دو ہوں (یا زیادہ) تو ان کو اس کے ترکہ میں سے دو تہائی (ملے گا) اور اگر وارث چند بھائی بہن ہوں (کچھ) مرد اور (کچھ) عورتیں تو دو عورتوں کے حصہ کے برابر ایک مرد کا حصہ (ہوگا) تم لوگوں کے بھٹکنے کے خیال سے اللہ تعالیٰ (اپنے احکام) تم سے کھول کھول کر بیان فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتے ہیں۔

وَقَوْلُهُ تَعَالیٰ :" وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ ".

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورۂ احزاب، پ:21، ع:1، آیت نمبر:6، میں) اللہ کی کتاب میں قرابت دار (تمام) مسلمانوں اور مہاجرین سے بڑھ کر ایک کے حقدار ایک ہیں۔

ف: واضح ہو کہ اس آیت سے آئمہ احناف نے ذوی الارحام کی وراثت کو ثابت کیا ہے اور اس کی تائید حضرت مقدام رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے جو آگے آرہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی کی میت کا کوئی وارث نہ ہو سوائے ماموں کے تو ماموں وارث ہوگا۔ (مرقات)۔

وَقَوْلُهُ تَعَالیٰ :" وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ ".

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورۂ نساء، پ:5، ع:5، آیت نمبر:33، میں) اور جن لوگوں کے ساتھ تمھارا معاہدہ ہو چکا ہے تو (اپنی طرف سے) کچھ حصہ ان کو بھی دیدو۔

ف: واضح ہو کہ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے موضح القران میں لکھا ہے کہ ابتدائے اسلام میں صحابہ میں اکثر لوگ تنہا اسلام قبول کر لئے اور ان کے قرابت دار ابھی ایمان نہیں لائے تو رسول ﷺ نے دو دو مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی کر دیا وہی ایک دوسرے کے وارث ہوتے۔ پھر جب ان کے رشتہ دار مسلمان ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ وراثت قرابت میں ہی ہوگی اور قول کے بھائیوں سے زندگی میں سلوک جاری رہے گا یا مرتے وقت کچھ وصیت کر دی جائے۔12

وَقَوْلُهُ تَعَالیٰ :" وَلَنْ یَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْکٰفِرِیْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا ".

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ نساء، پ:5، ع:20، آیت نمبر:141، میں) "اور اللہ تعالیٰ ہرگز کافروں کو مسلمانوں کے مقابلہ غالب نہیں فرمائیں گے"۔

(1) واضح ہو کہ عمدۃ القاری میں لکھا ہے بالاتفاق کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوگا۔

(2) صدر کی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس دنیا میں کافر مسلمانوں پر مذہبی دلائل میں غالب نہیں آسکتے یا کافروں کا ایسا غلبہ نہیں ہونے پائے گا کہ مسلمان دنیا سے معدوم ہو جائیں۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آخرت میں کافر، مسلمانوں کے مقابلہ میں ذلیل اور خوار ہوں گے۔ 12

علم فرائض کے سیکھنے کی اہمیت

1/4156۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ فرائض (یعنی وراثت کے مسائل اور احکام) سیکھو اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اتنا زیادہ اور فرمایا کہ طلاق اور حج (کے مسائل اور احکام) سیکھو اور ان دونوں حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ یہ (علوم) دین (کے ضروریات اور اہم چیزوں) میں سے ہیں۔ اس کی روایت دارمی نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں علم فرائض سیکھنے کی ترغیب اس وجہ سے ارشاد فرمائی کہ وہ شریعت کے علم کا آدھا حصہ ہے کیونکہ اس میں بہت تفصیل ہے اور بہت مسائل ہیں اور اس میں ذہن ثاقب، رائے صائب اور علم حساب کی ضرورت ہے۔ اور حدیثوں میں یہ بھی ارشاد ہے کہ یہ علم بھلا دیا جائے گا اور سب سے پہلے یہ علم چھین لیا جائے گا یعنی قیامت سے پہلے جب لوگ علم دین کا حاصل کرنا چھوڑ دیں گے تو فرائض ہی کے علم سے سب سے پہلے ناواقف ہوں گے اور علوم بھی ان سے جاتے رہیں گے۔ (حاشیہ ترجمہ مشکاۃ)۔

حضور ﷺ کو مسلمان اپنی جانوں سے زیادہ عزیز رکھیں

2/4157۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں مسلمانوں پر خود ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتا ہوں (یعنی حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مسلمانوں کے باپ ہیں اس لئے مسلمانوں کو حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کے احکام کا لحاظ اپنی جانوں سے زیادہ کرنا چاہئے) بس جو شخص مر جائے اور وہ مقروض ہو اور اُس نے اتنا مال نہ چھوڑا کہ قرض ادا ہو سکے تو اس کی ادائی مجھ پر ہے اور جس شخص

نے مال چھوڑا تو وہ اس کے وارثوں کے لیے ہے۔

3/4158۔ اور ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جو شخص قرض یا عیال (یعنی چھوٹے بچے) چھوڑ جائے تو وہ میرے ہیں میں اُن کا کفیل ہوں۔

4/4159۔ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ جو شخص مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کے لیے ہے اور جو شخص عیال چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آئے۔ (میں ان کا کفیل ہوں)۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

وراثت کی تقسیم کے بعد بچا ہوا مال قریبی قرابتدار کو ملے گا

5/4160۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میراث کے حصے حصہ داروں کو پہونچادو (میراث کی تقسیم کے بعد) اگر مال بچ جائے تو (بچا ہوا مال) اس شخص کو ملے گا جو مرد ہو اور میت سے اس کی قرابت قریبہ ہو (یعنی عصبہ کو ملے گا اور عصبہ وہ قریبی وارث ہے جس کا حصہ کتاب اللہ میں مذکور نہیں جیسے بیٹا، باپ اور میت کا اگر بیٹا یا باپ نہ ہو تو چچا، بھائی وغیرہ)۔

اس حدیث کی روایت بخاریؔ اور مسلمؔ نے متفقہ طور پر کی ہے۔

وصیت کی تعمیل سے پہلے میت کا قرض ادا ہوگا

6/4161۔اور ترمذی اور ابن ماجہ نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا تم اس آیت کو پڑھتے رہو " مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ "۔(سورۂ نساء، پ:4، ع:2، آیت نمبر:12) (وراثت کی تقسیم) وصیت (کی تعمیل

سے) پہلے (میت کے) قرض کی ادائی کا حکم دیا ہے اور (رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ) حقیقی بھائی وارث ہوں گے نہ کہ علاتی بھائیاں موجود ہوں تو علاتی بھائی محروم ہوں گے اور حقیقی بھائی وارث ہوں گے اور آدمی وارث ہوگا اپنے حقیقی بھائی کا نہ کہ علاتی بھائی کا۔

7/4162 ۔اور دارمی کی روایت میں (بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے) آپ نے فرمایا کہ (حقیقی اور علاتی دونوں بھائیاں موجود ہوں تو) حقیقی بھائیاں وارث ہوتے ہیں نہ کہ علاتی بھائی......تا آخر حدیث۔

ف(1) حدیث شریف میں ارشاد ہے "فما بقی فھولاء ولی رجل ذکر "(میراث کی تقسیم کے بعد) اگر مال بچ جائے تو (بچا ہوا مال) اس شخص کو ملے گا جو مرد ہو اور میت سے اس کی قرابت قریبہ ہو۔اس کی وضاحت میں سارے فقہا کا اتفاق ہے کہ میراث کی تقسیم کے بعد جو مال بچ جائے تو وہ عصبات کو ملے گا اور میت کے قریب ترین قرابت دار کو اور قرابت داروں پر ترجیح رہے گی تو قریبی عصبہ کی موجودگی میں قرابت بعیدہ والا عصبہ وارث نہ ہوگا۔اور دور رشتہ رکھنے والا ایک رشتہ رکھنے والے پر مقدم ہوگا۔چاہے وہ رشتہ دار مرد ہو یا عورت، چنانچہ حقیقی بھائیوں اور بہنوں کو جو ایک ہی باپ اور ماں سے ہوں ان کو ترجیح رہے گی علاتی بھائیوں اور بہنوں پر۔یہ مضمون مرقات، سراجی، شریفیہ اور بہشتی سے ماخوذ ہے۔12

ترکہ کے چار مدات ہیں:

ف(2) حدیث شریف میں یہ بھی ارشاد ہے "وان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قضی بالدین قبل الوصیة" ۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت (کی تعمیل) سے پہلے (میت کے) قرض کی ادائی کا حکم دیا ہے اس بارے میں ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ میت کے ترکہ سے چار حقوق متعلق ہیں جن کی ترتیب یہ ہے

(1) میت کی تجہیز وتکفین اسراف اور تنگی کے بغیر کی جائے۔

(2) تجہیز وتکفین کے بعد جو مال بچ رہے اس میں سے میت کا قرض ادا کیا جائے۔

(3) ادائی قرض کے بعد جو مال باقی بچ رہے اس میں سے ایک تہائی کی حد تک میت کی وصیت کی تعمیل کی جائے۔

(4) ان تینوں مدات کے بعد جو مال بچ جائے اس کو وارثوں میں قرآن، حدیث اور اجماع امت کی روشنی میں تقسیم کیا جائے۔(سراجی 12)

مسلمان، کافر کا اور کافر، مسلمان کا وارث نہیں ہوگا

8/4163۔اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا اور نہ کافر مسلمان (کا وارث ہوتا ہے)۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

9/4164۔اور امام طحاوی نے ابوعمرو شیبانی کے واسطہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے مستورد (جو مرتد ہوجانے سے قتل کردیا گیا) کی وراثت کو اس کے مسلمان وارثوں میں تقسیم فرمادیا۔

10/4165۔امام طحاوی کی ایک روایت میں جو قتادہ سے مروی ہے،اس میں یہ مذکور ہے کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب کوئی اسلام سے مرتد ہوجائے تو اس کی وراثت اس کے مسلمان وارثوں کو ملے گی۔

11/4166۔اور امام طحاوی نے یہ بھی فرمایا کہ اسی قسم کی روایتیں ہم کو حضرت ابن مسعود اور حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہم سے بھی ملی ہیں۔

مرتد کے قتل پر اس کی وراثت اس کے مسلمان وارثوں کو ملے گی

ف واضح ہو کہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوگا۔اور اسی طرح مرتد بھی مسلمان کا وارث نہیں ہوگا البتہ مرتد کی مسلمان اولاد اس کی وارث ہوگی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مرتد، ارتداد کے بعد جو کمائے اس کے قتل کے بعد اس کی جائیداد بیت المال کی ہوگی اور مرتد نے حالت اسلام میں جو کمایا تھا اس کی مسلمان اولاد ایسے مال کی وارث ہوگی۔چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارتداد کی وجہ سے جب مستورد عجلی کو قتل کیا تو اس کا مال اس کے مسلمان وارثوں میں تقسیم فرمادیا۔

دوسری حدیث

12/4167۔امیرالمومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ مشرکین آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں نہ تو ہم ان کے وارث ہوں گے اور نہ وہ ہمارے وارث ہوں گے۔

اس کی روایت امام محمد نے کی ہے اور فرمایا ہے کہ ہمارا اسی پر عمل ہے۔کفر ایک قوم ہے یہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اگر چہ کہ ان کے مذاہب میں اختلاف ہو تو یہودی نصرانی کا اور نصرانی یہودی کا وارث ہوگا اور مسلمان ان کے وارث نہیں ہوں گے اور یہ بھی (یعنی یہودی اور نصرانی) مسلمانوں کے وارث نہیں ہوں گے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور عامہ فقہاء کا یہی قول ہے۔

عورت تین شخصوں کی وارث ہوتی ہے

13/4168۔واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ عورت تین شخصوں کی وارث ہوتی ہے۔

(1) اپنے آزاد کئے ہوئے غلام کی (بشرطیکہ اس کا عصبہ نسبی نہ ہو)

(2) اپنے پالکڑے کی (جب کہ اس کا کوئی وارث نہ ہو)

(3) اس لڑکے کی (بھی وارث ہوگی) جس کے بارے میں شوہر نے اپنا بچہ ہونے سے انکار کیا ہو (اس صورت میں ایسے بچہ کا باپ وارث نہ ہوگا البتہ ماں اور بیٹا ایک دوسرے کے وارث ہوں گے) اس کی روایت ترمذی، ابوداود اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ عورت اپنے پالکڑے کی وارث ہوتی ہے۔اس بارے میں وضاحت یہ ہے کہ لقیط کی وراثت بیت المال میں داخل ہوتی ہے اگر لقیط کا مربی فقیر ہو تو حاکم لقیط کا مال اس کے مربی کو دے سکتا ہے۔(مرقات، بذل المجہود 12)

مالک خود کے آزاد کردہ غلام کا وارث ہوگا

پہلی حدیث

14/4169۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قوم کا مولی (یعنی آزاد کردہ غلام) اسی قوم میں شمار ہوگا۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف:اس حدیث شریف میں مولی سے آزاد کردہ غلام مراد ہے اور اگر مولی مرجائے اور اس کا کوئی عصبہ نسبی نہ ہوتو اس کا مالک جس نے اس کو آزاد کیا ہے وہ اس کا وارث ہوگا البتہ غلام آقا کا وارث نہیں ہوگا۔

دوسری حدیث

15/4170۔عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو مال کا وارث ہوتا ہے وہ ولاء کا بھی وارث ہوگا۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ف:واضح ہو کہ ولاء کے معنی ایسی وراثت کے ہیں جو مولی (یعنی آزاد کردہ غلام) کے مرجانے پر اس کے مالک کو حاصل ہوتی ہے جبکہ مولی کا کوئی شرعی وارث نہ ہو البتہ عورت کو ایسی وراثت اس وقت حاصل ہوگی جبکہ غلام اس کا آزاد کردہ ہو۔(مرقات)

بھانجا بھی وراثت پاسکتا ہے

16/4171۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ قوم (یعنی خاندان) کا بھانجا (خاندان ہی کا) ایک فرد ہوگا (یعنی میت کے ذوی الفروض اور عصبہ نہ ہوں تو وہ میت کا وارث ہوگا)۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ماموں بھی وراثت پاسکتا ہے

17/4172۔مقدام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا ہے کہ میں ہر مسلمان پرخوداس کی جان سے زیادہ حق رکھتا ہوں تو جوکوئی قرض چھوڑے یا اولاد چھوڑے تو ان کی ذمہ داری ہم پر ہے اور جو مال چھوڑے (تو قرض کی ادائی اوراجرائی وصیت کے بعد) اس کے وارثوں کا ہوگا اور جس کا کوئی وارث نہ ہو میں اس کا وارث ہوں گا اس کا مال لوں گا (اور بیت المال میں داخل کردوں گا)اوراس کے قیدیوں کو (فدیہ دے کر) چھڑاؤں گا۔اور ماموں اس شخص کا وارث ہوگا جس کا کوئی وارث نہ ہو کہ وہ اس کا مال وراثت میں پائے گا اوراس کے قیدیوں کو چھڑائے گا۔

18/4173۔اور ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے میں اس کا وارث ہوں جس کا کوئی وارث نہیں اس کی طرف سے خوں بہا ادا کروں گا اوراس کا مال لے کر (بیت المال میں) داخل کروں گا اور ماموں اس شخص کا وارث ہوگا جس کا کوئی وارث نہیں وہ اس کا خوں بہا ادا کرے گا اوراس کا مال وراثت میں پائے گا۔(اس کی روایت ابوداود نے کی ہے)۔

حلیف بھی وراثت پاسکتا ہے

19/4174۔کثیر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جو اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا (عمرو بن مزنی رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں ان کے دادا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ قبیلہ کا مولی یعنی آزاد کردہ غلام ان ہی میں کا ایک فرد سمجھا جائے گا اور (اسی طرح) قوم کا حلیف (یعنی ایسے دو شخص جو ایک دوسرے کی جان اور مال کی حفاظت کے لئے معاہدہ کریں (بھی ان ہی کا ایک فرد سمجھا جائے گا اور خاندان کا بھانجا بھی ان ہی میں کا ایک فرد سمجھا

جائے گا (یعنی یہ تینوں میت کے شرعی وارث نہ ہونے کی صورت میں وراثت پاسکیں گے)

اس حدیث کی روایت دارمی نے کی ہے۔

20/4175۔اور ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایسے مشرک شخص کا جو ایک مسلمان کے ہاتھ پر اسلام لاچکا ہو اس (کی وراثت) کا کیا حکم ہے (جب کہ وہ اپنا کوئی شرعی وارث نہ چھوڑے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ایسا شخص (جس کے ہاتھ پر اس نے اسلام قبول کیا ہے) لوگوں میں اس کی زندگی اور موت (کے بعد بھی) اس کا زیادہ حقدار ہے (یعنی زندگی میں اس کی دیکھ بھال کرے گا اور مرنے کے بعد اس کی نماز جنازہ پڑھائے گا اور اگر اس کا کوئی شرعی وارث نہ ہو تو معاہدہ ہونے کی صورت میں وہ شخص اس کا وارث بھی ہوگا۔)

ف واضح ہو کہ حدیث شریف میں حلیف کا ذکر ہے حلیف سے مراد ایسے دو شخص ہیں جن میں سے ایک دوسرے سے کہے کہ تو میرا مولی ہے میں مرجاؤں تو میرا وارث ہوگا اور اگر میں کسی کو قتل کردوں تو، تو خوں بہا ادا کرے گا اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کیا۔ ایسا عہد اور عقد عقد الولاء کہلاتا ہے اور ایسے قائل کو بھی مولی کہتے ہیں اور یہ بھی میت کی وراثت کا حقدار ہوگا جبکہ میت کے وارثِ شرعی نہ ہوں۔(مرقات اور طحاوی)

قاتل مقتول کا وارث نہیں بن سکتا

21/4176۔ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قاتل (مقتول کا) وارث نہیں بن سکتا۔ اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

22/4177۔اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قاتل مقتول کا وارث نہیں بن سکتا خواہ اس نے غلطی سے قتل کیا ہو یا بالارادہ،

البتہ مقتول کا وارث قاتل کے بعد لوگوں میں سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہوگا۔

امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ نے کتاب الآثار میں اسی طرح روایت کی ہے

23/4178۔اور بیہقی نے بھی اور ابوداود نے مراسیل میں سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔

24/4179۔اور نسائی، ابن ماجہ اور دارقطنی نے عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کی ہے۔

قتل خطا کی دیت مقتول کے متروکہ میں شامل ہوگی

25/4180۔ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو لکھا (اور حکم دیا) کہ اشیم ضبابی کی بیوی کے شوہر (جو سہواً قتل ہوئے تھے) کی دیت (خونبہا اور تاوان سے) میراث دی جائے۔اس کی روایت ترمذی اور ابوداود نے کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ف: واضح ہو کہ جو شخص سہواً قتل کر دیا گیا ہو اس کی دیت اس کے متروکہ میں شامل ہو جائے گی اس لئے اس سے اس کا قرض ادا ہوگا اس کی وصیت جاری ہوگی اور اس سے وارثوں کو حصے بھی ملیں گے۔(شرح الفرائض للسید 12)

میت کی ماں نہ ہونے کی صورت میں نانی کو ترکہ ملے گا

26/4181۔بُرَیْدَہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نانی کو (وراثت میں) چھٹا حصہ مقرر فرمایا ہے جب کہ (میت کی) ماں (زندہ) نہ ہو۔(اس کی روایت ابوداود نے کی ہے)۔

دادی اور نانی وراثت میں برابر کے حقدار ہیں

27/4182۔قبیصہ بن ذویب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک میت کی) نانی

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور آپ سے اپنی وراثت طلب کی تو حضرت ابوبکر نے اس سے فرمایا (جہاں تک مجھے علم ہے) کتاب اللہ میں تیرا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے اب تو چلی جا یہاں تک کہ میں تیرے (وراثت کے بارے میں) لوگوں سے پوچھ لوں۔ آپ نے (صحابہ سے اس بارے میں) دریافت کیا تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا تو آپ نے نانی کو چھٹا حصہ دلوایا پھر حضرت ابوبکرؓ نے ان سے دریافت کیا کہ اس (واقعہ کے) وقت تمہارے ساتھ کوئی اور بھی تھے؟ تو محمد بن مسلمہ نے بھی حضرت مغیرہ کے قول کے مطابق کہا تو حضرت ابوبکرؓ نے اس کی (یعنی نانی کی) میراث جاری کروادی۔ پھر (اسی میت کی) دادی (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں) حضرت عمر کے پاس آئی اور اپنی وراثت طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ وہی چھٹا حصہ ہے اگر تم دونوں جمع ہو جاؤ (تم دونوں میں) برابر برابر تقسیم ہوگا اور اگر تم دونوں میں سے کوئی ایک رہ جائے تو اس کو وہ پورا (چھٹا) حصہ ملے گا۔

اس کی روایت امام مالک، امام احمد، ترمذی، ابوداود، دارمی اور ابن ماجہ (رحمہم اللہ تعالی) نے کی ہے۔

زندہ نومولود کے مر جانے پر وراثت قائم ہوگی

28/4183۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب بچہ پیدائش کے وقت آواز کرے (یا روے یا چیخے یا چھینکے یا زور سے سانس لے، یہ سب زندگی کی علامتیں ہیں) تو اس پر نماز (جنازہ) پڑھی جائے گی اور اس کو وراثت میں حصہ دیا جائے گا۔ اس کی روایت ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔ اور زھری نے کہا ہے کہ چھینک کو بھی میں زندگی کی علامت سمجھتا ہوں۔

ف: واضح ہو کہ نومولود بچہ کے زندہ پیدا ہو کر مر جانے پر وہ وراثت کا مستحق ہوگا۔ اور اس کے انتقال کی وجہ سے اس کے وارث حصہ پائیں گے اور اگر مردہ پیدا ہو تو وہ وارث نہ ہوگا اور نہ اس کے ورثاء کو حصہ ملے گا۔ (حاشیہ مشکوٰۃ)۔

ولد الزنا کی وراثت ثابت نہیں البتہ اپنی ماں کا وارث ہوگا

29/4184۔ عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص کسی آزاد عورت سے (یعنی جو لونڈی باندی نہ ہو) یا کسی لونڈی سے زنا کرے (اور اس سے بچہ پیدا ہو) تو وہ ولد الزنا ہوگا اور ایسا بچہ نہ خود وارث ہوسکتا ہے اور نہ ہی اس کی میراث لی جاسکتی ہے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ ولد الزنا کا نسب مرد زانی سے ثابت نہیں ہوتا البتہ ماں سے اس کا نسب ثابت ہوتا ہے اس لئے وہ اپنی ماں کا وارث ہوگا اور ماں اس کی وارث ہوگی۔

میراث کی تقسیم کا ایک واقعہ

30/4185۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی بیوی اپنی دونوں بیٹیوں کو جو سعد بن الربیع سے تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ دونوں سعد بن الربیع کی بیٹیاں ہیں ان کے باپ غزوہ احد میں آپ کے ساتھ (شریک) تھے اور شہید ہوئے۔ اور ان کے چچا نے ان کا پورا مال (جاہلیت کے طریقہ پر) لے لیا ہے۔ اور ان دونوں بچیوں کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا اور ان دونوں کی شادیاں مال کے بغیر نہیں ہوسکتیں (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا: تم (انتظار کرو) اللہ تعالیٰ خود اس بارے میں فیصلہ فرمائے گا۔ پس میراث کی آیت نازل ہوئی (اس کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان (لڑکیوں) کے چچا کے پاس ایک شخص کو اس حکم کے ساتھ بھیجا کہ سعد کی دونوں بیٹیوں میں دو تہائی حصہ اور لڑکیوں کی ماں کو آٹھواں حصہ اور جو بچ جائے وہ تیرے لئے ہے۔ (اس کی روایت امام احمد، ترمذی، ابوداود اور ابن ماجہ نے کی ہے۔ نیز ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے)

ف: واضح ہو کہ ایام جاہلیت میں عورت کو میراث نہیں دی جاتی تھی، اسی وجہ سے سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے بھائی نے ان کا پورا مال لے لیا تو سعد بن الربیع کی بیوی رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد کی بیوی سے فرمایا کہ حکم الٰہی کا اس بارے میں انتظار کرو تو آیتِ میراث " يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ...... اِلٰى آخِرِهَا (سورۂ نساء، پ:4، ع:2، آیت نمبر:11) نازل ہوئی۔ جس کی وجہ سے حضرت سعد کی دونوں بیٹیوں میں دو تہائی یعنی کل مال کے 24 حصہ کئے گئے 16 حصہ دونوں بیٹیوں کو اور تین حصے بیوی کو اور پانچ حصہ حضرت سعد کے بھائی کو ملے۔12 (مرقات، حاشیہ مشکوٰۃ)۔

میراث کی تقسیم کا ایک اور واقعہ

31/4186۔ ھزیل بن شرحبیل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک بہن (کی وراثت کے حصوں) کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ بیٹی کو آدھا، اور بہن کو آدھا ملے گا (یہ کہہ کر سائل سے کہا کہ تم) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ وہ (بھی میری اس تقسیم سے) اتفاق کریں گے (اس پر وہ سائل حضرت ابن مسعود کے پاس پہونچا اور (اس مسئلہ میں) حضرت ابن مسعود سے دریافت کیا اور حضرت ابوموسی نے جو (اس بارے میں) کہا تھا اس کو بھی بتایا تو (حضرت ابن مسعود نے یہ سن کر) کہا (کہ اگر میں حضرت ابوموسی کے رائے سے اتفاق کرلوں) تو میں گمراہ ہوگیا اور راہ حق پر نہ

رہوں گا اور میں وہ فیصلہ دوں گا جو فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے (یعنی) بیٹی کو آدھا اور پوتی کا چھٹا دوتہائی کے تکملہ میں اور بہن کو (متروکہ کا) بقیہ حصہ ملے گا (سائلین کہتے ہیں کہ) ہم پھر حضرت ابوموسی کے پاس پہونچے اور حضرت ابن مسعود کا فیصلہ سنایا تو حضرت ابوموسی نے فرمایا جب تک یہ عالم تم میں موجود ہو تم مجھ سے (ایسے مسائل) نہ دریافت کیا کرو۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں وراثت کی تقسیم کا جو مسئلہ ہے وہ چھ حصوں میں ہوگا۔ تین حصے بیٹی کو، ایک حصہ پوتی کو اور دو حصے بہن کو ملیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ایک لڑکی کے ساتھ پوتیاں ہوں یا ایک ہی پوتی ہو تو ان سب کو ایک حصہ اور نصف بیٹی کو ملکر دوتہائی کا تکملہ ہو جائے گا۔ اور بیٹوں کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں، یعنی بیٹوں کے حصہ سے جو بچ رہے وہ بہنوں کو مل جاتا ہے جمہور علماء کا اس مسئلہ میں حضرات ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتویٰ پر عمل ہے (حاشیہ مشکاۃ 12)

پوتے کے ترکہ میں دادا کا حصہ

32/4187۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک صاحب حاضر ہو کر عرض کیے کہ میرا پوتا مرگیا ہے اس کی وراثت میں میرا کیا حصہ ہے آپ نے فرمایا تمہارے لئے چھٹا حصہ ہے۔ جب وہ لوٹنے لگے تو آپ نے انہیں بلایا اور فرمایا تمہارے لئے ایک اور چھٹا حصہ ہے جب وہ دوبارہ واپس ہونے لگے تو انہیں پھر بلایا اور فرمایا کہ یہ دوسرا چھٹا حصہ تمہارے لئے (عصبہ بن جانے سے) بمنزلۂ رزق ہے۔

اس کی روایت ترمذی، امام احمد اور ابوداود نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص دو بیٹیاں اور ایک دادا چھوڑ کر گزر گیا۔ اس کے ترکہ کے چھ حصے ہوں گے۔ چار حصے دونوں بیٹیوں کو ملیں گے اور دو حصے دادا کو ملیں گے۔ دادا کے دو حصوں میں

ایک حصہ ترکہ کا ہے اور دوسرا حصہ عصبہ بننے کی وجہ سے ہے۔(مرقات،حاشیہ مشکوٰۃ 12)

فیصلہ شدہ مقدمات نئے قانون سے کالعدم نہیں ہوگے

33/4188۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو وراثت زمانۂ جاہلیت (جاہلیت کے طریقہ پر) تقسیم کی گئی ہو وہ (زمانۂ اسلام میں بھی) جاہلیت کے طریقہ پر ہی برقرار رہے گی۔اور جس میراث نے اسلام کو پایا وہ اسلام کے (مقرر کردہ) طریقہ پر تقسیم ہوگی۔(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے)۔

ف:اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر قانون کے نفاذ کے بعد سے جو مقدمات پیدا ہوں اُن پر ہوتا ہے اور جو مقدمات نفاذِ قانون سے پہلے تصفیہ پا چکے ہوں ان میں بعد والے قانون کے نفاذ سے کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔(حاشیہ مشکوٰۃ 12)

(20/143) بَابُ الْوَصَايَا

وصیتوں کا بیان

ف: واضح ہو کہ وصایا وصیت کی جمع ہے اور وصیت کے معنی عہد اور معاہدہ کے ہیں جو مرنے کے بعد جاری ہوتا ہے وصیت وراثت کے احکام نازل ہونے سے پہلے واجب تھی اور بعد ازاں مستحب ہے لیکن ایسے شخص کے لیے جو مالدار ہو اس پر تہائی مال کی حد تک وصیت واجب ہے تاکہ مرنے کے بعد فتنے نہ ہوں۔ اور اسی طرح مقروض پر بھی وصیت واجب ہے تاکہ بعد وفات قرض کی ادائی کا بندوبست ہو۔ (مرقات اور اشعۃ اللمعات 12)۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ''مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ، غَيْرَ مُضَآرٍّ'' ۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ نساء، پ:4، ع:2، آیت نمبر:12) میں (ترکہ کے حصے) میت کی وصیت (کی تعمیل) اور (اداءِ) قرض کے بعد (دیئے جائیں) بشرطیکہ میت نے (زائد از تہائی مال کی وصیت کر کے) (کسی وارث کو) نقصان نہ پہونچایا ہو (اس لیے وصیت صرف تہائی مال کی حد تک نافذ ہوگی)۔

وصیت کی اہمیت اور اس کی تاکید

1/4189۔ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی مسلمان مرد پر ضروری ہے کہ اس کے پاس وصیت نامہ دو راتیں گذرے بغیر لکھا رہے اس چیز کے بارے میں جس کے لیے وصیت لازمی ہے۔

اس کی روایت بخاریؔ اور مسلمؔ نے متفقہ طور پر کی ہے۔

2/4190۔ اور ابن المنذر نے نافع رحمہ اللہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ان کے مرض الموت میں دریافت کیا گیا کہ آپ وصیت کیوں نہیں کرتے تو آپ نے جواب دیا کہ (میری جائیداد میں مال اور زمینات ہیں) رہا مال (کا معاملہ) تو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ میں اس میں کیا کرنے والا ہوں، اور رہے زمینات تو میں نہیں چاہتا کہ ان میں میری اولاد کے ساتھ کوئی شریک رہے۔

ف: واضح ہو کہ حدیث شریف میں وصیت کی تاکید وارد ہے اس کی دو حیثیتیں ہیں (1) وجوب کی اور (2) مستحب۔

وصیت اس وقت واجب ہے کہ مرنے والے پر قرض ہو یا کسی کی امانت اسکے پاس رکھی ہوئی ہو ورنہ عام حالات میں وصیت مستحب ہے۔

اور حدیث شریف میں وصیت کی جو تاکید وارد ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کو علم نہیں کہ وہ کب مرنے والا ہے اس لیے وصیت اس کے پاس لکھی رہنی چاہئے۔12 (مرقات، حاشیہ مشکاۃ)

مرتے وقت وصیت کرنے والے کے لیے خوش خبریاں

3/4191۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص (انتقال کے وقت) وصیت کرے تو اس کا انتقال (دین کے) راستہ پر اور (پسندیدہ) طریقہ پر ہوا اور اس کی موت تقویٰ اور شہادت پر ہوئی (جو اس کے حسن خاتمہ کی خوش خبری ہے) اور اس کی موت بخشش کی حالت پر واقع ہوئی۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ حدیث شریف میں مرتے وقت وصیت کرنے والے کے لیے شہادت کی جو خوش خبری دی گئی ہے اس کے کئی پہلو ہیں ایک یہ کہ اس کو شہادت کا ثواب ملے گا دوسرے یہ کہ فرشتے اس کے ایمان اور تقوی کی گواہی دیں گے، تیسرے یہ کہ اس کی موت کے وقت اس پر عالم برزخ کھلا ہوا ہوگا اور اس کے ہوش وحواس درست رہیں گے جس کی وجہ سے وہ دیگر امور بھی بیان کرے گا۔ چوتھے یہ کہ اس کی موت حضور مع اللہ پر ہوگی یعنی وہ تجلیات الٰہیہ کا مشاہدہ کرتا ہوگا اور اس کو اتنی یکسوئی حاصل ہوگی کہ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوگا۔

بیجا وصیت کرنے سے دوزخ واجب ہو جاتی ہے

4/4192۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مرد اور عورت ساٹھ سال تک اللہ تعالٰی کی بندگی کرتے ہیں پھر ان کو موت آتی ہے اور وہ وصیت کرنے میں ضرر پہونچاتے ہیں ان کے لئے دوزخ واجب ہو جاتی ہے پھر ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ نے (آیت میراث کی تلاوت کی (سورۂ نساء، پ:4، ع:2،آیت نمبر:12،)(یہ حصے بھی) میت کی وصیت (کی تعمیل) اور (ادائے) قرض کے بعد (دیئے جائیں گے) بشرطیکہ میت نے (کسی کو) نقصان نہ پہونچانا چاہا ہو (یہ) فرمان الٰہی ہے اور اللہ (سب کچھ) جانتا (اور لوگوں کی نافرمانیوں پر) برداشت کرتا ہے۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلے گا (آخرت میں) اللہ تعالیٰ اس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کی نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی (اور وہ) ان میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

(اس کی روایت امام احمد، ترمذی، ابوداود اور ابن ماجہ نے کی ہے)۔

وراثت سے محروم کرنے پر وعید

5/4193۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن اس کو جنت کی وراثت (یعنی نعمتوں) سے محروم فرمادیں گے۔

اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

6/4194۔ اور بیہقی نے اس کی روایت شعب الایمان میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں جنت کی وراثت کا جو ذکر ہے وہ سورۂ زخرف، پ:25، ع:7، آیت نمبر:72) میں ارشاد ہے: " وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ" اور جنت کی میراث جو تم کو ملی ہے ان (نیک اعمال) کے بدلہ میں (ملی) ہے جو تم (دنیا میں) کرتے رہے ہو۔

اور قرآن مجید کی کئی آیتوں میں مذکور ہے، مثلاً سورۂ اعراف، پ:8، ع:5، آیت نمبر:43، میں ارشاد ہے: " وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ" اور (اہل جنت سے) پکارا کر کہا جائے گا یہی جنت ہے جس کے تم (نیک) اعمال کی بدولت وارث قرار دیئے گئے ہو جن کو تم (دنیا میں) کرتے تھے۔

اورسورۂ مریم، پ:16، ع:4، آیت نمبر:63، میں ارشاد ہے: ” تِلْکَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ کَانَ تَقِیًّا“ یہی وہ جنت ہے کہ ہمارے بندوں میں سے جو پرہیزگار ہوگا ہم اسے اس کا وارث بنائیں گے۔

اورسورۂ مومنون، پ:18، ع:1، آیت نمبر:11، میں ارشاد ہے: ”اُولٰٓئِکَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ . الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ، هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ“ ۔یہی لوگ (حضرت آدم کے اصلی) وارث ہیں جو بہشت بریں کی میراث پائیں گے اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

ان آیات کریمہ سے مومن کا وارثِ جنت ہونا ثابت ہے مگر کوئی شخص اپنے وارثوں کو ان کی وراثت سے محروم کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی نعمتوں سے محروم فرمادیں گے جو اس کو وراثت میں ملنے والی تھیں 12۔(حاشیہ مشکوٰۃ 12)

وصیت اور اس کے متعلقہ مسائل

7/4195۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس سال مکہ فتح ہوا اس سال میں (سخت بیمار ہوا یہاں تک کہ مجھے موت کا اندیشہ ہوگیا۔اور رسول اللہ ﷺ میرے پاں میری عیادت کے لئے تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے پاس بہت سا مال ہے اور سوائے میری بیٹی کے میرا کوئی وارث نہیں تو کیا میں اپنے پورے مال کی (فقراء پر خیرات کے لئے) وصیت کردوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں! پھر میں نے عرض کیا کیا اپنے دوتھائی (مال) کی وصیت کردوں) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (یہ بھی) نہیں! میں نے پھر عرض کیا کیا ایک تہائی (مال) کی (وصیت کردوں) تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا (ہاں) تہائی (مال) کی (وصیت کرسکتے ہو) اور تہائی مال بھی بہت زیادہ ہے۔تم اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑو بہتر ہے اس بات سے کہ تم ان کو (نہ دے کر) محتاج چھوڑ دو کہ وہ لوگوں سے مانگتے پھریں بے شک تم جو بھی اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے خرچ کروگے اس کا اجر ملے گا یہاں تک کہ اس لقمہ کا بھی جو اپنی بیوی کو کھلائے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ وصیت ایک تہائی مال کی حد تک جائز ہے مگر ایک تہائی سے کم کی وصیت بہتر ہے جیسا کہ مرقات اور ہدایہ میں مذکور ہے اور رحمۃ الامۃ میں یہ لکھا ہے کہ جس شخص کے لئے ایک تہائی مال کی حد تک وصیت بالاتفاق جائز ہے اور اس کے لئے وارثوں کی اجازت ضروری نہیں ہے البتہ اگر ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا چاہتا ہو تو وارثین کی اجازت ضروری ہے البتہ امام اعظم اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے پاس وارثین کو رجوع کا حق حاصل ہے۔ اور عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ اگر وصیت کرنے والے کے وارثین نہ ہوں تو وصیت ایک تھائی مال سے بھی زیادہ کی حد تک کی جاسکتی ہے۔ 12

اولاد مالدار ہونے کی صورت میں ایک تہائی وصیت کے جاسکتی ہے

8/4196۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے- جب کہ میں بیمار تھا- مجھ سے دریافت فرمایا: کیا تم نے وصیت کرنے کا ارادہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں! (پھر) دریافت فرمایا کس قدر (مال کی) میں نے عرض کیا: اپنے پورے مال کی اللہ کی راہ میں (وصیت کرنے کا ارادہ کیا ہے؟) آپ نے (پھر) دریافت فرمایا: تو تم نے اپنی اولاد کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ میں نے جواب دیا وہ سب مالدار ہیں آپ نے ارشاد فرمایا (اللہ کی راہ میں) دسویں (حصہ کی حد تک) وصیت کرو، میں (اس مقدار کو) کم سمجھتا رہا (اور حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اضافہ فرماتے رہے) یہاں تک کہ فرمایا تم (اللہ کی راہ میں) ایک تہائی کی وصیت کرو اور ایک تہائی بھی بہت ہے۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے)۔

وارثوں کے حقوق کا بیان

9/4197۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے ارشاد فرماتے سنا ہے آپ حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ میں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ

اللہ تعالیٰ نے (وراثت میں) ہر حقدار کا حق مقرر فرما دیا ہے اس لئے وارث کے لئے (علاحدہ) وصیت کی ضرورت نہیں۔ اس کی روایت ابوداود اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

10/4198۔ اور ترمذی نے (اپنی روایت میں) یہ اضافہ کیا ہے کہ (شادی شدہ عورت اگر زناء کرے تو اس سے جو) بچہ (ہوگا وہ اس عورت کے) شوہر کی طرف منسوب ہوگا اور زانی کو تو پتھر ہے (یعنی اس کو سنگسار کیا جائے گا) اور ان کا حساب تو اللہ ہی پر ہے (اور قیامت میں ہر شخص اپنے کئے کی سزا پائے گا)۔

11/4199۔ اور دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ وارث کے لئے وصیت جائز نہیں مگر یہ کہ خود وارث (وصیت) چاہیں۔

12/4200۔ اور دارقطنی ہی کی ایک روایت میں عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وارث کے لئے وصیت (جائز) نہیں مگر یہ کہ خود وارث (وصیت کی) اجازت دے دیں۔

کافر کی وصیت ایصال ثواب میں قابل عمل نہیں کیونکہ اس پر ثواب نہیں

13/4201۔ عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ عاص بن وائل نے (جو کافر تھا) وصیت کی تھی کہ (اس کے مرنے کے بعد) ایک سو غلام یا باندی آزاد کئے جائیں تو اس کے بیٹے ھشام رضی اللہ عنہ نے بقیہ پچاس غلاموں کو آزاد کرنے کا ارادہ کیا پھر (اپنے دل میں یا اپنے بھائی یا دوستوں سے) کہا کہ میں (بقیہ پچاس غلاموں کو آزاد نہیں کروں گا) یہاں تک کہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم سے دریافت کرلوں (کہ یہ جائز ہے یا نہیں؟) پھر وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوکرعرض کیے یارسول اللہ ﷺ! میرے باپ نے وصیت کی تھی کہ اس کی طرف سے (مرنے کے بعد) سوغلام آزاد کردیئے ہیں اور بقیہ پچاس غلام آزاد کرنا باقی ہے کیا میں اس کی طرف سے (بقیہ پچاس غلاموں کو) آزاد کردوں (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور اگر وہ مسلمان ہوتا اور تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا خیرات کرتے یا اس کا حج بدل کرتے تو (ان سب اعمال کا ثواب) اس کو پہونچتا۔

ف: واضح ہو کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کافر اگر کسی خیر خیرات کے کام کی وصیت کرے تو اس کو اس کارخیر کا ثواب نہیں ملے گا اس لئے کہ اس میں کفر مانع ہے، اسی طرح کسی کافر کے مسلم قرابتدار اس کی طرف سے صدقہ دیں یا حج بدل کریں یا غلام باندی آزاد کریں تو ان کاموں کا ثواب اس کافر کو نہیں ملے گا خواہ ایسے کام کافر کا مسلم لڑکا کرے یا کوئی اور، اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی کافر ایسی وصیت کرے تو اس کافر کے مسلمان قرابتداروں پر واجب نہیں کہ اس کی وصیت کو نافذ کریں۔ (یہ نیل الاوطار سے ماخوذ ہے)۔

(13) کِتَابُ النِّکَاحِ

ف: نکاح کے معنی لغت میں ضم اور جمع یعنی پیوند لگانے کے ہیں اور اصطلاح میں وطئی یعنی مرد اور عورت کی مباشرت کو کہتے ہیں اور نکاح ایک حیثیت سے معاملہ ہے اور دوسری حیثیت سے عبادت ہے، عبادت اس وجہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تناکحوا تکثروا (تم نکاح کرو اور اپنی تعداد کو بڑھاؤ) اور اصطلاح شریعت میں اس معاہدہ کو کہتے ہیں جو مرد اور عورت میں بالا رادہ مباشرت سے متعلق ہے، واضح ہو کہ نکاح کی تین قسمیں ہیں:

(1) ایک سنت موکدہ ہے ایسے شخص کے لئے جو مہر نفقہ اور مباشرت پر قادر ہو، اس لئے اگر ایسی حالت میں وہ اس سنت کو ترک کر دے تو گنگار ہوگا اور اگر اپنی حفاظت اور اولاد کی نیت سے نکاح کرے تو ثواب پائے گا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "**النکاح من سنتی. فمن رغب عن سنتی فلیس منی**" نکاح میری سنت ہے جو میری سنت سے اعراض کرے وہ میرے (طریقہ) پرنہیں ہے اسی لئے صرف عبادات میں مشغول رہنے سے نکاح کرنا افضل ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے کہ بندہ جب شادی کر لیتا ہے تو اس کا آدھا دین پورا ہو جاتا ہے۔

(2) نکاح کی دوسری قسم واجب ہے جب کہ مرد کو عورت کا شدید اشتیاق ہو چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "**تناکحوا لتوالدوا، تکثروا فانی اباھی بکم الامم یوم القیامة**" تم نکاح کرو تا کہ صاحب اولاد بنو اور تمہاری تعداد بڑھے کیونکہ میں تمہاری (کثرت تعداد) کی وجہ سے قیامت کے دن دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔ اس حدیث میں نکاح کا امر اور حکم ہے اور امر وجوب کے لئے آتا ہے اور وجوب شدت اشتیاق سے متعلق ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: **یا معشر الشباب!** (اے نوجوانو!) اس لئے کہ نوجوانوں میں عورتوں سے شدید اشتیاق ہوتا ہے۔

(4) نکاح کی تیسری قسم مکروہ ہے جب کہ مرد کو عورت پر ظلم کا اندیشہ ہو اور فرائض اور سنتوں کے ترک ہو جانے کا بھی ڈر ہو اس لئے کہ نکاح کئی مصلحتوں پر موقوف ہے اور اگر کوئی شخص ظلم اور زیادتی کا خوگر ہے اور مصالح شرعیہ کی تکمیل نہیں کر سکتا تو نکاح ایسے شخص کے لئے مکروہ ہے۔

اوپر نکاح کے بارے میں جو تفصیل گذری اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نکاح ایسی صورت میں فرض ہو جاتا ہے جب کہ شدت اشتیاق نا قابل برداشت ہو اور زناء میں مبتلا ہونے کا ڈر ہو اور ایسا شخص مہر اور نفقہ پر قادر ہو اس لئے اس صورت میں نکاح نہ کرے تو ایسا شخص گنہ گار ہوگا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ نکاح بیع اور شراء کی طرح ایک

معاملہ ہے اور ہمارے ائمہ احناف کا صحیح ترین قول یہ ہے کہ نکاح سنتِ مؤکدہ ہے۔

(یہ مضمون درمختار، مرقات، بدائع اور اشعۃ اللمعات سے ماخوذ ہے)۔

قدرت ہونے پر نکاح کرے ورنہ روزہ رکھے

1/4202۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں جو کوئی جماع اور اس کے اسباب (یعنی مہر اور نفقہ) پر قدرت رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ نکاح کرلے اس لئے کہ نکاح نظر کو نیچا رکھتا ہے (اجنبی عورتوں سے) اور شرمگاہ کی (حرام کاری سے) حفاظت کرتا ہے، اور جو نکاح کے اسباب پر قدرت نہ رکھتا ہو تو وہ روزہ رکھے اس لئے کہ روزہ شہوت کو دفع کرتا ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں روزہ رکھنے سے مقصود شہوت کو دفع کرنا ہے اس لئے ایسے روزہ میں چاہئے کہ کم کھائیں، پانی زیادہ پئیں اور ایسی غذائیں استعمال کریں جن سے شہوانی قوت پیدا نہ ہو۔ (مرقات)

نکاح میں آدھے دین کی تکمیل ہے

2/4203۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ نکاح کرلیتا ہے تو وہ (اپنے) آدھے دین کی تکمیل کرلیتا ہے۔ اب اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے بقیہ (امور) دین میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔ (اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔)

ف: امام غزالی رَحِمَہُ اللّٰہُ نے فرمایا ہے کہ دین کا فساد فرج اور بطن کی وجہ سے ہوتا ہے، اس لئے انسان جب شادی کرلیتا ہے تو فرج کے فساد سے محفوظ ہوجاتا ہے اور نکاح کی وجہ سے انسان کی شہوت ٹوٹ جاتی ہے اور شیطان اس کو بھٹکا نہیں سکتا اور جب انسان کی نگاہ محفوظ ہوجاتی ہے تو شرمگاہ کی حفاظت بھی اس کو حاصل ہوجاتی ہے۔ (مرقات 12)

نکاح باہمی محبت کا سبب ہے

3/4204۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے (اے مخاطب) تو نکاح کے مثل دو محبت کرنے والے نہیں دیکھے۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے)۔

نکاح سے گریز کرنے کی ممانعت

4/4205۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے شادی نہ کرنے کے ارادہ کو روک دیا اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو (نکاح نہ کرنے کی) اجازت دیدیتے تو ہم سب خصی ہوجاتے (تاکہ عورتوں کی حاجت نہ رہے اور ہم کو زہد کامل نصیب ہوجائے)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

اعمال میں اعتدال کی تاکید

5/4206۔اور بخاری اور مسلم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت نے (امہات المومنین) ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پوشیدہ اعمال یعنی تنہائی کی عبادت کے بارے میں دریافت کیا (جب ان کو آپ کی تنہائی کی عبادت کی خبر دی گئی تو انہوں نے اس کو کم سمجھا اور کہنے لگے ہم کہاں اور حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمُ کہاں! حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمُ تو نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیے ہیں) ان میں سے ایک نے کہا (اب)

میں عورتوں سے نکاح نہیں کروں گا، اوران میں سے دوسرے نے کہا میں گوشت نہیں کھاؤں گا اور ان میں سے تیسرے نے کہا (اب) میں بستر پر نہیں سوؤں گا (یعنی رات بھر عبادت کرتا رہوں گا) ان کے یہ (فیصلے) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہونچ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ ایسی ویسی باتیں کررہے ہیں لیکن میں تو نمازیں پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور روزہ رکھتا ہوں اور روزہ چھوڑتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں تو جوکوئی میری سنت سے اِعراض کرے گا وہ میرا (طریقہ پر) نہیں ہے۔

نکاح انبیاء کرام کی بھی سنت رہی ہے

6/4207۔اورام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا جومیرے دین پر ہو، اور حضرت داود، حضرت سلیمان اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے دین پر ہوتو اس کو چاہئے کہ نکاح کرے بشرطیکہ نکاح کے اسباب اس کے پاس موجود ہوں ورنہ اس کو چاہئے اللہ کی راہ میں جہاد کرے (یعنی قتال فی سبیل اللہ میں شریک ہوجائے) اوراگروہ شہید ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اس کا نکاح بڑی آنکھوں والی حور سے کردیں گے ہاں اگر وہ والدین کی خدمت میں لگا ہوا ہے یا لوگوں کی امانتیں (اس کے پاس ہیں اور وہ) ان کی حفاظت میں مشغول ہے۔(تو وہ انہی کاموں میں لگا رہے)۔

نکاح کے فوائد

ف: صدر کی حدیث جو حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو نکاح نہ کرنے کے ارادہ سے منع فرمایا۔ اس بارے میں صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ نکاح احناف کے پاس عبادات میں داخل ہے یہاں تک کہ محض عبادت میں مشغول ہو

کر رہبانیت کی حالت اختیار کر لینے سے نکاح کی مشغولیت افضل ہے، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بہ تاکید نکاح نہ کرنے کے ارادہ سے روک دیا۔ نکاح کرنے کی فضیلت میں ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات تک نکاح کو قائم رکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال اشرفِ احوال ہیں چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے نکاح کیا کرو کیونکہ اس امت میں بہترین وہ شخص ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں۔ اس کے علاوہ نکاح پر اگر غور کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ نکاح سے اخلاق کی تہذیب، معاشرہ میں تحمل اور برداشت اور بچوں کی تربیت، قرابتداروں پر خرچ اور اپنی بیوی کی عفت اور اس کو نماز اور دیگر فرائض کی ترغیب دینا یہ سارے امور ظاہر ہے کہ تنہا زندگی گذارنے سے بہتر ہیں۔ 12

نکاح میں دیندار عورت کو ترجیح دینا بہتر ہے

7/4208۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا عورتوں سے نکاح چار (خصلتوں کی وجہ) سے کیا جاتا ہے (ایک) اس کے مال کی وجہ سے (دوسرے) اس کے خاندانی خوبیوں کی وجہ سے (تیسرے) اس کی خوبصورتی کی وجہ سے (چوتھے) اس کی دینداری کی وجہ سے تو' تُو دینداری کو ترجیح دے۔ تیرے دونوں ہاتھ خاک آلودہ ہوں (کہ تو دیندار کو کم ہی ترجیح دے گا)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دینداری اور اخلاق شادی کے لئے قابل ترجیح ہیں

8/4209۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب تمہارے پاس ایسے شخص کی طرف سے نکاح کا پیغام آئے جس کی دینداری اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو تم (اس پیغام کو قبول کر کے) نکاح کر دو، اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو زمین میں فتنہ وفساد برپا ہوگا۔ (اس کی

روایت ترمذی نے کی ہے)۔

واضح ہو کہ اس حدیث شریف سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شادی کے پیغام میں عموماً دینداراوراخلاق کو پیش نظر رکھنا چاہئے ورنہ بہت زیادہ شرائط کا خیال رکھیں تو اندیشہ ہے کہ لڑکیاں کنواری رہ جائیں یا پھراولیاء کی مرضی کے بغیر شادی ہوجائے اور خاندان پر عار ہو یا پھر فتنہ وفساد یعنی زنا میں مبتلا ہوجائیں اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ محض حسب اورنسب کو بنیاد بنا کرلڑکیوں کو اَن بیاہی رکھنا فتنہ کا سبب بن سکتا ہے۔12 ماخوذ ازمرقات، اشعۃ اللمعات اور کوکب دری۔12

دنیا کی بہترین آسائش نیک بیوی ہے

9/4210۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا ہے کہ دنیا تمام ایک عارضی فائدہ کی جگہ ہے اور دنیا کا بہترین فائدہ ’’نیک بیوی‘‘ ہے۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے 12)

نیک بیوی کی خوبیاں

10/4211۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کرنے کے بعد بندۂ مومن کو جو بہترین چیز ملی ہے وہ ’’نیک بیوی‘‘ ہے، کہ اگر وہ اس کو حکم دے تو وہ اس کی بات کو مان لے، اگر وہ اس کو دیکھے تو وہ اس کو خوش کرے، اگر وہ (کسی معاملہ میں) اس کو قسم دے تو وہ اس کو پورا کرے، اور اگر وہ (گھر میں) موجود نہ ہو تو وہ اپنی عصمت اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے۔(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے)۔

شادی کے لئے کونسی عورت قابل ترجیح ہے

11/4212۔ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے دینے ولی عورت سے شادی کرو اس لئے کہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔ اس کی روایت ابوداود اور نسائی نے کی ہے۔

ف: حدیث شریف میں محبت کرنے والی اور زیادہ بچے دینے والی عورت سے شادی کرنے کی ترغیب مذکور ہے ان چیزوں کا پتہ لڑکی کے خاندان سے معلوم ہوگا یا پھر عورت بیوہ ہو تو سابق شوہر سے اس کے تعلقات کی بناء پر ان چیزوں کا پتہ معلوم ہوگا۔ مرقات، اشعۃ اللمعات 12

نکاح کے لئے آزاد عورت کی فضیلت

12/4213۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے پاک اور پاکیزہ حالت میں ملنا چاہتا ہے اس کو چاہیئے کہ آزاد عورتوں سے (جو باندی نہ ہوں) نکاح کرے۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: حدیث شریف میں آزاد عورتوں سے نکاح کی جو ترغیب ارشاد فرمائی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آزاد عورتیں لونڈیوں کی نسبت زیادہ لطیف اور پاک ہوتی ہیں اور بچوں کی تربیت آزاد عورتیں لونڈیوں کے مقابلہ میں زیادہ بہتر طریقہ سے کرسکتی ہیں۔ (مرقات اور حاشیہ مشکوٰۃ)۔

قریش کی عورتوں کی فضیلت

13/4214۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بہترین عورتیں جو اونٹوں پر سوار ہوتی ہیں یعنی عرب عورتیں قریش کی نیک عورتیں ہیں کہ وہ اپنے بچوں پر ان کے بچپن میں زیادہ مہربان ہوتی ہیں اور شوہر کے

مال کی زیادہ محافظ ہوتی ہیں جوان کے قبضہ میں ہوتا ہے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

مرد کے لئے عورت سب سے بڑا فتنہ اور آزمائش ہے

14/4215۔اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے اپنے بعد عورتوں کے فتنہ سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں چھوڑا جو مردوں کیلئے تکلیف دہ ہو۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں حق کے غلبہ کی وجہ سے عورتوں کا فتنہ دبا رہا اور آپ کے بعد باطل کے غلبہ کی وجہ سے عورتوں کا فتنہ ظاہر ہو گیا۔(اشعۃ اللمعات)۔

اور مرقات میں لکھا ہے کہ عورت مرد کے لئے اس لئے فتنہ ہے طبیعتیں عورتوں کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہیں جس کی وجہ سے مرد حرام میں گرفتار ہو جاتا ہے اور اکثر عداوت کا سبب بن جاتی ہیں اور عورتوں کا کم از کم فتنہ تو یہ ہے کہ مرد کو دنیا پر راغب کر دیتی ہے اور حب دنیا برائی کی جڑ ہے۔12

دنیا اور عورت کے فتنہ سے بچنا چاہیے

15/4216۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا شیریں ہے (کہ دلوں میں اس کی لذت اتر جاتی ہے اور دیکھنے میں) تر و تازہ ہے (کہ آنکھوں میں اس کا منظر بیٹھ جاتا ہے) اور اللہ تعالیٰ تم کو (پچھلی قوموں کا) جانشین بنانے والا ہے تاکہ (تم کو) دیکھے کہ تم کیسے کام کرو گے (اور سابقہ امتوں کے حالات سے تم کیا عبرت لو گے) تو تم دنیا (کی برائیوں سے) بچو اور عورتوں (کے فتنوں) سے (بھی) بچو اس لئے کہ بنی اسرائیل میں پہلا فتنہ جو کھڑا ہوا وہ عورتوں کی وجہ سے ہوا۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں دنیا سے ڈرایا گیا ہے تو دنیا سے ڈرنا یہ ہے کہ دنیوی جاہ اور مال کے دھوکے سے احتیاط کی جائے اس لئے کہ جاہ و مال دونوں جلد ختم ہونے والے ہیں اور دنیا سے جو کچھ بھی حاصل ہو اس پر قناعت کرنی چاہئے تا کہ انجام بخیر ہو، کیونکہ حلال پر حساب ہے اور حرام پر عذاب۔

اس حدیثِ شریف میں یہ بھی ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل کا اولین فتنہ عورتوں سے ہوا۔ اس بارے میں مرقات میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے اپنے بھتیجے یا اپنے چچازاد بھائی سے خواہش کی کہ وہ اپنی بیٹی سے اس کا نکاح کردے اس نے انکار کردیا تو اس شخص نے نکاح کرنے کی خاطر اس کو قتل کردیا چنانچہ سورۂ بقرہ کا جو قصہ ہے وہ اسی بارے میں ہے 12

وہ تین چیزیں جن میں نحوست ہوسکتی ہے

16/4217۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ نحوست یعنی بے برکتی عورت، گھر اور گھوڑے میں ہوتی ہے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

17/4218۔ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ نحوست یعنی بے برکتی تین چیزوں میں ہوتی ہے عورت میں، گھر میں اور سواری میں۔

ف: صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ عورت کی نحوست یعنی اسکا مبارک نہ ہونا یہ ہے کہ عورت بانجھ ہو یا اسکا مہر حد سے زیادہ ہو اور وہ بداخلاق ہو، اور گھر کی نامبارکی یہ ہے کہ گھر تنگ ہو اور پڑوسی برے ہوں، اور گھوڑے کی نامبارکی یہ ہے کہ وہ سرکش ہو اور اس پر جہاد نہ ہوتا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد مبارک سے مقصود یہ ہے کہ اگر گھر میں رہائش ناگوار ہو اور بیوی کے ساتھ معاشرہ دشوار ہو، اور گھوڑا پسند نہ ہو تو ان چیزوں کو چھوڑ دینا چاہئے کہ ایسے گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوجائے اور بیوی کو طلاق دیدے اور گھوڑے کو بیچ دے۔

علامہ خطابی نے فرمایا ہے کہ مذکورہ بالا تین چیزوں میں جو نحوست یا نامبارکی کا ذکر ہے ان میں نحوست بذات خود نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور تقدیر الٰہی سے ہوتی ہے اور ان تین چیزوں کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ یہ تینوں

چیزیں ضروریات زندگی میں داخل ہیں اور انسان ان سے متعلق رہتا ہے اسی وجہ سے بطور خاص ان کی برکت اور بے برکتی کا ذکر کر دیا گیا ہے 12

کم خرچ والے نکاح میں برکت ہے

18/4219۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بڑی برکت والا نکاح وہ ہے جو مشقت (زیر باری، مہر اور اخراجات) کے لحاظ سے کم ہو (یعنی قناعت سے نکاح انجام پایا ہو، اور قناعت ایسا خزانہ ہے جو ختم ہونے والا نہیں)۔

اس حدیث کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

نکاح میں کنواری عورت کے لئے کنوارا مرد بہتر ہے

19/4220۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک تھے، جب ہم واپس ہوئے اور مدینہ منورہ سے قریب ہوئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نیا دولھا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے جواب دیا ہاں! آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے دریافت فرمایا کنواری عورت سے یا بیوہ عورت سے میں نے جواب دیا بیوہ عورت سے، تو (یہ سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم نے کنواری عورت سے نکاح کیوں نہیں کیا کہ تم اس سے دل لگی کرتے اور وہ تم سے دل لگی کرتی۔ جب ہم نے (مدینہ منورہ میں) داخل ہونا چاہا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم (کچھ دیر) ٹھہر جاؤ تا کہ ہم (گھروں میں) رات کے وقت پہونچیں تا کہ عورتیں (جن کے سر کے بال پراگندہ ہوں) کنگھی کر لیں اور عورت اپنے زیر ناف کے بال صاف کر لے جسکا شوہر غائب تھا۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)

ثیبہ پر کنواری عورت کی برتری کی وجہ

ف(1): اس حدیث شریف میں ثیبہ عورت پر باکرہ عورت سے نکاح کرنے کی ترغیب وارد ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ثیبہ عورت کا دل اپنے سابق شوہر سے متعلق رہتا ہے اس وجہ سے اس کی محبت کامل نہیں ہوسکتی۔ اس کے برخلاف باکرہ عورت کی محبت کامل ہوتی ہے کیونکہ باکرہ عورت سے صحبت اور مخالطت میں تکلف کا کوئی موقع نہیں رہتا۔ 12

سفر سے واپسی پر پہلے گھر کو اطلاع دینا

ف(2): اس حدیث میں یہ بھی ارشاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ سے واپسی پر صحابہ کرام کو روکا کہ وہ فوراً اپنے گھروں میں داخل نہ ہوں تاکہ عورتیں اپنے شوہروں کی آمد کی اطلاع پا کر اپنا بناؤ سنگھار کرلیں اس لئے مسافر کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ اپنے گھر اس وقت پہونچے جب کہ اس کے آنے کی خبر اس کے گھر پہونچ چکی ہے۔ (مرقات اور اشعۃ اللمعات) 12

حضرت جابر کا ثیبہ عورت سے نکاح کرنا

ف(3): حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ثیبہ عورت سے جو عقد کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت جابر کے والد کا انتقال ہوچکا تھا اور ان کی کم عمر بہنیں موجود تھیں تو حضرت جابر نے ثیبہ عورت سے اس لئے عقد کیا کہ بہنوں کی تربیت ہو اور گھر کے کاروبار بھی ٹھیک طور پر چلیں جیسا کہ ابن ماجہ کی روایت میں صراحت موجود ہے 12

کنواری عورتوں سے نکاح کرنے کی ترغیب

20/4221۔ عبدالرحمٰن بن سالم بن عتبۃ بن عویم بن ساعدۃ انصاری رضی اللہ عنہم اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، ان کے دادا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم کنواری عورتوں سے نکاح کیا کرو اس لئے کہ وہ شیریں دہن زیادہ بچہ دینے والیاں اور تھوڑے پر خوش ہوجانے والی ہوتی ہیں۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے مرسل

21/4222۔ اور بیہقی نے متصل بیان کی۔

وہ تین شخص جن کی اللہ تعالیٰ لازمی طور پر مدد فرماتے ہیں

22/4223۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ لازمی طریقہ پر مدد فرماتے ہیں:

(1) مکاتب غلام جو (غلامی سے چھٹکارا پانے کے لئے) معاوضہ ادا کرنا چاہتا ہو۔

(2) وہ شخص جو اپنے آپ کو زنا سے بچانے کے لئے شادی کرتا ہو۔

(3) خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا۔

اس کی روایت ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بیان کی ہے۔

(1/144)بَابُ النَّظْرِ اِلَی الْمَخْطُوْبَةِ وَ بَيَانِ الْعَوْرَاتِ

منگنی شدہ عورت کو دیکھنے کا بیان اوران چیزوں کا بیان جن کا چھپانا واجب ہے

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: " فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ " اوراللہ تعالیٰ کاارشاد ہے(سورۂ نساء، پ:4،ع:1،آیت نمبر:3)میں تم اپنی مرضی کے مطابق جن عورتوں سے چاہو نکاح کرو۔

وَقَوْلُهٗ تعالیٰ :" يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ، ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ" ۔(اوراللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:(سورۂ احزاب، پ:22،ع:7،آیت نمبر:59،میں)اے نبی (ﷺ)اپنی بی بیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ یعنی پلو بطور گھونگھٹ اپنے منہ پر ڈالے رہیں (یعنی سر اور چہرے کو چھپائیں جب کسی حاجت کے لئے ان کو نکلنا ہو)اس سے یہ بآسانی پہچان لیں جائیں گی (کہ یہ حرہ عورتیں ہیں)اورستائی نہ جائیں گی (منافقین ان کے درپے نہ ہوں گے،منافقین کی عادت تھی کہ وہ باندیوں کو چھیڑا کرتے تھے اس لئے حرہ عورتوں کو حکم دیا کہ وہ چادر سے جسم ڈھک کر سر اور منہ چھپا کر باندیوں سے اپنی وضع ممتاز کردیں)۔

وَقَوْلُهٗ تَعَالىٰ :" اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ " وراللہ تعالیٰ کاارشاد ہے۔(سورۂ نور،پ:18، ع:4،آیت نمبر:31،میں)یا(عورتوں میں ممنوع نہیں کہ وہ اپنا سنگار ظاہر کریں)اپنی باندیوں پر جوان کی مملوکہ ہیں۔

شادی سے پہلے عورت کو دیکھنے کا بیان

1/4224۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیے کہ میں ایک انصاری خاتون سے شادی کا ارادہ رکھتا ہوں (یہ سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اس کو دیکھ لو کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ خلل ہوتا ہے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف:واضح ہو کہ علماء میں اس بارے میں اختلاف ہے کہ جس عورت سے شادی کا ارادہ ہو اس کو دیکھنا جائز ہے چنانچہ امام اوزاعی،امام سفیان ثوری،امام ابوحنیفہ،امام شافعی،امام احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ نے حضرت جابر اور

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث کی بناء پر مطلقاً ایسی عورت کے دیکھنے کو جس سے شادی کا ارادہ ہو جائز قرار دیا خواہ وہ عورت اجازت دے یا نہ دے البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے عورت کی اجازت سے دیکھنے کو جائز قرار دیا ہے۔ ایک دوسری روایت میں امام مالک سے مطلقاً منع بھی مروی ہے، ان اختلافات سے بچنے کی بہتر صورت یہ ہے کہ کسی عورت کو اگر بھیج دیں جو واپس آ کر اس عورت کا حال بیان کر دے تو مناسب ہے۔

یہ مضمون مرقات اور لمعات سے ماخوذ ہے، البتہ درمختار میں لکھا ہے کہ شادی سے پہلے عورت کو دیکھ لیا جا سکتا ہے۔ 12

صاحب مرقات نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر لڑکی پسند نہ ہو تو جن حضرات نے پیام بھیجا تھا ان کے اپنے اعتبار سے ناپسند ہونے کو شہرت نہ دیں تا کہ لڑکے اور لڑکی والوں کو ایذا نہ پہونچے۔ 12

دوسری حدیث

2/4225۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک عورت کو پیام شادی بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا تم نے اس کو دیکھ لیا ہے میں نے عرض کیا نہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اس کو دیکھ تو لو کیونکہ یہ چیز تمہارے درمیان میں محبت اور موافقت کا بہترین سبب بنے گی۔

اس کی روایت امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

تیسری حدیث

3/4226۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو شادی کا پیام بھیجے اور اگر وہ کسی ایسی بات کو دیکھ سکتا ہے جو اس میں نکاح کی رغبت پیدا کرے تو وہ ایسا کر لے۔ اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

ف: حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ کوئی شادی کا پیام بھیجتا ہو تو شادی کے داعیات یعنی مرغوبات کو دیکھ لے۔ اس ارشاد سے یہ مراد ہے کہ وہ سارے امور اور مناسبات جو شادی کے سلسلہ میں ضروری ہو سکتے ہیں ان پر غور کر

لے مثلاً مال، خاندان، جمال اور دینداری ان ساری چیزوں کا لحاظ کرے تاکہ بعد میں کسی وجہ سے رشتہ غیر مناسب معلوم ہو تو ندامت اٹھانی نہ پڑے۔

ایک عورت دوسری عورت سے مباشرت نہ کرے

4/4227۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی عورت کسی عورت سے مباشرت نہ کرے یعنی اپنے بدن کو اس کے بدن سے نہ ملائے پھر اس عورت کا حال اپنے شوہر سے اس انداز سے بیان کرے گویا کہ وہ اس (اجنبی عورت) کو دیکھ رہا ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک عورت دوسری عورت کے بدن سے لپٹنے اور چمٹنے کی وجہ سے وہ اس عورت کے جسمانی کیفیات بیان کرنے کے قابل ہوجاتی ہے خصوصاً شادی شدہ عورت اگر ایسا کرے اور اپنے شوہر سے اس عورت کے جسمانی کیفیات کو بیان کرے تو اس کا ایسا بیان شوہر کے لئے اس اجنبی عورت کو دیکھ لینے کے برابر ہے جس سے اندیشہ ہے کہ شوہر اس اجنبی کی طرف مائل ہوجائے۔ اسی وجہ سے حدیث شریف میں ایسے کام سے منع فرمایا گیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ شریعت میں اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اور سفر ممنوع ہے۔ 12

مرد مرد کے ستر کو اور عورت عورت کے ستر کو نہ دیکھے

5/4228۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ (ایک) مرد دوسرے مرد کے ستر کو نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت کسی عورت کے ستر کو دیکھے اور کوئی مرد کسی مرد کے ساتھ برہنہ ہوکر ایک ہی چادر میں نہ لیٹے اور ایک عورت دوسری عورت کے ساتھ برہنہ ہوکر ایک چادر میں نہ لیٹے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ستر کی تفصیل

ف: واضح ہو کہ مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنہ سمیت ہے خواہ نماز میں ہوں یا غیر نماز کی حالت میں اور حرہ عورت کا

ستر پورا جسم ہے جس میں سر کے بال اور چوٹی بھی داخل ہے بہ جز چہرے، ہتھیلیاں اور پیر کے اور باندی کا ستر مرد کے ستر کے برابر ہے البتہ اس کا پیٹ اور پیٹھ بھی ستر میں داخل ہے۔ اھ

فتاوی عالمگیری، مرقات میں امام نووی رحمہ اللہ کا یہ قول مذکور ہے کہ مرد کا اجنبی عورت کے جسم کے کسی حصہ کو دیکھنا، اور عورت کا مرد کو دیکھنا شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت کے، اور مرد یعنی بالغ بے ریش لڑکا جو خوبصورت ہو اس کو دیکھنا یہ ساری چیزیں حرام ہیں اھ۔ اسی طرح فحش تصاویر کو دیکھنا بھی حرام ہے۔12

کوئی مرد اجنبی عورت کے ساتھ تنہا نہ رہے

6/4229۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے خبردار ہرگز کوئی مرد کسی ثیبہ عورت یعنی بیوہ یا مطلقہ عورت کے ساتھ رات نہ گذارے مگر یہ کہ اس کا شوہر ہو یا محرم ہو۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ اجنبی عورت کے پاس کسی مرد کا رہنا اور خلوت کرنا حرام ہے خواہ رات ہو یا دن اور خواہ عورت کنواری ہو یا بیاہی یا بیوہ، عورت کا اپنے خاوند یا محرم کے سوا کسی کے ساتھ تنہا ہونا اس لئے حرام ہے کہ اس میں بڑے بڑے فساد واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ محرم وہ مرد ہے جس کے ساتھ اس عورت کا نکاح کبھی بھی درست نہ ہو جیسے باپ، بھائی، حقیقی یا رضاعی، چچا، بھتیجا، بھانجا، بیٹا، نواسہ اور پوتا۔ (حاشیۂ مشکوۃ 12)

اجنبی مرد اور عورت کے ساتھ تنہائی میں شیطان ہوتا ہے

7/4230۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان فرماتے ہیں کہ جب کبھی کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں رہتا ہے تو ان دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے (کہ وہ شہوت ابھار کر دونوں کو زنا میں مبتلا کردیتا ہے)۔

اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

شوہر کی عدم موجودگی میں اس کی بیوی کے پاس کوئی آیا جایا نہ کرے

8/4231۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا وہ عورتیں جن کے خاوند غائب ہوں ان کے پاس تم نہ جایا کرو اس لئے کہ شیطان (کا وسوسہ اور مکروفریب) تم میں خون کی طرح جاری وساری رہتا ہے۔ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا (ہاں!) میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے میری اس کی خلاف مدد فرمائی تو وہ (میرا) مطیع ہوگیا (اس لئے میں اس کے شر سے بچا رہتا ہوں)۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ ساری نامحرم عورتوں سے تنہائی اور خلوت ناجائز ہے اور حدیث شریف میں ان عورتوں کے ساتھ جن کے شوہر غائب ہوں۔یعنی خصوصی طور پر ذکر فرمایا گیا کہ وہ صحبت کی مشتاق ہوتی ہیں اور یہیں فتنہ کا زیادہ اندیشہ رہتا ہے(حاشیہ مشکاۃ)12

شوہر کے رشتہ داروں کو ان کی بیویوں کے پاس بے تکلفی سے آنے جانے کی ممانعت

9/4232۔عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ عورتوں کے پاس (بے تکلفی سے) آیا جایا نہ کرو ایک صاحب نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جیٹھ اور دیور کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا دیور اور جیٹھ تو موت ہے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ خاوند کے رشتہ داروں کو جیسے دیور جیٹھ کو خلوت میں عورت کے پاس رہنا اور پردہ کے بغیر آنا جانا درست نہیں۔(حاشیہ مشکاۃ)12

ضرورت پر مرد عورت کے مرض کی جگہ دیکھ سکتا ہے

10/4233۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سینگھی کھچوانے (یعنی فاسد یا زائد خون کو نکلوانے) کی اجازت چاہی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوطیبہ کو حکم دیا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو سینگھی لگائیں حضرت جابر فرماتے ہیں میرا گمان ہے کہ ابوطیبہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی تھے یا نابالغ لڑکے تھے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ علاج کے لئے عورت کے سارے بدن کو دیکھنا جائز ہے جیسے قاضی اور گواہ کو عورت کا دیکھنا درست ہے اسی طرح طبیب کو اس مقام کا دیکھنا درست ہے جہاں علاج کے لئے دیکھنے کی ضرورت ہو۔ ہدایہ میں بھی یہی مذکور ہے اور ہدایہ میں یہ بھی لکھا ہے کسی عورت کو اس بات کی تعلیم دینی چاہئے کہ وہ عورتوں کے علاج کے قابل بن جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو عورت کے دوسرے غیر متعلق اعضاء کو چھپا کر مرض کی جگہ طبیب کو دکھائی جاسکتی ہے اھ اور مرقات میں یہ بھی صراحت مذکور ہے کہ نامحرم ضرورت پر فصد کھول سکتا ہے، سینگھی لگا سکتا ہے اور ختنہ بھی کرسکتا ہے۔12

اجنبی عورت پر اچانک نظر پڑ جائے تو نگاہ پھیر لے

11/4234۔ جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (اجنبی عورت پر) اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنی نگاہ کو پھیر لوں۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

اجنبی عورت پر بغیر قصد کے پہلی نظر معاف ہے

12/4235۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفرمایا: اے علیؓ (بغیر قصد کے کسی اجنبی عورت پر تمہاری نظر پڑ جائے تو پہلی) نظر کے بعد (دوبارہ پھر) نظر مت ڈالو، کیونکہ پہلی (بارنظر) تمہارے لئے معاف ہے لیکن دوسری نظر معاف نہیں۔اس کی روایت امام احمد، ترمذی، ابوداود اور دارمی نے کی ہے۔

اپنی نگاہوں کو اجنبی عورتوں سے بچانے پر عبادت کی لذت نصیب ہوتی ہے

13/4236۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشادفرمایا کہ کسی مسلمان کی نظر (اچانک) پہلی بار کسی حسین عورت پر پڑھ جائے پھر وہ اپنی نگاہ کو نیچی کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک نئی عبادت (کی توفیق) عطا فرمائیں گے جس کی وہ حلاوت پائے گا۔اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں کسی حسین عورت پر بلا قصد نظر پڑ جائے اور ایسا شخص اپنی نظر کو نیچی کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی جزاء میں اس شخص کو ایک نئی عبادت کی توفیق عطا فرماتے ہیں اور اس شخص کو اس عبادت کی حلاوت بھی نصیب ہوتی ہے۔یہ حقیقت میں یہ بدلہ ہے اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کا اور اس تلخی پر صبر کرنے، اور اس لذّت سے منہ موڑنے کا جو اس عورت کو دیکھنے سے حاصل ہورہی تھی چنانچہ اس کا ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد میں فرمایا: " قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ" یعنی میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز ہے۔

(مرقات)12

تاکنے والے اور تکی جانے والی پر اللہ کی لعنت

14/4237۔حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔تاکنے والے اور تکے جانے والی پر۔

اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

عورت کا بغیر حجاب نکلنا ایک فتنہ ہے

15/4238۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ عورت (تمام تر) ستر ہے (اس کو پردہ میں اور حجاب میں رہنا چاہئے) جب وہ (بغیر حجاب کے) باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کے حسن کو دوبالا کرکے دکھاتا ہے (جس سے فتنہ کا اندیشہ ہوتا ہے)۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

اجنبی عورت اچھی معلوم ہوتو اس کا علاج کیا ہے

16/4239۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے (کیونکہ عورت کو دیکھنے سے جماع کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور یہ شیطان کا اثر ہے)(اس لئے) تم میں سے کسی کو کوئی (اجنبی) عورت اچھی معلوم ہو اور اس کے دل میں (اس کی محبت یا شہوت) بیٹھ جائے تو ایسے شخص کو چاہئے کہ اپنی بیوی (کی طرف قصد کرے اور اس سے صحبت کرلے اس لئے کہ اس سے اس کے دل میں جو چیز بیٹھ گئی ہے (یعنی جماع کی خواہش) نکل جائے گی۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ اجنبی عورت کی اگر دل میں محبت بیٹھ جائے تو اس کا کامل علاج یہی ہے کہ اپنی بیوی سے صحبت کرلے اس سے اجنبی عورت کا خیال دفع ہوجاتا ہے اور اگر کوئی شخص بیوی نہ رکھتا ہو تو اس کو چاہئے کہ استغفار کرے (ماخوذ از مرقات)۔

دوسری حدیث

17/4240۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک عورت پر نظر پڑگئی اور وہ اچھی معلوم ہوئی تو آپ ام المومنین سودہ رضی اللہ

عنہا کے پاس تشریف لائے اور وہ (اس وقت) خوشبو تیار کر رہی تھیں اور ان کے پاس چند عورتیں بھی تھیں (آپ کی آمد پر) وہ عورتیں چلی گئیں تو آپ نے حضرت سودہ سے اپنی حاجت پوری فرمائی (یعنی صحبت فرمایا) پھر آپ نے ارشاد فرمایا کسی شخص کی کسی عورت پر نظر پڑ جائے اور وہ عورت اس کو پسند آئے تو وہ اپنی بیوی سے صحبت کر لے کیونکہ اس کی بیوی کے پاس وہی چیز ہے جو اس عورت کے پاس ہے۔اس کی روایت دارمی نے کی ہے۔

ف:اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوایک اجنبی عورت خوش لگی۔ یہ بات بر بناء مقتضاء طبیعت تھا جو انسان کی بشریت ہےاور حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کی یہ پہلی نظر تھی جو اچانک پڑ گئی اور یہ معاف ہےاوراس عورت پر آپ کی نظر پڑ جانا ایک شرعی حکم کا سبب بنا جیسے نماز میں آپ سے سہو کا ہو جانا، یہ اس لئے تھا کہ امت کے لئے ایک راہ نکالی جائے، چنانچہ سہو کے بارے میں آپ نے ارشاد فرمایا ہے میں بھولتا ہوں یا بھلایا جاتا ہوں تا کہ اپنی امت کے لئے ایک راہ پیدا کروں اور عام لوگوں کا بھولنا شیطان کے غلبہ سے ہوتا ہے کہ شیطان ان کو خدا سے غافل کر دیتا ہے اس کے برخلاف حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ پر شیطان کا کچھ اثر نہ تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ کا آپ پر بھول کا طاری فرمانا اس میں حکمت یہ تھی کہ امت کو سہو کے مسائل معلوم ہو جائیں آپ کو بھول نہ ہوتی تو امت کو سہو کے مسائل معلوم نہ ہوتے اور امت کے لئے یہ راہ نہ کھلتی۔(مرقات، اشعۃ اللمعات، حاشیہ مشکوٰۃ 12)

باندی کے ستر کا بیان

18/4241۔عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں ان کے دادا (حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے غلام کا نکاح اپنی باندی سے کر دے تو اپنی باندی کے ستر کو نہ دیکھے۔اسکی روایت ابوداود نے کی ہے۔

19/4242۔اور دارقطنی کی ایک روایت میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنی باندی کا

نکاح اپنے غلام یا اپنے خادم سے کر دے تو اس باندی کی ناف سے لے کر گھٹنہ تک کے اعضاء کو نہ دیکھے اس لئے کہ ناف سے لے کر گھٹنہ تک ستر (میں داخل) ہے۔

20/4243۔ اور دارقطنی کی ایک اور روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ گھٹنہ تک بشمول پستان کے ستر (میں داخل) ہے۔

21/4244۔ اور عبدالرزاق نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آل انس رضی اللہ عنہ کی ایک لونڈی کو گھونگھٹ ڈالے ہوئے دیکھا تو اس کو مارا اور فرمایا اپنے سر کو کھول دے اور حرہ عورتوں سے اپنے کو مشابہ نہ کر۔

عورت کے اجنبی مرد کو دیکھنے کے مسائل

22/4245۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا (یہ دونوں) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھیں کہ اچانک ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم دونوں بھی نابینا ہو، کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو۔ اس کی روایت امام احمد، ترمذی اور ابوداود نے کی ہے۔

23/4246۔ اور بخاری نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے آپ فرماتی ہیں کہ ایک عید کے دن حبشی لوگ ڈھال اور برچھوں سے کھیل رہے تھے (اس موقع پر) یا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خواہش ظاہر کی یا آپ نے فرمایا کہ (اس کھیل کود کو) کیا تم دیکھنا چاہتی ہو، میں نے کہا ہاں! تو آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا (اس طرح سے کہ) میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا اور آپ فرمارہے تھے اے بنوارفدہ (اے حبشہ والو!) تم دور رہو! یہاں تک کہ جب میں اکتا گئی تو آپ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے لئے (اتنا تماشہ دیکھنا) کافی ہے! میں نے جواب دیا ہاں! تو آپ نے ارشاد فرمایا تو تم (گھر میں) چلی جاؤ۔

''بنوارفدہ'' اہل حبشہ کا لقب ہے۔

ف: واضح ہو کہ صدر کی دونوں حدیثیں جو حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں ان دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے کہ پہلی حدیث سے عورت کا اجنبی مرد کو دیکھنا ممنوع اور دوسری حدیث سے جائز معلوم ہوتا ہے۔ اس بارے میں صحیح ترین قول یہ ہے کہ عورت مرد کے ستر کو چھوڑ کر اجنبی مرد کو بغیر شہوت کے دیکھ سکتی ہے اس کی قوی دلیل یہ ہے کہ عورتیں رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ میں نمازوں کے لئے مسجد نبوی آیا کرتی تھیں اگر یہ جائز نہ ہوتا تو عورتوں کو مسجد اور عیدگاہ میں حاضر ہونے سے روک دیا جاتا، یوں بھی عورتوں کو اجنبی مردوں سے پردہ کرنے کا حکم ہے اس کے برخلاف مردوں کو عورتوں سے پردہ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ یہ مرقات میں مذکور ہے اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ عورت شہوت کے بغیر مرد کو ستر کے علاوہ دیکھ سکتی ہے البتہ اگر عورت کے دل میں شہوت ہے یا گمان غالب ہے یا شک ہے کہ دیکھنے سے شہوت پیدا ہوگی تو اس کیلئے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنی نگاہ نیچی کرلے۔ 12

ران ستر میں داخل ہے

24/4247۔ جرہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم نہیں جانتے ہو کہ ران ستر (میں داخل) ہے۔ اس کی روایت ترمذی اور ابوداود نے کی ہے۔

دوسری حدیث

25/4248۔ محمد بن جحش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَعْمر رضی اللہ عنہ پر سے گذرے جب کہ ان کی دونوں رانیں کھلی ہوئی تھیں (یہ دیکھ کر) آپ نے فرمایا اے مَعْمر! تم اپنی دونوں رانوں کو ڈھانک لو اس لئے کہ دونوں رانیں ستر (میں داخل) ہیں۔ اس کی روایت بغوی نے شرح السنۃ میں کی ہے۔

مردہ کی ران بھی ستر ہے

26/4249۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی! تم اپنی ران کو مت ظاہر کرو اور نہ کسی زندہ کی ران کو دیکھو اور نہ کسی مردہ کی۔اس کی روایت ابوداود اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ستر کو ڈھانکے رکھنے کی تاکید

27/4250۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم برہنہ ہونے سے بچو اس لئے کہ تمہارے ساتھ وہ (یعنی کراماً کاتبین اور حفاظت کرنے والے فرشتے) ہیں جو تم سے جدا نہیں ہوتے مگر رفع حاجت کے وقت یا اس وقت جب آدمی اپنی بیوی سے صحبت کرتا ہو تو تم ان سے شرم وحیاء کرو اور ان کی تعظیم کیا کرو (یعنی بلاضرورت ستر کو مت کھولو)۔اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

شرمگاہ کو پوشیدہ رکھنے کا بیان اور اس کے متعلقہ مسائل

28/4251۔بَہز بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ (ان کے دادا نے) کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی شرمگاہ کو سوائے بیوی اور باندی کے سب سے پوشیدہ رکھو۔میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب آدمی تنہا ہو اس صورت میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ (یہ سن کر) آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ ان سے شرم کی جائے۔

اس کی روایت ترمذی، ابوداود اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

29/4252۔اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرمگاہ کو کبھی نہیں دیکھا نہ کبھی میری نگاہ آپ کی شرمگاہ پر پڑی۔

ف: مرقات میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی اور باندی کی شرمگاہ کو دیکھا جاسکتا ہے اور

درمختار میں یہ بھی لکھا ہے کہ آدمی اپنی بیوی اور لونڈی کی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھ سکتا ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ نہ دیکھے کیونکہ اس سے بھول پیدا ہوتی ہے۔ اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ شوہر اور بیوی دونوں ایک دوسرے کی شرمگاہ کو نہ دیکھیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے صحبت کرے تو جہاں تک ہو سکے پردہ کرے اور گدھوں کی طرح بے پردہ نہ ہو جائیں اس لئے کہ اس سے انسان میں بھول پیدا ہوتی ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ مرد اگر اپنی بیوی کی شرمگاہ کو چھولے اور بیوی اپنے شوہر کی شرمگاہ کو چھولے تا کہ بیوی میں شہوت پیدا ہو تو کیا اس میں کوئی گناہ ہے؟ یہ سن کر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں بلکہ مجھے امید ہے کہ اس میں اجر زیادہ ملے گا۔ (ذخیرہ 12)

برہنہ ہونے کی ممانعت

30/4253۔ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں نے ایک بھاری پتھر اٹھالیا اور جس وقت میں چلنے لگا تو میرا کپڑا (یعنی تہ بند میرے بدن سے) گر پڑا اور (بوجھ کی وجہ سے) میں اسکو پکڑ نہ سکا، میری اس حالت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا اپنا کپڑا یعنی تہہ بند لے لو (اور باندھ لو) اور برہنہ مت چلو۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے)

غلام کی حیثیت مالکہ کے لئے اجنبی مرد جیسی ہے

31/4254۔ سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (سورۂ نور، پ:18، ع:4 کی آیت نمبر 31 کے یہ کلمات) "اَوْمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُنَّ" تم کو دھوکہ میں نہ ڈالیں، کہ اس سے مراد کنیزیں ہیں (کہ یہ اپنی مالکہ کا بناؤ سنگار دیکھ سکتی ہیں) اور (آیت کے ان کلمات سے) مراد غلام نہیں ہیں (کیونکہ وہ اپنی مالکہ کے مواضع زینت کو نہیں دیکھ سکتے کہ ان کی حیثیت اجنبی مرد جیسی ہے)۔ اس حدیث کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور شیخ ابو حامد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت فاطمہؓ کے واقعہ والی حدیث (جس میں غلام سے پردہ نہ کرنے کا ذکر ہے) اس

بات پر محمول کیا ہے کہ اس حدیث میں لفظ غلام کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکا کم عمر یعنی نابالغ تھا اور یہ واقعہ ایک اتفاقی واقعہ تھا (جس سے مالکہ اور غلام میں بے پردگی پر دلیل نہیں لی جاسکتی)۔

ف(1): واضح ہو کہ حدیث فاطمہ سے مراد وہ حدیث ہے جس کو ابوداود نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غلام سے پردہ فرمانے پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا غلام سے پردہ نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ صدر کی حدیث جس کے راوی حضرت سعید ابن المسیب ہیں اور یہ حدیث جس کے راوی حضرت انس ہیں دونوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے اس تعارض کو حافظ ابواحمد جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح دور فرمایا ہے کہ حضرت انس والی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بی بی فاطمہ سے فرمایا "هو غلامک" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نابالغ لڑکا تھا اس لئے بچوں سے گوشہ نہیں یا پھر یہ ایک اتفاقی واقعہ تھا جس سے غلام اور مالکہ میں بے پردگی کے ثبوت پر دلیل نہیں لی جاسکتی جیسا کہ نیل الاوطار میں صراحت ہے۔12

ف(2): صدر کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ غلام کی حیثیت مالکہ کے لئے اجنبی مرد جیسی ہے اس لئے کہ غلام گھر کے کاموں کے لئے کثرت سے گھر میں آیا جایا کرتا ہے اور اسی وجہ سے فتنہ کا اندیشہ رہتا ہے اسی لئے اس کا حکم مالکہ کے لئے اجنبی مرد کا ہے جیسا کہ حضرت حسن بصری اور حضرت ابن جبیر رحمہما اللہ نے فرمایا ہے البتہ ضرورۃً مالکہ کے چہرے اور ہاتھوں پر اس کی نظر پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں اور ضرورۃً وہ گھر میں بغیر اجازت کے داخل ہوسکتا ہے البتہ مالکہ کے ساتھ سفر نہیں کرسکتا۔ یہ خلاصہ میں مذکور ہے اور امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا ہے کہ غلام کی حیثیت مالکہ کے لئے محرم جیسی ہے۔12 (ماخوذ از درمختار اور ردالمحتار)۔

مخنث کا گھروں میں آنا جانا ممنوع ہے

32/4255۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کے ہاں تھے اور گھر میں ایک مخنث تھا تو اس نے عبداللہ بن ابی امیہ جو ام المومنین ام سلمہ کے بھائی تھے ان سے کہا اے عبداللہ! اگر اللہ تعالیٰ طائف فتح کردے تو میں تم کو غیلان کی بیٹی

بتاؤں گا (وہ ایسی بھاری بھرکم عورت ہے) وہ آتی ہے تو چہار (شکن) کے ساتھ اور جاتی ہے تو آٹھ (شکن) کے ساتھ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایسے (مخنث) لوگ تمہارے گھر نہ آیا کریں۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

ف: درمختار میں لکھا ہے کہ خصی اور مخنث کا حکم جو جماع پر قدرت نہیں رکھتے اجنبی عورت کے دیکھنے کے بارے میں صحیح اور سالم مرد کی طرح ہے۔12

(2/145) بَابُ الْوَلِيِّ فِي النِّكَاحِ وَ اِسْتِئْذَانِ الْمَرْأَةِ

نکاح میں ولی کا ہونا اور عورت سے اجازت طلب کرنے کا بیان

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: "حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ" وراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:(سورۂ بقرہ، پ:2، ع:29، آیت نمبر:230، میں)(اب تیسری بار عورت کو طلاق دیدی تو اس کے بعد) جب تک عورت دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے (اور یہ دوسرا شوہر طلاق نہ دیدے پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوسکتی)۔

وَقَوْلُهٗ تعالیٰ: "اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ" اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:(سورۂ بقرہ، پ:2، ع:30، آیت نمبر:232، میں)(اور جب تم عورتوں کو تین بار طلاق دیدو اور وہ اپنی عدت پوری کرلیں اور جائز طور پر آپس میں کسی سے ان کی مرضی مل جائے تو ان کو نہ روکو کہ وہ) دوسرے شوہروں کے ساتھ نکاح کرلیں۔

وَقَوْلُهٗ تَعالیٰ: "فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ" اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ بقرہ، ع:30، آیت:234، میں)(اور تم میں جو لوگ مرجائیں اور بیبیاں چھوڑیں تو عورتوں کو چاہئے کہ وہ چار مہینے دس دن اپنے کو روکے رکھیں پھر جب وہ اپنی عدت پوری کرلیں تو جائز طور پر) وہ جو کچھ اپنے حق میں (موافق شرع یعنی نکاح) کریں تو تم پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔

ف: واضح ہو کہ صدر کی مذکورہ بالا آیتوں میں نکاح کرنے کی نسبت عورتوں کی طرف کی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اپنے نکاح کا فیصلہ خود کرسکتی ہے اس لئے کہ نکاح ایک ایسا تصرف ہے جو عورت کی ذات سے متعلق ہے اور جب وہ عاقل اور بالغ ہے تو وہ اپنے بارے میں فیصلہ کرسکتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ عورت کو اپنے اموال میں تصرف کرنے اور شوہر کے انتخاب کرنے کا اختیار بالاتفاق حاصل ہے۔ ماخوذ از: "عمدۃ الرعایۃ" 12

نکاح کے لئے عورت سے اجازت لینے کا بیان

1/4256۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ثیبہ عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے اور (اسی طرح) باکرہ عورت کا نکاح بھی اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کی اجازت کیسے معلوم ہو؟ آپ نے فرمایا اس کا خاموش رہنا (اس کی اجازت ہے)۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

2/4257۔اور مسلم کی ایک روایت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا جب کہ وہ سات برس کی تھیں اور جب ان کی رخصتی ہوئی تو وہ نو برس کی تھیں اور ان کے کھلونے ان کے ساتھ تھے۔اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو وہ اٹھارہ برس کی تھیں۔

دوسری حدیث

3/4258۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ثیبہ عورت (نکاح میں) اپنے ولی کے مقابلہ میں اپنے نفس کے بارے میں زیادہ اختیار رکھتی ہے اور کنواری لڑکی سے (بھی نکاح کے بارے میں) اجازت لی جائے، اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے۔

4/4259۔اور ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ کنواری لڑکی (سے نکاح کے بارے میں) اس کا باپ اس سے اجازت لے اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف:ان احادیث شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کنواری لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر دیا جائے تو ایسا نکاح درست نہیں امام اوزاعی، امام ثوری اور سارے ائمہ احناف کا یہی قول ہے اور امام ترمذی نے بھی اکثر اہلِ علم سے اسی قول کو بیان کیا ہے۔

(ماخوذ از:''نیل الاوطار'')

یتیم لڑکی سے نکاح کے بارے میں اجازت لینے کا بیان

5/4260۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یتیم لڑکی (جو باکرہ ہو نکاح کے بارے میں) اس سے اجازت لی جائے (اجازت لینے پر وہ سکوت اختیار کرے تو) اسکا خاموش رہنا اس کی اجازت ہے اور اگر وہ انکار کردے تو اس پر جبر نہیں۔

اس کی روایت ترمذی، ابوداوٗد اور نسائی نے کی ہے۔

6/4261۔اور دارمی نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

نکاح کے بارے میں لڑکی کے اختیار کی ایک مثال

7/4262۔عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں: ان کے والد نے کہا کہ ایک جوان لڑکی رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگی کہ میرے والد نے میرا نکاح اپنے بھتیجے سے کرادیا ہے تاکہ میرے ذریعہ سے اپنا فقر وفاقہ دور کرے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو اختیار دیدیا (کہ وہ چاہے تو نکاح فسخ کراسکتی ہے) تو اس نے عرض کیا: میرے والد نے جو کیا ہے میں اس پر راضی ہوں لیکن (اس حاضری سے) میرا مقصد یہ ہے کہ میں عورتوں میں اس بات کا اعلان کردوں کہ (شادی کے معاملہ میں) والدین کو کوئی اختیار حاصل نہیں۔

اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

8/4263۔اور امام احمد اور نسائی نے ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کی ہے۔

ولی کی غیر موجودگی میں نکاح درست ہے

9/4264۔ام المومنین بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے (اپنی بھتیجی) حفصہ بنت عبدالرحمٰن کا نکاح (اپنے بھانجے) منذر بن الزبیر کے ساتھ کردیا اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ (اس وقت) ملک شام میں تھے۔ جب عبدالرحمٰن (شام سے مدینہ منورہ) واپس

ہوئے تو کہا کہ میرے ساتھ ایسا کیا جاتا ہے اور نظر انداز کیا جاتا ہے تو حضرت عائشہ نے منذر سے اس بارے میں گفتگو کی تو منذر نے جواب دیا کہ (حقیقت میں نکاح کا برقرار رکھنا) حضرت عبدالرحمٰن ہی کے ہاتھ میں ہے (یہ سن کر) حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا کہ آپ نے (یعنی حضرت عائشہ نے) جس کام کو طے کیا ہے میں اس کو رد کرنے والا نہیں تو حفصہ ان کی یعنی منذر کی زوجیت میں رہیں اور طلاق کی صورت واقع نہیں ہوئی۔

اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے اور امام مالک نے موطا میں اس کی روایت اسی طرح کی ہے۔

دوسری حدیث

10/4265۔ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (میرے شوہر) ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے عقد کر لینے کیلئے مجھے پیام دیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس وقت میرا کوئی ولی موجود نہیں ہے (یہ سن کر) آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جواب دیا کہ (تمہارا کوئی ولی) ان میں سے جو حاضر ہو یا غائب اس بات کو ناپسند نہیں کرے گا (اس پر) ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے (اپنے بیٹے عمر سے کہا) اے عمر! اٹھو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (میرا عقد) کر دو تو انہوں نے ان کا عقد کر دیا۔اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔

تیسری حدیث

11/4266۔ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے ان کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے ایسی حاملہ عورت (کی عدت) کے بارے

میں دریافت کیا گیا جس کا شوہر انتقال کر چکا ہو تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ (ایسی عورت کی عدت) وہ ہوگی جو دو مدتوں میں (یعنی وضع حمل یا چار ماہ دس دن) سے جو مدت آخر میں ختم ہو اور حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا ایسی عورت کو جب بچہ پیدا ہو جائے تو اس کو (دوسرے سے نکاح کا حق) جائز ہوگا (یہ سن کر) ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آئے اور اس مسئلہ کو آپ سے دریافت کیا تو ام سلمہؓ نے فرمایا کہ سُبُیعَیہ اسلمیہ کو اپنے شوہر کی وفات کے پندرہ دن بعد بچہ پیدا ہوا اور ان کو دو آدمیوں نے اپنے نکاح کا پیام بھیجا ان میں ایک جوان تھا اور دوسرا ادھیڑ، تو انھوں نے اپنا رجحان جوان کی طرف کیا تو ادھیڑ شخص نے کہا (تمہارا عقد کیونکر ہوگا جبکہ) تم نے تو عدت ہی پوری نہیں کی ہے؟ اور ان کے گھر والے (یعنی ان کے ولی) موجود نہیں تھے اور اس (ادھیڑ شخص) کو امید تھی کہ اس خاتون کے گھر والے آجائیں تو (نکاح کے لئے) اس کو ترجیح دیں گے۔ وہ خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور پورا واقعہ سنایا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تم نے اپنی عدت پوری کر لی ہے تو تم جس سے چاہو عقد کر لو۔ اس کی روایت امام مالکؒ نے موطا میں کی ہے۔

لڑکی کی رضامندی کے بغیر نکاح درست نہیں

12/4267۔ خنساء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میرے والد نے میرا نکاح کر دیا جو مجھے ناپسند تھا اور میں باکرہ تھی میں نے اس کا شکوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے (میرے والد سے) فرمایا جب ان کو ناگوار ہے تو تم ان کا نکاح نہ کرو۔

اس کی روایت نسائی نے اپنی سنن میں کی ہے۔

13/4268۔ اور دارقطنی کی ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح مروی

ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی کنواری لڑکی اور ایسی ثیبہ عورت جن کا نکاح ان کے باپ نے ان کی ناراضگی کے باوجود کردیا تھا' رد فرمادیا۔

دوسری حدیث

14/4269۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک کنواری لڑکی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر کہا کہ میرے والد نے میرا عقد کردیا ہے جو مجھے ناگوار ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اختیار دے دیا (کہ وہ چاہے تو اس نکاح کو باقی رکھے یا چاہے تو فسخ کردے)۔اس حدیث کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

بیٹے کی تعلیم اور نکاح کی ذمہ داری باپ پر ہے

15/4270۔ ابوسعید اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کے گھر لڑکا پیدا ہو تو اس کو چاہیے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اسکو ادب سکھائے (یعنی شریعت اور معیشت کے احکام جو دین و دنیا میں مفید ہوں بتائے) پھر جب وہ بالغ ہو تو اس کا نکاح کردے اور اگر (بالغ ہونے پر) اس نے نکاح نہ کیا اور وہ کسی گناہ کا مرتکب ہوا تو اس کا گناہ باپ پر ہوگا۔

اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

لڑکی کے گناہ کی وجہ سے باپ بھی گنہگار ہوگا

16/4271۔ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے یہ دونوں حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ توراۃ میں لکھا ہوا ہے کہ جس کسی شخص کی لڑکی بارہ سال (کی عمر) کو پہونچ جائے اور اس شخص نے اس کی شادی نہیں کی اور اس سے کوئی گناہ ہوگیا تو یہ گناہ اس پر یعنی باپ پر ہوگا۔

اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

نکاح بغیر دو گواہوں کے منعقد نہیں ہوتا

17/4272۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زانی وہی عورتیں ہیں جو اپنا نکاح بغیر گواہ کے کرتی ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت حضرت ابن عباسؓ پر ہی موقوف ہے۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے)

ف: واضح ہو کہ نکاح بغیر دو گواہوں کے منعقد نہ ہوگا اور یہ دونوں گواہ حُر ہوں یا ایک حر اور دو حرہ عورتیں ہوں۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ دونوں گواہ ایک ہی مجلس میں ایجاب اور قبول کو سن رہے ہوں اور ایجاب وقبول اسی زبان میں ہو جس کو گواہ سمجھتے ہوں۔

(از: غایۃ الاوطار)

اور حدیث شریف میں اسی وجہ سے جو عورتیں بغیر گواہ کے اپنا نکاح کرتی ہیں ان کو زانی کہا گیا ہے اس وجہ سے کہ زنا پوشیدہ ہوتا ہے اور نکاح علی الاعلان اور گواہی میں دوسری بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں بھی پوشیدہ ہیں جو سابقہ پڑنے پر ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔

مالک کی اجازت کے بغیر غلام کا نکاح درست نہیں

18/4273۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے وہ زانی ہے۔ اس کی روایت ترمذی ابوداود اور دارمی نے کی ہے۔

19/4274۔ اور اسی مسئلہ میں حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح مروی ہے کہ جب غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے تو اس کا نکاح فاسد ہے ہاں اگر نکاح کے بعد مالک اجازت دیدے تو اس کا نکاح درست ہوگا۔ اس کی روایت امام محمد نے ''کتاب الآثار'' میں کی ہے۔

اور فرمایا ہے کہ ہم اسی قول کو اختیار کرتے ہیں کہ اگر مالک غلام کے نکاح کر لینے کے بعد اجازت دیدے تو نکاح جائز ہوگا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

(3/146) بَابُ اِعْلَانِ النِّکَاحِ وَ الْخُطْبَةِ وَالشَّرْطِ

(اس باب میں نکاح کا اعلان اور اس کے شرائط اور خطبہ کا بیان ہے)

(یہ بیان' دف کے عدم جواز پر احناف کے موقف
اور اس کی تحقیق پر مشتمل ہے)

گانے اور بجانے کی ممانعت

1/4275۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دف بجانے' چنگ کھیلنے اور سارنگی بجانے سے منع فرمایا ہے۔ اس کی روایت خطیب نے کی ہے۔

شادی میں دف بجانے کی ممانعت

2/4276۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ام المومنین فرماتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے (اس وقت) میرے ہاں دو لڑکیاں دف بجا کر کھیل رہی تھیں یہ (دیکھ کر) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں یہ شیطانی باجے (بجائے جا رہے ہیں)۔

اور شیخ اجل حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا ہے کہ دف بجانا مسلمانوں کا طریقہ نہیں۔

اور علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دف بجانا اکثر مشائخ فقہاء کے قول کے مطابق حرام ہے اور شادی کے موقع پر دف بجانے کا جو جواز آیا ہے اس سے اعلان مراد ہے نہ کہ حقیقتاً دف بجانا یا امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ نبی

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو (نکاح کے موقع پر دف بجانے کی) اجازت دی تھی پھر منع فرمادیا اس لئے کہ عام طور پر دف کا بجانا نبی کریم صلی اللہ علہ وآلہ وسلم کے کسی نکاح میں ثابت ہے اور نہ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نکاح میں اور اگر یہ سنت جاریہ ثابت ہوتی تو صحابہ کرام اس کو ترک نہ فرماتے اس لئے کہ ان حضرات کرام کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا شغف تھا۔

محفل عقد مسجد میں منعقد ہونی چاہئیے

3/4277۔اور ترمذی نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا نکاح (کو گواہوں کے ذریعہ علی الاعلان) ظاہر کیا کرو اور نکاح کو مسجدوں میں منعقد کیا کرو۔

ف(1): علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ عقد نکاح مسجد میں منعقد کیا جائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح عبادت ہے اور بہتر یہ ہے کہ عقد نکاح جمعہ کے دن ہو۔

گانے بجانے کے بارے میں احناف کا مسلک

ف(2): صدر کی حدیث شریف جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں ارشاد ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دف بجانے سے منع فرمایا ہے اسی وجہ سے احناف نے صراحت کی ہے کہ دف بھی حرام ہے اور یہ ظاہر الروایۃ ہے اور ردالمحتار میں لکھا ہے کہ دف کی آواز اور مزمار کا سننا حرام ہے اور شرح نقایہ میں لکھا کہ دف کی آواز اور مزمار اور گانوں کا سننا یہ سب حرام ہیں اور علامہ ابوالمکارم نے فرمایا ہے کہ دف کا بجانا اور مزمار کا سننا یہ ازقسم لہو اور لعب ہیں جو مکروہ تحریمی ہے اور فتاوی بیہقی میں ہے کہ گانا گانا اور گانوں کو سننا اور دف بجانا اور اسی قسم کے دوسرے لہو اور لعب کی چیزیں یہ سب حرام ہیں۔فتاویٰ عزیزیہ میں یہی مذکور ہے اور نھایہ میں لکھا ہے کہ گانا' طبور' بربط اور دف اور اس قسم کے گانے بجانے سب حرام ہیں

"مَالَا بُدَّمِنْهُ" میں مولانا ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔

اور علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "کف الرعاع فی محرمات الھو والسماع"

میں فرمایا ہے: چوتھی قسم دف کے بیان میں ہمارے مذہب میں قول معتمد علیہ یہ ہے کہ دف کا بجانا شادی اور ختنہ کے موقع پر بلا کراہت جائز ہے لیکن اس کا ترک کرنا افضل ہے اوران دوموقعوں کے سوا دوسری تقریبات (جیسے عید کے دن، کسی غائب کی آمد پر، ولیمہ، عقیقہ، لڑکے کی پیدائش اور حفظِ قرآن کے ختم پر) فتاویٰ عزیزیہ میں بھی اس کا یہی حکم ہوگا اس طرح صحیح ترین قول اباحت اور جواز پر ہوگا اور منہاج اور شوافع کی دوسری کتابوں میں یہ مذکور ہے کہ ہمارے تمام اصحاب شوافع نے فرمایا ہے کہ شادی اور ختنہ کی تقریب کے سواء دوسری تقریبات میں دف کا بجانا حرام ہے اور شیخ سہروردی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے عوارف المعارف میں فرمایا ہے کہ دف اور گانا اگرچہ کہ شادی اور ختنہ میں مذہب شافعی میں اجازت ہے مگراس کا ترک کرنا اولیٰ ہے اور یہی احتیاط کا پہلو ہے اوراس میں اختلاف سے حفاظت ہے۔

اس مسئلہ کی تفصیل امدادالفتاویٰ کے پانچویں حصہ میں مذکور ہے جواس مسئلہ میں تفصیل سے واقف ہونا چاہئے اس کو دیکھے اس لئے کہ اس مسئلہ میں بڑی عمدہ تحریر ہے اور بحر میں ذخیرہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ شادی میں دف بجانے کے بارے میں اختلاف ہے جیسا کہ ردالمختار میں مذکور ہے۔

اور تفسیرات احمدیہ میں آیت شریفہ "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ"(سورۂ لقمان،پ:21،ع:1،آیت نمبر:6) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ فتاوی حمادیہ اور عوارف میں مذکور ہے کہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ آیت شریفہ "وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ" (سورۂ بنی اسرائیل،پ:15،ع:7،آیت نمبر:64) (اور تو اپنی آواز سے جس جس کو بہکا سکتا ہے بہکا) گانے کی حرمت پر دلیل ہے اس لئے کہ لفظِ "اِسْتَفْزِزْ" سے ابلیس لعنۃ اللہ علیہ کو خطاب فرمایا ہے جس کے معنی ہیں جہاں تک تجھ سے ہوسکے انسانوں کو اپنی آواز سے (برائیوں کی) ترغیب دے یہ آواز ہے گانوں، مزامیر اور دف وغیرہ کی۔اھ

اس مسئلہ میں تمام تر تفصیل ان شاءاللہ اس کتاب کے باب البیان والشعر میں آئے گی اس کو دیکھئے اس لئے کہ یہ اس مسئلہ میں بڑی عمدہ تحریر ہے اوراس سے بہتر میں نے کہیں نہیں دیکھی۔

حج کے مہینوں میں نکاح کرنا درست ہے

4/4278۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ماہ شوال میں نکاح کیا اور شوال ہی میں مجھے اپنے گھر لائے (اب تم ہی غور کرو کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیبیوں میں مجھ سے زیادہ کون نصیبہ

والی ہے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ماہِ شوال میں نکاح اور رخصتی کا ذکر اس وجہ سے فرمایا کہ لوگ زمانۂ جاہلیت میں حج کے مہینوں میں نکاح کرنے کو منسوخ سمجھتے تھے۔12

نکاح کی اہم ترین شرط جس کو پورا کرنا ہے وہ مہر ہے

5/4279۔عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (نکاح کی) تمام شرطوں (یعنی مہر، نفقہ اور حسن معاشرت) میں زیادہ مناسب شرط جس کو تمہیں پورا کرنا ہے وہ ہے مہر جس کی وجہ سے تم نے (عورتوں کی) شرمگاہوں کو حلال کیا۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں نکاح کی شروط کو پورا کرنے کا حکم ہے۔صاحب مرقات نے فرمایا ہے کہ یہاں شروط سے مراد مہر ہے اس لئے کہ مہر عقد اور استفادۂ وطی کے بدلہ میں واجب ہوتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ شروط میں وہ تمام چیزیں داخل ہیں جن کا استحقاق نکاح کی وجہ سے بیوی کو حاصل ہے جیسے مہر، نفقہ، حسن معاشرہ، لباس اور گھر وغیرہ اس لئے کہ عقد کی وجہ سے شوہر بیوی کے ان مذکورہ حقوق کی پابندی کو اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے تو گویا یہ چیزیں بطور شرط کے ہیں اور اسی طرح بیوی کی جانب سے یہ ضروری ہے کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ جائے اور نہ نفل روزے رکھے اور نہ کسی کو گھر میں آنے کی اجازت دے اور اس کے مال میں بیجا تصرف نہ کرے۔12

شادی کی نسبت طے ہونے سے پہلے پیام پر پیام بھیجا جاسکتا ہے

6/4280۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی آدمی اپنے (مسلمان) بھائی کے پیامِ شادی پر اپنا پیام نہ بھیجے یہاں تک وہ نکاح کر لے یا (اس پیام کو) چھوڑ دے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

7/4281۔اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ (اپنے پہلے شوہر سے طلاق کے بعد میری عدت پوری ہوگئی اور عقد ثانی) جب میرے لئے جائز ہوگیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی معاویہ ابن ابی سفیان اور ابو جھم ان دونوں نے مجھے شادی کا پیام بھیجا ہے (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ابو جھم تو اپنے کندھے سے لکڑی ہٹاتے ہی نہیں (یعنی بیویوں کو مارتے ہیں) اور رہے معاویہ وہ تو نادار ہیں ان کے پاس مال نہیں! لیکن تم اسامہ بن زید سے نکاح کرلو۔وہ فرماتی ہیں کہ مجھے یہ بات ناگوار گذری تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر (دوبارہ) ارشاد فرمایا تم اسامہ سے نکاح کرلو میں نے ان سے نکاح کرلیا اور اللہ تعالیٰ نے اس (نکاح) میں بھلائی رکھی اور لوگ اس نکاح کی وجہ سے مجھ پر رشک کرنے لگے۔

ف: واضح ہو کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث کی وجہ سے احناف کا مسلک یہ ہے کہ شادی کی نسبت طے پاجانے کے بعد کسی کو طے شدہ پیام پر پیام کی نسبت بھیجنا منع ہے البتہ نسبت طے نہیں ہوئی ہو تو ایسی صورت میں پیام پر پیام بھیجا جاسکتا ہے۔جیسا کہ امام طحاوی نے شرح معانی الآ ثار میں فرمایا ہے۔12

پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری ہونے والی بیوی پہلی بیوی کی طلاق کی شرط نہ رکھے

8/4282۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی عورت (کسی مرد سے جس نے اس کے پاس اپنی شادی کا پیام بھیجا ہو) یہ مطالبہ نہ کرے کہ (وہ مرد اپنی پہلی بیوی) کو طلاق دیدے جو (حقیقت میں) اس کی (دینی) بہن ہے اس لئے کہ وہ اس کے حصہ کا پیالہ خود اپنے لئے انڈیل لے (یعنی حظِ نفس اور مال اور

جائیداد سے تنہا استفادہ کرلے) تاکہ یہ عورت اس کے خاوند سے نکاح کرے کیوں کہ اس کو وہی ملے گا جواس کے لئے مقدر ہے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)

نکاح شغار یعنی ادل بدل نکاح کا بیان

9/4283۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے اور نکاح شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے اس شرط پر کرے کہ دوسرا شخص بھی اپنی بیٹی کا نکاح اس شخص سے کردے اور ان دونوں نکاحوں میں کوئی مہر نہ ہو۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

10/4284۔اور مسلم کی ایک روایت ہے اس طرح ہے کہ اسلام میں نکاح شغار (جائز) نہیں اور عطاء، عَمر و بن دینار، زھری، مکحول، ثوری ان سب حضرات نے فرمایا ہے کہ نکاح شغار جائز تو ہے مگر دونوں پر مہر مثل واجب ہوگا۔

نکاح متعہ یعنی عارضی نکاح حرام ہے

11/4285۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ خیبر کے موقع پر عورتوں سے نکاح متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ متعہ ایک مقررہ مدت کے لئے نکاح کرنے کو کہتے ہیں مثلاً ایک ماہ دو ماہ یا سال دو سال یا زیادہ یا کم مدت کیلئے کسی عورت سے نکاح کیا جائے تو یہ متعہ ہے، جنگ خیبر سے پہلے یہ حلال تھا پھر خیبر ہی میں اس کو رسول اللہ ﷺ نے حرام کردیا۔ پھر فتح مکہ کے سال آپ نے دوبارہ حلال کردیا پھر تین دن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ہمیشہ کیلئے قطعی طور پر حرام کردیا۔ چنانچہ متعہ سارے علماء اور ائمہ اربعہ کے پاس حرام ہے۔(مرقات)

دوسری حدیث

12/4286۔سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ اوطاس کے موقع پر تین دن کے لئے (نکاح) متعہ کی اجازت دی پھر (ہمیشہ کے لئے) اس سے منع فرمایا۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

13/4287۔اور مسلم کی ایک اور روایت میں سَبُرہ جُھَنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ (حجۃ الوداع کے سال) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں کے ساتھ (نکاح) متعہ کی اجازت دی تھی (وہ اجازت ختم ہوگئی اور (اب) بیشک اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے اس کو حرام فرمادیا ہے۔ پس جس کسی کے پاس ایسی عورتوں میں سے کوئی (عورت) ہوتو وہ اس کو چھوڑ دے اور تم نے جو کچھ اس کو دیا ہو واپس نہ لو۔

14/4288۔اور ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے: آپ نے فرمایا کہ (نکاحِ) متعہ ابتداء اسلام میں (جائز) تھا (اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ) ایک شخص (نئے) شہر میں جاتا جہاں لوگوں سے شناسائی نہ ہوتی تھی تو وہ کسی عورت سے اتنے دنوں کے لئے شادی کرتا جتنے دن وہ ٹھہرنا چاہتا۔ وہ عورت اس کے سامان کی حفاظت کرتی اور اس کا کھانا پکاتی یہاں تک یہ آیت نازل ہوئی " اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ" (سورۂ مومنون، پ:18، ع:1، آیت نمبر:6) یعنی مرد صرف اپنی بیویوں اور لونڈیوں سے صحبت کرسکتے ہیں، اس کی تفسیر میں) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہر شرمگاہ جو ان دونوں کے سوا ہو حرام ہے۔

نماز کا تشہد، حاجت کا تشہد اور خطبۂ نکاح کا طریقہ

15/4289۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو نماز کا تشہد اور حاجت کا تشہد سکھایا۔(حضرت ابن مسعود (نے) فرمایا کہ نماز میں تشہد یہ ہے۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلوٰاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِاللهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

زبان جسم وجان اور مال کی تمام عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔اے نبی (ﷺ) آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوں، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ بیشک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اور حاجت (یعنی نکاح اور دیگر معاہدات) کا تشہد یہ ہے:

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے سزاوار ہیں۔ہم (سارے کاموں میں مدد) اسی سے مانگتے ہیں اور (عبادتوں میں کوتاہی اور طاعتوں میں تاخیر کی) اسی سے مغفرت چاہتے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں اپنے نفسوں کی شرارتوں سے اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دے اس کا کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو وہ گمراہ کرے تو اس کا کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں

کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے بندے اوراس کے رسول ہیں۔

پھر یہ تین آیتیں پڑھا کریں:

(1) "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ"(سورۂ آل عمران، پ:4، ع:10، آیت نمبر:102)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم اسلام کی حالت پر ہی مرو۔

(2) "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآئَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا "(سورۂ نساء، پ:4، ع:1، آیت نمبر:1)

اے ایمان والو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس (کے نام پاک) کا واسطہ دے کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہو اور قرابت داروں (کے حقوق ضائع کرنے سے بھی) بچو بیشک اللہ تعالیٰ کو تمہاری ہر ہر حالت کی خبر ہے۔

(3)"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا. یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ، وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ".

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت اوراس کے برے انجام سے ڈرتے رہو اور سیدھی بات کہا کرو (اس سے) اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سنوار دیگا (تمہیں نیکیوں کی توفیق دیگا اور انکو قبول کریگا) اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔(سورۂ احزاب، پ:22، ع:9، آیت نمبر:71)

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا "

اور جو شخص (احکام پر چل کر اور برائیوں سے بچکر) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا۔ وہ بڑی کامیابی حاصل کرے گا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آیت مذکورہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں ایسی ہی مکتوب ہے حالانکہ قرآن میں یہ آیت: "یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ" (الیٰ آخرہ) سے شروع ہوتی ہے۔ لیکن قاریٔ خطبۂ نکاح میں اس آیت کو قرأۃ متواتر کے مطابق پڑھے جس کی ابتداء یوں ہے:

"یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً ، وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآئَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ ، اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا". (سورۂ نساء، پ:4، ع:1، آیت نمبر:1)

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو! جس نے تم کو اکیلی جان (حضرت آدم سے) پیدا کیا اور (اسی طرح پر کہ پہلے) ان سے ان کی بی بی (حضرت حوّاء) کو پیدا اور ان دو (میاں بیوی) سے بہت سے مرد اور عورت (دنیا میں) پھیلا دیئے جس کا واسطہ دلا کر تم آپس میں ایک دوسرے سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہو اور قرابت داروں (کے حقوق ضائع کرنے سے بھی) بچتے رہو۔ (مرقات، اشعۃ اللمعات)

اس کی روایت امام احمد، ترمذی، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے اور جامع ترمذی میں سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے ان تینوں آیتوں کو بیان فرمایا ہے۔

16/4290۔ اور ابن ماجہ نے "ان الحمد للہ" کے بعد "نحمدہ" کا اضافہ اور "من شرور" کے بعد "سیات اعمالنا" کا اضافہ۔

17/4291۔ اور دارمی نے "فَقَدْ فَازَ فَوْزاً" کے بعد یہ روایت کی ہے کہ (اگر خطبۂ

نکاح ہوتو ایجاب وقبول کروائے) پھر اپنی حاجت بیان کرے۔

18/4292۔اور شرح السنہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اتنا زیادہ کیا ہے کہ نکاح اور غیر نکاح میں اسی خطبہ کو پڑھتے۔

خطبہ میں حمد وثناء لازمی ہے

19/4293۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر وہ خطبہ جس میں تشہد (یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء) نہ ہو وہ کٹے ہوئے ہاتھ کی طرح ہے (کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں)۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ہر اچھے کام کی ابتداء حمد سے ہو

20/4294۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر اچھا کام (جس کا اہتمام کیا جاتا ہے) اس کو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے نہ شروع کیا جائے تو وہ بے برکت ہے۔اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

21/4295۔اور ابوداؤد کی روایت میں اسماعیل بن ابراہیم سے مروی ہے کہ وہ (قبیلہ) بنی سلیم کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں امامہ بنت عبدالمطلب سے نکاح کرنے کے لئے پیام بھیجا تو آپ نے تشہد پڑھے بغیر (ان سے) میرا نکاح کردیا۔

ف:-واضح ہو کہ حدیث شریف میں ہر اچھے کام کو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے شروع کرنے کی فضیلت کا ذکر ہے۔ بعض دوسری روایتوں میں حمد کی بجائے اللہ کا ذکر یا " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم " بھی پڑھا جاسکتا ہے جیسا کہ مرقات اور اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔

دوولی علحدہ علحدہ نکاح کردیں تو کیا حکم ہے

22/4296۔ سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس عورت کا نکاح (اس کے) دوولیوں نے کردیا ہوتو وہ ان دونوں میں پہلے ولی کی ہوگی (یعنی پہلے ولی کا کیا ہوا نکاح صحیح ہوگا) اور جس کسی نے کسی چیز کو دوآدمیوں کے ہاتھ بیچا تو وہ ان میں سے پہلے آدمی کے لئے ہے (یعنی پہلا خریدار مالک بنے گا) اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور دارمی نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ امام ترمذی نے اس حدیث کی روایت کے بعد فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور علماء کے نزدیک اسی پر عمل ہے ہم نہیں جانتے کہ علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے جب ایک ولی نے دوسرے ولی سے پہلے نکاح کیا تو پہلے کا نکاح جائز اور دوسرے کا نکاح فسخ ہے (یعنی جس ولی نے پہلے نکاح کیا ہے وہ جائز رہے گا اور دوسرے کا کیا ہوا نکاح فسخ ہوگا) اور جب دونوں ولیوں نے ایک ساتھ ہی کیا تو دونوں کا نکاح فسخ ہے۔ امام سفیان ثوری، امام احمد اور امام اسحاق کا یہی قول ہے، اور یہی مذہب حنفی ہے۔12 (ماخوذ از: بذل المجہود)۔

(4/147)بَابُ الْمُحَرَّمَاتِ

(اس باب میں ان عورتوں کا بیان ہے جن کا نکاح مردوں پر حرام ہے)

ف:۔واضح ہو کہ شریعت میں عورت حسبِ ذیل اسباب کی وجہ سے مرد پر حرام ہوتی ہے:

(1) نسب: انسان پر اس کے اصول یعنی ماں، نانی، دادی، اسی طرح او پر تک، اور فروع یعنی بیٹی، پوتی، نواسی اسی طرح نیچے تک حرام ہے۔

(2) سسرال: بیوی کی ماں، دادی، نانی وغیرہ اور اسی طرح بیوی کی بیٹی، پوتی وغیرہ۔

(3) رضاعت: کسی عورت کا دودھ پینے کی وجہ سے، جس طرح نسب کی وجہ سے حرمت واقع ہے رضاعت کی وجہ سے بھی حرمت واقع ہوگی۔

(4) جمع بین المحارم: جیسے دو بہنیں، پھوپھو اور بھتیجی اور خالہ اور بھانجی کو وقت واحد میں عقد میں جمع کرنا۔

(5) حق الغیر: وہ عورت جو دوسرے شخص کے عقد میں ہو، وہ عورت جس کی عدّت باقی ہو اور حاملہ عورت جب تک وضع حمل نہ ہو۔

(6) عدم الدین: جیسے مشرکہ عورت، مجوسی عورت۔ یہ مرقات سے بحوالہ امام ابن الہمام ماخوذ ہے۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ:" وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ، اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا، وَسَآءَ سَبِيْلًا. حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ، فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ، وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ، وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا. وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ، كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ".

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ نساء، پ:4/5، ع:4، آیت نمبر:22/24، میں) تم اپنے باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو مگر جو گذرا سو گذرا۔ یہ بہت بے حیائی اور غضب کا کام تھا اور بہت ہی برا رواج اور (دستور) تھا (مسلمانو!) تم پر حرام ہیں تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں اور

بھانجیاں (سگی ہوں یا سوتیلی) اورتمہاری (رضاعی) مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور دودھ شریک بہنیں، تمہاری بیوی کی وہ لڑکیاں (بھی حرام ہیں) جوتمہاری پرورش میں ہوں بشرطیکہ تم ان بیویوں سے ہم بستر ہوچکے ہو۔ اور اگر ہم بستر نہ ہوئے ہوں تو ان لڑکیوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں اور (حرام ہیں) تمہارے سگے بیٹوں کی بیویاں یعنی بہو اور یہ کہ بہنوں کو (نکاح میں) جمع کریں مگر جو گذرا' سوگذر چکا، بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں۔ (اسی طرح حرام ہیں) شوہردار عورتیں مگر وہ عورتیں (جو کافروں سے لڑائی میں قید ہوکر) تمہارے قبضہ میں آئی ہوں۔ یہ اللہ کا تحریری حکم ہے۔

اس آیت شریف میں ارشاد ہے'' وَلَا تَنۡكِحُوۡا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمۡ ''یعنی اپنے باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو۔

تفسیرات احمدیہ میں تفسیر مدارک کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نکاح سے مراد' وطئی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ باپ کی موطوئہ یعنی جس سے اس نے صحبت کی ہے خواہ نکاح کرکے یا بطریق زنا یا وہ باندی ہو، ان میں سے ہر صورت میں بیٹے کا اس سے نکاح حرام ہے۔

(2) اس آیت شریف میں یہ بھی ارشاد ہے'' وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِىۡۤ اَرۡضَعۡنَكُمۡ وَاَخَوٰتُكُمۡ مِّنَ الرَّضَاعَةِ ''یعنی تمہاری رضاعی مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو اور تمہاری رضاعی بہنیں بھی (تم پر حرام ہیں) واضح ہو کہ دودھ کا رشتہ شیرخواری کی مدت میں تھوڑا دودھ پیا جائے یا زیادہ اس کے ساتھ حرمت متعلق ہوتی ہے۔ شیرخواری کی مدت حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک تیس ماہ ہے اور صاحبین کے نزدیک دوسال ہے، شیرخواری کی مدت کے بعد جو دودھ پیا جائے اس سے حرمت متعلق نہیں ہوتی۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے رضاعت (شیرخواری) کو نسب کے قائم مقام کیا ہے اور دودھ پلانے والی کو شیرخوار کی ماں اور اس کی لڑکی کو شیرخوار کی بہن فرمایا اسی طرح دودھ پلانے والی کا شوہر شیرخوار کا باپ اور اس کا باپ شیرخوار کا دادا اور اس کی بہن اس کی پھوپھی اور اس کا ہر بچہ جو دودھ پلانے والی کے سواء اور کسی عورت سے بھی ہو خواہ قبل شیرخواری کے پیدا ہو یا اس کے بعد یہ سب اس کے سوتیلے بھائی بہن ہیں اور دودھ پلانے والی کی ماں شیرخوار کی نانی اور اس کی بہن اس کی خالہ اور اس شوہر سے اس کے جو بچے پیدا ہوں وہ شیرخوار کے رضاعی بھائی بہن اور اس شوہر کے علاوہ دوسرے شوہر سے جو ہوں وہ اس کے سوتیلے بھائی بہن ہیں۔ اس میں اصل یہ حدیث ہے کہ رضاعت سے وہ رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو نسب سے حرام ہیں اس لئے شیرخوار پر اس کے رضاعی ماں باپ اور ان کے نسبی اور رضاعی اصول وفروع سب حرام ہیں۔

(ماخوذ از: حاشیہ تفسیر مولانا نعیم الدین مرادآبادی)۔

(3) صدر کی آیت شریف میں یہ بھی ارشاد ہے:" وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ" یعنی دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا بھی حرام ہے۔ اس بارے میں تفسیرات احمدیہ میں بہ تفصیل مذکور ہے کہ حدیث شریف پھوپھی، بھتیجی، خالہ بھانجی کا نکاح میں جمع کرنا بھی حرام فرمایا گیا اور ضابطہ یہ ہے کہ نکاح میں ہر دو ایسی عورتوں کا جمع کرنا حرام ہے جن میں سے ہر ایک کو مرد فرض کرنے سے دوسری اس کے لئے حلال نہ ہو جیسے پھوپھی بھتیجی کہ اگر پھوپھی مرد فرض کیا جائے تو چچا ہوا اور بھتیجی اس پر حرام ہے اور اگر بھتیجی کو مرد فرض کیا جائے تو بھتیجا ہوا پھوپھی اس پر حرام ہے۔ حرمت دونوں طرف ہے اور اگر ایک طرف سے ہو تو جمع حرام نہ ہوگی۔ جیسے کہ عورت اور اس کے شوہر کی لڑکی جو دوسری بیوی سے ہو ان دونوں کو جمع کرنا حلال ہے کیونکہ شوہر کی لڑکی کو مرد فرض کیا جائے تو اس کے لئے باپ کی بیوی حرام رہتی ہے مگر دوسری طرف سے یہ بات نہیں ہے یعنی شوہر کی بیوی کو اگر مرد فرض کیا جائے تو یہ اجنبی ہوگا اور ان میں کوئی رشتہ نہ رہے گا۔

(حاشیہ تفسیر مولانا نعیم الدین مرادآبادی 12)

(4) صدر کی آیت شریف میں یہ بھی ارشاد ہے"اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ "اس کی تفسیر حدیث طاؤس میں جو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جو آگے آرہی ہے اس میں بیان ہوگی۔

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى :" وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ " اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ بقرہ، پ:2، ع:30، آیت نمبر:233، میں) اور جو شخص (اپنی بیوی کو طلاق دے اس حالت میں کہ بچہ شیر خوار ہو) پوری مدت تک (اس بچہ کو) دودھ پلوانا چاہئے (اس کی خاطر) مائیں اپنے بچوں کو (پورے) دو برس دودھ پلائیں۔

ف: واضح ہو کہ طلاق کے بعد یہ سوال طبعاً سامنے آتا ہے کہ اگر طلاق والی عورت کی گود میں شیر خوار بچہ ہو تو اس جدائی کے بعد اس کی پرورش کا کیا طریقہ ہوگا اس کے لئے حسب ذیل احکام ہیں:

ماں خواہ مطلقہ ہو یا نہ ہو اس پر اپنے بچہ کو دودھ پلانا واجب ہے بشرطیکہ باپ کو اجرت پر دودھ پلوانے کی قدرت اور استطاعت نہ ہو یا کوئی دودھ پلانے والی میسر نہ آئے یا بچہ ماں کے سوا اور کسی کا دودھ قبول نہ کرے۔ اگر یہ مذکورہ باتیں نہ ہوں یعنی بچہ کی پرورش خاص ماں کے دودھ پر موقوف نہ ہو تو ماں پر دودھ پلانا واجب نہیں مستحب ہے۔

ف: واضح ہو کہ شیر خواری کی مدت کے تعین میں امام اعظم اور صاحبین و امام شافعی کے درمیان اختلاف ہے۔

امام اعظم رحمہ اللہ کے پاس مدت رضاعت ڈھائی برس اور صاحبین اور امام شافعی (رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ) کے پاس صرف دو برس ہے اور امام زفر رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کے پاس تین برس ہے، امام اعظم رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کی اس کے بارے میں دلیل سورۂ احقاف کی یہ آیت ہے:" وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا " (سورۂ احقاف، پ:26، ع:2، آیت نمبر:15)

یعنی بچہ کو پیٹ میں لئے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ (میں پورا ہوتا ہے) اور صاحبین اور امام شافعی کی دلیل اس آیت کے ساتھ ساتھ یہ آیت بھی ہے:" وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ " اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ بقرہ، پ:2، ع:30، آیت نمبر:233، میں) یعنی مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں اس طرح صحیح ترین قول صاحبین کا ہے اور امام طحاوی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور امام بیضاوی نے بھی یہ کہا ہے۔ اس طرح صاحبین کے پاس اکثر مدتِ رضاعت دو سال ہے اس لئے دو سال کے بعد اگر دودھ پلایا جائے تو اس کا اعتبار نہ ہوگا البتہ دو سال سے پہلے چاہیں تو دودھ چھڑایا جاسکتا ہے۔ (یہ تفسیرات احمدیہ اور تعلیق مجد سے ماخوذ ہے)

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى : " وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا " اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ احقاف، پ:26، ع:2، آیت نمبر:15، میں) اس کا (یعنی بچہ کا) پیٹ میں لئے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ (میں پورا ہوتا) ہے۔

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى : " فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ، لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ". اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورۂ ممتحنہ، پ:28، ع:2، آیت نمبر:10، میں) پھر اگر (جانچ لینے کے بعد) تمہیں یہ مسلمان عورتیں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کی طرف واپس جانے نہ دو (اس لئے کہ) یہ نہ تو ان کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان (مسلمان عورتوں) کے لئے حلال ہیں۔

وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے

1/4297۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نسب کی وجہ سے سات (عورتوں) سے نکاح حرام کردیا گیا اور مصاہرت یعنی سسرالی رشتہ کی وجہ سے بھی سات (عورتوں) سے نکاح حرام کردیا گیا پھر آپ نے (اپنے قول کی تائید میں یہ آیت آخر تک)

پڑھی'' حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ ''......الخ۔(اس کی روایت بخاری نے کی ہے)۔

ف:واضح ہو کہ نسب سے جو سات عورتیں حرام ہیں یہ ہیں ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی اور سسرالی رشتہ کی وجہ سے جو سات عورتیں حرام ہیں وہ یہ ہیں۔سسرالی رشتہ کی وجہ سے چار عورتیں ابدی حرام ہیں وہ یہ ہیں:

(1) ساس اور ساس کی ماں، نانی، یا دادی وغیرہ (2) بہو بیٹے کی ہو یا پوتے کی نیچے تک (3) علاتی ماں اور علاتی دادی اوپر تک (4) سوتیلی بیٹیاں جن کی ماؤں سے صحبت ہو چکی ہے۔

اور تین ایسی عورتیں ہیں جو سسرالی رشتہ کی وجہ سے موقتی طور پر حرام ہیں، وہ یہ ہیں: بیوی کی موجودگی میں اس کی بہن، اس کی پھوپھی اور اس کی خالہ کا جمع کرنا۔

صحبت سے قبل طلاق شدہ عورت کی بیٹی سے نکاح کیا جاسکتا ہے البتہ ساس سے کسی صورت میں نکاح نہیں کیا جاسکتا

2/4298۔عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا (رضی اللہ عنہم) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا ہو اور اس سے ہم بستری کی تو اس کے لئے اس عورت کی لڑکی سے نکاح کرنا حلال نہیں اور اگر اس عورت سے ہم بستری نہیں کی (اور اس عورت کو طلاق دیدی ہو) تو اس عورت کی لڑکی سے نکاح کیا جاسکتا ہے۔اور جس شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا تو اس کے لئے اس عورت کی ماں سے نکاح کرنا حلال نہیں خواہ اس عورت سے ہم بستری کی ہو یا نہ کی ہو۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے)

بیوی کی موجودگی میں اس کی پھوپھی یا خالہ کو نکاح میں جمع نہ کرے

3/4299۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ (نکاح میں) عورت اور اس کی پھوپھی کو (اوپر تک اور ایسے ہی نیچے تک) جمع نہ کیا جائے اور (اسی طرح) عورت اور اس کی خالہ کو (اوپر تک اور ایسے ہی نیچے تک) جمع نہ کیا جائے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے کی ہے)

دوسری حدیث

4/4300۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کسی عورت کا نکاح اس کی پھوپھی پر یا پھوپھی کا نکاح اس کی بھتیجی پر کیا جائے یا کسی عورت کا نکاح اس کی خالہ پر یا خالہ کا نکاح اس کی بھانجی پر کیا جائے نہ چھوٹی کا نکاح بڑی پر اور نہ بڑی کا نکاح چھوٹی پر کیا جائے (چھوٹی سے مراد بھانجی بھتیجی اور بڑی سے مراد خالہ اور پھوپھی ہے)

اس کی روایت ترمذی، ابوداود، دارمی اور نسائی نے کی ہے اور نسائی کی روایت بنت اختھا پر ختم ہو جاتی ہے یعنی چھوٹی کا نکاح بڑی پر سے آخر تک نسائی کی روایت میں مذکور نہیں ہے)۔

جو رشتے نسب سے حرام ہیں وہی رشتے رضاعت سے بھی حرام ہیں

5/4301۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دودھ پینے سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو ولادت یعنی نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

6/4302۔امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا آپ نے اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی سے نکاح کرنے کو پسند فرماتے ہیں اس لئے کہ وہ قریش کی لڑکیوں میں نہایت خوبصورت اور نوجوان لڑکی ہیں (یہ سن کر) آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت حمزہ میرے رضاعی بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رضاعت سے وہی رشتے حرام کئے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہیں۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

دودھ کی ایک چسکی پیا جائے یا دو چسکی رشتہ کو حرام کرتا ہے

7/4303۔قتادہ رَحِمَهُ اللّٰهُ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابراہیم بن یزید نخعی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کو لکھ کر دریافت کیا کہ دودھ پلائی کے احکام کیا ہیں تو انہوں نے (جواب میں) لکھا کہ قاضی شریح نے ہم سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ دودھ کم پیا جائے یا زیادہ اس سے رشتہ (رضاعت قائم ہوتا ہے اور نکاح) حرام ہو جاتا ہے۔

اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔

8/4304۔اور امام ابوحنیفہ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دودھ پینے سے وہ رشتے حرام ہوتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں خواہ دودھ تھوڑا پیا جائے یا زیادہ۔

اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے ایسی ہی روایت کی ہے۔

9/4305۔امام ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ ایک چسکی دودھ کی یا دو چسکی سے رشتہ کا حرام نہ ہونا پہلے زمانہ کا واقعہ ہے اور اب تو صرف ایک چسکی بھی رشتہ کو حرام کر دیتی ہے۔اور ترمذی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند اہل علم صحابہ اور ان کے علاوہ دیگر حضرات نے فرمایا ہے کہ دودھ تھوڑا ہو یا بہت جب پیٹ میں پہونچ جائے تو رشتہ کو حرام کرتا ہے اور امام سفیان ثوری، امام مالک بن انس، امام اوزاعی

اور امام عبداللہ بن المبارک اور امام وکیع اور دیگر فقہاء اہل کوفہ ان سب حضرات کا یہی قول ہے کہ دودھ تھوڑا پیا جائے کہ بہت رشتہ کو حرام کرتا ہے۔12

رضاعت کا اعتبار اندرون مدت دودھ پلانے پر ہے

10/4306۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے پاس تشریف لائے اور اس وقت آپ کے پاس ایک شخص موجود تھا (اس آدمی کا رہنا) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگوار ہوا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ میرے رضاعی بھائی ہیں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم غور کرو اور یاد کرو کہ واقعی یہ تمہارے وہ بھائی ہیں جنہوں نے ایام رضاعت میں دودھ پیا ہے؟ اس لئے کہ رضاعت تو اس وقت ثابت ہوتی ہے جب کہ صرف دودھ ہی اس کی غذا ہو اور یہ مدت دو سال ہے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

11/4307۔اور ابوداود طیالسی کی روایت میں جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان فرماتے ہیں کہ دودھ چھڑائی کی مدت کے بعد اگر پھر دودھ پلایا جائے تو اس سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

دوسری حدیث

12/4308۔ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دودھ پینے سے حرمت (رشتہ اور نکاح) اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب کہ بچہ کی آنتیں صرف پستانوں کے دودھ کی وجہ سے کھلیں (یعنی صرف دودھ ہی اس کی غذا ہو) اور یہ واقعہ اندرون دو سال دودھ چھڑائی سے پہلے ہو۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

اور ترمذی نے یہ بھی کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں اکثر اہل علم ان حضرات کے سوا دوسرے حضرات کا اسی پر عمل ہے کہ وہ دودھ پلائی جو دو سال کے اندر ہو وہی (رشتہ اور نکاح کو) حرام کرتی ہے اور جو دو سال کے بعد ہو وہ (رشتہ اور نکاح کو) حرام نہیں کرتی۔

ف:۔ واضح ہو کہ شیر خواری کی مدت دو سال ہے اس لئے اگر کوئی بچہ دو سال کے اندر دودھ پینا چھوڑ دے اور غذا کھانے لگے اور دو سال کے اندر پھر دودھ پی لے تو اس دوبارہ اندرون مدت دودھ پینے کی وجہ سے رشتہ اور نکاح کی حرمت ثابت ہوگی۔ ماخوذ از مرقات، کوکب دری 12

تیسری حدیث

13/4309۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ شیر خواری کی مدت (رشتہ اور نکاح کی حرمت کے لئے) وہی معتبر ہے جو دو سال کے اندر ہو۔

(اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے)

دودھ پلائی کے لئے ایک عورت کی گواہی قبول نہیں

14/4310۔ عکرمہ بن خالد رَحمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک عورت کو لایا گیا جس نے ایک مرد اور اس کی بیوی کے بارے میں گواہی دی تھی کہ میں نے ان دونوں کو (بچپن میں) دودھ پلایا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں (میں اس بارے میں ایک عورت کی گواہی کو قبول نہیں کرتا) یہاں تک کہ دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں گواہی دے دیں (تو گواہی قبول ہوگی)۔

اس کی روایت بیہقی نے اپنی سنن میں کی ہے اور سعید بن منصور نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

دوسری حدیث

15/4311۔زید بن اسلم رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دودھ پلائی کے بارے میں (تنہا) ایک عورت کی گواہی کو قبول نہیں فرمایا کرتے تھے۔اس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے۔

تیسری حدیث

16/4312۔زید ابن اسلم سے روایت ہے کہ ایک مرد اور اس کی بیوی (دونوں) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور (ان کے ہمراہ) ایک عورت بھی آئی اور اس نے کہا کہ میں نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ نے اس کے قول کو قبول کرنے سے انکار فرمایا اور (اس شخص سے) فرمایا تو اپنی بیوی کو (اپنے ساتھ) لیجا۔اس کی روایت بیہقی نے سنن میں کی ہے۔

رضاعت سے مرد کا رشتہ بھی ثابت ہوتا ہے

17/4313۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرے رضاعی چچا (حضرت افلح رضی اللہ عنہ) آئے اور مجھ سے (اندر آنے کی) اجازت چاہی۔میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لئے بغیر ان کو اجازت دینے سے انکار کردیا۔(اس اثناء میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو میں نے حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ سے اجازت مانگی تو آپ نے ارشاد فرمایا وہ تو تمہارے چچا ہیں ان کو (اندر آنے کی) اجازت دے دو! فرماتی ہیں پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے مرد نے نہیں پلایا (اس پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ تمہارے چچا ہیں انہیں

اندر آنے دو اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دودھ پلانے والی کا حق کیسے ادا ہوسکتا ہے

18/4314۔ حجاج بن حجاج اسلمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دودھ پلائی کا حق مجھ سے کس طرح ادا ہوسکتا ہے؟ (یہ سن کر) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خادم (دینے سے دودھ پلائی کا حق ادا ہوسکتا ہے خواہ وہ) غلام ہو یا باندی۔ اس کی روایت ترمذی، ابوداود، نسائی اور دارمی نے کی ہے۔

ف: صاحب نیل الاوطار نے لکھا ہے کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ دودھ چھڑائی کے وقت مستحب یہ ہے کہ دودھ پلانے والی کو کچھ عطیہ بھی دیا جائے

رضاعی ماں کی تعظیم سگی ماں کی طرح کرنی چاہئے

19/4315۔ ابوالطفیل غنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک خاتون آئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے اپنی چادر بچھائی اور وہ اس پر بیٹھ گئیں جب وہ چلی گئیں تو کہا گیا یہی وہ خاتون ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا تھا۔ اس کی روایت ابو داود نے کی ہے۔

صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ یہ خاتون جن کی تعظیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہوکر اپنی چادر بچھائی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا تھیں جنہوں نے آپ کو بچپن میں دودھ پلایا تھا اور یہ واقعہ غزوہ حنین کے دن پیش آیا۔ اس واقعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمالِ تواضع معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رضاعی ماں کی تعظیم سگی ماں کی طرح کرنی چاہئے۔

آقا کا لونڈی سے صحبت کرنے کا بیان

20/4316۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ حنین کے موقع پر (یعنی غزوہ حنین کے بعد) ایک لشکر (ابو عامر اشعری کی سرکردگی میں) مقام اطاوس کی طرف بھیجا (اطاوس مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام ہے) مسلمانوں کا جب دشمنوں سے مقابلہ ہوا تو لڑائی ہوئی اور مسلمان ان پر غالب آئے اور مسلمانوں کے ہاتھ لونڈیاں آئیں۔ (جب لونڈیوں کی تقسیم ہوئی تو) بعض صحابہ نے ان لونڈیوں سے صحبت کرنے سے گریز کیا۔ کیونکہ ان کے مشرک شوہر موجود تھے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:" وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ" (سورۂ نساء، پ:5، ع:4، آیت نمبر:24) (حرام ہیں تم پر) شوہر دار عورتیں مگر وہ عورتیں (جو کافروں سے لڑائی میں قید ہوکر) تمہارے قبضہ میں آئی ہوں یعنی یہ لونڈیاں حلال ہیں ان کی عدت کے گزرنے کے بعد یعنی حائضہ ہو تو ختم حیض کے بعد اور اگر آئسہ ہو تو ایک مہینہ گزرنے کے بعد اور اگر حاملہ ہوں تو وضع حمل کے بعد)۔ اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

محرم عورتوں سے نکاح کرانے کی سزا قتل ہے

21/4317۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرے ماموں ابو بردہ بن نیاز رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے اور ان کے ساتھ ایک جھنڈا تھا میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کہاں جارہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک شخص پر مامور فرما کر بھیجا ہے کہ میں اس کا سر کاٹ کر لے آؤں کیونکہ اس نے اپنے باپ کی بیوی (یعنی سوتیلی ماں) سے نکاح کرلیا ہے۔ اس کی روایت ترمذی اور ابوداود نے کی ہے۔

22/4318۔اور ابوداود کی ایک اور روایت اور نسائی، ابن ماجہ اور دارمی کی روایتوں میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں اس کی گردن کاٹ دوں اور اس کا مال بھی لے آؤں۔اور اس روایت میں ماموں کے بجائے چچا کا ذکر ہے۔

23/4319۔اور امام طحاوی نے معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاویہ بن قرہ کے دادا کو ایک شخص کے پاس بھیجا جس نے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کیا تھا کہ اس کی گردن کاٹ دی جائے اور اس کا مال بیت المال کیلئے لے لیا جائے اور امام طحاویؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ حدیثیں امام ابوحنیفہ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کیلئے حجت ہیں اور ان کے خلاف نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا اور اس پر (زنا کی) حد جاری نہیں فرمائی۔

ف: واضح ہو کہ جو شخص جان بوجھ کہ محرم عورت سے نکاح کرے وہ کافر ہوگا اور اس پر مرتد کے احکام جاری ہوں گے اس لئے کہ اس نے حرام کو حلال سمجھا ہے اس کو قتل کیا جائے گا اور اس کا مال بیت المال کے لئے لیا جائے گا اور جس شخص کو اس بات کا علم نہ ہو کہ محرم عورت سے نکاح جائز نہیں اور وہ نکاح کرے تو وہ کافر نہیں ہوگا اور جو شخص جانتا ہو کہ محرم عورت سے نکاح حرام ہے اور حرمت کا علم ہونے کے باوجود وہ نکاح کرے تو یہ فسق ہے اور ایسے نکاح کے بعد دونوں میں تفریق کرائی جائے گی اور اس کو سزا بھی دی جائے گی یہ اس صورت میں ہوگا جبکہ دخول نہ ہو اور اگر علم کے باوجود اس نے ایسی حرکت کی ہے تو وہ زانی ہے اور زنا کے احکام جاری ہوں گے اور اگر وہ ناواقف تھا تو وہ بربناء شبہ جماع کرنے والا ہوگا اس پر مہر مثل واجب ہوگا اور نسب بھی اس سے ثابت ہوگا اور صاحب ھدایہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی ایسی عورت سے نکاح کرے جو اس پر حرام ہو جیسے ماں یا بیٹی اور پھر جماع بھی کرے تو امام اعظم، سفیان ثوری اور امام زفر رحمہم اللہ کے پاس اس پر حد نہیں بلکہ اس پر قتل جیسی سخت سزاء واجب ہوگی اور اس کا مال بیت المال کے لئے لیا جائے گا اس لئے کہ اس نے حرام کو حلال سمجھا جس سے وہ مرتد ہو گیا ہے۔

اسلام لانے سے پہلے کا نکاح برقرار رہے گا
اور چار سے زائد بیویوں کو طلاق دینا ہوگا

24/4320۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو ان کے (نکاح میں) جاہلیت کے زمانہ میں یعنی اسلام لانے سے پہلے دس عورتیں تھیں اوران عورتوں نے بھی ان کے ساتھ اسلام قبول کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ وہ (ان میں سے) چار کو (نکاح میں) رکھ لیں اور بقیہ کو (طلاق دے کر) چھوڑ دیں۔ اس کی روایت امام احمد ترمذی اورابن ماجہ نے کی ہے۔

25/4321۔اورامام طحاوی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ نے حضرت قتادہ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا ہے کہ پہلی بیوی، دوسری تیسری اور چوتھی کو (نکاح میں) رکھ لے اور حضرت ابراہیم نخعی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کا بھی یہی قول ہے۔

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام لانے سے پہلے کا نکاح صحیح ہے اور اسلام لاتے وقت تجدید نکاح کی ضرورت نہیں بشرطیکہ اس نکاح میں شرعاً کوئی حرج نہ ہو مثلاً دو بہنوں سے بیک وقت نکاح یا سوتیلی ماں سے نکاح ہوا ہو وغیرہ۔(حاشیہ ترمذی 12)

دوسری حدیث

26/4322۔نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ (جب) میں نے اسلام قبول کیا تو میری پانچ بیویاں تھیں اس بارے میں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ (ان میں سے) ایک کو چھوڑ دے اور چار کو رکھ لے تو میں نے اپنی سب سے پہلی بیوی کو جو بانجھ تھی اور ساٹھ برس سے میرے ساتھ رہتی تھی اس کو میں نے چھوڑ دیا۔

اس کی روایت بغوی نے شرح السنہ میں کی ہے۔

اسلام لانے سے پہلے دو بہنیں نکاح میں ہوں تو ایک کو چھوڑ دے

27/4323۔ضحاک بن فیروز دیلمی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اپنے والد (فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے بیان کیا کہ میں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) عرض کیا: یارسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ! میں نے اسلام قبول کیا ہے اور میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں تو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں میں سے جس کو چاہے رکھ لے۔اس کی روایت ترمذی، ابوداود اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

میاں اور بیوی میں سے کوئی ایک اسلام قبول کرلے تو دونوں میں تفریق کرادی جائیگی

28/4324۔داود بن کردوس رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے قبیلۂ بنوتغلب کا ایک شخص جو نصرانیہ تھا اور اس کی بیوی جو نصرانی تھیں انہوں نے اسلام قبول کیا اور اپنے معاملہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت عمر نے اس (نصرانی کافر) سے فرمایا کہ تم بھی اسلام قبول کرلو ورنہ میں تم دونوں میں تفریق کردوں گا تو اس (نصرانی کافر) نے کہا کہ میں اپنے (مذہب) کو عربوں سے شرما کر نہیں چھوڑتا ہوں کہ وہ کہنے لگیں کہ اس نے ایک عورت کو اپنے نکاح میں رکھنے کی خاطر اسلام قبول کیا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں میں تفریق کری۔اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

میاں بیوی میں سے کوئی ایک اسلام لائے تو ان میں تفریق کی صورتیں

ف:۔واضح ہو کہ امام اعظم ابوحنیفہ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ نے فرمایا کہ اسلام لانے کی وجہ سے میاں بیوی میں تفریق تین امور میں سے کسی ایک امر کی جہ سے ہوگی:

(1) عدت کا گزر جانا (2) میاں بیوی میں ایک اسلام قبول کرے تو دوسرے پر اسلام پیش کیا جائے گا۔ انکار کرنے پر تفریق ہوجائے گی (3) میاں بیوی میں سے کوئی ایک دارالاسلام سے دارالحرب یا دارالحرب سے دارالاسلام منتقل ہوجائے۔ (مرقات 12)

اختلاف دارین اور دین میاں بیوی میں جدائی کا سبب ہے

29/4325۔عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی (بی بی زینب رضی اللہ عنہا) کو ان کے شوہر ابوالعاص بن الربیع رضی اللہ عنہ (کے اسلام لانے پر) اور نئے نکاح کے ساتھ لوٹا دیا۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔اور اس حدیث کی سند میں حجّاج بن اوطاۃ کوفی ہیں جن کو محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے یہاں تک کہ امام مسلم نے بھی ان سے حدیث روایت کی ہے۔

30/4326۔اور امام طحاوی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کی روایت میں عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بی بی زینب رضی اللہ عنہا کو (ان کے شوہر) حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ پر نئے نکاح کے ساتھ لوٹا دیا۔اور ابن ماجہ اور امام احمد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔اس حدیث شریف میں اس بات کی دلیل ہے کہ (میاں بیوی میں) جدائی اختلاف دارین یعنی دارالاسلام اور دارالحرب کی وجہ سے واقع ہوجاتی ہے اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس قول (پ:28،سورۂ ممتحنہ،ع:2،آیت نمبر:10) سے ہوتی ہے:" فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ، لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ". (پھر اگر یہ تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کو واپس نہ دو نہ یہ (مسلمان عورتیں) ان کو حلال اور نہ وہ (کافر مرد) ان کیلئے حلال ہیں۔

31/4327۔اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں اس طرح مروی ہے کہ (میاں بیوی) دونوں میں کوئی ایک ہجرت کرے اور دوسرا دارالحرب میں رہ جائے تو ہم اس بات کو تسلیم

کرتے ہیں کہ ان دونوں میں فی الحقیقۃ اختلاف دارین واقع ہوگیا لیکن ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ ان پر حکم کے اعتبار سے بھی اختلاف دارین واقع ہوگا اس لئے کہ میاں بیوی دونوں نے دارالحرب میں اسلام قبول کرلیا اوران میں سے ایک نے ہجرت کرلی تو دوسرا جو دارالحرب میں ہے حکم کے اعتبار سے دارالاسلام ہی میں ہے اس لئے ان دونوں پر اس صورت میں اختلاف دارین کا حکم صحیح نہیں اسی وجہ سے ہمارا مذہب یہ ہے کہ اختلاف دارین حقیقت کے اعتبار سے اور حکم کے اعتبار سے جدائی اور تفریق کا سبب ہوتا ہے۔اب رہا صفوان بن امیہ کی بیوی اسلام لاچکی تھیں اور صفوان فتح مکہ کے بعد یمن جانے کے لئے بھاگ نکلے لیکن عمیر بن وھب نے ان کو پالیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امن دینے کا پیام دیا یہ حاضر خدمت ہوئے اور غزوۂ حنین کے بعد اسلام لائے اوران کی بیوی نکاح اول ہی پر ان کے عقد میں رہیں اس لئے کہ اختلاف دارین واقع نہیں ہوا،اور حضرت عکرمہ بھی (فتح مکہ کے بعد) بھاگ کھڑے ہوئے لیکن ان کی بیوی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امان لے کر ان کو واپس لائیں اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا اوران کی بیوی بھی نکاح اول ہی پر ان کے عقد میں رہیں اس لئے کہ یہاں بھی اختلاف دارین واقع نہیں ہوا، اس لئے کہ یہ بھی حدود مکہ ہی میں تھے۔

(5/148)بَابُ الْمُبَاشَرَةِ

(بیویوں سے صحبت کرنے کا بیان)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: "نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ، فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ، وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ". اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ بقرہ، پ:2، ع:28، آیت نمبر:223، میں) تمہاری بیبیاں (گویا) تمہاری کھیتیاں ہیں تو تم اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہے آؤ (یعنی جس ھئیت سے چاہو صحبت کرو) اور اپنی بھلائی کا کام کرو (یعنی اعمال صالح کیا کرو یا صحبت سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا کرو)۔

صحبت کرنے کا طریقہ اور دبر میں جماع کی ممانعت

1/4328۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہود کہا کرتے تھے کہ اگر آدمی اپنی بیوی سے پیٹھ کی جانب سے آگے کی شرمگاہ (یعنی فرج) میں جماع کرے تو بچہ ترچھی آنکھ والا پیدا ہوگا تو (اس کی تردید میں) یہ آیت نازل ہوئی "نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ، فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ، وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ". (سورۂ بقرہ، پ:2، ع:28، آیت نمبر:223) (تمہاری بیبیاں گویا تمہاری کھیتیاں ہیں تو تم اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ)۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ آیت کریمہ میں ارشاد ہے کہ عورتیں کھیتیاں ہیں یعنی اولاد ہونے کے لئے بمنزلہ کھیتیاں ہیں اس لئے جماع کی جگہ صرف پیشاب گاہ ہے اور وہی کھیتی کی جگہ ہے، پائخانہ کی جگہ کھیتی کی جگہ نہیں اس لئے وہاں جماع حرام ہے البتہ لیٹ کر، بیٹھ کر یا الٹا لٹا کر سامنے کی شرمگاہ میں جماع کرنے کا اختیار ہے۔

ایام حیض میں صحبت کی ممانعت

2/4329۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم پر وحی نازل ہوئی " نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ "الایۃ...... (سورۂ بقرہ، پ:2، ع:28، آیت نمبر:223)(اپنی بیوی سے) اگلی طرف سے صحبت کر یا پچھلی طرف سے اور پائخانہ کی جگہ جماع نہ کر اور حیض کے دنوں میں بھی صحبت نہ کر۔ اس کی روایت ترمذی، ابوداود اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں دبر میں جماع کرنے سے منع کیا گیا اس لئے کہ "دُبُرْ" نجاست کی جگہ ہے اور اسی طرح "قُبُلْ" یعنی فرج بھی حیض کی حالت میں نجاست کی جگہ ہے اس لئے دُبُرْ سے ہر وقت اور قُبُلْ سے حیض کی حالت میں پرہیز کرنا چاہئے، اسی لئے سارے ائمہ اس کی حرمت پر متفق ہیں۔ (حاشیہ مشکوٰۃ 12)

عزل کا بیان

3/4330۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آزاد عورت کی اجازت کے بغیر عزل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اس کی روایت امام احمد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

4/4331۔ اور بیہقی اور عبدالرزاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ نے آزاد عورت کی اجازت کے بغیر عزل سے منع فرمایا ہے۔

5/4332۔ اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ لونڈی سے عزل کیا جاسکتا ہے اور آزاد عورت سے اجازت لی جائے گی۔

6/4333۔ اور بیہقی کی ایک روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے۔

7/4334۔ اور ابن ابی شیبہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آزاد عورت سے (عزل کی) اجازت لی جائے گی اور لونڈی سے بغیر اس کی اجازت کے عزل کیا جاسکتا ہے۔

8/4335۔ اور ابن ابی شیبہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ اپنی لونڈی

سے عزل کیا کرتے تھے۔

ف:عزل کے معنی یہ ہیں کہ بیوی سے اس طرح جماع کرے کہ انزال کے وقت عضو مخصوص کو باہر نکال لے اور منی باہر گرائے؛ تاکہ حمل نہ ٹھہرنے پائے۔

بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایسا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح کرنے سے منع نہیں فرمایا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عزل جائز ہے۔ اور بعض روایتوں سے ممانعت بھی ثابت ہوتی ہے، یہ ممانعت تنزیہی ہے، یعنی جواز مع الکراہت ہے۔ حاشیہ مشکوٰۃ۔

دوسری حدیث

9/4336۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کے نزول کے زمانہ میں ہم عزل کیا کرتے تھے (یعنی اگر عزل جائز نہ ہوتا تو ہم کو وحی سے اس کی ممانعت کر دی جاتی)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

10/4337۔ اور مسلم نے اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ (ہمارے اس عزل) کی اطلاع نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملتی رہی اور آپ نے ہمیں منع نہیں فرمایا۔

عزل تقدیر الٰہی کو نہیں بدل سکتی

11/4338۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری ایک لونڈی ہے اور ہماری خدمت بھی کرتی ہے اور میں اس سے صحبت کرتا ہوں اور مجھے یہ بات پسند نہیں کہ وہ حاملہ ہو جائے (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو عزل کرو اس لئے کہ جو چیز یعنی اولاد اس کے مقدر میں ہوگی وہ ہو کر رہے گی وہ شخص کچھ مدت اس باندی سے عزل کرتا رہا پھر حضور صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ وہ باندی حاملہ ہوچکی ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا میں نے تو تمہیں پہلے ہی بتادیا تھا کہ جو کچھ اس کے مقدر میں ہے وہ ضرور ہوکر رہے گا۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

12/4339۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عزل کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ منی کے ہر قطرہ سے بچہ پیدا نہیں ہوتا لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی کو پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ان کو کوئی چیز نہیں روک سکتی۔

شیر خواری کی مدت میں بیوی سے صحبت کی اجازت

13/4340۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں اپنی بیوی کے شیر خوار بچہ سے ڈرتا ہوں کہ کہیں دوسرا حمل نہ ہوجائے اور بچہ کو دودھ پلانا نقصان دہ ہوجائے یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر یہ چیز نقصان دہ ہوتی تو فارس اور روم والوں کو بھی نقصان دیتی اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

14/4341۔ اور طحاوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابتداء میں دودھ پلانے والی عورت سے صحبت کرنے سے منع فرماتے تھے پھر اجازت دیدی فرمایا اگر یہ چیز نقصان دہ ہوتی تو فارس اور روم والوں کو بھی نقصان دیتی۔

15/4342۔ اور مسلم کی ایک اور روایت میں جدامہ بنت وھب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرا ارادہ تھا کہ دودھ پلانے والی عورت سے

صحبت کرنے سے منع کردوں پھر مجھے یاد آیا کہ فارس اور روم والے ایسا کرتے ہیں اور یہ چیز ان کے بچوں کو نقصان نہیں دیتی اور مسلم کی ایک اور روایت میں اسی طرح ہے۔

مباشرت کی باتیں امانت ہوتی ہیں انہیں ظاہر نہ کیا جائے

16/4343۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے بڑی امانت۔

17/4344۔ اور ایک روایت میں یوں ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے براوہ انسان ہے جو اپنی بیوی سے ہم بستر ہوا اور بیوی بھی اس کی طرف راغب تھی پھر وہ اپنی بیوی کی مباشرت کی باتوں کو لوگوں میں ظاہر کرے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے)۔

ف: واضح ہو کہ صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ مباشرۃ کے وقت میاں بیوی کی باتیں اور حرکات امانت ہیں اس لئے ایسی چیزوں کو لوگوں میں ظاہر کرنا خیانت ہے اور بہت بڑا گناہ ہے۔

لواطت کی ممانعت

18/4345۔ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ حق بات کے فرمانے میں شرم نہیں کرتا اور میں بھی نہیں شرماتا عورتوں سے لواطت نہ کیا کرو۔

(اس کی روایت امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے)۔

لواطت کرنے والا ملعون ہے

19/4346۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو اپنی بیوی سے لواطت کرے اس پر خدا کی پھٹکار رہے۔ (اس کی روایت امام احمد، اور ابوداود نے کی ہے)۔

بیوی سے لواطت کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہے

20/4347۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی سے لواطت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر نظرِ (رحمت) نہیں کرتا۔

اس کی روایت امام بغوی نے شرح السنہ میں کی ہے۔

مرد یا عورت سے لواطت کرنے کی وعید

21/4348۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص کسی مرد یا کسی عورت سے لواطت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر نظرِ (رحمت) نہیں کرتا۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے)۔

(6/149)(بَابٌ)(بَابُ الْعَبْدِ وَالْأَمَةِ)

اس باب میں غلام اور باندی کے مسائل کا بیان ہے

باندی کے آزاد ہونے پر اس کو اپنے شوہر کے ساتھ نکاح قائم رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار ہے

1/4349۔اسود رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو خریدا تاکہ ان کو آزاد کردیں تو ان کے مالک نے شرط لگائی کہ ولی ہم ہی رہیں گے (یعنی وراثت کا حق ہمیں ہی رہے گا) تو ام المومنینؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے بریرہؓ کو آزاد کرنے کے لئے خریدا ہے اور ان کے مالک اپنی ولایت برقرار رکھنے کی شرط لگا رہے ہیں یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم ان کو آزاد کردو ولی تو آزاد کرنے والا ہی ہوگا یا آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے یوں ارشاد فرمایا (ولی وہی ہوگا) جس نے قیمت ادا کی ہو۔

راوی کا بیان ہے ام المومنینؓ نے ان کو خریدا اور آزاد کردیا اور راوی یہ بھی کہتے ہیں (کہ آزاد ہوجانے کے بعد) ان کو (شوہر کے ساتھ رہنے یا نہ رہنے کا اختیار دیا گیا تو انہوں نے اپنے اختیار کو استعمال کیا (یعنی اپنے شوہر سے جدائی اختیار کرلی) اور کہا کہ مجھے اتنا مال دیا جائے تو میں ان کے یعنی شوہر کے ساتھ نہیں رہوں گی، حضرت اسود فرماتے ہیں کہ ان کے شوہر آزاد تھے۔

اس کی روایت امام بخاریؒ نے کی ہے۔

2/4350 ۔اور بخاری کی ایک اور روایت میں بھی اسی طرح مروی ہے اور اس روایت میں یوں ہے کہ حکم نے کہا ہے کہ ان کے شوہر آماد تھے۔

3/4351 ۔ اور مسلم نے شعبہ سے روایت کی ہے اور وہ عبدالرحمٰن بن قاسم سے روایت کرتے ہیں اور عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت قاسمؓ کو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت کرتے سنا کہ ام المومنین نے بریرہ کو آزاد کرنے کے لئے خریدنے کا ارادہ فرمایا تو ان کے مالک نے اپنی حق ولایت کی شرط لگائی ام المومنین نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تم ان کو خریدلو اور ان کو آزاد کردو اس لئے کے ولایت کا حق اسی کو حاصل ہے جو (غلام یا باندی کو) آزاد کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا تو حاضرین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ بریرہ کو صدقہ میں دیا گیا ہے تو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا اس کے لئے یہ صدقہ ہے اور ہمارے لئے یہ ھدیہ ہے اور ان کو (یعنی بریرہ کو آزادی کے بعد اپنے شوہر کے ساتھ رہنے یا نہ رہنے کا) اختیار دیا گیا اور عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ان کے شوہر آزاد تھے، شعبہ نے کہا کہ میں نے عبدالرحمٰن سے ان کے شوہر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا۔

4/4352۔اور ابوداود نے حضرت اسود سے اور انہوں نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ بریرہ کے شوہر اس وقت آزاد تھے جس وقت بریرہ کو آزاد کیا گیا اور پھر ان کو (شوہر کے ساتھ نکاح قائم رکھنے یا نہ رکھنے کا) اختیار دیا گیا تو بریرہ نے کہا کہ (میں اپنا نکاح کیوں

قائم رکھوں) میں نہیں چاہتی کہ شوہر کے ساتھ (نکاح میں) رہوں مجھے تو نکاح توڑنے سے ایسی ایسی سہولتیں حاصل ہیں۔

5/4353۔ اور ترمذی کی روایت میں اس طرح ہے: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ (جس وقت بریرہ آزاد ہوئیں تو) بریرہ کے شوہر آزاد تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بریرہ کو (شوہر کے ساتھ نکاح قائم رکھنے یا نہ رکھنے کا) اختیار دیا۔

6/4354۔ اور ابن ماجہ اور نسائی نے اسود رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ سے روایت کی ہے اور وہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین نے بریرہ کو آزاد کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو (نکاح کے قائم رکھنے یا نہ رکھنے کا) اختیار دیا اور اس وقت ان کے شوہر آزاد تھے۔

7/4355۔ اور امام طحاوی اور ابن ابی شیبہ نے طاؤس رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا ہے باندی جب آزاد ہو جائے تو اس کو (نکاح قائم رکھنے یا نہ رکھنے کا) اختیار ہے اگر چہ کہ وہ کسی قریشی کے نکاح ہی میں کیوں نہ ہو۔

8/4356۔ اور انہی دونوں یعنی طحاوی اور ابن ابی شیبہ کی ایک اور روایت میں حضرت طاؤس سے ہی مروی ہے کہ باندی کو (نکاح قائم رکھنے یا نہ رکھنے کا) اختیار ہے خواہ (شوہر) آزاد ہو یا غلام ہو۔

9/4357۔ اور ابن ابی شیبہ نے ابن سیرین اور شعبی سے اسی طرح روایت کی ہے۔

10/4358۔ اور ابن ابی شیبہ کی ایک اور روایت میں حضرت مجاہد رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

سے مروی ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ باندی کو (جب وہ آزاد ہوجائے تو) اختیار ہے کہ (اپنا نکاح قائم رکھے یا نہ رکھے) اگرچہ کہ وہ امیرالمومنین کے نکاح میں ہو۔

باندی کو نکاح کے باقی رکھنے کا حق شوہر سے صحبت کرنے سے ختم ہوجاتا ہے

11/4359۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بریرہ جب آزاد ہوئیں تو حضرت مغیث کے نکاح میں تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے بریرہ کو (نکاح قائم رکھنے یا نہ رکھنے کا) اختیار دیا اور یہ بھی ارشاد فرمایا (بریرہ!) اگر وہ (یعنی مغیث) تم سے ہم بستر ہوجائیں تو تمہارا اختیار باقی نہیں رہے گا۔

اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

(7/150)بَابُ الصِّدَاقِ

(مہر کا بیان)

ف: جس چیز اور مال کے بدلہ میں نکاح کیا جاتا ہے اس کو مہر یا صداق کہتے ہیں۔12

وَقَوْلُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ: " وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ ". اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورۂ نساء، پ:5، ع:4، آیت نمبر:24، میں) (جو عورتیں تم پر حرام کی گئی ہیں) ان کے سوا سب عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں کہ تم اپنے مالوں (یعنی مہر) کے بدلہ ان کو تلاش کرو۔

ف: اس آیت شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ (1) نکاح میں مہر ضروری ہے (2) اگر مہر نہ مقرر کیا جائے تو تب بھی واجب ہوتا ہے۔(3) مہر مال ہی ہوتا ہے نہ کہ خدمت اور تعلیم وغیرہ کیونکہ یہ مال نہیں ہیں (4) اتنا تھوڑا مال جس کو مال نہ کہا جائے وہ مہر ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا (5) مہر کی ادنیٰ مقدار دس درھم ہے اس سے کم مہر نہیں ہوگا۔(مدارک)۔

وَقَوْلُہٗ تَعَالیٰ: " قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَیْھِمْ فِیْۤ اَزْوَاجِھِمْ " اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورۂ احزاب، پ:22، ع:6، آیت نمبر:50، میں) ہمیں معلوم ہے کہ ہم نے مسلمانوں پر ان کی بیویوں کا حق (یعنی مہر) مقرر کر دیا ہے (جس کو انہیں بہرصورت ادا کرنا ہوگا)۔

ف: واضح ہو کہ بیویوں کے حق میں مہر کے علاوہ نکاح کے وقت گواہوں کا ہونا اور ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو باری کا واجب ہونا اور چار حُرّہ عورتوں کی حد تک نکاح میں لانا یہ سب شامل ہیں۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شرعاً مہر کی مقدار اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقرر ہے اور وہ دس درھم ہے جس سے کم کرنا ممنوع ہے جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے۔ حاشیہ تفسیر مولانا محمد نعیم مرادآبادی۔12

وَقَوْلُہٗ تَعَالیٰ: "وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰئھُنَّ قِنْطَارًا". اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورۂ نساء، پ:4، ع:3، آیت نمبر:20، میں) اور تم نے اپنی کسی بیوی کو مال کثیر دیا ہو۔

ف: تفسیرات احمدیہ میں لکھا ہے کہ اس آیت سے گراں مہر مقرر کرنے کا جواز ملتا ہے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا عورتوں کے مہر گراں مقرر نہ کرو ایک عورت نے کہا امیر المومنین! ہم آپ کی بات مانیں یا اللہ تعالیٰ کی بات مانیں؟ اور یہ آیت پڑھیں "وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰئھُنَّ قِنْطَارًا" اس پر امیر المومنین نے

اپنی نفس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اے عمرؓ! تجھ سے ہر شخص زیادہ سمجھ دار ہے تم لوگ جو چاہو مہر مقرر کرو! سبحان اللہ خلیفۂ رسول کا شانِ انصاف اور نفسِ شریف کی پاکیزگی! اللہ تعالیٰ ہم کو آپ کی اتباع نصیب فرمائے آمین!

کوئی مہر دس درہم سے کم نہ ہو

1/4360۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مہر دس درھم سے کم نہ ہو جیسا کہ ایک طویل حدیث میں مروی ہے۔

اس کی روایت ابن ابی حاتم نے کی ہے۔ اور حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ روایت اس سند کے ساتھ حسن ہے جیسا کہ فتح القدیر کے باب الکفارۃ میں مذکور ہے۔

2/4361۔ اور دارقطنی اور بیہقی دونوں نے اپنی اپنی سنن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی مہر دس درھم سے کم نہ ہو۔

3/4362۔ اور ان ہی دونوں یعنی دارقطنی اور بیہقی کی ایک اور روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ کوئی مہر دس درھم سے کم نہ ہو۔

4/4363۔ اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں ابوالنعمان ازدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کا نکاح قرآن کی ایک سورۃ (کی تعلیم) کے معاوضہ میں کر دیا پھر ارشاد فرمایا کہ ایسا مہر تمہارے بعد کسی کے لئے نہیں ہوگا۔

5/4364۔ اور ابوداود کی ایک روایت مکحول رَحمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ سے مروی ہے وہ کہا کرتے تھے کہ یہ (یعنی قرآن کی سورۃ کی تعلیم کا مہر مقرر کرنا) رسول ﷺ کے بعد کسی کے لئے درست نہیں۔

امہات المومنین کا مہر پانچ سو درھم تھا

6/4365۔ابوسلمہ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کی بی بیوں) کا مہر کیا ہوا کرتا تھا۔ام المؤمنین نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیبیوں کا مہر بارہ اوقیہ اور ایک نش تھا۔ام المؤمنین نے (ابوسلمہ سے) پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ نش کسے کہتے ہیں (ابوسلمہ) کہتے ہیں۔میں نے جواب دیا نہیں! تو ام المؤمنین نے فرمایا (نُش) آدھے اوقیہ کو کہتے ہیں تو یہ (ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی کا سکہ) پانچ سو درھم ہوئے۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔اور شرح السنہ اور مصابیح کے تمام نسخوں میں نش نون کے پیش سے لکھا ہے۔

7/4366۔اور نسائی نے اور ابوداود نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ وہ عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں اور ان کا انتقال حبشہ میں ہوگیا تو نجاشی (شاہ حبش نے عدۃ گذرنے کے بعد حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمُ کی اجازت سے) آپ کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کردیا اور اپنے پاس سے چار ہزار مہر آپ کو دیا۔

8/4367۔اور ایک روایت میں چار ہزار درھم لکھا ہے اور پھر نجاشی نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ کیا۔

مہر اپنی استطاعت کے مطابق باندھا جائے

9/4368۔شعبی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا

خبر دار عورتوں کے مہر میں غُلو نہ کرو (یعنی بڑے بڑے مہر نہ مقرر کرو) سن لو! جس کسی کے بارے میں مجھے یہ اطلاع ملے کہ اس نے اس مقدار سے زیادہ مہر مقرر کیا ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کیا تھا یا کسی کو زیادہ مال دیا گیا ہو تو اس زائد مقدار کو میں بیت المال میں داخل کردوں گا پھر آپ نے منبر سے اتر گئے۔ ایک قریشی عورت آپ کے روبرو حاضر ہوئی اور کہا امیر المومنین! اللہ کی کتاب پیروی کے قابل ہے یا آپ کا قول؟ آپ صَلَّـی اللّٰـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ کی کتاب! واقعہ کیا ہے؟ اس عورت نے کہا آپ نے ابھی منبر پر لوگوں کو منع فرمایا کہ عورتوں کے مہر مقرر کرنے میں غلو نہ کرو اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں۔

" وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا" (سورۂ نساء، پ:4، ع:3، آیت نمبر:20) (اور تم نے اپنی کسی بیوی کو مال کثیر دیا ہو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو) یہ سن کر حضرت عمر نے فرمایا ہر شخص عمر سے زیادہ سمجھ رکھتا ہے۔ آپ نے یہ بات دو بار یا تین بار فرمائی پھر آپ منبر پر لوٹ آئے اور لوگوں سے فرمایا میں نے ابھی تم کو عورتوں کے مہر مقرر کرنے میں غلو (اور زیادتی) سے روکا ہے۔ ہر شخص اپنے مال میں اپنی پسند کے مطابق کام کرے۔

اس کی روایت بیہقی نے سنن میں کی ہے اور سعید بن منصور نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

شوہر نکاح کے بعد مہر مقرر کئے بغیر اور صحبت سے پہلے مرجائے تو کیا حکم ہے

10/4369۔ علقمہ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا گیا جس نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کے لئے مہر مقرر نہیں کیا اور اس سے صحبت کرنے سے پہلے انتقال کرگیا، یہ سن کر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسی عورت کو اس کے خاندان کی عورتوں کے مہر کی طرح یعنی مہر مثل

ملے گا ۔ نہ اس میں کمی ہوگی اور نہ زیادتی اور ایسی عورت پر شوہر کے وفات کی وجہ سے عدت بھی واجب ہوگی اور اس کو ترکہ بھی ملے گا ۔ یہ سن کر معقل بن سنان اشجعی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بروع بنت واشق کے بارے میں جو ہمارے قبیلہ کی ایک خاتون تھیں ایسا ہی فیصلہ فرمایا تھا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ سن کر بیحد خوش ہوئے اس لئے کہ آپ کا فتویٰ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کے مطابق تھا۔اس حدیث کی روایت ترمذی، ابوداود، نسائی اور دارمی نے کی ہے۔اور ترمذی نے اس حدیث کو صحیح اور حسن قرار دیا ہے۔

(8/151)بَابُ الْوَلِيْمَةِ

ف:واضح ہو کہ ولیمہ اس تقریب کو کہتے ہیں جو شب زفاف کے بعد شوہر کی طرف سے بطور شکرانہ کے منعقد کی جاتی ہے۔اور یہ دعوت امام شافعی کے پاس سنت ہے اور تینوں آئمہ کے پاس مستحب ہے اور فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے کہ ولیمہ سنت ہے اور اس میں اجر عظیم ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ آدمی نکاح کے بعد جب اپنی بیوی سے صحبت کرے تو اس کو چاہئے کہ اپنے پڑوسیوں،قرابتداروں اور دوستوں کے لئے جانور ذبح کرے اور ان کو کھانے پر جمع کرے۔12

حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کے ولیمہ کی ایک تقریب

1/4370۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیویوں میں سے کسی بیوی کا ایسا ولیمہ نہیں کیا جیسا حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا کا کیا آپ نے ان کے نکاح میں ایک بکری ذبح کر کے ولیمہ کیا۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

2/4371۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بی بی زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا(اور ہم بستر ہوئے تو)ان کے ولیمہ میں لوگوں کو پیٹ بھر گوشت اور روٹی کھلائی۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

تیسری حدیث

3/4372۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے(غزوۂ بنی قریظہ سے واپسی کے موقع پر)خیبر اور مدینہ منورہ کے درمیان(مقام مَھْبا میں)

تین رات قیام فرمایا یہاں آپ نے بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر کے شب باشی فرمائی (حضرت انس) فرماتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں کو آپ کے ولیمہ کی دعوت دی، اس میں نہ تو روٹی تھی اور نہ گوشت اور اس میں یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ دستر خوان بچھایا جائے تو دستر خوان بچھایا گیا اور اس پر کھجور، پنیر اور گھی رکھا گیا۔

اس کی روایت بخاریؒ نے کی ہے۔

4/4373۔ اور بیہقیؒ نے رزینہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بنی قریظہ اور بنی نضیر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بی بی صفیہ کو (حالت جنگ میں) قیدی بنا کر لائے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح دی، بی بی صفیہ کا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں تھا، آپ نے ان کو آزاد کیا، نکاح کا پیام دیا اور نکاح فرمایا اور (چونکہ ان کی آزادی مہر تھا اس لئے) رزینہ کو ان کی خدمت میں دیدیا۔

5/4374۔ اور امام طحاویؒ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے بی بی جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کو اسی طرح آزاد فرما کر بلا مہر نکاح کیا جس طرح بی بی صفیہ کو آزاد فرما کر بلا مہر نکاح کیا۔ پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس روایت کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ بغیر مہر کے نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جائز تھا جو خصوصیات نبوی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اگر کوئی شخص بغیر مہر کے نکاح کرے تو اس کو از سر نو مہر مقرر کرنا چاہئے۔

چوتھی حدیث

6/4375۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ سے نکاح کے موقع پر ستّو اور کھجور سے ولیمہ کیا۔ اس کی روایت امام احمدؒ، ترمذیؒ، ابوداودؒ اور

ابن ماجہؔ نے کی ہے۔

دو سیر جَوْ سے بھی ولیمہ ہوسکتا ہے

7/4376۔صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعض بیویوں کا ولیمہ دو سیر جو سے کیا۔اس کی روایت بخاریؔ نے کی ہے۔

ولیمہ کی دعوت قبول کرنی چاہئے

8/4377۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اس کو چاہئے کہ دعوت میں حاضر ہو۔اس کی روایت بخاریؔ اور مسلمؔ نے متفقہ طور پر کی ہے۔

9/4378۔اور مسلمؔ کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ دعوت شادی کی ہو یا اسی طرح کی کوئی اور دعوت ہو اس کو قبول کرنا چاہئے اور داعی کے گھر جانا چاہئے (خواہ کھانا کھائے یا نہ کھائے)۔

ف: واضح ہو کہ فتاویٰ عالمگیریہ میں تمرتاشی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ دعوت کے قبول کرنے میں علماء کا اختلاف ہے۔

دعوت کے اقسام اور احکام

ف: واضح ہو کہ دعوت کا قبول کرنا عرف عام میں سنت ہے حالانکہ دعوت کا قبول کرنا واجب بھی ہے، سنت بھی ہے، مستحب بھی ہے اور بسا اوقات ممنوع بھی ہے؛ جس کی تفصیل یہ ہے:

فتاویٰ عالمگیریہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ دعوت قبول کرنے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض کے پاس واجب ہے جس کے ترک کرنے کی کوئی صورت نہیں، عامۂ علماء کے پاس سنت ہے اور اگر ولیمہ کی دعوت ہو تو افضل یہ ہے کہ قبول کرے ورنہ اختیار ہے لیکن دعوت کا قبول کرنا افضل ہے اس لئے کہ اس سے ایک مومن کو خوشی حاصل ہوتی ہے اور جب دعوت قبول کر لی تو داعی کے گھر جانا چاہئے خواہ کھائے یا نہ کھائے لیکن افضل یہ ہے کہ روزہ دار نہ ہو تو کھالے۔اور بنایہ میں لکھا ہے کہ دعوت کا قبول کرنا سنت ہے خواہ ولیمہ ہو یا کوئی اور دعوت اور اختیار میں لکھا ہے کہ ولیمہ کی دعوت کا قبول کرنا قدیم سنت ہے اگر قبول نہ کرے تو گنہ گار ہوگا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے دعوت قبول نہیں کی تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ اگر روزہ دار ہوتو دعوت قبول کرے، جائے اور دعاء کرے اور اگر روزہ دار نہ ہوتو کھانا کھائے اور دعا کرے اور اگر کھانا نہ کھائے اور دعوت بھی قبول نہ کرے تو گنہ گار ہوگا اور جفا کار سمجھا جائے گا اس لئے کہ اس میں داعی کی توہین ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اگر مجھے کھر کھانے کے لئے بھی بلایا جائے تو میں ایسی دعوت کو قبول کروں گا اور رحمۃ الامۃ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کے پاس صحیح ترین قول یہ ہے کہ دعوت کا قبول کرنا مستحب ہے۔ اھ

حاشیہ مشکوٰۃ میں لمعات کے حوالہ سے لکھا ہے کہ چند ایسے اسباب ہیں جنکی وجہ سے دعوت کا قبول کرنا ساقط ہو جاتا ہے جیسے وہاں شبہ کا کھانا ہو یا وہاں صرف اغنیاء کی دعوت ہو یا وہاں ایسے لوگ ہوں جن کے ساتھ بیٹھنا مناسب نہ ہو یا داعی نے اس کو اس کی وجاہت دنیوی کی وجہ سے بلایا ہے یا اس لئے دعوت دی ہو کہ اس سے باطل میں اعانت لی جائے یا وہاں غیر شرعی امور ہوں جیسے ریشم کا فرش ہو یا گانے بجانے کی محفل ہو۔ 12

دعوت میں شرکت ضروری البتہ کھانے یا نہ کھانے کا اختیار

10/4379۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو اس کی دعوت قبول کرنا چاہئے (اور مجلس میں جانا چاہئے) اگر اس کی طبیعت چاہے تو کھائے اور چاہے تو کھانا ترک کرے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ولیمہ میں فقراء کو نہ بلانے کی وعید

11/4380۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ولیمہ کا وہ کھانا بدترین کھانا ہے جس میں مالداروں کو بلایا جاتا ہے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور جو شخص دعوت قبول نہ کرے اس نے اللہ اور اس کے رسول (صلی

اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کی۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ عادت یہ ہے کہ اکثر شادی کے کھانے میں برادری کے لوگ اور مالداروں کو بلایا جاتا ہے اور غُربا کو نہیں بلایا جاتا اسی وجہ سے ایسے کھانے کو برا قرار دیا گیا اگر ایسے موقعوں پر غرباء کو بھی بلایا جائے تو یہ برائی دور ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف میں دعوت قبول نہ کرنے کی وعید کی وجہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی مرضی یہ ہے کہ مسلمان آپس میں محبت اور الفت قائم رکھیں، اور دعوت دینا اور دعوت کا قبول کرنا محبت کا اور محبت کے زیادہ ہونے کا سبب ہے اس لئے جس نے دعوت قبول نہ کی تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی مرضی چھوڑی۔ اور یہ مسلمانوں کے لئے مناسب نہیں۔ حاشیۂ مشکوٰۃ 12

بن بلائے دعوت کھانے پر وعید

12/4381۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کسی کو دعوت دی گئی اور اس نے دعوت قبول نہ کی تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ اور جس کسی نے بغیر دعوت کے کسی کے یہاں جا کر دعوت کھائی وہ چور ہو کر داخل ہوا اور لٹیرا ہو کر واپس ہوا۔ (اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو اخلاق عالیہ کی تعلیم دی ہے اور ان کو برے اوصاف سے روکا ہے اس لئے کہ معذرت چاہے بغیر دعوت کا قبول نہ کرنا تکبر اور رعونت ہے اور محبت اور الفت کی کمی کی نشانی ہے۔ اور بلا دعوت چلے جانا حرص، دناءت اور کمینہ پن اور ذلت کا سبب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اخلاق حسنہ ان میں اعتدال اور توازن کا سبب ہیں۔ 12 (مرقات)۔

بغیر دعوتی کو کھلانے یا نہ کھلانے کا اختیار داعی کو ہے

13/4382۔ ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری جن کی کنیت ابوشعیب تھی اپنے غلام سے جو گوشت بیچا کرتا تھا فرمایا کہ تم میرے لئے کھانا

تیار کرو جو پانچ آدمیوں کے لئے کافی ہوجائے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت دینا چاہتا ہوں ان پانچوں میں ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے۔تو اس نے تھوڑا سا کھانا تیار کیا پھر وہ (انصاری) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعوت میں لیجانے لگے تو ان کے ساتھ ایک آدمی بھی چلنے لگا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابو شعیب! ایک آدمی (بلادعوت) ہمارے ساتھ چلا آیا ہے اگر تم چاہو تو اس کو لے چلو اور کھانا کھلاؤ اور چاہو تو اس کو واپس کردو، ابوشعیب نے کہا نہیں! بلکہ میں اس کو اجازت دیتا ہوں (یہ بھی چلے اور کھانا کھا آئے)۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جتنے آدمیوں کی دعوت ہوا تنے ہی جاویں، زیادہ نہ جاویں اگر کوئی ساتھ چلا جائے تو داعی کو اطلاع کرنی چاہئے خواہ وہ آنے دے یا نہ آنے دے۔(مرقات 12)

نقش ونگار والے مکان میں حضور کا داخل نہ ہونا

14/4383۔سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا مہمان ہوا تو آپ نے اس کے لئے کھانا تیار کروایا۔ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلاتے اور آپ ہمارے ساتھ کھانا تناول فرماتے انہوں نے حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ کو بلایا، آپ تشریف لائے اور دروازہ کے دونوں بازو کی لکڑیوں پر ہاتھ رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک اونی منقّش باریک پردہ گھر کے ایک کونہ میں لگا ہوا ہے (یہ دیکھ کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوگئے۔ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں بھی حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ کے پیچھے پیچھے گئی اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس چیز نے

آپ کو لوٹا دیا؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے یا کسی نبی کو سزاوار نہیں کہ وہ ایسے گھر میں داخل ہوں جو (نقش و نگار کر کے) سجایا گیا ہو۔

(اس کی روایت امام احمد اور ابن ماجہ نے کی ہے)

آرائش جو تکبر کو ظاہر کرے ممنوع ہے

ف(1): واضح ہو کہ علامہ خطّابی نے فرمایا ہے کہ دولہن کے کمرہ کی طرح گھروں کے درودیوار کو نقش و نگار سے آراستہ کرنا رعونت اور انانیت ہے اور یہ متکبرین کا فعل ہے جو مسلمان کے لئے زیبا نہیں اس لئے ایسی دعوت جس میں ایسے منکرات ہوں قبول نہیں کرنا چاہئے۔ یہ مرقات میں مذکور ہے۔

فتاویٰ عالمگیریہ میں فقیہ ابو جعفر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر گھر کی دیوار کو جانوروں کی منقش کھالوں کو چسپاں کیا جائے تاکہ سردی سے حفاظت ہو سکے تو اس میں کوئی حرج نہیں البتہ بطور زینت ایسا کام کیا جائے تو مکروہ ہوگا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر ایسا کام جو تکبر کی وجہ سے کیا جائے وہ مکروہ ہوگا البتہ حاجت اور ضرورت کی وجہ سے ایسا کام کیا جائے تو کراہت نہیں ہوگی۔ قولِ مختار یہی ہے۔ یہ غیاثیہ میں مذکور ہے۔

ایسی دعوت جس میں لہو ولعب ہو نہیں جانا چاہئے

ف(2): حدیث شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں منقش پردہ کو دیکھا تو واپس ہو گئے۔ درمختار میں لکھا ہے کہ ولیمہ کی دعوت میں پہونچنے کے بعد دیکھا گیا کہ وہاں کھیل کود گانا بجانا ہو رہا ہے اگر یہ کام گھر میں ہو رہے ہوں اور دسترخوان پر ہوں تو نہ بیٹھے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **"فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ"** (سورۂ انعام، پ:7، ع:8، آیت نمبر:68) (نصیحت کے بعد ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھیں)۔

ایسے موقعوں پر فقہاء نے دو طریقوں کو بیان کیا ہے۔ ایک یہ کہ اگر عام آدمی ہے تو منع کرے اور اگر نہ منع کر سکتا ہو تو صبر کرے اور اگر قوم کا پیشوا ہو اور منع بھی نہ کر سکتا ہو تو وہاں سے نکل جائے اور نہ بیٹھے اس لئے کہ ایسے آدمی کے بیٹھنے سے دین کی اہانت ہوتی ہے۔ اور اگر پہلے سے اس بات کا علم ہو کہ دعوت میں منکرات ہیں تو عام آدمی یا پیشوائے قوم کسی کو بھی ایسی دعوت میں نہیں جانا چاہئے۔ 12

پڑوسیوں کی دعوت قبول کرنے کا بیان

15/4384۔ایک صحابی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب دو دعوت دینے والے ایک ساتھ دعوت دینے کے لئے (تمہارے پاس) آئیں تو ان دونوں میں سے دروازہ کے اعتبار سے جو قریب ہو اس کی دعوت قبول کرو اور ان دونوں میں سے کسی نے پہل کر لی تو اس کی دعوت قبول کر لو۔(اس کی روایت امام احمد اور ابوداود نے کی ہے۔)

ولیمہ واجب ہے سنت ہے اور ریاء بھی ہے

16/4385۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ولیمہ میں پہلے دن کا کھانا حق ہے اور دوسرے دن کا کھانا سنت ہے اور تیسرے دن کا کھانا شہرت ہے اور دکھاوا ہے اور جو کوئی شہرت کے لئے کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ریاء اور دکھاوے کو لوگوں پر ظاہر کر دے گا۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور بذل المجہود میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ وضاحت اس لئے فرمائی کہ عربوں میں ایسا رواج تھا۔

ہر ایسی دعوت جس کا مقصد دکھاوا ہے مکروہ ہے

ف:۔علامہ طیبی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو کسی نعمت سے سرفراز فرماتے ہیں تو اس بندہ پر ضروری ہے کہ شکرانہ ادا کرے اس لئے شکرانہ میں کھانا کھلانا پہلے دن واجب ہے اور اگر پہلے دن دعوت کا انتظام نہ ہو سکے تو دوسرے دن اس لئے مستحب ہے کہ پہلے دن کے نقصان کی تلافی ہو جائے کیونکہ سنت واجب کی تکمیل کا سبب ہے۔اب رہا تیسرے دن دعوت کرنا وہ صرف ریاء اور دکھاوا ہے اس لئے مدعو شخص کے لئے پہلے دن کی دعوت کا قبول کرنا واجب ہے۔دوسرے دن کی دعوت کا قبول کرنا مستحب ہے اور

تیسرے دن کی دعوت کا قبول کرنا مکروہ بلکہ حرام ہے۔ یہ فتح الباری اور مرقات میں مذکور ہے البتہ قاضیخان نے لکھا ہے کہ تین دن تک بغیر کراہت کے دعوت دی جاسکتی ہے اور تین دن کے بعد شادی اور ولیمہ کی دعوت منقطع ہو جاتی ہے جیسا کہ عالمگیر یہ اور مجمع البرکات میں مذکور ہے۔

اب رہا تیسرے دن کی دعوت کو جو ریاء اور دکھاوا فرمایا گیا ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ عربوں میں ایسا ہی رواج تھا اور نہ ہر ایسی دعوت جس کا مقصود ریاء اور دکھاوا ہو مکروہ ہے۔

یہ بذل المجھود اور ردالمختار سے ماخوذ ہے۔12

آپس میں دو مقابلہ کرنے والوں کی دعوت قبول کرنا منع ہے

17/4386۔عکرمہ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مقابلہ کرنے والوں کی دعوت قبول کرنے اور کھانے سے منع فرمایا ہے۔

اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔

ف:۔ردالمختار میں لکھا ہے کہ ہر ایسی دعوت جس میں داعی کا مقصود اپنی بڑائی کا اظہار ہو اور وہ اپنی تعریف کا خواہاں ہے قبول کرنا نہ چاہئے خصوصاً اہلِ علم اس میں شریک نہ ہوں۔12

دوسری حدیث

18/4387۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ دو مقابلہ کرنے والوں کی دعوت قبول نہ کی جائے اور نہ ان کا کھانا کھایا جائے۔امام احمد رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشاء مبارک یہ ہے کہ ایسے دو دعوت میں مقابلہ کرنے والے جو ضیافت فخر اور دکھاوے کے لئے کرتے ہوں (یعنی ایک یہ چاہتا ہو کہ میں دوسرے سے زیادہ لوگوں کو دعوت

دوں اور دوسرا یہ چاہتا ہے کہ میں اس سے بڑھ جاؤں)۔

فاسق کی دعوت قبول کرنا منع ہے

19/4388۔عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاسق لوگوں کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ف: صاحب اشعۃ اللمعات نے لکھا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاسق لوگوں کی دعوت قبول کرنے سے اس لئے منع فرمایا ہے کہ یہ لوگ کھانے میں احتیاط نہیں کرتے اور حرام کھاتے ہیں اور وہ ظالم بھی ہوتے ہیں اور ظالم کا کھانا بالاتفاق حرام ہے اور ایسے لوگوں کی دعوت سے مقصود تکبر ہوتا ہے اور ان کا کھانا مشتبہ ہوتا ہے اور اکثر وہاں اغنیاء آتے ہیں اور وہاں رقص وسرود کی محفل ہوتی ہے اس لئے ایسی دعوت کا قبول کرنا ہی ساقط ہوجاتا ہے۔

مسلمان بھائیوں کے پاس کھانے، پینے میں بدگمانی نہ کرے

20/4389۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کے یہاں جائے تو اس کے پاس جو کھانا ہو وہ کھالے اور یہ نہ پوچھے کہ یہ کھانا حلال ہے یا حرام اور وہ جو پلائے پی لے اور یہ نہ پوچھے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز اس لئے کہ ایسے سوال سے اس کو تکلیف پہونچتی ہے اور بظاہر واقعہ تو یہی ہے کہ مسلمان اپنے بھائی کو حلال ہی کھلائے گا اور حلال ہی پلائے گا۔(یہ تینوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہیں)

آمدنی پر حلال یا حرام کا حکم، غالب مال کے اعتبار سے ہوگا

ف: واضح ہو کہ جس شخص کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ اس کے مال کا اکثر حصّہ حرام کمائی کا ہے تو ایسے شخص کی دعوت قبول نہ کی جائے ہاں اگر داعی بتائے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس کی کمائی حلال سے ہے تو دعوت قبول کی جاسکتی ہے۔ اس کے برعکس جس کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ اس کی غالب کمائی حلال سے ہے تو ایسے شخص کی دعوت قبول کی جائے۔

اگر کسی کے سودی کاروبار ہوں یا اس کی کمائی حرام ذرائع سے ہو ایسا شخص ہدیہ دیوے یا دعوت کرے تو ہدیہ قبول نہ کرے اور نہ اس کی دعوت کھائے جب تک کہ وہ نہ بتائے کہ اس نے حلال مال سے یا قرض لے کر یہ انتظام کیا ہے۔

اور اگر کسی کا غالب مال حلال سے ہو ایسے شخص کا ہدیہ بھی قبول کیا جائے اور اس کی دعوت بھی کھائی جائے اس لئے کہ لوگوں کے اموال میں حرام کچھ نہ کچھ رہتا ہے اس لئے اعتبار غالب مال کا ہوگا اگر غالب مال حلال ہے تو حلال کا حکم لگایا جائے گا اور غالب مال حرام ہے تو حرام کا حکم لگایا جائے گا۔ یہ فتاویٰ عالمگیریہ سے ماخوذ ہے۔

(9/152)بَابُ الْقَسْمِ

اس باب میں بیویوں کے درمیان باری مقرر کرنے کا بیان ہے

وَقَوْلُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ:" فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ، ذٰلِکَ اَدْنٰی اَلَّا تَعُوْلُوْا ". اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:(سورۂ نساء،پ:4،ع:1،آیت نمبر:3، میں)''اگر تم کواس بات کا اندیشہ ہو کہ (ایک سے زائد بیویوں میں) برابری کا برتاؤ نہ کرسکو گے تو ایک ہی بیوی (پر اکتفاء کرو) یا کنیزوں پر جن کے تم مالک ہو'' غیر منصفانہ برتاؤ سے بچنے کے لئے یہ تدبیر زیادہ مناسب ہے۔

ف:تفسیراتِ احمدیہ میں لکھا ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ بیویوں کے درمیان مساوات فرض ہے خواہ نئی ہو یا پرانی، باکرہ ہو یا ثیبہ، مسلمان ہو یا کتابیہ، یہ مساوات حرّہ بیویوں میں ہوگی۔اب رہا حرّہ اور ایسی باندی جو اس کی منکوحہ ہو لیکن اس کا مالک دوسرا ہو تو ان میں مساوات کا اعتبار تہائی سے ہوگا یعنی دو تہائی حرّہ کے لئے اور ایک تہائی باندی کے لئے اور یہ مساوات کپڑے، خرچہ، گھر اور شب باشی میں ہوگی نہ کہ دل کے لگاؤ میں اس لئے کہ قلبی لگاؤ انسانی بس کی بات نہیں اور نہ مساوات جماع کے لحاظ سے ہوگی کیونکہ جماع محبت پر منحصر ہے، اور یہ مساوات سفر میں بھی نہ ہوگی بلکہ سفر کے موقع پر وہ جس بیوی کو چاہے ساتھ رکھے لیکن قرعہ اندازی مناسب ہے۔12

وَقَوْلُہٗ تعالیٰ:" وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِیْلُوْا کُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْھَا کَالْمُعَلَّقَۃِ ". اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:(سورۂ نساء،پ:5،ع:19،آیت نمبر:129، میں)اگر تمہاری ایک سے زائد بیویاں ہوں اور چاہے تم کتنی ہی حرص کرو تو تم ہرگز اپنی بیویوں میں عدل قائم نہیں کرسکتے جب تمہارا یہ حال ہے تو ایسا نہ ہو کہ تم ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو معلّق چھوڑ دو۔

قلبی لگاؤ کے سوا باقی امور میں مساوات ضروری ہے

ف: واضح ہو کہ سورہ نساء کے ابتداء میں فرمایا گیا کہ بیویوں میں عدل مشروط ہے چنانچہ فرمایا گیا کہ اگر تم کو اندیشہ ہو کہ ایک سے زیادہ بیویوں میں مساوات قائم نہ کرسکو تو ایک ہی بیوی پر اکتفاء کرو۔

اب اس آیت میں یہ بیان ہے کہ قلبی لگاؤ میں عدل مشروط نہیں اس لئے کہ انسان اس میں معذور ہے ورنہ عدل کا تقاضا تو یہ ہے کہ قلبی لگاؤ میں بھی عدل ہو چنانچہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پاک بیویوں کے درمیان خرچہ، کپڑا، اور گھر ان تینوں میں عدل قائم فرماتے تھے اور پھر فرماتے تھے اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے میری اپنی قدرت کے مطابق تو تو مجھے اس چیز میں گرفت نہ فرما جس کی مجھ میں طاقت نہیں اور یہ محبت قلبی ہے کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم ام المومنین بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے تمام امہات المومنین کے مقابلہ میں بے حد محبت فرماتے تھے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں یہ نہ ہو کہ ایک بیوی کی طرف پورا میلان ہو جائے اور دوسری کو ایسا معلّق نہ چھوڑ دیا جائے کہ گویا اس کا شوہر ہی نہیں۔اور وہ مطلقہ بھی نہیں ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کسی کی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک ہی پر اٹل ہو تو قیامت کے دن وہ اس حالت میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا رہے گا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیویوں میں جہاں تک ہو سکے عدل واجب ہے۔یہ تفسیرات احمدیہ سے ماخوذ ہے 12

حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کے عمل سے بیویوں کے درمیان باری مقرر کرنے کا وجوب

1/4390۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو اس وقت آپ کی نو بیویاں تھیں جن میں سے آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے آٹھ کی باری مقرر کی تھی۔

اس کی روایت بخاریؔ اور مسلمؔ نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بوقت وصال نو پاک بیبیاں تھیں جن کے پاک نام یہ ہیں:

(1) حضرت عائشہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

(2) حضرت حفصہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

(3) حضرت سودہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

(4) حضرت ام سلمہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

(5) حضرت صفیہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

(6) حضرت میمونہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

(7) حضرت ام حبیبہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

(8) حضرت زینب بنت جحش رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

(9) حضرت جویریہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

حدیث شریف میں آٹھ امہات المومنین میں باری کے تقسیم کرنے کا جو ذکر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے بخوشی اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بخش دیا تھا کیونکہ یہ بوڑھی ہوچکی تھیں مرقات اور شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ بیویوں کے درمیان باری کے مقرر کرنے میں مساوات واجب ہے۔12

بیویوں میں انصاف نہ کرنے کا برا انجام

2/4391۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ جس کسی شخص کی دو بیویاں ہوں اور اس نے ان دونوں میں انصاف نہ کیا تو وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ گرا ہوا ہوگا یعنی مفلوج ہوگا۔

اس کی روایت ترمذی، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ حدیث شریف میں دو بیویوں کے درمیان انصاف نہ کرنے کی جو سزا ارشاد فرمائی گئی ہے وہ دو عورتوں سے بے انصافی پر ہی موقوف نہیں بلکہ اگر تین یا چار ہوں گی تو ان کا بھی یہی حکم ہے۔

باری مقرر کرنے میں انصاف کرنے کا بیان

3/4392۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیویوں کے درمیان باری مقرر فرماتے تو ان کے درمیان انصاف فرماتے تھے اور یوں ارشاد فرماتے ''الٰہی! یہ میری تقسیم ہے جس کا میں مالک ہوں اور میری ملامت نہ کر اس میں جس کا تو مالک ہے (یعنی میلان قلبی کا) جس کا میں مالک نہیں ہوں۔

اس کی روایت ترمذیؔ، ابوداودؔ، نسائیؔ، ابن ماجہ اور دارمیؔ نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امہات المومنین کے درمیان باری مقرر فرمانے میں انصاف فرماتے تھے۔

سبحان اللہ! آپ کا یہ کمال انصاف تھا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دے دیا تھا کہ آپ جس ام المومنین کے پاس چاہے رہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب (پ:22، ع:6، آیت نمبر:51) میں ارشاد فرمایا ہے: "تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُئْوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ" اپنی بیویوں میں جس کو چاہو اور جتنے دن چاہو اپنے سے الگ رکھو اور جس کو چاہو اور جب تک چاہو اپنے پاس رکھو۔ اھ

علامہ ابن عابدین رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ نے خانیہ کے حوالہ سے ردالمحتار میں لکھا ہے کہ ایک سے زائد بیوی رکھنے والے شوہر اپنی بیویوں میں باری کے مقرر کرنے اور دوسری چیزوں جیسے خرچہ، کپڑے اور سکونت میں عدل اور مساوات واجب ہے اس لئے کہ یہ چیزیں انسان کی اختیاری ہیں لیکن رغبت، میلان قلبی اور جماع جو انسان کے لئے غیر اختیاری ہیں ان میں انسان معذور ہے اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے۔

حضرت سودہ کا خوشی سے حضرت عائشہ کو اپنی باری کو دینا

4/4393۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام المومنین بی بی سودہ رضی اللہ عنہا جب بوڑھی ہوگئیں تو عرض کیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی باری کا دن بی بی عائشہ کو دیدیتی ہوں تو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ کے پاس دو دن رہنے لگے (اس طرح سے کہ) ایک دن تو حضرت عائشہ ہی کا اور دوسرا دن حضرت سودہ کا۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ایک سوکن دوسری سوکن کو عارضاً اپنی باری دے سکتی ہے

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایک سوکن دوسری سوکن کو اپنی باری بخش دے تو جائز ہے اور یہ پھر جب چاہے اپنا حق واپس لے سکتی ہے اور اگر شوہر ترغیب اور تحریص سے یہ کام کرنا چاہے تو یہ نا جائز ہے۔ (ماخوذ از: ھدایہ 12)

دوسری حدیث

5/4394۔ عطاء رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں شریک ہونے کے لئے مقام سرف پہونچے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی ہیں جب تم ان کا جنازہ اٹھاؤ تو نہ زیادہ جنبش دو اور نہ زیادہ حرکت دو بلکہ (تعظیماً) آہستہ آہستہ نرمی سے چلو واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کے نکاح میں نو بیویاں تھیں ان میں سے آپ نے آٹھ کی باری مقرر کر رکھی تھی اور ایک کی باری مقرر نہیں فرمائی تھی۔

عطاؔ فرماتے ہیں کہ وہ ام المومنین جن کی باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر نہیں فرمائی ہم کو یہ خبر پہونچی ہے کہ وہ بی بی صفیہ تھیں، جن کا انتقال مدینہ منورہ میں (ساری) امہات المومنین کے بعد ہوا۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

رزین نے کہا کہ عطاؔ کے علاوہ دوسرے محدثین نے یوں کہا ہے کہ وہ ام المومنین (جن کی باری مقرر نہیں فرمائی گئی وہ) بی بی سودہؔ تھیں اور یہی قول صحیح ترین قول ہے۔

بی بی سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بخش دی تھی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا، انہوں نے عرض کیا آپ مجھے طلاق نہ دیجئے اپنے نکاح میں رکھئے تاکہ میں جنت میں آپ کی بیویوں میں شامل رہوں اور میں اپنی باری بی بی عائشہ کو ہبہ کرتی ہوں۔

حضور ﷺ کا اپنے مرض الموت میں بھی اپنی بیویوں کی باری کا خیال رکھنا

6/4395۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اس بیماری میں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا یہ بار بار دریافت

فرماتے تھے کہ میں کل کہاں رہوں گا؟ میں کل کہاں رہوں گا؟اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ حضرت عائشہ کی باری کب آئے گی؟ توامہات المومنین نے آپ کے مقصد کوسمجھ کرآپ کواجازت دیدی کہ آپ جہاں یعنی جس بی بی کے پاس چاہیں رہیں تو آپ بی بی عائشہ کے گھر رہے؛ یہاں تک آپ کا وصال وہیں ہوا۔(اس کی روایت امام بخاری نے کی ہے۔)

ف:حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں یہ جو ارشاد فرمایا کہ میں کل کہاں رہوں گا۔اس ارشاد سے امہات المومنین نے سمجھا کہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کا مقصد یہ ہے کہ آپ بی بی عائشہ کے گھر رہیں گے،اسی لئے سب نے خوشی سے اجازت دی کہ آپ حضرت عائشہ کے گھر میں رہیں،ہم نے اپنی باری معاف کی،حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت خوش ہوئے اور وہیں رہے اور یہ مدت قیام باختلاف روایت ایک ہفتہ تھی اور پھر آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے وہیں وصال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے۔ اس حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔(حاشیہ مشکوٰۃ)۔

ایک سے زائد بیویاں ہوں تو سفر میں لے جانے کیلئے قرعہ ڈالنا مستحب ہے

7/4396۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں میں قرعہ اندازی کرتے اور جس بیوی کا نام قرعہ میں نکل آتا آپ ان کو ساتھ سفر میں لے جاتے۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

شیخ ابن الھمام نے فرمایا ہے کہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کا یہ عمل استحباباً تھا تاکہ امہات المومنین خوش رہیں اور یوں بھی مطلقاً کسی کام کا انجام دینا اس کے وجوب کو ثابت نہیں کرتا۔

ف:واضح ہو کہ کسی شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو سفر کی حالت میں باری کا مقرر کروانے کا حق بیویوں کو نہیں پہونچتا بلکہ شوہر کو اختیار ہے کہ وہ جس بیوی کو چاہے سفر میں اپنے ساتھ رکھے اور بہتر یہ ہے کہ قرعہ ڈالے اور

جس بیوی کا نام قرعہ میں نکل آوے اس کو ساتھ رکھے اور سفر کی مدت سفر سے واپسی پر بیویوں میں باری مقرر کرنے کے لئے محسوب نہیں ہوگی ۔ یہ ھدایہ میں مذکور ہے اور ردالمحتار میں لکھا ہے کہ سفر میں بیویوں کے درمیان باری مقرر نہ کی جائے اس لئے کہ شوہر سب کو سفر میں لے جا نہیں سکتا ہے اور اگر سفر میں باری کو لازم کر دیا جائے تو یہ چیز ضرر کا سبب ہوگی ۔اس وجہ سے کہ طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں بعض سفر کے اہل ہوتی ہیں اور بعض گھر کی حفاظت میں تجربہ رکھتی ہیں اسی وجہ سے شوہر کو اختیار ہے کہ جس بیوی کو چاہے سفر میں ساتھ رکھے اور اسی وجہ سے سفر میں بیویوں میں سے کسی ایک کو ساتھ رکھنے کے لئے قرعہ ڈالنا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔

باری مقرر کرنے میں نئی شادی شدہ اور پرانی بیویوں میں کوئی فرق نہیں

8/4397۔ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا (جب کہ بی بی ام سلمہ نے حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمُ سے عرض کیا کہ میرے پہلے شوہر نے جب مجھ سے نکاح کیا تو میرے پاس سات دن رہے) اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس سات روز رہوں اور سات سات روز دوسری بیویوں کے پاس بھی رہوں (اس لئے کہ خدا کا حکم بیویوں میں عدل کا ہے)۔

اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

اور امام احمد،بیہقی،طبرانی اور ابویعلی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

ملا علی قاری رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ نے کہا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام المومنین ام سلمہ سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس سات روز رہوں اس پر ہم نے اس بات پر دلیل کی ہے کہ جدید بیوی ہو یا قدیم باری میں سب کے درمیان مساوات ضروری ہے۔

اس مسئلہ میں ہماری ایک اور دلیل یہ بھی ہے کہ ایک سے زائد بیویاں رکھنے والا شخص ایک اور ثیبہ سے عقد کرے اور بعض فقہاء کے قول کے مطابق شوہر عقد کے بعد تین دن دوسری بیویوں کے پاس نہ جا کر اس ثیبہ کے پاس رہے تو یہ قول حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کے خلاف

ہوگا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اگر تمہارے پاس سات روز رہوں تو اور بیویوں کے پاس بھی سات روز رہوں گا اور یہ نہیں فرمایا کہ میں تین دن تمہارا جو حق ہے اس کے مطابق رہا اور مزید چار دن تمہارے پاس رہ کر دوسری بیویوں کے پاس بھی باری باری سے چار چار دن رہوں گا۔

9/4398۔ اور مسلم کی ایک اور روایت میں ابوبکر بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما سے اس طرح روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا اور دوسرے دن صبح کو ان سے فرمایا (جس وقت ام سلمہ نے عرض کیا کہ میرے پہلے شوہر نے مجھ سے عقد کیا تو میرے پاس سات دن قیام کیا) کہ تمہاری وجہ سے تمہارے قبیلہ کے لئے کوئی ذلت کی بات نہیں کہ اگر میں تمہارے قبیلہ کے دستور کے مطابق تمہارے پاس سات دن نہ رہوں، میں تو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق سب بیویوں میں مساوات قائم کرتا ہوں، اس لئے اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس سات دن رہوں اور دوسری بیویوں کے پاس بھی سات سات دن رہوں اور اگر تم چاہو تو تمہارے پاس تین دن رہوں اور تین تین دن اور بیویوں کے پاس باری باری سے رہوں۔12

(10/153)

بَابُ عِشْرَةِ النِّسَاءِ وَ مَا لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنَ الْحُقُوْقِ

اس باب میں عورتوں سے محبت کے ساتھ زندگی بسر کرنا اوران میں سے ہرایک کا حق ادا کرنے کا بیان ہے

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: " وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ، فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ".

اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے: (سورۂ نساء، پ:4، ع:3، آیت نمبر:19، میں) اورتم بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا کرو (کھلانے، پہنانے، بات چیت کرنے اور زوجیت کے امور میں) اوراگرتم کو (بدخلقی اورصورت ناپسند ہونے کی وجہ سے) وہ ناپسند ہوں تو (تم صبر سے کام لواور جدائی نہ چاہو) عجب نہیں کہ تم کو ایک چیز ناپسند ہواوراللہ تعالی اس میں بہت سی خیر (اور برکت) رکھیں (یعنی اس سے بہت سی اولاد ہواور وہ خوبصورت نہ ہومگر گھر کے انتظام کا خاص سلیقہ رکھتی ہو یا ہنرمند اورمرد کی کمائی کو اپنی ہنرمندی سے بڑھا سکے۔)

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى: " وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ، وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ"، وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ" حَكِيْمٌ ".

اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے: (سورۂ بقرہ، پ:2، ع:28، آیت نمبر:228، میں) عورتوں کے حقوق مرد پر دستور کے مطابق ویسے ہی مساوی ہیں جیسے مرد کے حقوق عورتوں پر البتہ مردوں کوعورتوں پر فوقیت ہے اوراللہ تعالی غالب ہیں اور حکمت والے ہیں۔

میاں بیوی کے باہمی حقوق:

ف: واضح ہوکہ اس آیت شریف میں بیوی اورشوہر دونوں کے حقوق کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ بیوی پر خاوند کے حقوق میں یہ چیزیں داخل ہیں:۔

خدمت، ادب، خاوند پراعتراض نہ کرنا، اس کے سارے احکام بجالانا اور ہر چیز میں اس کی اطاعت کرنا اور جب وہ چاہے اس کو ہم بستری سے نہ روکنا بجزلواطت کے اور حیض ونفاس کی حالت میں اوراسی طرح خاوند پر بیوی کے حقوق میں یہ چیزیں داخل ہیں:۔

نان نفقہ، کپڑے، مہر کی ادائی، احکام شریعت کی تعلیم۔اس طرح بیوی اور شوہر کے حقوق میں ایک دوسرے کے مساوی ہیں لیکن مردوں کو اس لئے فوقیت اور فضیلت حاصل ہے کہ مرد خرچ کرتا ہے اور مِلک نکاح، طلاق، رجعت اور وراثت یہ تمام امور مرد ہی سے متعلق ہیں۔(یہ تفسیرات احمدیہ سے ماخوذ ہے)۔

وَقَوْلُهُ تعالیٰ :" وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ، فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلاَ تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلاً ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا".

اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے(سورۂ نساء، پ:5، ع:6،آیت نمبر:34، میں)اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو (پہلی دفعہ) ان کو سمجھاؤ (اگر وہ نہ سمجھیں) تو ان کو اپنے بستروں سے جدا کردو (اس پر بھی وہ نہ مانیں) تو ان کے ساتھ مار پیٹ سے پیش آؤ (لیکن ضرب شدید نہ ہو) پھر اگر وہ تمہاری ماننے لگیں تو ان پر زیادتی کرنے کے لئے حیلے نہ ڈھونڈو، بے شک اللہ تعالی غالب ہیں اور زبردست ہیں۔

عورتوں سے اچھا برتاؤ کے بارے میں حضور کی وصیت

1/4399 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے (کہ میں عورتوں کے بارے میں تم کو وصیت کررہا ہوں) تم عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے میں میری وصیت قبول کرو اس لئے کہ عورتیں ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں اور پسلیوں میں سب سے زیادہ ٹیڑھی اوپر والی پسلی ہے اور اگر تم اس کو ایک دم سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ دو گے اور اگر تم اس (پسلی) کو اپنی حالت میں چھوڑ دو تو اس کا ٹیڑھا پن باقی رہے گا (میں تم کو پھر تاکید کرتا ہوں کہ ہر صورت میں) تم عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے میں میری وصیت قبول کرو۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

عورتیں فطرتاً بدمزاج ہوتی ہیں ان کی بدمزاجی کو خوش اخلاقی سے دور کیا جاسکتا ہے

2/4400۔ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے (اور پسلی ٹیڑھی ہوتی ہے) وہ تیرے لئے کبھی بھی سیدھے راستے پر نہیں چلے گی (بلکہ اس میں تلوّن رہے گا) اگر تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو اس کے ٹیڑھے پن کی موجودگی میں فائدہ اٹھاتے رہو اور اگر تم اس کو ایک دم سیدھا کرنا چاہو تو اس کو توڑ دو گے اور اس کا توڑنا اس کو طلاق دینا ہے۔ اس کی روایت **مسلم** نے کی ہے

ف: واضح ہو کہ حضرت حواء علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئیں تو عورت کی اصل پسلی ٹیڑھی ہے اور پسلی کا بالکل سیدھا ہونا ممکن نہیں اسی لئے عورت کا بالکل آراستہ ہونا اور اس کی عادتوں کا بدلنا محال ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ حکمت سے برتاؤ کرو، بالکل غافل نہ ہو جاؤ کہ ناہموار رہے اور نہ ہر بات میں مواخذہ کرو کہ زندگی تلخ ہو جائے۔ غرض یہ کہ عورتوں کی کجروی اور بدمزاجی پر صبر کرنا ضروری ہے اور ان سے محبت کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہئے یوں تو تمام لوگوں سے عمدہ سلوک اور اخلاق کے ساتھ پیش آنا چاہئے تا کہ خاص و عام خوش رہیں اور مرتے وقت ہماری تعریف کریں اور دعاء دیویں اور حسنِ سلوک کے زیادہ مستحق تو بیوی اور بچے ہیں اور اس کے بعد دوسرے عزیز و اقرباء اور دوست و احباب ہیں۔ اور بعض علماء نے اس حدیث کی توضیح میں یوں لکھا ہے کہ عام طور پر عورتیں ضدی اور بے سمجھ ہوتی ہیں اور بعض وقت خاوند چاہتا ہے کہ اس کی ضِد کو دور کرے لیکن وہ اور سخت ضدی ہو جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تشبیہ کے فرمایا کہ یہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئیں ہیں، یعنی ٹیڑھی مزاج کی ہوتی ہیں اگر تم اپنے مزاج کے مطابق کرنا چاہو گے تو نہیں کر پاؤ گے اور بلآخر طلاق کی نوبت آ جائے گی اور طلاق دینا اس کو توڑ دینا ہے۔ اس لئے ہر صورت میں عورتوں سے نرمی سے پیش آنا چاہئے نرمی سے پیش آتے رہو گے تو اس ٹیڑھی چیز سے فائدہ اُٹھاتے رہو گے۔

شوہر اپنی بیوی سے بغض اور عداوت نہ رکھے

3/4401۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی مسلمان مرد اپنی بیوی سے بغض و عداوت نہ رکھے (اس لئے کہ) اس کی کسی عادت سے ناخوش ہے تو دوسری عادت سے خوش ہو جائے گا۔ اس کی روایت **مسلم** نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کو اپنی بیوی کی اچھی عادت سے خوش رہنا چاہئے اس لئے کہ بیوی میں کچھ برائی ہو تو اس میں کچھ بھلائی بھی ہوگی اس لئے بھلائی سے اپنے دل کو تسکین دینا چاہئے اور اس سے فائدہ اٹھاتے رہنا چاہئے اس میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ بیوی کے ذریعہ سے انسان حرام کاری سے بچتا رہتا ہے۔

نافرمانی کی ابتداء عورت کی خیانت سے ہوئی

4/4402۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت نہ سڑتا اور حواء نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے شوہر کی کبھی بھی خیانت نہ کرتی۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی)۔

ف: اس حدیث شریف میں دو واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ ایک یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی غذا کیلئے من وسلویٰ نازل ہوتا تھا۔ من حلوہ کی طرح ایک شیریں چیز ہوتی تھی اور سلویٰ تیتر بٹیر کی طرح ایک چھوٹا پرندہ ہوتا تھا۔ بنی اسرائیل بغیر محنت اور مشقت کے ان کو کھاتے رہے ان پر یہ پابندی تھی کہ جتنا چاہیں کھالیں لیکن ذخیرہ نہ بنائیں، وہ بڑے حریص تھے۔ بچے ہوئے کھانے کو ذخیرہ بنانا شروع کیا تو وہ سڑنے لگا اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر بنی اسرئیل ایسا نہ کرتے تو کبھی گوشت نہ سڑتا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ حضرت حواء علیہا السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے خیانت یہ کی کہ ان کو درخت کے کھانے پر آمادہ کیا جس سے منع کیا گیا تھا اگر وہ درخت نہ کھلاتیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو ماننے میں خیانت اور نافرمانی نہ کرتیں تو کوئی عورت اپنے خاوند سے بھی خیانت اور نافرمانی نہ کرتی۔ (حاشیہ مشکوٰۃ) 12

چار بہترین چیزوں میں سے ایک خیانت نہ کرنے والی بیوی ہے

5/4403۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چار خصلتیں ایسی ہیں جس کسی کو دی گئیں تو اس کو دنیا اور آخرت کی بھلائی دیدی گئی۔

(1) نعمتوں پر شکر کرنے والا دل (2) دکھ سکھ میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والی زبان (3) ایسا بدن (جو دنیوی) مصیبتوں پر صبر کرنے والا ہو (4) اور ایسی بیوی جو نہ تو اپنے نفس میں خیانت کرنے والی ہو اور نہ اپنے شوہر کے مال میں۔

(اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے)

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ خیانت نہ کرنے والی بیوی شوہر کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے۔

ابن ماجہ کی ایک اور روایت میں یوں ہے کہ بیوی ایسی ہو کہ جو آخرت کے کام میں مدد کرے، عورت کی مدد آخرت کے کام میں یہ ہے کہ وہ بیوی کی وجہ سے گناہوں اور بدنظری سے بچتا ہے اور گھر کے تمام کام عورت انجام دے لیتی ہے۔ جس کی وجہ سے مرد کو عبادت کی فرصت ملتی ہے۔ اگر بیوی نہ ہو تو گھر کے کاموں کی وجہ سے عبادت کی فرصت کم ملتی ہے۔ بعض عورتیں بڑی نیک اور عابدہ ہوتی ہیں ان کی وجہ سے مرد بھی زاہد اور عابد بن جاتا ہے۔ بعض تو ایسی بھی ہوتی ہیں کہ اپنے شوہر کو تہجد کی نماز کے لئے جگاتی ہیں۔ (حاشیہ مشکوٰۃ)

شوہر کسی معقول وجہ پر بیوی کو مارے تو مواخذہ نہ ہوگا

6/4404۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو اس کی خطا وقصور پر مارے تو اس پر مواخذہ نہ ہوگا۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ بیوی کو شوہر معقول وجہ پر مارے تو اس پر مواخذہ نہ ہوگا معقول وجہ میں نماز کا نہ پڑھنا، غسل نہ کرنا، شوہر کے لئے بناؤ سنگار نہ کرنا یا بلا وجہ جماع سے انکار کرنا یا شوہر کی بلا اجازت باہر جانا داخل ہیں۔ (حاشیہ مشکوٰۃ)

کوئی شخص اپنی بیوی کو غلام کی طرح نہ مارے

7/4405۔ عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو غلام کی طرح نہ پیٹے پھر دن کے آخری حصہ میں اس سے جماع کرے۔

8/4406۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ تم میں سے کوئی اس بات کا ارادہ

کرتا ہے کہ اپنی بیوی کو غلام کی طرح مارے اور پھر شاید کہ وہ دن کے آخری حصہ میں اس سے ہم بستر ہو پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان لوگوں کو نصیحت فرمائی جو ہوا کے خارج ہونے پر ہنستے تھے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسے کام (یعنی ہوا خارج ہونے) پر کیوں ہنستا ہے جس کو وہ خود کرتا ہے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف(1): اس حدیث شریف میں شوہر کو تاکید ہے کہ بیوی کو غلام کی طرح نہ مارے اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ شام کو پھر اس سے صحبت کرے۔ یہ بات شرعاً اور عقلاً مناسب نہیں کہ جس کو اپنے پاس لٹائے اس کو ایسی سخت مار مارے۔اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حتی المقدور بیوی پر ہاتھ نہ اٹھاوے اور اگر ایسا ہی سخت قصور کرے تو زبان سے خفا ہو یا ساتھ سونا چھوڑ دے، اس پر بھی نہ مانے تو ہلکی مار مارے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ)۔

ف(2): اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے ہوا خارج ہونے پر ہنسنے والوں کو اس لیے تنبیہ فرمائی کہ انسان کو ایسے فعل پر جو خود اس سے سرزد ہوتا ہو نہیں ہنسنا چاہیئے، اس لیے کہ دوسرے پر ہنسنا بے ادبی ہے اور دوسرے کو شرمندہ کرنا ہے اور یہ اخلاق سے بعید بات ہے۔

بدزبان بیوی کو مارنے کے بجائے وعظ ونصیحت سے کام لیا جائے

9/4407۔ لَقِیْطُ بْنُ صَبْرَۃَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری بیوی کی زبان میں کچھ (خرابی) ہے یعنی بدزبان ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کو طلاق دیدے، میں نے عرض کیا اس سے میری اولاد ہے اور عرصۂ دراز سے میرے ساتھ ہے (اگر میں اس کو طلاق دوں تو مجھے تکلیف ہوگی) آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تُو اس کو نصیحت کر اور سمجھا اس میں اگر بھلائی ہوگی تو وہ اسے قبول کرلے گی۔لیکن تم اپنی بیوی کو باندی کی طرح نہ مارو۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

شوہر پر بیوی کے حقوق

10/4408۔ حکیم بن معاویہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اُن کے والد نے بیان کیا کہ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے کسی شوہر پر اس کی بیوی کا کیا حق ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کھاؤ تو اس کو بھی کھلاؤ اور جب تم پہنو تو اُس کو بھی پہناؤ، اور چہرہ پر مت مارو اور اس کو بُرا بھلا مت کہو اور (ضرورت ہو تو) اس سے گھر ہی میں علیحدگی اختیار کرو۔

(اس کی روایت امام احمد، ابوداؤد، اور ابن ماجہ نے کی ہے)

وہ باتیں جن کے انکار پر شوہر بیوی کو مار سکتا ہے

ف(1): اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی کو چہرہ پر مارنے سے منع فرمایا ہے، اس بارے میں فتاوی قاضی خان میں یہ وضاحت ہے کہ شوہر بیوی کو چار باتوں پر مار سکتا ہے۔ (1) شوہر بیوی سے زیب و زینت کی خواہش کرے تو وہ زیب و زینت نہ کرے (2) بیوی حیض و نفاس سے پاک ہوا اور وہ شوہر کی خواہش پر جماع کے لئے آمادہ نہ ہو (3) نماز کے چھوڑنے پر (4) شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی گھر سے نکلے۔

یہ مرقات میں مذکور ہے اور تفسیر خازن میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بیوی کو مارنے کی اجازت ہے لیکن نہ مارنا افضل ہے۔ 12

چہرہ کی عظمت

ف(2): واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ پر مارنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ چہرہ انسان کے اعضاء میں بڑی فضیلت اور عظمت کا عضو ہے اور چہرہ لطف اعضاء اور شریف اجزاء جیسے آنکھ، ناک، کان وغیرہ پر مشتمل ہے۔ (ماخوذ از مرقات)۔

شوہر عارضی طور پر تا دیباً اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر سکتا ہے

ف(3): اس حدیث شریف میں یہ بھی ارشاد ہے کہ (ضرورت ہو) تو بیوی سے تادیباً گھر ہی میں علیحدگی کی

جاسکتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی وجہ سے شوہر کو بیوی پر کوئی شبہ ہوجائے تو وہ بیوی کو دوسرے گھر میں منتقل نہ کرے لیکن صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے امہات المومنین سے بالکلیہ علیحدگی اختیار فرمائی تھی اور اپنے بالاخانہ پر تشریف لے گئے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ ''(بیویوں کو بستر سے جدا کردو) میں اس بات کی قید نہیں ہے کہ بیویوں کو صرف گھر ہی میں جدا رکھا جائے بلکہ ان کو گھر سے بھی علیحدہ کیا جاسکتا ہے۔اس بارے میں صحیح بات یہ ہے کہ حالات کے اعتبار سے علیحدگی کی صورتیں مختلف ہوتی ہیں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ بیوی سے گھر میں علیحدگی اختیار کرنا گھر سے منتقل کردینے سے سخت ہوتا ہے اور کبھی اس کے برخلاف بھی معاملہ ہوتا ہے۔ بلکہ گھر میں علیحدگی زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے خصوصاً عورتوں کے لیے اس لیے کہ عورتیں کمزور طبیعت کی ہوتی ہیں۔(نیل الاوطار فتح الباری۔12)

زیادہ نفقہ مانگنے پر رسول اللہ ﷺ کا ازواج مطہرات سے ایک ماہ علیحدگی اختیار فرمانا

11/4409۔ بخاری نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ازواجِ مطہرات سے ایک مہینہ تک صحبت نہ کرنے کی قسم کھائی تھی اور آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمُ کے پاؤں میں (کسی وجہ سے) موچ آ گئی تھی۔آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمُ نے بالاخانہ پر انتیس رات قیام فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے تشریف لائے صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے تو ایک مہینہ کی قسم کھائی تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا: مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

12/4410۔اور مسلم نے (اسی مذکورہ بالا واقعہ کی تفصیل) جابر رضی اللہ عنہ سے (اس طرح) روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم (کی خدمت میں) حاضر ہونے کی اجازت طلب کی آپ نے

لوگوں کو دروازے پر بیٹھے ہوئے پایا اور کسی کو (ملاقات کی) اجازت نہیں دی جارہی تھی راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر کو اجازت دی گئی اور وہ اندر تشریف لے گئے پھر حضرت عمرؓ تشریف لائے اور اِجازت طلب کی ان کو بھی اجازت مل گئی ، حضرت عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا کہ آپ رنجیدہ اور خاموش تشریف فرما ہیں اور ازواج مطہرات بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ کے اطراف موجود ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں ضرور ایسی بات کہوں گا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم (خوش ہوکر) ہنس پڑیں چنانچہ حضرت عمرؓ نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ خارجہ کی بیٹی (یعنی میری بیٹی کو) دیکھتے کہ اگر وہ مجھ سے (میری طاقت سے زیادہ) نفقہ مانگتی تو میں کھڑا ہوکر اس کی گردن مروڑتا (اور اس کی پٹائی کرتا) یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا میری بیویاں اس وقت جو میرے اطراف جمع ہیں جیسے تم دیکھ رہے ہو مجھ سے (میری حیثیت سے زیادہ) نان نفقہ طلب کررہی ہیں (یہ سن کر) حضرت ابوبکر کھڑے ہوئے اور حضرت عائشہؓ کی گردن مروڑی اور حضرت عمر بھی کھڑے ہوئے اور حضرت حفصہؓ کی گردن مروڑی اور یہ دونوں حضرات کہہ رہے تھے کہ تم دونوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہ چیز مانگتے ہو جو آپ کے پاس موجود نہیں (یہ سن کر) تمام ازواج مطہرات نے کہا کہ خدا کی قسم! اب ہم آئندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ایسی چیز نہ مانگیں گے جو آپ کے پاس موجود نہ ہو۔ پھر اس کے بعد آپ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے ایک مہینہ یا انتیس (29) دن علیحدگی اختیار فرمائی پھر یہ آیت نازل ہوئی" یٰـاَیُّھَـا النَّبِیُّ قُلْ لِّـاَزْوَاجِکَ اِنْ کُنْتُـنَّ تُـرِدْنَ الْـحَیٰـوۃَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَھَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْکُنَّ وَاُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلاً . وَاِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَۃَ فَاِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْکُنَّ اَجْرًا

عَظِیۡمًا"۔ (سورۂ احزاب، پ:21، ع:4، آیت نمبر:28/29) "اے نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) اپنی بیبیوں سے آپ فرمادیں کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور آرائش چاہتی ہو تو آ ؤ میں تمہیں کچھ مال دوں اور خوش اسلوبی سے چھوڑ دوں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت چاہتی ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ تم میں سے جو نیکو کار ہیں ان کے لئے خدا نے بڑے بڑے اجر تیار کرر کھے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (ان آیتوں کے اترنے کے بعد) سب سے پہلے آپ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے عائشہؓ! میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم اس معاملہ میں جلدی نہ کرنا یہاں تک کہ تم اپنے ماں باپ سے مشورہ کرلو۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا وہ کونسی بات ہے یارسول اللہ ﷺ! آپ نے ان کے سامنے آیت مذکورہ کی تلاوت فرمائی تو حضرت عائشہؓ نے (فوراً) فرمایا یارسول اللہ! میں آپ کے بارے میں کیا اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ بلکہ میں اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دار آخرت کو پسند کرتی ہوں اور آپ سے یہ درخواست بھی کرتی ہوں کہ میں نے آپ کو جو جواب دیا ہے آپ ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کو بھی نہ بتائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا (ایسا نہیں) ازواج مطہرات میں سے جو بھی مجھ سے پوچھیں گی میں ان کو ضرور بتاؤں گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی کو رنج دینے والا اور مشقت میں ڈالنے والا بنا کر نہیں بھیجا ہے بلکہ مجھے (احکام) سکھانے والا اور آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے ایک ماہ علیحدہ رہنے کے بعد سب سے پہلے حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لا کر فرمایا تم چاہو تو دنیا اور اس کی زینت کو اختیار کرو یا چاہو تو اللہ اور اس کے رسول اور دارِ آخرت کو اختیار کرو تو ام المومنین نے فرمایا میں اللہ اور اس کے رسول اور دارِ آخرت کو اختیار کرتی ہوں اس سے چاروں مسالک: مالکی، شافعی، حنبلی، حنفی۔ اور جمہور علماء کے مسلک پر دلیل ملتی ہے کہ جس کسی

نے اپنی بیوی کو زوجیت میں رہنے کا اختیار دیا اور بیوی نے اپنے اختیار سے کہا کہ میں تم کو اختیار کرتی ہوں تو نہ طلاق واقع ہوگی اور نہ جدائی۔(یہ مرقات میں مذکور ہے۔12)

عورتوں کو اپنے آپ کو حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمُ پر پیش کرنا اس پر حضرت عائشہ کا تعجب اور اس کا ازالہ

13/4411۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ میں ان عورتوں کے اس فعل کو معیوب سمجھتی تھی جنھوں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (زوجیت میں قبول کرنے کیلئے) بخش دیا تھا اور (میں تعجب سے) یوں کہتی تھی کہ عورت (جو شرم وحیاء کا پیکر ہے) خود کو کسی کی (بیوی کے لئے) پیش کرتی ہے۔ لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں دیکھتی ہوں کہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمُ کا پروردگار آپ کی خواہش (اور رضامندی) کو جلدی قبول فرمالیتا ہے۔ وہ آیت یہ ہے: (سورۂ احزاب، پ:22، ع:6، آیت نمبر:51)

"تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُئْوِیْٓ اِلَیْکَ مَنْ تَشَآءُ، وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَیْکَ" (اپنی ازواج مطہرات میں سے تم جس کو چاہو (اور جتنے دن چاہو) اپنے سے الگ رکھو اور جس کو چاہو (اور جب تک چاہو) اپنے پاس رکھو اور تم نے جن کو (ایک خاص مدت تک) الگ کر دیا تھا ان میں کسی کو پھر اپنے پاس بلاؤ تو (اس میں بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)

14/4412۔ اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی (طویل) حدیث میں ارشاد ہے عورتوں (کے حقوق) کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یہ حدیث قصہ حجۃ الوداع کے باب میں گزر چکی ہے۔ (بوجہ طوالت یہاں صرف اس کا حوالہ دیدیا گیا ہے تا کہ پوری حدیث کو وہاں دیکھ لیا جائے)۔

آیت تَخْيِيْرْ کی تفصیل

ف: واضح ہو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں سورۂ احزاب کی آیت "تُرْجِىْ مَنْ تَشَآءُ" کا ذکر ہے۔ اس بارے میں ابورزین اور ابن زید نے کہا ہے کہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ امہات المومنین میں سے بعض نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیرت دلائی اور بعض نے حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ سے زیادہ نفقہ طلب کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام امہات المومنین سے ایک ماہ تک علیحدگی اختیار فرمائی یہاں تک کہ آیت مذکورہ جس کو آیت تخییر کہتے ہیں نازل ہوئی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین کو اس بات کا اختیار دیا کہ دنیا کو اختیار کریں یا آخرت کو۔ اوران میں سے جو دنیا کو اختیار کریں ان کو چھوڑ دیا جائے اور جو اللہ اوراس کے رسول کو اختیار کریں اور وہ امہات المومنین برقرار رہیں گے اوران سے پھر کوئی نکاح نہیں کر سکے گا اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امہات المومنین میں سے جن کو چاہیں جتنے دن چاہیں اپنے پاس رکھ سکیں گے اور جن کو جتنے دن چاہیں الگ رکھ سکیں گے۔ اس پر امہات المومنین نے رضامندی ظاہر فرمائی خواہ آپ باری مقرر فرمائیں یا نہیں یا آپ باری میں بعض کو ترجیح دیں اس طرح آپ نفقہ میں بھی بعض کو زیادہ عطا فرمائیں بہرحال اس میں بھی حضور کو بالکلیہ اختیار دیدیا گیا اور یہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کے خصوصیات میں شامل ہے اوران ساری باتوں کو امہات المومنین نے پسند فرما کر آپ کو اختیار فرمایا۔" معالم التنزیل "کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے جیسا کہ حدیث نمبر (4410) کے فائدہ میں بیان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بالکلیہ اختیار ملنے کے باوجود آپ کا کمال انصاف یہ تھا کہ آپ نے تمام امہات المومنین میں باری مقرر فرمائی اور نفقہ میں بھی مساوات قائم فرمائی۔ 12

بیوی کو مار پیٹ کرنے والے لوگ اچھے نہیں

4413/15۔ ایاس بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ کی باندیوں (یعنی بیویوں) کو نہ مارو، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کئے کہ (آپ کے اس ارشاد سے) عورتیں اپنے شوہروں پر دلیر ہوگئی ہیں (یہ سن کر) آپ نے

(شوہروں کو) اجازت دی کہ (وہ تادیباً اپنی بیویوں کو) مار سکتے ہیں (یہ حکم سن کر مردوں نے عورتوں کو خوب مارا پیٹا) تو بہت سی عورتیں اپنے شوہروں کی شکایت کرنے کے لئے ازواج مطہرات کے پاس جمع ہوئیں (اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں شکایت پیش کی) تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ازواج مطہرات کے پاس بہت ساری عورتیں اپنے شوہروں (کے مارنے پر) شکایت کرنے کیلئے جمع ہوئیں ہیں (آگاہ ہوجاؤ) تم میں ایسے لوگ اچھے نہیں ہیں (جو اپنی بیویوں کو مارتے پیٹتے ہیں)۔

(اس کی روایت ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے)۔

بیویوں کی بداخلاقی پر صبر وتحمل سے کام لینا چاہیے

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شوہروں کو بیویوں کو مارنے سے روکا، غالباً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ممانعت (سورۂ نساء، پ:5، آیت نمبر:34، ع:6) کی آیت جس میں ''وَاضْرِبُوْهُنّ'' مذکور ہے اس کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت سے عورتیں دلیر ہوگئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مارنے کی اجازت دیدی اور پھر قرآن میں بھی یہی حکم نازل ہوا لیکن شوہروں نے جب مار پیٹ میں شدت کی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا اگرچیکہ بیویوں کو ان کی بداخلاقی کی وجہ سے مار پیٹ کی اجازت ہے مگر ان کی بداخلاقی پر صبر اور تحمل افضل اور احسن ہے۔ یہ تفصیل حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے جو مرقات میں مذکور ہے۔

بہتر آدمی وہ ہے جو کسی کو تکلیف نہ دے

16/4414۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے تم میں بہتر آدمی وہ ہے جو اپنے اہل (یعنی اپنی بیوی بچوں خویش واقارب اور اجنبیوں) سے (سلوک) میں بہتر ہو اور میں اپنے اہل

کے لئے سب سے بہتر ہوں اور تم میں سے جب کسی کا انتقال ہوجائے تو (مرنے کے بعد اس کی برائی اور غیبت کرنی) چھوڑ دو۔ اس کی روایت ترمذی اور دارمی نے کی ہے۔

17/4415۔ اور ابن ماجہ نے اسکی روایت حضرت ابن عباسؓ سے (لأهلی) تک کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ اس حدیث میں ''صاحبکم'' کا لفظ ارشاد فرمایا گیا ہے اس سے بعض محدثین نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو مراد لیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمُ یوں فرما رہے ہیں جب میرا وصال ہو تو میرے بعد میرے اہل بیت میرے صحابہ اور میری امت کو تکلیف دے کر مجھے نہ ستاؤ۔ (مرقات 12)

کامل ایمان والا شخص وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرے

18/4416۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایمان والوں میں کمال ایمان کے اعتبار سے سب سے بہتر وہ مومن ہے جس کے اخلاق و عادات سب سے اچھے ہوں اور تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھائی (اور نرمی) کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اس کی روایت ابوداؤد نے لفظ خلقا تک کی ہے۔)

کامل الایمان وہ شخص ہے جو عامۃ الناس اور گھر والوں پر مہربان ہو

19/4417۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایمان والوں میں کمال ایمان کے اعتبار سے سب سے بہتر وہ مومن ہے جس کے اخلاق اور عادات (عموماً) سب سے (یعنی عامۃ الناس سے حُسن سلوک میں) اچھے ہوں اور (خصوصاً) اپنے بیوی بچوں پر زیادہ مہربان ہو۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

رسول اللہ ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کم عمری میں گڑیاں کھیلنے پر منع نہ فرمانا

20/4418۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس (یعنی آپ کے گھر میں) گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میرے ساتھ چند سہیلیاں بھی کھیلا کرتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب (گھر میں) تشریف لاتے تو سہیلیاں آپ سے (شرما کر) باہر چلی جاتیں تو آپ اُن کو میرے پاس بھیجتے اور وہ میرے ساتھ کھیلتیں۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

دوسری حدیث

21/4419۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم غزوۂ تبوک یا غزوۂ حنین سے واپس تشریف لائے تو (آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ) حضرت عائشہؓ کے گھر کے (ایک گوشہ میں) محراب پر پردہ پڑا ہوا تھا (جس میں کھلونے اور گڑیاں تھیں) جب ہوا چلی تو ہوا نے طاق کے پردہ کے ایک کنارہ سے حضرت عائشہؓ کے کھلونوں اور گڑیوں کو ظاہر کردیا۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دریافت فرمایا عائشہؓ! یہ کیا ہے؟ آپ نے کہا یہ میری گڑیاں ہیں اور آپ نے ان گڑیوں کے درمیان ایک گھوڑا دیکھا جس کے دو کپڑے کے پر ہیں تو حضور صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نے پھر دریافت فرمایا وہ کیا چیز ہے جس کو میں ان (گڑیوں) کے درمیان دیکھ رہا ہوں؟ ام المومنینؓ نے جواب دیا یہ گھوڑا ہے! آپ نے پھر دریافت فرمایا (کیا) گھوڑے کے

بھی دو پر ہوتے ہیں تو ام المومنینؓ نے جواب دیا کیا آپ نے نہیں سُنا کہ سلیمان علیہ السلام کے پاس گھوڑے تھے جن کو پر تھے، ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا کہ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کی کونچلیوں کو میں نے دیکھ لیا۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے)۔

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں گڑیوں کے کھیلنے کا ذکر ہے گڑیاں کپڑے کی مورتیاں ہوتی ہیں جن کو لڑکیاں بناتی ہیں ان کی شادی کرتی ہیں یہ بچوں کا کھیل ہے اور ان میں پوری مورت نہیں ہوتی اس لیے ان پر تصویر کا حکم نہیں اور لڑکیوں کو ان کا کھیلنا درست رکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کم سن تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کمال اخلاق تھا کہ آپ بچوں پر شفقت فرماتے اور کھیل کو دسے ان کو منع نہ فرماتے یہی وجہ ہے کہ آپ نے حضرت عائشہؓ کو گڑیاں کھیلنے، اُن کی ہمجولی لڑکیوں کے آنے سے اور کھیلنے سے نہیں روکا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس کھیل سے لڑکیوں کی تربیت ہوتی ہے۔

اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ شاید کہ گڑیوں کا قصہ تصویروں کے حرام ہونے سے پہلے کا ہو اور پھر جو تصویریں حرام ہوگئیں تو وہ بھی حرام ہوگئیں۔ (حاشیہ مشکاۃ)12

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت عائشہؓ سے خوش طبعی کا ایک واقعہ

22/4420۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھیں (خوش طبعی کے طور پر) میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم دوڑنے لگے (کہ ہم دونوں میں کون آگے بڑھ جاتا ہے) ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ میں دوڑتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے آگے نکل گئی۔ جب میرا بدن بھاری ہوگیا تو (دوسرے موقعہ پر) میں حضور کے ساتھ دوڑ لگائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مجھ سے آگے نکل گئے اس پر آپ نے (مجھ سے) فرمایا کہ یہ اس دوڑ کے بدلہ میں ہے (جس میں تم مجھ سے آگے نکل گئیں تھیں)۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے)۔

کن چیزوں میں مقابلہ جائز ہے

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف کی روشنی میں علامہ قاضی خان نے لکھا ہے کہ چار چیزوں میں ایک دوسرے سے مقابلہ کی اجازت ہے (1) اونٹ کی دوڑ پر (2) گھوڑے کی دوڑ پر (3) تیراندازی میں اور (4) آدمیوں کی آپس میں دوڑ لگانے پر اوراس میں یک طرفہ شرط جائز ہے چنانچہ یوں کہے کہ اگر میں تم سے سبقت لیجاؤں تو مجھے اتنا ملے گا اوراگر تم مجھ پر سبقت لے جاؤ تو تمہیں کچھ نہیں ملے گا اگر دونوں طرف سے شرط لگائی جائے تو حرام ہے، اس لئے کہ یہ جوا ہے، البتہ طرفین ایک تیسرے شخص کو شریک کرلیں ایک کہے کہ تو مجھ پر سبقت کرے تو تجھے اتنا ملے گا اوراگر میں سبقت کروں تو مجھے اتنا ملے گا اوراگر تیسرا شخص سبقت کرے تو اسے کچھ نہیں ملے گا اس طرح کی شرط جائز ہے اور جو انعام ملے گا وہ حلال ہے۔

اس سلسلہ میں قابل ذکر چیز یہ ہے کہ مذکورہ بالا شرط جو ایک طرفہ ہو جائز ہے سے مراد یہ ہے کہ یہ چیز درست ہے نہ یہ کہ یکطرفہ شرط سے وہ بدلہ کا مستحق ہو جاتا ہے اسی طرح بعض امراء کسی دو شخصوں کے بارے میں یوں کہیں کہ تم دونوں میں جو بھی سبقت کرے اسکو اتنا ملے گا۔ مذکورہ بالا چیزوں میں مقابلہ کی اجازت اس لیے جائز ہے کہ اس کا ذکر آثار اور روایتوں میں موجود ہے۔ (یہ مرقات سے ماخوذ ہے)12۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حضرت عائشہؓ سے خاطر داری کا ایک اور واقعہ

23/4421۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں اللہ کی قسم! میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ میرے حجرہ کے دروازہ پر کھڑے ہیں اور حبشی مسجد (کے صحن) میں چھوٹی برچھیوں سے کھیل رہے ہیں (یعنی جنگی کرتب دکھا رہے ہیں) اور رسول اللہ ﷺ مجھ پر اپنی چادر مبارک سے پردہ فرما رہے تھے تاکہ میں انکے کھیل کو آپ کے کان اور مونڈھے پر سے دیکھوں پھر آپ میری خاطر کھڑے رہے یہاں تک کہ میں خود (اُکتا کر وہاں سے) ہٹ گئی۔ (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں) اس سے تم اندازہ کرو کہ کم عمر لڑکی جو کھیل کود کی شائق ہو وہ کتنی دیر تک کھڑی رہی ہوگی (اور حضور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم میری خاطر آخر تک کھڑے رہے)۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ عورتوں کا اجنبی مردوں کو دیکھنا اس بارے میں تفصیلی بحث اس کتاب کے حدیث نمبر 37 کے فائدہ میں گزر چکی ہے ملاحظہ کر لی جائے۔12

حضرت عائشہؓ کی ناخوشی پر حضور کا تحمل

24/4422۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) مجھ سے فرمایا کہ جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو مجھے اس کا علم ہو جاتا ہے اور (اسی طرح) جب تم مجھ سے ناخوش ہوتی ہو تب بھی مجھے معلوم ہو جاتا ہے میں نے عرض کیا کہ (یا رسول اللہ ﷺ) آپ یہ کیسے پہچان لیتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو اور اس طرح قسم کھاتی ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی قسم یہ بات ایسی نہیں اور جب تم مجھ سے ناخوش ہوتی ہو تو اس طرح قسم کھاتی ہو ابراہیم علیہ السلام کے رب کی قسم یہ بات ایسی نہیں ہے۔ (یہ سن کر) میں نے کہا (آپ صحیح فرماتے ہیں) خدا کی قسم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں تو صرف آپ کا نام ہی نہیں لیتی (لیکن دل میں محبت باقی رہتی ہے)۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ناخوشی کا جو ذکر ہے اس سے گھر بار کے معاملات میں دنیوی ناخوشی مراد ہے نہ کہ دینی ناخوشی جس سے ایمان میں خلل پیدا ہو اور یہ ناخوشی سوکنوں کی وجہ سے ہوتی ہے جو عورتوں کی فطری بات ہے جس پر شریعت میں گرفت نہیں۔ (مرقات 12)

شوہر کے خلاف بیوی کو اور آقا کے خلاف غلام کو بہکانے پر وعید

25/4423۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص کسی کی بیوی کو اس کے شوہر کے خلاف اور کسی کے

غلام کو اُس کے آقا کے خلاف ورغلائے (اور بھڑکائے) وہ ہمارا نہیں ہے۔(یعنی ہمارے طریقہ پر چلنے والا نہیں)۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے)۔

بیوی پر فرشتوں کی لعنت اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا کیا سبب ہے

26/4424۔ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو (صحبت کے لئے اپنے) بستر پر بلائے اور وہ (کسی شرعی عذر کے بغیر) انکار کرے اور شوہر رات (اس پر) غصہ میں گزار دے تو اس (عورت) پر فرشتے صبح تک لعنت کرتے رہتے ہیں۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

27/4425۔اور بخاری و مسلم ہی کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے جو کوئی شخص اپنی بیوی کو (صحبت کیلئے) اپنے بستر پر بُلائے اور وہ انکار کرتی رہے تو وہ ذات عالی جو آسمان میں ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اس (عورت) پر ناراض رہتے ہیں یہاں تک کہ شوہر اس سے راضی ہو جائے۔

بیوی کو شوہر کی حاجت فوراً پوری کرنا چاہیے

28/4426۔طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،وہ فرماتے ہیں یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی کو اپنی ضرورت (یعنی صحبت)

کیلئے بلائے تو اس کو فوراً حاضر ہونا چاہیے اگر چہ کہ وہ تنور پر (روٹی پکارہی ہو) (یعنی خواہ کتنا ہی ضروری کام کیوں نہ کررہی ہو)۔(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے)۔

حضرت صفوانؓ کی بیوی کی حضور کی خدمت میں اپنے شوہر کی شکایت اور اس پر حضور کا فیصلہ

29/4427۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں (اپنے شوہر کی شکایت کے لئے) حاضر ہوئیں اور ہم اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر تھے اس عورت نے عرض کیا کہ میرے شوہر صفوان ابن معطل میں جب نماز پڑھتی ہوں تو مجھے مارتے ہیں اور میں جب (نفل) روزے رکھتی ہوں تو افطار کروادیتے ہیں۔اور (خود) سورج نکلنے کے بعد نماز فجر پڑھتے ہیں۔راوی کا بیان ہے کہ (اس وقت اتفاقاً) صفوان بھی حاضر تھے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے یعنی صفوان سے ان (کی بیوی کی شکایتوں) کے بارے میں دریافت کیا۔تو صفوان نے جواب دیا یارسول اللہ اس کا یہ کہنا کہ جب میں نماز پڑھتی ہوں تو وہ مجھے مارتے ہیں (اس کی وجہ یہ ہے کہ) وہ (نفل نماز میں) دو (طویل) سورتیں پڑھتی ہیں اور میں نے اس کو اس سے منع کیا ہے راوی کہتے ہیں کہ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (سورہ فاتحہ کے بعد) ایک ہی صورت پڑھی جائے تو (تنہا شخص ہو یا جماعت) سب کے لئے کافی ہوجائے گی۔(ان کے شوہر صفوان نے) کہا کہ اسکا یہ کہنا کہ جب میں (نفل) روزہ رکھتی ہو تو وہ افطار کروادیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مسلسل (نفل) روزہ رکھا کرتی ہیں اور میں جوان آدمی ہوں (چونکہ رات میں کھیتی باڑی کے کاموں میں مشغول رہتا ہوں اس لیے دن میں بیوی سے صحبت کرنے پر) صبر نہیں کرسکتا (یہ سن

کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت (اپنے شوہر کی موجودگی میں) اس کی اجازت کے بغیر (نفل) روزہ نہ رکھا کرے اب رہا اس کا یہ کہنا کہ میں سورج نکلنے کے بعد (فجر کی) نماز پڑھتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم (کھیتی باڑی کے) لوگ ہیں اور یہ چیز معروف ہے (کہ ہم رات بھر پانی سینچتے ہیں) جس کی وجہ سے سورج نکلنے تک اٹھ نہیں سکتے (یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صفوان جب تم نیند سے اٹھو تو نماز پڑھ لیا کرو (ادا ہو یا قضاء)۔

اس کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے)۔

کسی کی طرف جھوٹ منسوب کرنے کی مذمت

30/4428۔اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میری ایک سوکن ہے اگر میں (اسکے سامنے) یہ ظاہر کروں کہ میرے خاوند نے مجھے یہ چیز دی ہے حالانکہ اس نے نہیں دی ہے تو کیا میرے لیے یہ گناہ کی بات ہوگی۔(یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ظاہر کرنے والا اس چیز کا جس کو وہ نہیں ملی ہے، اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو جھوٹ اور فریب کے دو کپڑے پہنتے ہو (یعنی مکار اور دھوکے باز ہے)۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

عورت کو جنت میں داخل کرنے والے اعمال

31/4429۔انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو عورت پانچوں وقت کی نماز پڑھتی رہتی ہو اور رمضان

کے روزے رکھتی ہواور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتی رہی ہواور اپنے خاوند کی اطاعت کرتی رہے تو وہ جنت کے جس دروازہ سے چاہے داخل ہوجائے۔(اس کی روایت ابونعیم نے حلیہ میں کی ہے)۔

شوہر کی رضامندی بیوی کے جنت میں داخلہ کا سبب

32/4430۔ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جوکوئی عورت اس حال میں انتقال کرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے)۔

بہترین عورت کے صفات

33/4431۔ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ عورتوں میں کونسی عورت بہتر ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ عورت (بہتر ہے) کہ جب خاوند اس کو دیکھے تو وہ اس کو خوش کردے اور شوہر اس کو کسی کام کا حکم دے تو وہ اس کو بجالائے اور اپنی جان میں اور اس کے مال میں جوشوہر کی ناراضگی کا سبب ہو خلاف نہ کرے۔

(اس کی روایت نسائی نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔12)

بیوی کے لئے اللہ کے بعد اطاعت میں شوہر کا درجہ ہے

34/4432۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر میں کسی کو (اللہ کے سوا) کسی اور کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

بیوی اپنے شوہر کو اور ایک انسان دوسرے انسان کو زندگی میں اور نہ مرنے کے بعد قبر کو سجدہ کرے

35/4433۔قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں (جب) حیرہ (جو کوفہ کے قریب ایک قدیم شہر تھا) آیا تو وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کررہے ہیں۔ (یہ دیکھ کر اپنے دل میں) میں نے کہا کہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ پھر میں (جب مدینہ منورہ واپس ہوا تو) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں شہر حیرہ گیا تھا تو وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں حالانکہ آپ زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے (اس لیے کہ آپ مخلوق میں سب سے زیادہ بزرگ اور موجودات میں سب سے زیادہ معزز ہیں یہ سن کر) آپ ﷺ نے فرمایا بتاؤ کہ (میرے انتقال کے بعد) اگر تم میری قبر پر سے گزرو تو کیا میری قبر کو (یا صاحب قبر کو) سجدہ کروگے تو میں نے عرض کیا کہ نہیں (میں سجدہ نہیں کروں گا) آپ نے فرمایا کہ تم (میری زندگی میں اور میرے بعد میری قبر کو) سجدہ نہ کرو (پھر آپ نے فرمایا) کہ اگر کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کا حق عورتوں پر زیادہ رکھا ہے۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

36/4434۔اور امام احمد نے اس کی روایت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

شوہر اگر بیوی کو سخت ترین کام کا بھی حکم دے تو وہ اس کو بجالائے

37/4435۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ والہ وسلم مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے ایک اونٹ آیا اور آپ کو سجدہ کیا آپ کے صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو چوپائے اور درخت سجدہ کرتے ہیں تو ہم زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔(یہ سن کر) آپ نے فرمایا کہ (سجدہ عبادت ہے) تو تم اپنے رب (ہی) کی عبادت کرو اور اپنے (مسلمان) بھائی کی تعظیم کرو اور اگر میں کسی کو کسی کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کیا کرے (اور شوہر کا اتنا بڑا مرتبہ ہے کہ) اگر وہ بیوی کو حکم دے کہ وہ زرد پہاڑ سے پتھر سیاہ پہاڑ پر لے جائے اور (پھر) سیاہ پہاڑ سے سفید پہاڑ کی طرف (لیجائے) تو اس کو چاہیے کہ اس کا حکم بجالائے۔(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

بیوی اگر اپنے شوہر کو ستائے تو جنت میں حور اس کو بددعا دیتی ہے

38/4436۔معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی عورت اپنے شوہر کو دنیا میں تکلیف دیتی ہے تو (جنت کی) بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے وہ حور جو اس کی بیوی بنے گی کہتی ہے اللہ تجھے ہلاک کرے (تو اسے مت ستا) وہ تو تیرے پاس (چند دن کے لئے) مہمان ہے اور وہ بہت جلد تجھے چھوڑ کر (جنت میں) ہمارے پاس آنے والا ہے۔(اس سے معلوم ہوا کہ دنیا والوں کے اعمال سے ملاء اعلیٰ واقف رہتے ہیں)۔

اس حدیث کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

وہ تین آدمی جن کی نماز قبول نہیں ہوتی

39/4437۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کی نماز قبول نہیں ہوتی اور نہ ان کی کوئی نیکی (آسمان پر) جاتی ہے۔(1) بھاگا ہوا غلام یہاں تک کہ وہ اپنے آقاؤں کی طرف آجائے اور ان کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دیدے (یعنی ان کا فرمانبردار بن جائے)(2) وہ عورت جس پر اس کا شوہر ناراض ہو(3) نشہ باز؛ یہاں تک کہ وہ اپنے نشہ سے ہوش میں آئے (اور توبہ کرلے)۔

(اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے)۔

(11/154) بَابُ الْخُلَعِ وَالطَّلَاقِ

(خلع اور طلاق کا بیان)

ف: واضح ہو کہ عربی زبان میں خلع کے لفظی معنی بدن سے کپڑا اتارنے اور کسی چیز کے نکالنے کے ہیں اور اصطلاح شرع میں مال کے بدلہ میں طلاق دینے کو کہتے ہیں یعنی میاں بیوی کے درمیان نااتفاقی پیدا ہو جائے اور بیوی کسی صورت میں اپنے شوہر کے ساتھ رہنے کیلئے تیار نہ ہو تو خاوند کے دیئے ہوئے مہر کو واپس کردے یا معاف کردے اور شوہر اس کے عوض طلاق دیدے۔ جس طرح مرد کو یہ حق حاصل ہے کہ کسی وجہ سے اگر بیوی ناپسند ہے اور نباہ ممکن نہیں تو مرد طلاق دے سکتا ہے اسی طرح عورت کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ اگر شوہر اسے پسند نہیں اور کسی صورت میں نباہ ممکن نہیں تو مال دے کر اپنی خلاصی کراسکتی ہے۔

طلاق کے لغوی معنی کھولنے کے ہیں اور اصطلاحِ شریعت میں نکاح کی گرہ کو کھول دینے اور زوجیت کے رشتہ اور ربط کو توڑ دینے کو طلاق کہتے ہیں۔ جب میاں بیوی میں نااتفاقی پیدا ہو جائے تو دونوں میں انتہائی کوشش کر کے ملاپ کرادیا جائے بصورت مجبوری دونوں کو الگ کرادیا جائے اور اس صورت میں طلاق جائز ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سارے حلال اور جائز کاموں میں ناپسندیدہ کام طلاق ہے۔

اگر ایک ہی نشست میں تین طلاق دیدے تو عورت ہمیشہ کے لئے اپنے شوہر سے جدا ہو جائے گی اور یہ طریقہ ٹھیک نہیں اس لیے طلاق دینے کی بہترین صورت یہ ہے کہ ایک ایک مہینہ کے فاصلہ سے ایک طلاق دے پھر دوسرے مہینہ کے ختم پر پھر تیسرے کے ختم پر یہ فاصلہ اس لیے رکھا گیا تاکہ دونوں کو سوچنے کا موقع مل جائے جس سے اصلاح کی کوئی صورت نکل آئے اگر نباہ کی کوئی صورت پیدا نہ ہو تو چھوڑ دینے کا اختیار ہے۔12

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ، فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِيْحٌ" بِاِحْسَانٍ، وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ، فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ، فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ، تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا، وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ. فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ، فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ، وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ".

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:(سورۂ بقرہ، پ:2، ع:28، آیت نمبر:228/230، میں) طلاق (جس کے بعد رجوع کر لے سکتا ہے وہ تو دو ہی طلاقیں ہیں جو) دو دفعہ (کر کے دی جائیں) پھر (دو طلاقوں کے بعد یا تو) دستور کے مطابق (بھلائی کے ساتھ زوجیت میں) رکھنا ہے یا حسن سلوک کے ساتھ رخصت کر دینا ہے اور جو تم ان کو دے چکے ہو اس میں سے تم کو کچھ (بھی واپس) لینا جائز نہیں مگر یہ کہ میاں بیوی کو (اس بات کا) خوف ہو کہ خدا نے (میاں بیوی کے سلوک کی) جو حدیں ٹھہرا دی ہیں ان پر قائم نہیں رہ سکیں گے تو اس صورت میں کہ تم لوگوں کو اس بات کا خوف ہو کہ میاں بیوی اللہ کی مقرر کردہ حدوں پر قائم نہیں رہ سکیں گے اور عورت (اپنا پیچھا چھڑانے کے عوض) کچھ دیدے تو اس میں دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ اللہ کی (قائم کی ہوئی) حدیں ہیں تو تم (ان کو توڑ کر) آگے نہ بڑھو۔ اور جو اللہ کی (مقرر کردہ) حدوں کو توڑ کر آگے بڑھ جائیں تو یہی لوگ ظالم ہیں۔ پھر اگر (تیسری بار) عورت کو طلاق دی تو اس کے بعد عورت جب تک دوسرے شوہر سے نکاح نہ کر لے (اور وہ صحبت بھی کر لے) اس کے لئے حلال نہیں ہو سکتی پھر وہ دوسرا شوہر اس کو طلاق دیدے تو دونوں (میاں بیوی) پر کچھ گناہ نہیں ہے کہ (پھر باہم) نکاح کر لیں بشرطیکہ دونوں کو امید ہو کہ اللہ کی (مقرر کردہ) حدوں کو قائم رکھ سکیں گے اور یہ اللہ کی (قائم کردہ) حدیں ہیں جن کو وہ ان لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے جو (خانہ داری کی مصلحتوں کو) جانتے ہیں۔

وَقَوْلُهٗ تَعالیٰ :" وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ، وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا ، اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا . وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ".

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:(سورۂ نساء، پ:4، ع:3، آیت نمبر:20/21، میں) اور اگر (تمہاری ایک سے زائد بیویاں ہوں) تم (ان میں سے) ایک بیوی کے بدلہ دوسری بدلنا چاہو اور تم نے ان میں سے ایک کو مال کثیر دیدیا ہو تو تم اس میں سے کچھ واپس نہ لو کیا (تمہاری غیرت جائز رکھتی ہے کہ) کسی قسم کا بہتان لگا کر اور صریح گناہ کا الزام دے کر (اپنا دیا ہوا مال) اس سے واپس لینا چاہیے اور تم اسے کیسے واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم ایک دوسرے سے پہلو بہ پہلو مل چکے ہو، اور وہ تم سے پختہ عہد بھی لے چکی ہیں۔

وَقَوْلُهٗ تَعالیٰ :"يٰۤاَيُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ، تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ، وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" . قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ".

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:(سورۂ تحریم، پ:28، ع:1، آیت نمبر:1/2، میں)" اے نبی (صلی اللہ علیہ

والہ وسلم) جو چیزیں اللہ نے آپ کیلئے حلال کی ہیں آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے (اپنے اوپر) کیوں حرام کر لیتے ہیں جس کو اللہ نے آپ کیلئے حلال فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربان ہے تم دونوں کیلئے) اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسموں کو توڑ ڈالنے کا (بھی) کفارہ مقرر کر دیا ہے۔

ف: واضح ہو کہ "تفسیرات احمدیہ" میں لکھا ہے کہ اس آیت سے ثابت ہے کہ کسی حلال چیز کا اپنے اوپر حرام کر لینا قسم ہے اور اس پر کفارہ بھی واجب ہے۔ چنانچہ حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر جو حرام کر لیا تھا آپ نے کفارہ میں ایک غلام آزاد فرمایا (اھ) اور کشاف میں یوں لکھا ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہر وہ حلال چیز جس کو حرام کر لیا جائے وہ قسم ہے مثلاً کھانے کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو گویا اس نے کھانا نہ کھانے کی قسم کھائی، لونڈی کو حرام کر لیا تو گویا اس نے صحبت نہ کرنے کی قسم کھائی اور بیوی کو بغیر کسی نیت کے حرام کر لیا تو گویا اس نے ایلاء کیا (ایلاء کے احکام آگے آرہے ہیں) اور اگر ظہار کی نیت کیا تو ظہار ہوگا (ظہار کے احکام بھی آگے آرہے ہیں) اور اگر بیوی کو حرام کرتے وقت طلاق کی نیت کر لیا تو طلاق بائن واقع ہو گیا اور بیوی کو حرام کرنے میں نیت کا اعتبار ہوگا یعنی دو طلاق کی نیت کرے تو دو طلاق اگر تین کی نیت کرے تو تین طلاق واقع ہوگی اور اگر یہ کہے کہ میں نے جھوٹی نیت کی ہے تو یہ معاملہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے قانون کا اس سے تعلق نہیں اور اگر بغیر نیت کے یہ کہے کہ ہر حلال چیز مجھ پر حرام ہے تو اس کی قسم کھانے اور پانی پر ہوگی اور نیت کرنے کی صورت میں نیت کے مطابق قسم ہوگی۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود اور حضرت زید رضی اللہ عنہم ان تمام حضرات سے یہی مروی ہے کہ کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر لینا قسم ہے۔ 12

خاوند سے ناراضی پر بیوی خلع لے سکتی ہے

1/4438۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ثابت بن قیسؓ کے اخلاق اور دینداری پر عیب نہیں لگاتی ہوں اور نہ اُن پر غصہ کرتی ہوں لیکن میں اسلام میں ناشکری کو پسند نہیں کرتی ہوں (یعنی میں ان کی نافرمانی سے ڈرتی ہوں اور میں ان کی کما حقہ خدمت نہیں کر سکتی اس لیے آپ مجھے ان سے علیحدہ کرا دیں) رسول اللہ

صلی للہ علیہ وسلم نے فرمایاانہوں نے تم کو(مہر میں) جو باغ دیا تھا کیا تم اس کو واپس کردوگی ؟انہوں نے جواب دیاہاں!تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کے خاوند سے)فرمایاتم باغ کو لےلواوران کوطلاق دیدو)۔

اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

2/4439۔اوردارقطنی اوربیہقی نے اپنی اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلع کوطلاق بائن قرار دیا ہے اوراس مسئلہ میں کئی روایتیں وارد ہیں جن کو’’درمنثور‘‘اوردوسری کتابوں میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

ف(1):واضح ہوکہ اس حدیث شریف میں حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نے خلع کی جوخواہش کی اس کی وجہ شارحین حدیث نے یہ بتائی ہے کہ ان کی بیوی بہت خوبصورت تھیں اوران کے مقابلہ میں ثابت بن قیس بہت بدصورت اورنہایت پست قد تھے اوراس وجہ سے ان کی بیوی میں طبعاً ناگواری پیدا ہوگئی تھی اوروہ اپنے شوہر کے ساتھ زندگی گزارنا نہیں چاہتی تھیں اس لیے ان کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خلع کی درخواست کی اورحضور نے ان کے اوران کی بیوی کے درمیان خلع کروادیا۔(اشعۃ اللمعات)۔

ف(2):اس حدیث شریف سے خلع کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے کہ بیوی کوخاوند سے ناگواری ہوجائے اورکسی صورت میں وہ اپنے خاوند کے ساتھ زندگی گزارنا نہ چاہے تو وہ اپنا مہر معاف کرکے خلع حاصل کرسکتی ہے جیسا کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نے مہر میں دیئے ہوئے باغ کوواپس کرکے خلع حاصل کرلیا۔12

ف(3):واضح ہوکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدر کی حدیث میں خلع کوطلاق بائن قرار دیا ہے اور صحابہ کرام میں حضرت عثمان ،حضرت علی ،حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم اورتابعین میں حضرت حسن بصری ،حضرت سعید بن المسیّب ،حضرت عطاء،شریح ،حضرت شعبی ،حضرت قبیصہ بن ذویب ،حضرت مجاہد،حضرت ابوسلمہ،حضرت نخعی ،حضرت زہری ،حضرت ثوری ،امام اوزاعی ،حضرت مکحول ،امام ابن ابی نجیح ،حضرت عروہ،امام مالک ان سارے حضرات نے خلع کوطلاق بائن ہی قرار دیا ہے۔اورامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول جدید بھی یہی ہے۔البتہ امام احمد بن

حنبل اور امام اسحاق کا قول یہ ہے کہ خلع سے نکاح فسخ ہوتا ہے طلاق واقع نہیں ہوتی یہ قول حضرت ابن عباسؓ کا بھی ہے اور امام شافعیؒ کا قول قدیم بھی یہی ہے۔اور حنفیہ کی دلیل کہ خلع سے طلاق بائن ہوتی ہے صدر کی حدیث اور دوسرے احادیث بھی ہیں (اھ) اور واضح ہو کہ خلع کے طلاق ہونے سے تین طلاق کا جو حق مرد کو حاصل ہے اس میں کمی ہو جائے گی اور خلع والی عورت کو مطلقہ عورت کی طرح عدت بھی گزارنی ہوگی البتہ خلع کے فسخ ہونے کی صورت میں طلاق کے احکام متعلق نہ ہوں گے۔(تعلیق مجد،عمدۃ الرعایہ 12)

خلع لینے کا ایک اور واقعہ

3/4440۔نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے اور وہ صفیہ بنت ابی عبید کی ایک آزاد شدہ لونڈی سے روایت کرتے ہیں کہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنا پورا مال دے کر اپنے خاوند (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما) سے خلع کیا تو عبداللہ بن عمر نے اس پر (اعتراض کیا اور نہ انکار کیا)۔(اس کی روایت امام مالکؒ نے کی ہے)۔

بلا وجہ طلاق طلب کرنے والی عورت پر جنت کی خوشبو حرام ہے

4/4441۔ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کسی عورت نے اپنے شوہر سے بغیر کسی (معقول) عذر کے طلاق کا مطالبہ کیا تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

اس کی روایت امام احمد،ترمذی،ابوداؤد،ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

ف:واضح ہو کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیوی اپنے خاوند سے طلاق طلب نہ کرے جب تک وہ بالکلیہ مجبور نہ ہو جائے یعنی جب تک اس کو ایسی تکلیف نہ ہو کہ طلاق کے بغیر کوئی اور علاج نہ ہو،اور اگر مجبوری کے بغیر اگر بیوی اپنے شوہر سے طلاق طلب کرے گی تو وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گی اور جنت کی خوشبو چالیس برس کے فاصلہ سے آتی ہے یعنی ایسی عورت جنت سے اس قدر دور رہے گی۔(حاشیہ مشکوۃ)۔

منافق عورتیں کونسی ہیں

5/4442۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایاہے کہ شوہروں کی نافرمانی کرنے والی عورتیں اور (بےضرورت) خلع طلب کرنے والی عورتیں ہی منافق عورتیں ہیں۔

اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو طلاق ناپسند ہے

6/4443۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم نے ارشاد فرمایاہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس حلال چیزوں میں زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے)۔

ف: واضح ہو کہ نکاح کا مقصد ازدواجی زندگی میں اتفاق اور زندگی بھر اتحاد اور محبت سے زندگی بسر کرنا اور نسل انسانی میں اضافہ کرنا ہے اس لئے طلاق منع ہے۔اس کے برخلاف اگر میاں بیوی میں کسی ایک کی طرف سے ایسی زیادتی اور ایذاء رسانی ہو جس سے زندگی گزارنا دونوں کے لئے دشوار ہوجائے تو ایسی صورت میں طلاق درست ہے۔12

اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین اور مبغوض ترین چیزیں

7/4444۔معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایاہے کہ اے معاذ! تم مخلوق الٰہی میں روے زمین پر (غلاموں کو) آزاد کرنے سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں ہے اور روئے زمین پر اللہ تعالیٰ نے طلاق سے بڑھ کر کوئی مبغوض چیز نہیں پیدا کی۔اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوقات میں غلاموں کو آزاد کرنا بیحد پسند ہے اُس لیے کہ غلام کو آزاد کرنا حقیقت میں ایک انسان کو دوسرے انسان کی غلامی سے آزاد کرنا ہے جس سے وہ اپنے رب کی بندگی کے حقوق ادا کرنے میں یکسو ہوجاتا ہے اور جس مالک نے اپنے غلام کو آزاد کیا اس کو دوزخ سے رہائی ملتی ہے، غلاموں کو آزاد کرنا اپنے جیسے انسانوں کو غلامی کے بندھن سے جو انسان کے لئے عار ہے نکالنا ہے اور غلاموں کی آزادی دوسروں پر رحمت اور شفقت ہے جو دراصل اللہ تعالیٰ کی صفت ہے ،اس سے اپنے آپ کو متصف کرنا ہے۔(مرقات 12)

وقت واحد میں تین طلاق دینے سے بیوی جدا ہوتی ہے

8/4445۔مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں، مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے سکوت اختیار فرمایا تو میں نے گمان کیا کہ شاید آپ اس پر اس کی بیوی کو لوٹا دیں گے(لیکن) آپ نے فرمایا کہ تم میں ایک شخص حماقت کر بیٹھتا ہے اور پھر (میرے پاس) آتا ہے(یعنی تین طلاقیں دیدیتا ہے جس سے بیوی کو رجوع نہیں کرسکتا ہے اور میرے پاس آکر کہتا ہے)اے ابن عباس ! اے ابن عباس! (بیوی کو رجوع کر لینے کی کوئی صورت نکالئے) اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے لئے راستہ نکالتا ہے اور تو اللہ تعالی سے ڈرا نہیں تو میں بھی تیرے لیے کوئی راستہ نہیں نکال سکتا تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے اور تیری بیوی (تیرے تین طلاق دینے سے) تجھ سے جدا ہوگئی۔

اس کی روایت ابوداؤد نے اپنی سنن میں صحیح سند کے ساتھ کی ہے۔

9/4446۔اور ابن ابی شیبہ اور دارقطنی کی ایک روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

سے اس طرح مروی ہے، انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کیا فرماتے ہیں اگر میں نے (وقت واحد میں) بیوی کو تین طلاقیں دیدیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس صورت میں تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے جُدا ہوگئی۔

10/4447۔اورامام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے مالک بن حارث سے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوکرعرض کیا کہ میرے چچانے اپنی بیوی کو (وقت واحد میں) تین طلاقیں دیدی ہیں تو (یہ سن کر) حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ تیرے چچا نے (وقت واحد میں تین طلاق دے کر) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور گنہگار ہوا اور شیطان کی اطاعت کی اور (بیوی کے رجوع کرنے کا) اس نے کوئی راستہ نہ چھوڑا۔

11/4448۔اورنسائی نے محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوایک ایسے شخص کے بارے میں اطلاع دی گئی جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ساتھ (ایک ہی وقت میں) دیدی تھیں۔آپ (یہ سن کر) غضبناک ہوکر کھڑے ہوگئے پھرارشاد فرمایا کیااللہ تعالیٰ کی کتاب سے کھیلا جارہاہے جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں یہاں تک کہ (حاضرین میں سے) ایک صاحب کھڑے ہوئے اورعرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اس کوقتل نہ کردوں؟۔

12/4449۔اورامام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کوایک سوطلاق دیدی ہیں (میرے اس عمل پر) آپ کیا فرماتے ہیں تو (یہ سن کر) حضرت ابن عباس نے فرمایا: تیری بیوی

تین طلاق سے تو مطلقہ ہوگئی اور (بقیہ) 97 سے تو نے اللہ تعالیٰ کی آیت (یعنی احکام) کا مذاق اڑایا ہے۔

ف: واضح ہو کہ تابعین میں جمہور علماء اور بعد میں آنے والے فقہا جیسے امام اوزاعی، امام نخعی، امام ثوری، امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب امام احمد اور آپ کے اصحاب امام اسحاق، امام ابوثور اور امام ابوعبید اور دیگر فقہا اس بات پر متفق ہیں کہ جس کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاق ایک ہی وقت میں دیدے۔ تو تین طلاق واقع ہو جائیں گے۔ (مرقات 12)۔

حیض کی حالت میں طلاق دینے کا ایک واقعہ

13/4450۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی ایک بیوی کو حیض میں طلاق دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ والہ وسلم (ابن عمر کی اس حرکت پر) ناراض ہوئے اور فرمایا کہ وہ اپنی بیوی کو رجوع کرلیں پھر اس کو اپنے پاس طہر تک روکے رکھیں پھر وہ جب (دوسرے) حیض کے بعد پاک ہوجائے اور یہ چاہیں تو اس کو طہر کی حالت میں صحبت کرنے سے پہلے طلاق دیں (تاکہ وہ اپنی عدت پوری کرلے) اور یہ وہی عدت ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ عورتوں کو (طہر کی حالت میں طلاق دیں) تاکہ وہ اپنی عدت پوری کرسکیں۔

اس کی روایت مسلم اور بخاری نے متفقہ طور پر کی ہے۔

14/4451۔ اور بخاری اور مسلم کی ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ سلم نے حضرت عمر کو فرمایا تم ان کو (یعنی ابن عمر کو) حکم دو کہ وہ اپنی بیوی کو رجوع کرلیں پھر اس کو طہر کی حالت میں طلاق دیں یا (حاملہ ہوجائے تو) حمل کی حالت میں طلاق دیں۔

وہ شرط جو معاہدہ یا معاملہ سے پہلے عائد کی جائے معاملہ اور معاہدہ کے بعد نافذ ہوجائے گی

15/4452۔ مالک بن مُجَبَّر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں حضرت ابن عمر فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی آدمی یہ کہے کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اس پر طلاق ہوجائے گی تو ایسی صورت میں وہ اس عورت سے نکاح کرلے تو اس پر طلاق واقع ہوجائے گی اور طلاق اس کے قول کے مطابق واقع ہوگی (یعنی) اگر وہ ایک طلاق دے تو ایک، یا دو طلاق دے تو دو یا تین طلاق دے تو تین طلاقیں واقع ہوں گی۔

اس کی روایت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں کی ہے۔

16/4453 ۔ اور عبدالرزاق نے معمر سے اور انہوں نے زہری سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ کوئی شخص یوں کہے کہ ہر وہ عورت جس سے میں نکاح کروں اس پر طلاق ہے اور ہر وہ باندی جس کو میں خریدوں پس وہ آزاد ہے تو یہ (دونوں باتیں) اس کے قول کے مطابق واقع ہوجائیں گے (یہ سن کر) معمر نے زہری سے کہا (آپ تو یوں کہہ رہے ہیں) اور کیا یہ روایت صحیح نہیں ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں اور مالک ہونے کے بعد ہی (غلام باندی) آزاد ہوں گے۔ تو زہری نے جواب دیا (تم نے جو روایت سنائی ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ فلاں شخص کی بیوی کو طلاق دیتا ہوں اور فلاں شخص کے غلام کو آزاد کرتا ہوں (تو کیا ایسی طلاق واقع ہوگی اور ایسا غلام آزاد ہوگا) اور ابوبکر رازی نے زہری سے بیان کیا ہے کہ

لاطلاق قبل النکاح (یعنی نکاح سے پہلے طلاق نہیں) ایسے شخص سے متعلق ہے جس کو کسی شخص کے بارے میں کہا جائے کہ اس نے فلاں عورت سے نکاح کیا ہے تو وہ کہدے کہ اس کو طلاق ہے تو اس کے اس قول کا کوئی اثر نہیں ہاں اگر کوئی شخص یوں کہے کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اس پر طلاق ہے تو گویا اس نے نکاح کے ساتھ ہی طلاق دیدیا۔

17/4454۔اور ابن ابی شیبہ نے سالم، قاسم بن محمد، عمر بن عبدالعزیز، شعبی، نخعی، زہری، اسود، ابوبکر بن عمرو بن حزم، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، عبداللہ بن عبدالرحمٰن اور مکحول شامی ان سارے حضرات سے روایت کی ہے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اس پر طلاق ہے یا جس دن میں نکاح کروں گا اسی دن طلاق ہوگی یا (یوں کہے) کہ ہر وہ عورت جس سے میں نکاح کروں اس پر طلاق ہوگی تو ایسے شخص کے بارے میں ان سب حضرات نے کہا ہے کہ ایسے شخص کے قول کے مطابق طلاق واقع ہوجائے گی اور بعض روایتوں میں یوں ہے کہ ایسا کہنا درست ہے۔

ف: مذکورہ بالا روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اس پر طلاق ہے۔ یہ قول اس وجہ سے درست ہے کہ اس میں سَبَبِیَّت مُلک کی طرف طلاق کی نسبت ہے اس لیے جب نکاح ہوگا تو طلاق واقع ہوجائے گا۔12 (ماخوذ از: تعلیق مجد، عمدۃ الرعایہ 12)

طلاق کنایہ میں نیت کا اعتبار ہے

18/4455۔رکانہ بن عبد یزید رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سُھَیْمَہ کو طلاق بتہ دیدی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر آپ) کو اس واقعہ کی خبر دی اور عرض کیا خدا کی قسم میں نے (اس طلاق سے) ایک ہی طلاق کی نیت کی ہے۔رسول اللہ صلی

اللہ علیہ والہ وسلم نے ان سے دریافت کیا بخدا! کیا تم نے ایک ہی کی نیت کی تھی؟ تو رکانہ نے عرض کیا خدا کی قسم میں نے ایک ہی کی نیت کی ہے! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کی بیوی کو ان کی طرف لوٹا دیا پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں دوسری طلاق دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں تیسری طلاق دی۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے بھی اس کی روایت کی ہے مگر ان حضرات نے دوسری اور تیسری طلاق کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ پر ان کی بیوی کو لوٹایا تھا وہ نکاح کی تجدید کے ساتھ تھا اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاثار میں حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے کی ہے کہ طلاق ایسے الفاظ سے دی جائے جس میں کنایہ اور اشارہ ہو جیسے خلیه (تو نکاح سے خالی ہوگئی) اور بریه (تو نکاح سے بری ہوگئی) کہا جائے یا طلاق بائن دیدی یا طلاق بتہ دی تو ان تمام صورتوں میں طلاق دینے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا اگر اس نے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہو جائیں گے اور اس نے ایک طلاق بائن کی نیت کی ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر اس نے طلاق کی نیت نہ کی ہو تو کوئی بھی طلاق واقع نہ ہوگی۔

طلاق بتّہ سے کیا مراد ہے

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں ''طلاق البتة'' کا ذکر ہے بَتَّةٌ لفظِ'' بَـتٌّ'' سے ماخوذ ہے اور بَـتٌّ کے معنی کاٹنے کے ہیں اور طلاق میں بتہ کنایہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے جس سے مراد نکاح کا منقطع کرنا یا الفت کا منقطع کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے بتہ کے لفظ سے طلاق دی جائے تو طلاق دینے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ (ردالمحتار۔12)

ہنسی مذاق میں جو نکاح ہو یا طلاق ہو یا رجوع ہو یہ سب باتیں نافذ ہو جائیں گی

19/4456۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ جن کا سچ تو سچ ہی ہے اوران کا مذاق بھی سچ ہے۔(1) نکاح (2) طلاق (3) رجوع کرنا (اس کی روایت ترمذی اورابوداؤد نے کی ہے)

ف: حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''لمعات'' میں فرمایا ہے کہ جس کسی نے نکاح کیا یا طلاق دی یا مطلقہ سے رجوع کیا اور کہا کہ میں نے یہ باتیں بطور مذِاق کے کی تھیں اور میرا مقصود ایسا نہ تھا تو اس کا یہ قول معتبر نہ ہوگا بلکہ طلاق واقع ہو جائے گی، نکاح منعقد ہو جائے گا اور رجوع بھی درست ہوگا۔ اور یہی حکم دوسرے معاملات جیسے خرید و فروخت اور ہبہ وغیرہ میں نافذ ہوگا اور حدیث شریف میں ان تینوں چیزوں کا ذکر بطور خاص اس لیے ارشاد ہوا کہ ان باتوں کا اہتمام ظاہر ہو اور ''عالمگیریہ'' میں کہا ہے کہ مذاق سے طلاق دینے والے کی طلاق واقع ہو جائے گی جیسا کہ درمختار میں صراحت ہے۔12

جبریہ طلاق واقع ہو جاتی ہے

20/4457۔ صفوان بن عمر طائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت کو اپنے شوہر سے بغض تھا (ایک دفعہ) اس کو سوتا ہوا پا کر ایک چھری لی اوراس کے سینے پر بیٹھ گئی اور اس کو ہلایا اور کہا یا تو تو مجھے تین طلاق دے یا پھر میں تجھے ذبح کر دیتی ہوں! اس کے (شوہر) نے اس کو اللہ کی قسم دی (کہ تو ایسا نہ کر) بیوی نے انکار کیا (جس پر شوہر نے) اس کو تین طلاقیں دیدی پھر وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اس (طلاق دینے) کے بارے میں دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طلاق دینے کے بعد فسخ نہیں (یعنی تمہاری طلاق نافِذ ہوگئی۔)

اس کی روایت امام محمد رحمۃ اللہ نے اپنی سند سے بیان کی ہے

21/4458۔ اور عبدالرزاق نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے مَکْرُوَہ یا جبر یا زبردستی سے طلاق دی جائے تو اس کو جائز قرار دیا ہے۔12

نیم پاگل اور مجنون کی طلاق واقع نہ ہوگی

22/4459۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر طلاق واقع ہوجاتی ہے سوائے اس کی طلاق کے جو نیم پاگل ہو یا جس پر جنون غالب ہو۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی)۔

وہ تین لوگ جن کا طلاق اور دوسری باتوں میں اعتبار نہیں

23/4460۔ امیرا المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین آدمیوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے (یعنی ان کے قول وفعل کا اعتبار نہ ہوگا اور نہ ان پر مواخذہ ہوگا) ایک سونے والا یہاں تک بیدار ہوجائے دوسرے بچہ یہاں تک کہ بالغ ہوجائے، تیسرے نیم پاگل یہاں تک اس کو ہوش آجائے (یعنی اس حالت میں ان سے جو امور صادر ہوں وہ معاف ہیں ان کا اعتبار نہ ہوگا۔ (اس حدیث کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔

24/4461۔ اور دارمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور ابن ماجہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں سے روایت کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف کی روشنی میں فتح القدیر میں لکھا ہے کہ بچہ کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی اگرچہ کہ وہ عقلمند ہو اور مجنون اور سونے والے کی طلاق بھی واقع نہ ہوگی۔12

نشہ کی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہوجاتی ہے

25/4462۔سعید بن المسیب اور سلیمان بن یسار رحمة الله علیهما سے روایت ہے ان دونوں حضرات سے نشہ کی حالت میں طلاق دینے والے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو ان دونوں نے فرمایا کہ اگر کوئی نشہ کی حالت میں طلاق دے تو وہ واقع ہوجائے گی۔(اس کی روایت امام مالکؒ نے کی ہے)

ف: واضح ہو کہ نشہ کی حالت میں طلاق اس وقت واقع ہوتی ہے جبکہ عقل اور سمجھ باقی ہو اس کے برخلاف کسی نے شراب اس قدر پی لی کہ اس کو سر کا درد ہوا اور وہ بیہوش ہو گیا اور اس نے بیہوشی میں طلاق دیدیا تو ایسی طلاق واقع نہ ہوگی۔ (ماخوذ از: ہدایہ، فتح القدیر)۔

باندی کے لیے صرف دو طلاقیں ہیں

26/4463۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ باندی کیلئے دو طلاقیں ہیں اور اس کی عدت بھی دو حیض ہیں۔

(اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے)

شوہر کا بیوی کو طلاق کا اختیار دینا

27/4464۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہم کو اختیار دیا ہے (کہ یا تو ہم دنیا اور اس کی زینت کو اختیار کریں یا اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول کو اختیار کریں) تو ہم نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا تو آپ نے ہم پر کسی قسم (کی طلاق کو) شمار نہ کیا۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

28/4465۔اور عبدالرزاق نے جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ جب آدمی اپنی بیوی کو (ایک مجلس میں طلاق کا) اختیار دیدے اور بیوی نے اس مجلس میں اپنے اختیار کو استعمال نہیں کیا تو (مجلس ختم ہوجانے کے بعد) اس کو (طلاق لینے کا) اختیار باقی نہیں رہے گا۔

29/4466۔اور طبرانی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے

30/4467۔اور ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کی ہے۔

اور ترمذی نے کہا ہے کہ

31/4468۔حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ (شوہر کی طرف سے طلاق کا اختیار ملنے پر) بیوی اپنے نفس کو اختیار کرلے تو ایک طلاق بائن واقع ہوجاتی ہے۔

ف: واضح ہو کہ حدیث شریف میں شوہر کی طرف سے بیوی کو طلاق کے اختیار دینے کا ذکر ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خود بخود اپنی زبان سے طلاق کا لفظ نہیں کہتا ہے بلکہ بیوی سے کہتا ہے کہ تمہیں اختیار ہے چاہو تو تم اپنے نفس کو اختیار کرلو اور اپنے آپ کو طلاق دیدو اور اگر چاہو تو مجھے یعنی خاوند کو اختیار کرلو اور طلاق مت لو تو اگر بیوی نے اسی مجلس میں یہ کہا کہ میں نے اپنے کو اختیار کرلیا تو اس سے ایک بائن طلاق پڑجاتی ہے اور اگر اس نے اپنے خاوند کو اختیار کیا تو طلاق نہیں پڑے گی اور اگر مجلس ختم ہوجائے اور بیوی نے اپنے اختیار کو استعمال نہیں کیا تو بیوی کا یہ اختیار باقی نہیں رہے گا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اختیار دیا تھا تو ازواج مطہرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کیا تو طلاق نہیں واقع ہوئی۔12

شوہر کا بیوی کو اپنے لیے حرام کرلینا قسم ہے

32/4469۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہیوہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی اپنی بیوی

کو اپنے اوپر حرام کرلے تو یہ قسم ہوگی اور ایسے شخص کو اس کا کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے یہ بھی فرمایا کہ تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیروی اس بارے میں اچھی ہے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ تو مجھ پر حرام ہے اور نیت طلاق کی کرے تو طلاق واقع ہوگی اور اگر ظہار کی نیت کرے تو ظہار ہوگا (جس کا بیان آگے آرہا ہے) اور اگر حرام کر لینے کی نیت کرے تو قسم ہوگی اور قسم توڑنے کی وجہ سے اس کو کفارہ دینا ہوگا اور قسم کا کفارہ دس مسکینوں کا کھانا کھلانا یا ان کو کپڑا پہنانا یا ایک غلام کا آزاد کرنا ہے۔ اور اگر کوئی شخص کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرلے تو وہ چیز اس پر حرام نہیں ہوگی بلکہ وہ بھی قسم ہوگی اور قسم توڑنے پر کفارہ دینا ہوگا۔ 12

(مزید تفصیل اسی باب کے مقدمہ میں صفحہ 397 پر دیکھ لی جائے۔ 12)

حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لینا قسم ہے

33/4470۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک باندی تھی جس سے آپ صحبت فرماتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو یہ ناگوار رہتا یہاں تک کہ آپ نے اس باندی کو اپنے اوپر حرام کرلیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

(سورۂ نساء، پ: 4، ع: 3، آیت نمبر: 20/ 21، میں)(سورۂ نساء، پ: 4، ع: 3، آیت نمبر: 20/ 21، میں) "یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ، تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ، وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ". (سورۂ تحریم پ: 28، ع: 1، آیت نمبر: 1) اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال کیں ہیں، آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیوں حرام کیا، اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں۔ اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔

34/4471 ۔اور عبدالرزاق نے اس کی روایت قتادہ سے کی ہے کہ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''حرمھا'' کا لفظ جو فرمائے وہ قسم تھی۔

دوسری حدیث

35/4472 ۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی بیوی) زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں (تشریف لیجاتے تو) کچھ دیر ٹھہر جاتے اور آپ کے پاس شہد نوش فرماتے (ام المومنین فرماتی ہیں کہ) میں نے اور بی بی حفصہ نے آپس میں مشورہ کیا اور یہ طے کرلیا کہ ہم دونوں میں سے جس کے پاس بھی تشریف لائیں تو وہ یوں کہے کہ (یارسول اللہ) آپ کے (دہن مبارک) سے مغافیر کی بو آتی ہے تو کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ (اس کے بعد) نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہم دونوں میں سے کسی ایک کے پاس تشریف لائے تو اس نے یہی کہا (یعنی طے شدہ بات کو دہرادیا گیا) (یہ سن کر) حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ میں نے بی بی زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے۔ (اور اگر تم کو شہد پینے سے بد بو آرہی ہے) تو آئندہ نہیں پیوں گا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی'' یَآیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ''. (اس آیت کی روایت بخاری نے کی ہے)۔

ف: حدیث شریف میں مَغافیر کا لفظ مذکور ہے 'مغافر یا مغافیر ایک پھل ہے جس کا مَغز گوند ہے۔

(12/155) بَابُ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا وَالْإِيْلَاءِ وَ الظِّهَارِ

(تین طلاق، ایلاء اور ظہار کا بیان)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ:'' فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ، فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ، وَتِلْكَ حُدُوْدُاللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ''.

اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے(سورۂ بقرہ،پ:2،ع:28،آیت نمبر:230، میں)'' پھراگر(شوہر نے تیسری بار)عورت کوطلاق دیدی تو اس کے بعد عورت جب تک دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرلے(اور وہ صحبت بھی کرے)اس کے لئے حلال نہیں ہوسکتی پھر وہ دوسرا شوہر اس کوطلاق دیدے تو دونوں (میاں بیوی) پر کچھ گناہ نہیں ہے کہ (پھر باہم) نکاح کرلیں بشرطیکہ دونوں کوامید ہو کہ اللہ تعالیٰ کی (مقرر کردہ) حدوں کوقائم رکھ سکیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کی (قائم کردہ) حدیں ہیں جن کو وہ ان لوگوں کیلئے بیان کرتا ہے جو(خانہ داری کی مصلحتوں کو) جانتے ہیں۔''

ف: واضح ہو کہ عورت تیسری طلاق واقع ہونے کے بعد وہ پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح نہیں کرسکتی یہاں تک کہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور دوسرا شوہر صحبت بھی کرے اگر دوسرا شوہر عنین (نامرد) ہوتو پھر عورت تیسرے شوہر سے نکاح کرے اور وہ صحبت بھی کرے اس کے بعد ہی عورت اپنے پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کرسکتی ہے۔بہرحال دوسرے یا تیسرے شوہر سے جب تک صحبت اور جماع نہ ہوعورت پہلے شوہر کیلئے حلال نہیں۔(تفسیرات احمدیہ 12)

وَقَوْلُهٗ تَعَالىٰ:'' لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ، فَاِنْ فَآئُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ . وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ''.

اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے(سورۂ بقرہ،پ:2،ع:28،آیت نمبر:226/227،میں)''اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں یعنی بیویوں سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھالیتے ہیں تو ان کوچار مہینہ کی مہلت ہے پھر اگر وہ(اس مدت میں) رجوع کرلیں تو بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

ف: واضح ہو کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا یہ معمول تھا کہ اپنی بیویوں سے مال طلب کرتے اگر وہ دینے سے

انکار کرتیں تو ایک سال یا دو سال تیں سال یا اس سے زیادہ عرصہ ان کے پاس نہ جاتے اور صحبت نہ کرنے کی قسم کھا لیتے تھے اور بیوی کو پریشان حال چھوڑ دیتے، اسلام نے اس ظلم کو مٹایا اور ایسی قسم کھانے والوں کے لئے چار مہینہ کی مدت مقرر فرمادی کہ ایسی صورت میں چار ماہ انتظار کی مہلت ہے اس عرصہ میں خوب سوچ سمجھ لے کہ عورت کو چھوڑنا اُس کے لئے بہتر ہے یا رکھنا، اگر رکھنا بہتر سمجھے اور اس مدت کے اندر رجوع کرلے تو نکاح باقی رہے گا اور قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور اگر اس مدت میں رجوع نہ کیا اور قسم نہ توڑی تو عورت نکاح سے باہر ہوگئی اور اس پر طلاق بائن واقع ہوگئی۔ اگر مرد صحبت پر قادر ہو تو رجوع صحبت ہی سے ہوگا، اگر کسی وجہ سے قدرت نہ ہو تو بعد قدرت صحبت کا وعدہ رجوع ہے۔ (تفسیرات احمدیہ 12)

وَقَوْلُهٗ تَعالیٰ: "وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا، ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ، وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ. فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا، فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا، ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ، وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ".

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ مجادلہ، پ:28، ع:1، آیت نمبر:3/4) اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (یعنی یوں کہتے ہیں کہ تیری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی جیسی ہے) اور کہی ہوئی بات کی تلافی کرنی چاہتے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ ایک غلام یا باندی آزاد کریں قبل اس کے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں (مسلمانو!) تم کو یہ نصیحت کی جاتی ہے (تاکہ تم اس پر کاربند رہو) اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کی (سب) خبر ہے۔ پھر جس کو (غلام یا باندی) میسر نہ ہو تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے (مرد) لگاتار دو مہینہ کے روزے (رکھے) پھر (بوڑھاپے یا بیماری یا کسی اور وجہ سے) روزے بھی نہ ہوسکیں تو ساٹھ (60) مسکینوں کو (پیٹ بھر کے دو وقت) کھانا کھلائے یہ (حکم) اس لیے (دیا جاتا ہے) کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر (پورا پورا) ایمان لے آؤ اور یہ اللہ تعالیٰ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں اور جو لوگ منکر ہیں اُن کو دردناک عذاب ہے۔"

ف: واضح ہو کہ ظہار یہ ہے کہ اپنی بیوی کو محرمات نسبی یا رضاعی کے کسی ایسے عضو سے تشبیہہ دی جائے جس کو دیکھنا حرام ہے مثلاً بیوی سے کہے کہ تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے یا یوں کہے کہ تیرا سر یا تیرا نصف بدن میری ماں کی پیٹھ یا پیٹ یا اس کی ران کے مثل ہے یا میری بہن یا پھوپھی یا دودھ پلانے والی کی پیٹھ یا پیٹ کے مثل ہے۔ تو ایسا کہنا ظہار کہلاتا ہے۔

ظہار کے بعض مسائل مندرجہ ذیل ہیں

(1) چونکہ آیت شریف میں ''نسائھم'' (بیویوں) کا ذکر ہے اس لیے باندی سے ظہار نہیں ہوگا۔ اس لیے باندی کو محرمات سے تشبیہہ دے تو ظہار نہیں ہوگا۔

(2) کفارہ میں غلام باندی آزاد کرنے کا جو حکم ہے اس میں حکم عام ہے یعنی کفارہ میں غلام مومن ہو یا ہو کافر صغیر ہو یا کبیر، مرد ہو یا عورت سب جائز ہے۔

(3) کفارہ میں غلام یا باندی آزاد کی جائے یا روزے رکھے جائیں تو کفارہ دینے سے قبل صحبت اور اس کے محرکات سب حرام ہیں۔

(4) کفارہ میں اگر روزے رکھے جائیں تو متصل روزے اس طرح رکھے جائیں کہ ان دو مہینوں کے درمیان رمضان نہ آئے نہ ان پانچ دنوں (دو عیدین اور ذوالحجہ کی 11، 12، اور 13) میں سے کوئی دن آے جن کا روزہ ممنوع ہے اور نہ کسی عذر سے یا بغیر عذر کے درمیان سے کوئی روزہ چھوڑا جائے اگر ایسا ہوا تو از سر نو روزے رکھنے پڑیں گے اور یہ بھی ضروری ہے کہ روزوں کے ذریعہ کفارہ دیا جارہا ہو تو روزے صحبت یا اس کے محرکات سے پہلے ہوں اور جب تک یہ روزے پورے نہ ہوں خاوند بیوی میں سے کوئی کسی کو ہاتھ نہ لگائے۔ اگر کفارہ میں مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے تو ساٹھ مسکینوں کو صبح وشام دونوں وقت پیٹ بھر کر کھلایا جاے اور کھانا کھلانے کے کفارہ میں شرط نہیں کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے قبل ہو حتی کہ اگر کھانا کھلانے کے درمیان میں شوہر اور بیوی میں قربت واقع ہو جائے تو نیا کفارہ لازم نہ ہوگا۔ (تفسیرات احمدیہ)۔

حلالہ میں جماع شرط ہے

1/4473۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رفاعہ قرظی کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اقدس حاضر ہو کر عرض کی کہ میں رفاعہ کی بیوی تھی، انہوں نے مجھے طلاق دیا اور تین طلاق دیا۔ ان کے بعد میں نے عبدالرحمٰن بن الزبیر سے عقد کیا اور ان کا آلۂ تناسل تو کپڑے کا پھنہ ہے (یعنی وہ جماع نہیں کرسکتے) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم (اپنے پہلے خاوند) رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی

ہو؟ تو اس نے کہا: ہاں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں (جاسکتی) یہاں تک کہ تم اس سے جماع کا مزہ نہ چکھو اور وہ تم سے جماع کی لذت حاصل نہ کرے۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)

حلالہ کے جواز کی شرط

ف: واضح ہو کہ حلالہ میں دوسرا شوہر دخول سے پہلے مرجائے یا دخول سے پہلے طلاق دیدے تو اس صورت میں بیوی پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں؛ یہاں تک کہ وہ تیسرے شوہر سے عقد کرے اور پھر دخول بھی ہو پھر وہ طلاق دے اور عدت گزرے تو ان سارے مرحلوں کے بعد عورت پہلے شوہر کے لے حلال ہوگی۔(ماخوذ از: عمدۃ الرعایہ۔12)

حلالہ کرنے والے اور حلالہ کرانے والے پر لعنت ہے

2/4474۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلالہ کرنے والے اور حلالہ کرانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

اس کی روایت دارمی نے کی ہے۔

3/4475۔اور ابن ماجہ نے اس کی روایت حضرت علی اور حضرت ابن عباس اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے کی ہے۔

حلالہ کے بعد پہلے شوہر کا عقد ثانی کے بعد طلاق دینے کا بیان

4/4476۔اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کی خدمت میں بیٹھا تھا ایک اعرابی آپ کے پاس حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک طلاق یا دو طلاقیں دیں پھر اس کی عدت گزر گئی اور اس عورت نے دوسرے شوہر سے عقد کیا اور اس نے صحبت بھی کی پھر دوسرا شوہر مر گیا یا اس نے طلاق دیدی پھر عدت گزر گئی۔اس کے بعد پہلے شوہر کا ارادہ

ہے کہ اپنی (قدیم) بیوی سے پھر نکاح کرے تو بتائے کہ وہ اس (عورت کوعقد ثانی کے بعد شوہر) کو کتنے طلاق کا حق ہوگا؟ یہ سن کر حضرت عبداللہؓ بن عتبہ بن مسعود حضرت ابن عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اس مسئلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ دوسرا شوہر ایک طلاق، دوطلاق یا تین طلاق کو ختم کردیتا ہے۔ (یعنی سابقہ دی ہوئی طلاقوں کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ اس کو از سر نو تین طلاق کا حق ہوگا) اور (حضرت عبداللہ بن عتبہ نے سائل سے کہا کہ) تم ابن عمرؓ سے بھی (اس بارے میں) دریافت کرو۔ سائل کا بیان ہے کہ میں حضرت ابن عمر سے ملا اور یہ مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے بھی حضرت ابن عباس ہی کے قول کے مطابق ہی کہا۔

5/4477۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مؤطا میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فتویٰ طلب کیا ایک ایسے شخص کے بارے میں جس نے اپنی بیوی کو ایک طلاق یا دوطلاق دی ہو پھر اس کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ (عدت گزار کر دوسرے شوہر کے لئے حلال ہوجائے پھر وہ عورت دوسرے شوہر سے نکاح کرے پھر یہ (دوسرا شوہر) مرجائے یا اس کو طلاق دیدے (پھر عدت گزرنے کے بعد) وہ اپنے پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کرے تو اس کو کتنے طلاق کا حق ہوگا تو حضرت عمر نے فرمایا کہ اس عورت کو جتنے طلاق باقی رہ گئے ہیں (یعنی ایک یا دو) اتنے ہی طلاق باقی رہیں گے۔ (یعنی پہلے شوہر کوعقد ثانی کی وجہ سے از سرنو تین طلاق کا حق نہیں ملے گا بلکہ گزشتہ جتنی طلاقیں دی تھیں وہ شمار کرلی جائیں گی اور باقی طلاقوں کا اس کو حق رہے گا اگر ایک طلاق دی تھی تو دو کا حق اور اگر دوطلاق دی تھیں تو ایک کا حق باقی رہے گا۔

ایلاء طلاق بائن کب ہوجاتا ہے؟

6/4478۔ امیر المومنین حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت

زید بن ثابت، حضرت ابن عمر، اورحضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے ان سب حضرات نے فرمایاہے کہ ایلاء کے بعد چار مہینے رجوع اور جماع کے بغیر گزرجائیں تو طلاق بائن واقع ہوجائے گی اورعورت کواپنی ذات کے بارے میں حق حاصل ہوگا کہ عدت گزرنے کے بعد اگروہ چاہے تو دوسرا عقد کرسکتی ہے)۔

اس حدیث کی روایت بیہقی اور عبدالرزاق نے کی ہے۔

7/4479۔اورامام محمد رحمہ اللہ نے اپنی موطا میں کہاہے کہ امیرالمومنین عمر بن خطاب ،امیرالمومنین حضرت عثمان بن عفان، حضرت عبداللہ بن مسعوداورحضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے ہم کو یہ روایت پہونچی ہے ان سب حضرات نے فرمایاہے کہ جب کوئی آدمی اپنی بیوی سے ایلاء کرے اور(رجوع اور صحبت کے بغیر چار ماہ کی مدت گزرجائے تو اس پر طلاق بائن واقع ہوجائے گی (اوراس طرح بغیر رجوع اور صحبت کے چار ماہ کا گزرجانا) ایک قسم کا خطاب ہے(بیوی سے جدائی کا چنانچہ) یہ سب حضرات چار ماہ گزرجانے کے بعد جدائی کے لئے) کسی اور وقفہ کو مناسب نہیں سمجھتے تھے اورحضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت" لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ، فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ، وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ".(سورۂ بقرہ،پ:2،ع:28،آیت نمبر:226/227) میں فرمایاہے کہ فَآءُوْ کا لفظ جوارشاد ہواہے اس کے معنی جماع کے ہیں یعنی ایلاء کے بعد شوہر چار ماہ کے اندر صحبت کرے (تو اس کو کفارہ دینا ہوگا) اور طلاق کا ارادہ اس وقت ہوگا جب کہ (بغیر رجوع اور صحبت کے) چار مہینے گزرجائیں تو طلاق بائن واقع ہوجائے گی اور پھر(جدائی کیلئے) کسی اور وقفہ کی ضرورت نہیں ہوگی اورحضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کی تفسیر میں بہت بڑے عالم ہیں۔

8/4480۔اور بیہقی اور عبدالرزاق کی ایک روایت میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی اپنی بیوی سے ایلاء کرے اوراس پر چار ماہ گزر جائیں تو اس پر طلاق بائن واقع ہوجائے گی اور وہ تین حیض بطور عدت کے گزارے گی۔ (تا کہ وہ دوسرے شوہر سے عقد کر سکے)۔

ف:واضح ہو کہ ایلاء کی دو قسمیں ہیں(1) ایک بغیر قسم کے (2) قسم کے ساتھ۔اگر ایلاء بغیر قسم کے ہو اور چار ماہ کے اندر رجوع کر کے صحبت کر لی جائے تو یہ رجوع درست ہے اس پر کسی قسم کا کفارہ لازم نہیں۔اور اگر ایلاء قسم کے ساتھ ہے اور چار ماہ کے اندر رجوع کر کے صحبت کر لی تو چونکہ قسم کو توڑ دی ہے اس لیے قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس مساکین کو کھانا کھلائے یا کپڑا پہنائے یا ایک غلام آزاد کرے اور اگر ان چیزوں کی استطاعت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھے اور اگر یوں قسم کھائی کہ اگر میں تجھ سے صحبت کروں تو مجھ پر حج لازم ہوگا یا روزہ لازم ہوگا یا طلاق ہوجائے گی یا اسی قسم سے جس چیز کی قسم کھائے تو قسم توڑنے پر وہی چیز لازم آئے گی (ماخوذ از:عینی 12)

کفارہ ظہار کی ادائی کا بیان

9/4481۔سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رمضان کا مہینہ آ گیا تو مجھے اندیشہ ہوا (کہ کہیں دن میں) اپنی بیوی سے صحبت کر بیٹھوں اس لیے میں نے (ماہ رمضان کی حد تک) اپنی بیوی سے ظہار کرلیا (عجیب اتفاق کہ)ایک رات اس کے جسم کا ایک حصہ کھل گیا اور اس پر میری نظر پڑ گئی اور میں نے اس سے صحبت کر لی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ایک غلام آزاد کرو تو میں نے عرض کیا کہ میری اپنی گردن کے سوا میں کسی اور چیز کا مالک نہیں ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو پھر تم دو مہینے کے مسلسل روزے رکھو۔ میں نے عرض کیا (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !) روزوں ہی کی وجہ سے تو یہ ہوا ہے،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک تھیلہ کھجور (جس کے پندرہ یا سولہ صاع ہوتے ہیں) ساٹھ مسکینوں کو کھلا دو۔اس کی روایت امام احمد،ترمذی،ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

10/4482۔اور ابوداؤداور دارمی کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) ایک وسق یعنی صاع) کھجور ساٹھ مسکینوں کو کھلا دو۔

11/4483۔اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ والہ وسلم نے (ہر مسکین کو) ایک صاع کھجور (کے حساب) سے کفارہ دیا اور لوگوں کو اسی کا حکم دیا اور اگر کسی کو اس کی استطاعت نہ ہو تو پھر وہ آدھا صاع گیہوں (ہر ایک مسکین کو کفارے میں) دیوے۔

12/4484۔اور طبرانی نے اپنی معجم میں اوس بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پندرہ صاع کی امداد فرمائی اور دوسرے لوگوں نے بھی ان کی مدد کی یہاں تک کہ (مقدار) پوری ہوگئی۔

13/4485۔اور ترمذی کی ایک روایت میں سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو اپنی ماں کی پیٹھ سے مشابہت دی یعنی ظہار کیا یہاں تک رمضان گزر جائے اور جب آدھا رمضان گزر گیا تو رات میں صحبت کر لی۔

14/4486۔اور ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارمی نے ان سے ہی روایت کی وہ کہتے ہیں کہ جتنی میں عورتوں سے صحبت کرتا تھا اتنی کوئی شخص صحبت نہ کیا کرتا تھا۔

ظہار کرنے والا کفارہ ادا کرنے سے پہلے بیوی سے صحبت کرے تو اس پر ایک ہی کفارہ لازم ہے

15/4487۔عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے اس سے صحبت کر بیٹھا۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر اپنا واقعہ سنایا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کس چیز نے تجھے اس پر آمادہ کیا؟ اس نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے اس کی پازیب کی سفیدی کو چاندنی رات میں (چمکتی) دیکھی میں بے قابو ہوگیا یہاں تک کہ اس سے صحبت کرلی۔ اس کے اس بیان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا کہ اپنی بیوی سے صحبت نہ کرنا یہاں تک کہ کفارہ ادا کردے۔

اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور ترمذی نے بھی اس کے قریب روایت کی ہے۔

16/4488۔ اور ابوداؤد اور نسائی نے بھی اس کی روایت مسند اور مرسل دونوں طریقوں سے کی ہے۔

دوسری حدیث: ایسے شخص کو استغفار بھی کرنا چاہیے

17/4489۔ سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ظہار کرنے والا شخص کفارہ ادا کرنے سے پہلے (بیوی سے) صحبت کرے تو اس پر ایک ہی کفارہ لازم ہے۔

اس کی روایت ترمذی، اور ابن ماجہ نے کی ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو اپنی بیوی سے ظہار کرے پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے صحبت کرے تو اس پر ایک ہی کفارہ واجب ہے لیکن وہ صحبت سے رکا رہے یہاں تک کفارہ ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور امام مالکؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس بارے میں میں نے جتنے اقوال سنے ہیں ان سب میں یہ قول بہترین قول ہے۔

18/4490۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاصل میں فرمایا ہے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت پہونچی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کیا اور کفارہ

ادا کرنے سے پہلے صحبت کرلیا اس کی اطلاع حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملی تو آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور کفارہ ادا کرنے سے پہلے دوبارہ صحبت نہ کرے۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بلاغات کی سند رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہونچتی ہے چنانچہ کتاب الصوم میں امام محمد نے اس روایت کی سند کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تک پہونچایا ہے۔

(13/156) بَابٌ

یہ باب پچھلے باب کا ضمیمہ ہے اس لیے کہ اس میں ظہار کے کفارہ میں صرف غلام کے آزاد کرنے کا بیان ہے

قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ:" وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ".

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: (سورۂ مجادلہ، پ:28، ع:1، آیت نمبر:3، میں) ''اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (یعنی مثلاً یوں کہتے ہیں کہ تیری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی جیسی ہے) اور پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنی چاہتے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ ایک غلام یا باندی آزاد کریں اس سے پہلے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔''

کفارۂ ظہار میں مومن غلام یا باندی کا آزاد کرنا ضروری نہیں

1/4491۔ترمذی نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سلمان بن صخر رضی اللہ عنہ کو سلمہ بن صخر بیاض بھی کہا جاتا ہے انہوں نے اپنی بیوی کو اپنی ماں کی پیٹھ سے تشبیہہ دی یعنی ماہ رمضان کے گزرنے تک ظہار کیا جب ماہ رمضان کا نصف حصہ گزر گیا تو رات میں بیوی سے صحبت کر لی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ایک غلام آزاد کرو۔آخر حدیث تک آیت صدر میں اور اس حدیث میں بھی (ظہار کے کفارہ میں) مومن غلام یا مومن باندی کے آزاد کرنے کی شرط نہیں ہے چنانچہ حضرت عطاء، حضرت نخعی اور زید بن علی رحمہم اللہ نے یہی فرمایا ہے اور امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ نصوص میں صرف غلام کا ذکر ہے اور اس میں غلام کی صفت مذکور نہیں کہ وہ مومن ہو یا کافر ہو تو اس طرح غلام کے مطلق ذکر کی صورت میں غلام کو ایمان کی قید کے ساتھ مقید کرنا نص

پر زیادتی ہوگی اور نص پر زیادتی منسوخ ہے خواہ وہ خبر واحد کے ذریعہ ہو یا قیاس سے۔ مزید یہ کہ مطلق کا اپنا ایک حکم ہے اور وہ الطلاق ہے اس کے برخلاف مطلق کو مقید پر محمول کر دیا جائے تو مطلق کا حکم باطل ہو جائے گا۔

اب رہا مشکوٰۃ شریف میں اس باب کے تحت چند حدیثوں کو بیان کیا گیا ہے جن میں مومن غلام یا باندی کے آزاد کرنے کا حکم ہے تو وہ ایسے کفارے ہیں جن میں مومن غلام یا باندی ہی کا آزاد کرنا ضروری ہے غیر مومن غلام یا باندی ایسے کفارہ میں جائز نہیں جیسے قتل خطاء کا کفارہ کہ اس میں مومن غلام یا باندی کا آزاد کرنا واجب ہے یا پھر مشکاۃ شریف میں ایسی حدیثوں کا لانا جن میں مومن غلام یا باندی کے آزاد کرنے کا ذکر ہے بربناء افضلیت ہے کہ کفارہ میں مومن غلام یا باندی کا آزاد کرنا افضل اور اکمل ہے چنانچہ اس کی تائید بیہقی کی روایت سے ہوتی ہے جس کو انہوں نے سنن کبری میں روایت کی ہے کہ

2/4492۔ عتبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایک خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک سیاہ فام باندی کو لے کر حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر ایک مومن غلام یا باندی کا آزاد کرنا واجب ہے، کیا اس باندی کو آزاد کرنا کافی ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا تیرا رب کون ہے؟ اس نے جواب دیا اللہ میرا رب ہے! آپ نے پھر دریافت فرمایا تیرا دین کیا؟ اس نے جواب دیا اسلام (میرا دین ہے!) آپ نے پھر فرمایا میں کون ہوں؟ اس نے جواب دیا آپ اللہ کے رسول ہیں! آپ نے پھر دریافت فرمایا تو تو پانچوں نمازیں ادا کرتی ہے اور میں نے جو اللہ کے پاس سے لایا ہے اس کا اقرار کرتی ہے؟ اس نے جواب دیا جی ہاں (اقرار کرتی ہوں) (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیٹھ تھپکی اور (جس خاتون نے لایا تھا اس سے) فرمایا تم اس کو آزاد کر دو!۔

3/4493۔ایک اور روایت میں عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ ایک انصاری اپنی ایک باندی جو سیاہ فام تھی اس کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ پر ایک مومن غلام یا باندی کا آزاد کرنا واجب ہے کیا میں اس کو آزاد کردوں تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تو گواہی دیتی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ اس نے جواب دیا جی ہاں! (میں اس کی گواہی دیتی ہوں) پھرارشادفرمایا: کیا تو گواہی دیتی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ تو اس نے جواب دیا جی ہاں! آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ تو مرنے کے بعد اٹھنے پر ایمان رکھتی ہے؟ تو اس نے جواب دیا ہاں! (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کو آزاد کردو۔

یہ مرسل حدیث ہے اور موصول حدیث جو اسی کے ہم معنی ہے گزرچکی ہے۔

(14/157)بَابُ اللِّعَانِ

(لعان کا بیان)

ف: واضح ہو کہ لعان کے معنی لعنت اور دوری کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں اس کو کہتے ہیں کہ خاوند نے اپنی بیوی پر زناء کی تہمت لگائی اور بیوی اس کا انکار کرتی ہے اور دونوں کے پاس سوائے اپنے نفس کے اس کے گواہ نہیں ہیں تو حاکم ان کو بلا کر دونوں سے چار چار مرتبہ گواہی لے کہ وہ دونوں اپنے اپنے بیان میں سچے ہیں اور پانچویں بار خاوند سے یہ کہلایا جائے گا کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے اور پانچویں بار بیوی سے یہ کہلایا جائے گا کہ یہ الزام صحیح ہے تو اس پر خدا کا غضب نازل ہو۔ اس کے بعد دونوں میں ہمیشہ کے لئے تفریق کرادی جائے گی، پھر ان میں ملاپ نہیں ہوسکتا اور نہ دوبارہ نکاح ہی ہوسکتا ہے۔12

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: " وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِا للّٰهِ ، اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ . وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ . وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ ، اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ . وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ . وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ".

اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔(سورۂ نور، پ:18، ع:1 آیت نمبر:6/10، میں)''اور جولوگ اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں اور بجز اپنے ان کا کوئی گواہ نہ ہوا یسے مدعیوں میں سے ہر ایک کا ثبوت یہی ہے کہ وہ چار بار خدا کی قسم کھا کر بیان کرے بلا شک وشبہ (اپنے دعوی میں) سچا ہے اور پانچویں (دفعہ) یوں (کہے) کہ اگر وہ جھوٹ بولتا ہے تو اس پر خدا کی لعنت ہو اور (شوہر کے حلف کے بعد) بیوی سے اس طرح پر سزا ٹل جاسکتی ہے کہ وہ) (بھی) چار بار خدا کی قسم کھا کر بیان کرے کہ یہ شخص (زنا کی تہمت لگانے میں) سرتا سر جھوٹا ہے اور پانچویں (بار) یوں (کہے) کہ اگر یہ (شوہر اپنے دعوی میں) سچا ہو تو اس عورت پر خدا کا غضب پڑے اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ توبہ قبول فرماتا ہے اور حکمت والا ہے (تو تمہارا پردہ کھول دیتا)۔

لعان کا ایک واقعہ اور اس کے احکام

1/4494۔سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ

عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ (نے حاضر ہوکر) عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر آدمی کو (زنا کرتا ہوا) پائے۔ کیا وہ اس کو قتل کردے؟ اور (اگر وہ اس کو قتل کرتا ہے تو مقتول کے وارث) اس کو قتل کردیں گے! (صرف اسی نے دیکھا اور دوسرا کوئی گواہ نہیں، خاموشی بھی بُری ہے اور قتل بھی بُرا ہے اب اس بارے میں) وہ کیا کرے؟ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اور تمہاری بیوی کے بارے میں آیت نازل کی گئی ہے! جاؤ اور بیوی کو بلالاؤ حضرت سہل فرماتے ہیں (دونوں حاضر ہوئے) ان دونوں نے مسجد میں لعان کیا اور میں بھی (اس وقت) دور سے لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ جب دونوں (لعان سے) فارغ ہوئے تو عویمر نے کہا یارسول اللہ اگر میں اس عورت کو (زوجیت میں) رکھوں تو جھوٹا ثابت ہوں گا تو عویمر نے اس کو تین طلاقیں دیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا تم دیکھتے رہو اگر یہ عورت سیاہ رنگ کا، کاجلی آنکھوں والا، موٹے سرین والا، موٹی پنڈلیوں والا بچہ جنے تو میرا خیال یہ ہے کہ عویمر سچا ہے (عورت جھوٹی ہے) اور اگر وہ عورت ایسا بچہ جنے جو سرخ رنگ والا یا سرخ رنگ کے کپڑے کی طرح ہو (جیسے عویمر تھے) تو میرا گمان ہے کہ عویمر جھوٹے ہیں (اور عورت سچی ہے) چنانچہ اس عورت کو ایسا ہی بچہ پیدا ہوا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس سے عویمر (کے الزام) کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس کے بعد اس (بچہ) کا نسب اسی کی ماں کی طرف ہونے لگا۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)

2/4495۔ اور ابوداؤد کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ اس عورت کو ویسی ہی شکل وصورت کا بچہ ہوا جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ اگر کتاب اللہ کا حکم پہلے نہ آیا ہوتا تو میرا اور اس کا عجب معاملہ ہوتا (یعنی اگر قرآن

مجید میں لعان کا حکم نہ آیا ہوتا تو میں اس عورت کو سنگسار کرا دیتا)۔

ف(1): بدائع اور بحر رائق میں لکھا ہے کہ لعان کرنے والے مرد پر واجب ہے کہ وہ عورت کو طلاق دیدے اور اگر مرد طلاق دینے سے رک جائے تو قاضی تفریق کرادے گا اور یہ تفریق طلاق ہوجائے گی۔12

ف(2): اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ لعان کے بعد حد قائم نہیں ہوگی اور یہ کہ حاکم کو قیافہ اور گمان پر عمل نہیں کرنا چاہیے بلکہ دلیل اور گواہی سے جو بات ثابت ہو وہی حکم دینا چاہیے اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قیافہ حجت شرعیہ نہیں ہے اور قیافہ کے سبب سے کسی پر حد نہیں واقع ہوتی اور قاضی کو چاہیے کہ ظاہر پر حکم کرے اگرچہ قرنیہ اس کے خلاف موجود ہو۔12 (لمعات)۔

3/4496۔ اور ابوداؤد نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ دو لعان کرنے والوں کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیکھا ہے جب کہ میری عمر 15 پندرہ برس کی تھی جب ان دونوں نے لعان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں تفریق کروادی۔

4/4497۔ اور ابوداؤد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ھلال بن امیہ رضی اللہ عنہ جوان تین صحابہ میں سے ایک ہیں جن کی توبہ اللہ تعالی نے قبول فرمائی تھی وہ اپنی زمین سے واپس ہوئے تو اپنی بیوی کے پاس ایک شخص کو پایا اور (زنا کرتے ہوئے) اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا اس کے باوجود اس شخص کو برا بھلا کچھ نہ کہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سویرے سویرے حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ میں رات میں اپنی بیوی کے پاس آیا تو ایک شخص کو اس کے پاس پایا اور (دونوں کو زنا کرتے ہوئے) اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم کو اس واقعہ سے بڑی ناگواری ہوئی اور آپ پر (نزول وحی کے وقت جو بوجھ ہوتا تھا) وہ

کیفیت طاری ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی :" وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَھُمْ" سے" وَاَنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ حَکِیْمٌ " تک پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر سے (نزول وحی کی حالت) ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا اے ہلال تم کو مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری (مشکل) حل فرمادی اور تمہارے لیے راستہ ہموار کردیا (یہ سن کر) حضرت ہلال نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے ایسی ہی امید لگائے رکھا تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عورت کو بلالاؤ وہ آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نازل شدہ (لعان کی) آیتیں ان دونوں پر تلاوت فرمائی پھر ان دونوں کو نصیحت کی اور ان دونوں کو آگاہ کیا کہ آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے زیادہ سخت ہے۔ (یہ سن کر) حضرت ہلال نے عرض کیا: خدا کی قسم! میں نے اس کے بارے میں سچ ہی کہا ہے۔ اس عورت نے جواب دیا انہوں نے جھوٹ کہا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان لعان کراؤ تو حضرت ہلال سے کہا گیا کہ تم گواہی دو تو انہوں نے اللہ کی قسم کھا کر چار مرتبہ گواہی دی کہ وہ سچے ہیں جب پانچویں گواہی کا موقع آیا تو (حضرت ہلال سے کہا گیا) اے ہلال اللہ سے ڈرو! کیونکہ دنیا کی سزا آخرت کے عذاب سے زیادہ سہل ہے اور یہ (پانچویں گواہی) ایسی فیصلہ کن ہے جو تم پر اللہ کے عذاب کو واجب کردے گی۔ تو انہوں نے کہا قسم بخدا! اللہ تعالیٰ اس (پانچویں گواہی پر) مجھے عذاب نہیں دیں گے جس طرح مجھے اس پر کوڑے نہیں لگوائے۔ پھر پانچویں مرتبہ گواہی دی کہ ان پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں ہوں! پھر اس عورت سے کہا گیا تم گواہی دو تو اس نے بھی اللہ کی قسم کھا کر چار مرتبہ گواہی دی کہ وہ یعنی ہلال بن امیہ جھوٹے ہیں جب پانچویں گواہی دینے کا موقع آیا تو اس سے کہا گیا تو اللہ سے ڈر! کیونکہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں آسان ہے اور بیشک یہ پانچویں گواہی تجھ پر عذاب کو واجب کردے گا تو وہ تھوڑی دیر کیلئے

توقف کی (اور تردد میں پڑ گئی) پھر کہا قسم بخدا میں اپنی قوم کو رسوا نہیں کروں گی۔ اور پانچویں مرتبہ گواہی دے دی کہ اس پر اللہ کا غضب ہو اگر وہ یعنی ہلال بن امیہ سچے ہیں تو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں میں تفریق کرادی۔

5/4498۔ اور نسائی کی ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں مروی ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو لعان کرنے والوں کو لعان کرنے کا حکم دیا تو ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ اپنا ہاتھ اس شخص کے منہ پر رکھ دے جبکہ وہ پانچویں مرتبہ گواہی دے رہا ہو (تا کہ وہ اچھی طرح غور کرے) کیونکہ یہ (پانچویں گواہی اللہ تعالیٰ کے عذاب کے لئے) فیصلہ کن ہے۔

6/4499۔ اور بخاری اور مسلم کی متفقہ روایت میں یوں ہے کہ (لعان کرنے والے نے یوں) عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (میں نے مہر میں مال دیا ہے اب) میرا مال (مجھے مل جانا چاہیئے) تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تجھے وہ مال واپس نہیں ملے گا اگر تو نے سچ کہا ہے تو تو نے اس کی شرمگاہ کو اپنے لیے جائز کرلیا تھا اور اگر تو نے اس پر جھوٹ کہا ہے تو (جھوٹی تہمت لگا کر مال لینا) برا ہے اور بہت برا ہے۔

وہ چار عورتیں جو لعان سے مستثنٰی ہیں

7/4500۔ عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار قسم کی عورتوں میں لعان نہیں (1) وہ عیسائی عورت جو مسلمان کے نکاح میں ہو (2) یہودن جو مسلمان کے نکاح میں ہو (3) ایسی آزاد عورت جو غلام کے نکاح میں ہو (4) وہ باندی جو آزاد مرد کے نکاح میں ہو۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

انسان کی غیرت، اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے تابع ہونی چاہیے

8/4501۔مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں کسی (اجنبی) مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ (زنا کرتے ہوئے) دیکھوں تو میں اسکو ضرور تلوار سے قتل کر دوں گا۔ یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہونچی تو آپ نے (صحابہ سے) فرمایا کیا تم سعد کی کمالِ غیرت سے تعجب کرتے ہو؟ خدا کی قسم میں ان سے زیادہ غیرت کرنے والا ہوں اور اللہ تعالی مجھ سے زیادہ غیرت کرنے والے ہیں اور اسی غیرت ہی کی وجہ سے اللہ تعالی نے تمام ظاہر اور باطن بے حیائیوں کی (باتوں اور کاموں) کو حرام کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو (بندوں کی) عذر خواہی بے حد پسند ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالی نے (برائیوں سے) ڈرانے والے اور (نیک کاموں پر) خوشخبری سنانے والوں کو (یعنی انبیاء کرام کو) بھیجا (تا کہ اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہو) اور اللہ تعالیٰ کو اپنی تعریف بیحد پسند ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے (اپنی تعریف کرنے والوں کو) جنت دینے کا وعدہ کیا ہے۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

جوش اور جذبہ میں احکام شریعت کے خلاف نہ کرے

9/4502۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی آدمی کو (زنا کرتے ہوئے) پاؤں تو (کیا) میں اس کو یوں ہی (بغیر قتل کے) چھوڑ دوں گا یہاں تک کہ چار گواہ لاؤں؟ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں ہاں (تم کو چار گواہ لانے پڑیں گے) تو انہوں نے کہا ایسا نہیں ہو سکے گا (اس لیے کہ میری طبیعت کے لحاظ سے یہ عمل نا قابل برداشت ہے) اس ذات کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے میں اس پر (گواہ لانے سے) پہلے ہی تلوار سے اس کو قتل ہی

کردوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حاضرین سے) فرمایا: سنو! تمہارا سردار کیا کہہ رہا ہے یقیناً وہ غیرت مند ہے اور میں اس سے بڑھ کر غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہیں۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف(1): واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں حضرت سعد کا یہ کہنا کہ میں زانی کو قتل کردوں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت نہ تھی بلکہ انکا یہ قول ان کی طبعی غیرت کی وجہ سے تھا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اس جذبۂ غیرت کو پسند بھی فرمایا ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت تو کفر ہے۔ (لمعات)

ف(2): اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بدکاری کے وقت قتل کرنے سے عند اللہ گناہ نہیں لیکن اگر گواہ نہ ہوں گے تو حاکم قصاص لے گا ایسے موقع میں بہتر تو یہ ہے کہ آدمی صبر وتحمل سے کام لے، یا تو گواہ فراہم کرے یا پھر لعان کرے یا طلاق دے دے جیسا کہ اوپر کی حدیثوں میں حضرت ہلال بن امیہ اور عویمر عجلانی نے صبر وتحمل سے کام لے کر احکام شریعت کے مطابق لعان کیا۔ 12

مسلمانوں کی غیرت حرام کام سے بچنا ہے

10/4503۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ غیرت مند ہیں اور مسلمان بھی غیرت مند ہے اور اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ مسلمان اس کام کو نہ کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

پسندیدہ اور ناپسندیدہ غیرت اور فخر کا بیان

11/4504۔ جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غیرت کی ایک قسم وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے۔ غیرت کی وہ قسم جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں وہ غیرت ہے

جو شک اور شبہ کی جگہ ہو (جیسے بیوی یا باندی بناؤ سنگار کر کے اجنبی مردوں کے پاس جائے) اور وہ غیرت جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے وہ غیرت ہے جو شک اور شبہ کی جگہ نہ ہو (یعنی بیوی پر بلا وجہ بدگمان ہو اور وسوسہ میں مبتلا ہو) اور (اسی طرح) تکبر کی ایک قسم وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے اور دوسری قسم وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں۔ وہ تکبر جس کو اللہ تعالی پسند فرماتے ہیں آدمی کا فخر کرنا ہے جہاد کے وقت (یعنی جہاد کے وقت دلیری کے ساتھ اپنی شجاعت بیان کرتے ہوئے کفار کی حقارت بیان کرتے ہوئے لڑے) اور (اسی طرح) خیرات کے وقت بھی فخر کرے (یعنی علانیہ خوشدلی کے ساتھ خیرات کیا کرے تا کہ دوسروں کو بھی ترغیب ہو) اور وہ تکبر جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے وہ تکبر ہے جو نسب پر کیا جائے۔

12/4505 ۔اور ایک روایت میں یوں ہے کہ (اللہ تعالیٰ کو) ظلم اور حسد پر (فخر کرنا پسند نہیں) (اس کی روایت امام احمد، ابو داؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

حضرت عائشہ کی غیرت کا ایک واقعہ

13/4506 ۔ام المومنین بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے (فرماتی ہیں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جبکہ ان کی باری کا دن تھا) آپ کے پاس سے رات میں اٹھ کر باہر تشریف لے گئے۔ اس پر مجھے بڑی غیرت آئی (اس شبہ سے کہ کہیں آپ دوسری بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہوں، تھوڑی دیر بعد) آپ واپس تشریف لائے اور مجھے دیکھا کہ میں بے چینی کی حالت میں پڑی ہوئی ہوں (یہ دیکھ کر) آپ نے فرمایا: عائشہؓ! کیا بات ہے (بے چین کیوں ہو؟) کیا تمہیں غیرت آ گئی۔ میں نے عرض کیا (ہاں) مجھ جیسی عورت پر (جس کا تعلق آپ سے ہو اور جبکہ آپ حاملِ جمال وکمال ہیں) غیرت آپ جیسے پر کیوں نہیں آئی گی (یہ سن کر) رسوال اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارا شیطان تمہارے پاس آ گیا تھا (اور اس نے تم

کو وسوسہ میں ڈالدیا) ام المومنینؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! پھر میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ کے ساتھ بھی (شیطان) ہے (جبکہ آپ سلطان الاصفیاء ہیں) آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن اللہ تعالیٰ نے میری اس پر مدد فرمائی ہے اور میں (اس کے وسوسہ سے) محفوظ رہتا ہوں (اس کی روایت مسلم نے کی ہے)۔

لعان کے بعد باپ کے انکار پر لڑکے کا نسب ماں سے کر دیا جائے گا

14/4507۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرد اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کا حکم فرمایا اس آدمی نے اس عورت کے لڑکے (کا اپنا بیٹا ہونے) سے انکار کر دیا۔ پھر آپ نے ان دونوں میں تفریق کروادی اور لڑکے کا نسب عورت سے متعلق کر دیا۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے آسان ہے

15/4508۔اور ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی کی حدیث میں جو بخاری اور مسلم سے ہی مروی ہے یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (پانچویں قسم کھانے سے پہلے) مرد کو نصیحت کی اور اسے (دنیا اور آخرت کا عذاب) یاد دلایا اور اسے بتایا کہ دنیا کا عذاب (یعنی تہمت کی سزا 80 کوڑے) آخرت کے عذاب سے آسان ہے پھر عورت کو بلایا اور اس کو نصیحت فرمائی اور اسے (دنیا اور آخرت کا عذاب) یاد دلایا اور اسے بتایا کہ دنیا کا عذاب (یعنی زنا کی سزا سنگساری) آخرت کے عذاب سے آسان ہے۔

ف: واضح ہو کہ شرح وقایہ اور تفسیرات احمدیہ میں لکھا ہے کہ لعان کے موقع پر مرد اپنی بیوی پر تہمت لگاتے

ہوئے بچہ کے بارے میں اپنا بیٹا ہونے سے انکار کردے تو قاضی مرد اور عورت میں تفریق کرادے گا اور لڑکے کو ماں کے حوالہ کردیگا اور اس کا نسب ماں سے ہو جائے گا۔اس حدیث شریف سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ لعان کے بعد خود بخود مرد اور عورت میں تفریق نہیں ہوگی بلکہ حاکم دونوں میں تفریق کرادے گا۔اب رہا مرد کا بچہ کے بارے میں انکار کرنا اس وقت قبول ہوگا جبکہ مرد ولادت کے بعد فوراً یا ایک دن یا دو دن بعد انکار کردے ورنہ اس کا انکار قبول نہ ہوگا۔البتہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لیے کسی وقت کا تعین نہیں فرمایا ہے اور آپ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے انکار کی مدت ایک ہفتہ مقرر فرمائی ہے اور صاحبین نے انکار کی مدت چالیس دن مقرر کی ہے۔(عمدۃ القاری)12

اولاد کا رنگ باپ سے مختلف ہونے پر بیوی پر تہمت نہیں لگائی جاسکتی

16/4509۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میری بیوی نے ایک سیاہ لڑکا جنا ہے اور میں نے اس (لڑکے) کا انکار کردیا ہے (کیونکہ میرا رنگ گورا ہے اور وہ لڑکا کالا ہے) (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے جواب دیا ہاں! (میرے پاس اونٹ ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا: ان (اونٹوں) کا کیا رنگ ہے؟ اس نے کہا: سرخ! آپ نے اس سے دریافت فرمایا کیا ان (اونٹوں) میں خاکستری (رنگ کے اونٹ) بھی ہیں؟ اس نے جواب دیا (ہاں!) ان میں خاکستری رنگ کے اونٹ بھی ہیں تو آپ نے اس سے فرمایا تو اب تیرا کیا خیال ہے کہ یہ رنگ کہاں سے آیا؟ (یعنی جب سارے اونٹوں کے رنگ سرخ ہیں تو ان کی اولاد میں خاکستری رنگ والے کیسے پیدا ہوئے؟) تو اس نے کہا (اس کی نسل میں اوپر کسی کا کالا رنگ ہوگا) اسی رگ نے اسے کھینچ لایا ہوگا۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یہی حال تیرے اس (بیٹے کا ہے) ممکن ہے کہ کسی رگ نے (اس رنگ کو) کو کھینچ لایا ہو اور آپ ﷺ نے اس کو اجازت نہیں دی کہ وہ اپنے بیٹے کا انکار کرے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ کا رنگ یا نقشہ کے اختلاف کی وجہ سے کسی شخص کو یہ شبہ نہ کرنا چاہیے کہ وہ اس کی اولاد نہیں جب تک کہ دلیل قطعی سے اس کا ثبوت نہ ہو مثلاً بی بی سے صحبت ہی نہ کی ہو یا لڑکا صحبت کرنے کے بعد چھ ماہ سے پہلے پیدا ہوا ہو۔

لڑکا اسی کا ہوگا جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا ہو

17/4510۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ عتبہ بن ابی وقاص نے (اپنی موت کے وقت) اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص کو وصیت کی تھی کہ زمعۃ کی باندی کا بیٹا میرے نطفہ سے ہے تم اس کو اپنے قبضہ میں لے لینا (اور اس کی تربیت کرنا) جس سال مکہ فتح ہوا تو حضرت سعد نے اس لڑکے کو لے لیا اور کہا کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔لیکن زمعہ کے بیٹے عبد نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے یہ دونوں آپس میں لڑتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت سعد نے کہا یارسول اللہ ﷺ میرے بھائی (عتبہ نے) مجھے اس لڑکے کے بارے میں وصیت کی تھی یہ لڑکا اس کا ہے اس لیے میں نے اس کو لے لیا ہے) اور عبد بن زمعہ نے کہا یہ میرا بھائی ہے (اس حیثیت سے کہ وہ) میرے باپ کی لونڈی کا بیٹا ہے جو اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔(یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (عبد بن زمعہ سے) فرمایا یہ لڑکا تم کو ملے گا (سنو) اے عبد بن زمعہ! لڑکا بستر والے کا ہے اور زانی کے لئے پتھر ہے۔(یعنی لڑکا اسی کا ہوتا ہے جس کی بیوی یا باندی سے پیدا ہوا اور زانی کو سنگسار کیا جائے گا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام المومنین بی بی سودہؓ بنت زمعہ سے فرمایا تم اس لڑکے سے پردہ کرو اس لیے کہ آپ نے اس بچہ کی صورت عتبہ سے ملتی جلتی دیکھی تو، اس لڑکے نے بی بی سودہؓ کو مرتے دم تک نہیں دیکھا۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

مالک اپنی باندی کی اولاد سے انکار کرے تو بچہ کا نسب مالک سے نہ ہوگا

18/4511۔اور طحاوی کی ایک روایت میں اس طرح مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ام المومنین بی بی سودہ سے) فرمایا تم اس سے پردہ کرو اس لئے کہ وہ تمہارا بھائی نہیں ہے۔

19/4512۔اور طحاوی نے عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی ایک باندی سے صحبت کیا کرتے تھے، وہ حاملہ ہوگئی تو آپ نے فرمایا کہ اس کا حمل مجھ سے نہیں اس لیے کہ میں اس سے اس طرح صحبت کرتا تھا کہ وہ (حاملہ نہ ہو) اور میرا مقصد اس سے اولاد ہونا نہیں ہے۔

20/4513۔اور طحاوی ہی کی ایک روایت میں سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح مروی ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ایک باندی کو بچہ ہوا تو آپ نے فرمایا وہ میرا بچہ نہیں اس لیئے کہ میں (صحبت کے وقت) اس سے عزل کیا کرتا تھا۔

اسلام کے بعد جاہلیت کی بداعمالیوں پر مواخذہ نہیں ہوگا

21/4514۔عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا نے بیان کیا کہ ایک شخص نے (خدمت اقدس میں) کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ فلاں شخص میرا بیٹا ہے میں نے زمانہ جاہلیت میں اس کی ماں کے ساتھ زنا کیا تھا (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسلام میں ایسے نسب کا دعویٰ ثابت نہیں، جاہلیت کی باتیں ختم ہوگئیں لڑکا تو بستر والے کا ہے (یعنی لڑکا اسی کا ہوگا جس کی بیوی یا باندی ہو) اور زانی کے لیے سنگساری ہے (یا محرومی)۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے)۔

باندی زادہ کے دو دعویدار ہوں تو کیا کیا جائے

22/4515۔سماک رحمۃ اللہ علیہ بنومخزوم کے ایک مولی (آزادہ کردہ غلام) سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ایک باندی سے دو آدمیوں نے ایک ہی طہر میں صحبت کی اوراس باندی کوحمل ہوگیا۔اب یہ نہیں معلوم ہوسکا یہ نطفہ دونوں میں سے کس کا ہے؟لڑکے کے بارے میں وہ دونوں جھگڑتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے حضرت عمر نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ اس مسئلہ میں کیا فیصلہ دوں؟ تو یہ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایاوہ (لڑکا) تم دونوں کا ہے وہ تم دونوں کا وارث ہوگا اورتم دونوں (بھی) اس کے وارث ہوں گےاورتم دونوں کی (وراثت تقسیم ہونے کے بعد) جو کچھ بچ رہے گا وہ بھی اسی کو ملے گا۔اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔

23/4516۔اوربیہقی کی ایک روایت میں اس طرح مروی ہے کہ دو آدمیوں نے ایک باندی سے ایک ہی مہینہ میں صحبت کی اوراس باندی نے لڑکا جنادونوں نے اپنے مقدمہ کوحضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت عمر نے اس لڑکے کودونوں کاوارث بنایااور(یہ بھی فیصلہ دیا کہ) وہ دونوں بھی اس کے وارث ہوں گے۔اورقاضی شوکانی نے کہا ہے کہ امام یحیٰؒ سے یہ روایت ہے کہ قافہ (سےنسب کےثبوت) والی حدیث منسوخ ہے۔

24/4517۔اورامام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بتایا کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح چارطریقہ پرکیا جاتا تھا نکاح کی ایک قسم یہ ہوتی تھی کہ کئی مرد ایک ہی عورت کے پاس جاتے

اوراس سے صحبت کرتے)اور جو بھی اسکے پاس آئے وہ کسی کو بھی نہیں روکتی تھی اور یہ فاحشہ عورتیں ہوتیں اپنے دروازوں پر(اپنے فحش کی نشانی کے طور پر) جھنڈے نصب کرتیں تو ان کے پاس جو بھی آتا صحبت کرتا جب اس کو حمل ہوتا اور بچہ پیدا ہوتا تو قافہ شناس جمع ہوتے اور مردوں میں سے جس کسی سے وہ بچہ کو منسوب کرتے وہ اسی کا باپ کہلاتا اور وہ بچہ اس کا بیٹا کہلاتا اور کوئی اس میں رکاوٹ نہیں پیدا کرسکتا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضور صَلَّـی اللّٰـهُ عَـلَيْـهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ کو سچا نبی بنا کر بھیجا تو آپ نے اس قسم کے نکاح کو باطل قرار دیا جس میں قافہ شناسی کی ضرورت واقع ہوتی تھی اور لوگوں کو اس نکاح پر قائم فرمایا دیا جس میں قافیہ شناس کے قول کی ضرورت نہ ہوا اور لڑکے کو باپ کی طرف منسوب فرمایا دیا جس کا وہ مدعی ہوا اور اسی باپ سے بچہ کا نسب ثابت ہونے لگا اور آپ نے پہلے حکم کو منسوخ فرما دیا جس میں قافہ کی بناء پر(نسب کا)حکم لگایا جاتا تھا۔12

جان بوجھ کر اپنی نسبت غیر باپ کی طرف کرنے کی وعید

25/4518۔سعد بن ابی وقاص اور ابوبکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی نسبت غیر باپ کی طرف کرے اور وہ جانتا ہے کہ یہ میرا باپ نہیں تو اس پر جنت حرام ہے۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

بیٹے کے اپنے باپ سے انکار کرنے کی وعید

26/4519۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ (نسب کے بارے میں) اپنے باپ داداؤں سے اعراض نہ کرو، جوکوئی اپنے باپ سے اعراض کرے (یعنی اپنے اصلی باپ ہونے سے انکار کرے) وہ کفر سے قریب ہوگا۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

ف: واضح ہو کہ مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو جان بوجھ کر اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے شخص کو اپنا باپ بنائے، یا اپنے باپ سے انکار کرے تو وہ بڑا بدنصیب ہے اس لیے کہ اگر حلال سمجھ کر کوئی اپنے باپ سے اعراض کرے تو وہ کافر ہوگیا ورنہ اس نے کفران نعمت ضرور کی ہے۔ بعض لوگ شیخ یا مغل ہونے کے باوجود خود کو سید بتلاتے ہیں وہ بہت برا کرتے ہیں وہ بہشت چھوڑ کر دوزخ کی تیاری کرتے ہیں۔ 12

ماں کا اپنے بیٹے کو کسی اور میں شامل کرنے اور باپ کے اپنے بیٹے سے انکار کرنے پر وعید

27/4520۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت ملاعنہ اتری تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ جو کوئی عورت (اپنے بچے) کو کسی قوم میں شامل کرلے حالانکہ وہ اس قوم سے نہیں ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ (کے دین اور اس کی رحمت سے) کچھ نہیں ملے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی جنت میں ہرگز داخل نہیں کریں گے اور جو کوئی مرد یعنی باپ اپنے بیٹے کا انکار کرے اور بیٹا (اس کے سامنے کھڑے) اس کو دیکھ رہا ہو ہے تو اللہ تعالیٰ (بھی قیامت کے دن) اس سے پردہ فرمائیں گے اور ایسے (بے رحم اور سخت دل) شخص کو اگلی پچھلی ساری مخلوق کے سامنے رسواء کریں گے۔

(اس کی روایت ابوداؤد، نسائی اور دارمی نے کی ہے)۔

محبت کا تقاضا یہ ہے کہ بیوی کو نکاح میں رکھتے ہوئے بدکاری سے روکے

28/4521۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے

حضور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر یہ عرض کیا کہ میری ایک بیوی ہے جوکسی چھونے والے کے ہاتھ کونہیں ہٹاتی (یعنی جوکوئی اس سے بدکاری کا ارادہ کرے اس سے انکارنہیں کرتی) تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو اس کو طلاق دیدے تو اس نے عرض کیا مجھے اس سے محبت ہے تو آپ نے فرمایا تو اس کی نگہبانی کرتا رہ (تاکہ وہ بدکاری نہ کرے)۔(اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

(15/158) بَابُ الْعِدَّةِ

عدت کا بیان

ف: واضح ہو کہ لغت میں عدت کے معنی شمار اور گنتی کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں مطلقہ عورت یا وہ عورت جس کا خاوند مر چکا ہو تو ایسی عورت کے چند دنوں تک دوسرے نکاح سے رُکے رہنے کو عدت کہتے ہیں۔ اگر کسی عورت کو طلاق دیدی گئی اور اسے حیض آتا ہو تو وہ تین حیض تک عدت گزارے یعنی نکاح کرنے سے رکی رہے اور جب تین حیض کی میعاد گزر جائے تو نکاح کر سکتی ہے۔ اگر کسی عورت کا شوہر مر جائے تو وہ چار مہینہ دس دن تک زینت کی چیزوں کو چھوڑ کر نکاح سے رکی رہے جب یہ زمانہ گزر جائے تو وہ نکاح کر سکتی ہے، بہر حال عدت کے زمانہ میں عورت کا کسی سے دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں اور حمل والی عورتوں کی مدت وضع حمل (بچہ جن دینا) ہے یعنی بچہ جننے کے بعد وہ عدت سے فارغ ہو جاتی ہے۔ اور وہ بوڑھی عورتیں جن کا حیض بڑھاپے کی وجہ سے بند ہو چکا ہے یا وہ نابالغ لڑکی جس کو کم سنی کی وجہ سے حیض شروع نہیں ہوا ہو ان دونوں کو مطلقہ ہونے کی صورت میں بھی تین مہینہ کی عدت گزارنی پڑے گی۔ البتہ وہ عورت جو غیر مدخولہ ہو یعنی نکاح کے بعد خلوت صحیحہ نہیں ہوئی اور طلاق ہو جائے تو اس کے لیے عدت نہیں۔ بلکہ طلاق کے بعد ہی اگر چاہے تو دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اور اگر ایسی حالت میں شوہر مر جائے تو اسکو چار مہینہ دس دن کی عدت گزارنی ضروری ہے عدت کے یہ احکام آزاد عورتوں سے متعلق ہیں البتہ مطلقہ باندی ہو تو اسکی عدت نصف یعنی دو حیض ہوگی اگر اس کو حیض نہ آتا ہو تو ایسی صورت میں عدت ڈیڑھ مہینہ ہوگی، اور اگر مالک مر جائے تو باندی کی عدت دو مہینہ پانچ دن ہوگی البتہ باندی حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہی ہوگی۔ 12

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: "وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ". اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورۂ بقرہ، پ:2، ع:31، آیت نمبر:242، میں) اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو (عدت گزارنے تک شوہروں کے اوپر مہر کے علاوہ ان کا) نفقہ واجب ہے دستور کے مطابق۔

وَقَوْلُهٗ تَعالىٰ: "اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ، لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ". اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ طلاق، پ:28، ع:1، آیت نمبر:1، میں) جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کو ان کی عدت میں (یعنی ایسے طہر) میں طلاق دو (جس میں تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو) اور (طلاق کے

بعد ہی سے) عدت شمار کرو اور (اس بارے میں حدود سے تجاوز کرنے میں) اللہ تعالیٰ سے جو تمہارا رب ہے ڈرتے رہو (عدت کے دوران) ان کو اپنے گھروں سے نہ نکالو اور وہ خود بھی (گھروں سے) نہ نکلیں مگر یہ کہ کھلم کھلا بے حیائی کا کام کریں (جیسے زنا، چوری، یا فحش کلامی کریں تو ان کو گھر سے نکالنے میں مضائقہ نہیں)۔

وَقَوْلُهُ تَعالیٰ : " اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَاتُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ". اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ طلاق، پ:28، ع:1، آیت نمبر:6، میں) طلاق دی ہوئی عورتوں کو (عدت گزارنے کیلئے) اپنی بساط کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو اور ان پر سختی کرنے کیلئے ان کو ایذا نہ دو (کیوں کہ طلاق دی ہوئی عورت کو اندرون عدت اپنے حسب حیثیت مکان دینا اور اس زمانہ میں نفقہ دینا واجب ہے اس لیے ایسی عورتوں کو ایذا دے کر ایسی صورت نہ پیدا کریں کہ وہ عدت کی مدت سے پہلے گھر سے نکلنے پر مجبور ہو جائیں۔)

وَقَوْلُهُ تعالیٰ :" وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ، فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ، وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ".

اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ بقرہ، پ:2، ع:30، آیت نمبر:234، میں) اور تم میں جو لوگ مرجائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو (ایسی عورتیں) چار ماہ دس دن بغیر زیب وزینت کے عدت کے لئے اپنے آپ کو روکے رکھیں اور جب یہ اپنی عدت پوری کرلیں تو تم پر کوئی مواخذہ نہیں اگر یہ عورتیں اپنے (نکاح ثانی کے) بارے میں دستور کے مطابق بناؤ سنگار کریں اور تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر ہے۔

وَقَوْلُهُ تَعالیٰ : " وَالّٰٓئِیْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ، وَّالّٰٓئِیْ لَمْ يَحِضْنَ ، وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ". اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ طلاق ، پ: 28، ع:1، آیت نمبر:4، میں) اور تمہاری وہ (مطلقہ)عورتیں جن کو (بڑھاپے کی وجہ سے) حیض نہیں آتا ہو اگر تم کو حیض نہ آنے کی وجہ سے ان کی عدت کے بارے میں) شک ہو (کہ ان کی عدت کس طرح شمار کی جائے) تو (سن لوکہ) ان کی عدت تین مہینہ ہے اور (اسی طرح یہ عدت) ان عورتوں کی بھی ہے جن کو حیض ہی نہ آیا ہو۔ اور (یعنی کم سن مطلقہ لڑکیاں) اور حاملہ عورتوں کی عدت (طلاق کی صورت میں یا ان کے شوہروں کے مرجانے کی صورت میں یہ ہے) کہ وہ بچہ جن لیں۔

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی: ’’وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ‘‘. اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ بقرہ، پ: 2، ع:28، آیت نمبر:228) اور طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض (کی مدت گزرنے) تک (نکاح ثانی سے) روکے رکھیں۔

ہر مطلقہ کے لیے عدت کے دوران شوہر پر سکونتی گھر اور نفقہ واجب ہے

1/4522۔ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اسود بن یزید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ (کوفہ کی) جامع مسجد میں بیٹھا تھا اور ہمارے ساتھ حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔شعبی نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث بیان کی (کہ جب فاطمہ بنت قیس کے شوہر نے یمن سے کسی وکیل کے ذریعہ ان کو تیسری طلاق دیدی) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فاطمہ بنت قیس کے لئے (عدت گزارنے کے دوران) نہ تو گھر دیا اور نہ نفقہ (یہ سن کر) حضرت اسود نے مٹھی بھر کنکریاں لیں اور ان کو شعبی پر پھینکا اور فرمایا تم پر افسوس ہے (تم اس مسئلہ میں) یوں بیان کرو (جیسا کہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم ایک عورت کے قول کو لے کر اللہ کی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑیں گے، ہم نہیں جانتے کہ انھوں نے (یعنی فاطمہ بنت قیس نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جو سنا تھا) شاید اس کو یادر کھایا بھلا دیا (حکم تو یہ ہے کہ ہر مطلقہ کے لئے عدت کے دوران اپنے شوہر کا) گھر (رہنے کیلئے ہوگا) اور (اس دوران) میں (شوہر اس کا) خرچہ بھی (برداشت کرے گا چنانچہ) اللہ بزرگ وبرتر نے فرمایا ہے تم ان (یعنی مطلقہ) عورتوں کو اپنے گھروں سے نہ نکالو اور وہ خود بھی نہ نکلیں مگر یہ کہ کھلم کھلا بے حیائی کا کام کریں۔(تو تم ان گھروں سے نکال سکتے ہو)۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔ترمذی نے اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

اس کے (یعنی مطلقہ) عورت کے لئے (اس کے شوہر سے) خرچہ اور سکونت دلایا کرتے تھے۔

2/4523۔ اور امام طحاوی اور امام دارقطنی کی ایک روایت میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سُنا ہے کہ تین طلاق دی ہوئی عورت کے لئے (اس کے شوہر پر) اس کا خرچہ اور رہنے کا انتظام کرنا واجب ہے۔

3/4524۔ اور مسلم کی ایک اور روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ فاطمہ (بنت قیس کے لئے) یہ کہنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے کہ (ان کے لیے تین طلاق دینے کے بعد شوہر کی طرف سے عدت کے دوران) نہ رہنے کا انتظام کروایا گیا اور نہ خرچہ (دلوایا گیا)۔

4/4525۔ اور بخاری کی ایک روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ ام المومنین نے فرمایا کہ فاطمہ (بنت قیس) کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتی ہے یعنی اپنے اس قول کے کہنے میں کہ (عدت کے دوران) ان کو نہ گھر (ملا) اور نہ خرچہ۔

5/4526۔ اور دارقطنی نے اپنی سنن میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین طلاق والی عورت کیلئے (شوہر کی طرف سے عدت کے دوران) گھر بھی ہوگا اور خرچہ بھی۔

6/4527۔ اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر میں عدت گزارو اور محمد بن اسامہ بن زید بیان کرتے ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فاطمہ بنت قیس

کو جب کبھی وہ (اپنی عدت گزارنے کے بارے میں) ان باتوں کو بیان کرتیں تو وہ ہاتھ میں جو چیز ہوتی تو (ناگواری سے) پھینک کر مارتے (اس لیے کہ ان کو عدت کے دوران نہ تو گھر دیا گیا اور نہ خرچہ) اور صحیح مسلم نے مروان (حاکم مدینہ) کا یہ قول بیان کیا ہے کہ (مطلقہ کی عدت کے بارے میں) اس محفوظ قول کو اختیار کرتے ہیں جس پر لوگوں کو عمل کرتے ہوئے ہم نے پایا ہے۔ (یعنی یہ کہ مطلقہ کو عدت کے دوران شوہر کی طرف سے گھر اور خرچہ ملے گا) اور (مروان کے) اس قول میں اس بات کی دلیل ہے کہ ہم (مطلقہ کی عدت کے بارے میں) صحابہ کا عمل فاطمہ بنت قیس کی حدیث کے خلاف رہا ہے۔

7/4528۔ اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا کہ میں نے حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ تین طلاق والی عورت اپنی عدت کہاں گزارے؟ تو انہوں نے جواب دیا اپنے گھر میں (وہ عدت گزارے یہ سن کر حضرت میمون فرماتے ہیں کہ) میں نے حضرت سعید بن المسیب سے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو حکم نہیں دیا تھا کہ وہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کے گھر میں اپنی عدت گزاریں تو حضرت سعید نے جواب دیا کہ اس خاتون نے لوگوں کو فتنہ میں ڈالا اور اپنے دیوروں پر بڑھ زبانی سے کام لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ ابن امّ مکتوم رضی اللہ عنہما کے گھر میں اپنی عدت گزاریں اور حضرت ابن امّ مکتومؓ تو نابینا تھے۔

شوہر کے انتقال پر بیوی عدت شوہر کے گھر ہی میں گزارے

8/4529۔ زینب بنت کعب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فُریعہ بنت مالک بن سنان

رضی اللہ عنہا جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں انہوں نے زینب بنت کعب کو خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں یہ دریافت کرنے کے لئے کہ وہ اپنے میکہ بنوحدرہ میں منتقل ہوجائیں اس لیے کہ ان کے شوہر اپنے چند مفرور غلاموں کی تلاش میں نکلے تھے اوران غلاموں نے ان کو قتل کرڈالا وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ وہ اپنے میکہ میں منتقل ہوجائیں؟ اس لیے کہ میرے شوہر نے میرے لیے نہ کوئی جگہ چھوڑی ہے جس کے وہ مالک ہوں اور نہ کوئی خرچہ (چھوڑا ہے کہ عدت میں اس سے گزارا کروں) وہ فرماتی ہیں کہ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں (تم اپنے میکہ چلے جاؤ) وہ واپس ہونے لگیں یہاں تک کہ وہ ابھی (آپ کے) حجرہ ہی میں تھیں یا مسجد میں تو آپ نے ان کو واپس بلایا اور فرمایا تم اپنے (شوہر کے) گھر ہی میں رہو یہاں تک کہ عدت کی مدت گزرجائے ان کا بیان ہے کہ میں اسی گھر میں عدت کے چار مہینہ دس دن گزاری۔(اس کی روایت امام مالک،ترمذی،ابوداؤد،نسائی،ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔)

ف:- واضح ہو کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جس عورت کا شوہر انتقال کرجائے وہ عدت شوہر کے گھر ہی میں گزارے کسی اور گھر میں منتقل نہ ہو البتہ شدید ضرورت واقع ہو تو وہ دن میں باہر نکل سکتی ہے لیکن رات تو وہ اپنے شوہر کے گھر ہی میں گزارے البتہ مطلقہ عورت عدت کے اندر نہ دن میں گھر سے باہر نکلے اور نہ رات میں۔(بذل المجہود)۔

مطلقہ عورت عدت کے اندر کسی صورت میں گھر سے باہر نہ نکلے

9/4530۔ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ طلاق دی ہوئی عورت اپنے گھر سے (کام) حق ہو یا باطل (کسی صورت میں) نہ نکلے یہاں تک کہ اس کی عدت گزرجائے اور وہ عورت جس کا خاوند انتقال کرگیا ہو وہ (دن میں) ضروری کام کے لئے

نکل سکتی ہے لیکن وہ اپنے گھر کے سوا کہیں اور رات نہیں گزار سکتی ۔(اس کی روایت امام محمد نے کتاب الآ ثار میں کی ہے)۔

اب رہا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں مذکور ہے کہ ان کی خالہ کو تین طلاقیں دی گئیں تھیں، انہوں نے عدت کے اندر ارادہ کیا کہ گھر سے باہر جا کر کھجوروں کو باغ سے توڑ لائیں تو ایک شخص نے ان کو باہر جانے سے منع کیا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ نے ان کو اجازت دیدی یہ اجازت ان کے لیے خصوصی تھی اس کو ہر ایک کے لئے عمومی نہیں کہا جا سکتا ۔اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی خالہ کو طلاق کے بعد باہر نکلنے کی جو اجازت دی گئی غالباً اس زمانہ کا واقعہ ہو گا جس میں بیوی کے لئے شوہر کے انتقال پر عدت کے دوران صرف تین دن سوگ منانے کا حکم تھا جو منسوخ ہو گیا اور عورت کے لئے پوری عدت یعنی چار مہینہ دس دن سوگ منانے کا حکم ہوا۔

حاملہ بیوہ کی عدت وضع حمل ہے

10/4531 ۔مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہما نے اپنے شوہر کے انتقال کے چند دنوں بعد بچہ جنا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور نکاح (ثانی) کی اجازت چاہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو (نکاح کی) اجاز.ت دیدی تو انہوں نے نکاح کرلیا۔(اس کی روایت بخاری نے کی ہے)۔

عدت گزارنے والی عورت گھر میں رہتے ہوئے بھی بناؤ سنگھار نہ کرے

11/4532 ۔ام المومنین ام سلمۃ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ ایک

عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ! میری بیٹی کے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے اوراس کی آنکھ میں تکلیف ہوگئی ہے۔کیا ہم (بطوردوا) اس میں سرمایہ لگائیں؟ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایانہیں (سرمہ نہیں لگا سکتے) اس بات کوآپ نے دویا تین مرتبہ دہرایا۔اور ہر بار فرماتے ،نہیں پھرآپ نے ارشادفرمایا یہ (عدت) تو صرف چارمہینہ دس دن ہی تو ہیں اورزمانۂ جاہلیت میں تم میں ایسی (عورت تو سال بھرعدت گزارتی اور پھر) ایک سال ختم ہونے پر مینگنی پھینکتی تھی۔(جوزمانہ جاہلیت میں عدت کے اختتام کی علامت تھی)۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

12/4533۔اورنسائی نے ام حکیم بنت اسید سے روایت کی ہے وہ اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں کہ ان کے شوہر کا انتقال ہوگیااوران کی آنکھ میں درد تھا تو وہ جلاء (ایک قسم کا سرمہ) سرمہ لگایا کرتی تھیں۔پھرانہوں نے اپنی ایک باندی کوام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا اور دریافت کیا کہ کیا میں سرمہ جلاء لگاسکتی ہوں؟ توام المومنینؓ نے جواب دیا کہ وہ سرمہ نہ لگائیں مگر جب اس کی شدید ضرورت ہو۔

13/4534۔اورامام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ تین طلاق والی اور خلع لی ہوئی عورت اور بیوہ اورلعان کی ہوئی عورت یہ سب نہ خضاب لگائیں، نہ خوشبولگائیں، نہ رنگین کپڑا پہنیں اورنہ اپنے گھروں سے باہر نکلیں۔

14/4535۔اورنسائی کی ایک روایت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے عدت گزارنے والی عورت کو سرمہ، تیل اور مہندی کے خضاب لگانے سے منع فرمایا ہے (البتہ طلاق رجعی والی عورت ان چیزوں سے مستثنٰی ہے) اس لیے امکان ہے کہ شوہر اس کو رجوع کرلے)۔

ف: صدر کی حدیث جوام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جاہلیت میں عدت گزارنے والی عورت سال بھر کے ختم پر مینگنی پھینکا کرتی تھی اس کی تفصیل یہ ہے کہ جاہلیت میں دستور تھا کہ جب عورت کا خاوند مرجاتا تو وہ ایک خراب اور تنگ کوٹھری میں چلی جاتی اور بُرے سے بُرے کپڑے پہنتی نہ خوشبو لگاتی نہ زینت کرتی کامل ایک سال تک، جب سال پورا ہوتا تو اونٹ کی مینگنی لاتے عورت اسکو پھینک کر عدت سے باہر آتی، حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ جاہلیت، میں تو ایسی تکلیف ایک سال تک سہتی تھیں اور یہ صرف چار ماہ دس دن عدت مقرر ہوئی ہے اس میں زینت سے صبر کرنا کیا مشکل ہے۔12

کسی قرابت دار کی میت پر بجز بیوی کے تین دن سے زیادہ سوگ جائز نہیں

15/4536۔ام المومنین ام حبیبہ اور ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہما یہ دونوں حضرات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کسی (مسلمان) عورت کے لئے جو اللہ تعالی پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو یہ جائز نہیں کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے البتہ (بیوی اپنے) شوہر (کی وفات) پر چار مہینہ دس دن (سوگ منائے گی)۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

بیوی شوہر کے انتقال پر چار مہینہ دس دن سوگ منائے گی

16/4537۔ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی (مسلمان) عورت کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو یہ جائز نہیں کہ وہ کسی (قرابت دار کے) ہلاک ہونے (یعنی مرنے والے) پر تین دن سے

زیادہ سوگ منائے البتہ (بیوی اپنے) شوہر (کے مرنے پر) چار مہینہ دس دن سوگ منائے گی نہ تو وہ رنگین کپڑا پہنے گی اور نہ رنگین چادر (جیسے شال وغیرہ) استعمال کرے گی اور اثمد یعنی سرمہ نہ لگائے گی اور (بالوں کو) خضاب نہ لگائے گی اور خوشبو (بھی) نہ استعمال کرے گی البتہ جب وہ حیض سے فارغ ہو جائے تو کست (نامی خوشبو) یا اظفار (ایک قسم کی خوشبو) (کست اور اظفار عود کی قسم ہے جو دھونی کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں جس کا مقصد بدبو کو دور کرنا ہوتا ہے نہ کہ خوشبو لگانا) استعمال کرسکتی ہے۔

اس کی روایت بیہقی نے اپنی سنن میں کی ہے۔

17/4538۔اور بخاری اور مسلم کی متفق علیہ روایت میں یوں ہے کہ (بیوہ عورت عدت کے دوران) رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے البتہ رنگین چادر (یعنی شال استعمال کرسکتی ہے)۔

عدت گزارنے والی عورت زیب وزینت کرنے سے بچے

18/4539۔ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ (جو میرے شوہر تھے اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے) جب ان کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میں نے اپنے چہرہ پر) ایلوا مل رکھا تھا (یہ دیکھ کر) آپ نے فرمایا اے ام سلمہ! (عدت کے دوران) تم نے (چہرہ پر) کیا لگائے رکھا ہے تو میں نے عرض کیا یہ تو صرف ایلوا ہے جس میں کوئی خوشبو نہیں ہوتی تو آپ نے فرمایا یہ چہرہ کو چمکدار بناتا ہے (اگر تم لگانا ضروری سمجھتی ہو) تو صرف رات میں لگایا کرو اور دن میں نکال دیا کرو اور خوشبو دار تیل لگا کر کنگھی نہ کرو اور نہ (بالوں میں) مہندی لگاؤ اس لیے کہ وہ خضاب

ہے۔میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں پھر کس چیز سے کنگھی کروں؟ آپ نے فرمایا کہ بیری کے پتوں کو اپنے سر پر اتنا ڈال لو کہ وہ تمہارے سر پر ڈھانک لے۔

(اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے)۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایسی چیز جس سے زینت مقصود ہو عدت گزارنے والی عورت کیلئے ممنوع ہے۔ چنانچہ وہ کنگھی کرے تو ایسی کنگھی استعمال کرے جس کے دندانے کشادہ ہوں تا کہ زینت حاصل نہ ہو اور اسی طرح ایسی عورت کیلئے مہندی لگانا بھی ممنوع ہے اس لیے کہ مہندی میں لال رنگ اور خوشبو بھی ہوتی ہے جو سوگ میں منع ہے۔12

دوسری حدیث

19/4540۔ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ عورت جس کا شوہر انتقال کر گیا ہو تو وہ (عدت کے دوران) کُسم کا رنگا ہوا کپڑا اور گیرو کے رنگ کا کپڑا نہ پہنے اور نہ زیور پہنے اور (ہاتھ پیر کو) مہندی نہ لگائے اور نہ (بالوں کو) خضاب لگائے اور سرمہ بھی نہ لگائے۔(البتہ ضرورت کے وقت رات میں سرمہ لگایا جاسکتا ہے)۔(اس حدیث شریف کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

دو طلاق والی عورت کو شوہر کب تک رجوع کرسکتا ہے

20/4541۔سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب آدمی اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور وہ عورت (طلاق کے بعد) اپنے تیسرے حیض کے خون کا پہلا قطرہ دیکھے تو شوہر اسکو رجوع نہیں کرسکتا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس قول کے بارے میں مدینہ منورہ (کے فقہاء) سے

دریافت کیا تو مجھے حضرت عمر بن خطاب، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہم سے یہ روایت ملی کہ یہ تینوں حضرات کی یہ رائے تھی کہ مطلقہ عورت کو اس کا شوہر اپنی بیوی کے تیسرے حیض (سے پاک ہوکر) غسل کرنے (سے پہلے) تک رجوع کرسکتا ہے۔(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

21/4542۔اورامام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی موطاء میں روایت کی ہے وہ فرماتے ہے کہ ہم سے عیسی ابن ابی عیسی خیاط مدینی نے بیان کیا کہ حضرت شعبی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے تیرہ صحابہ سے روایت کی ہے کہ ان سارے حضرات نے فرمایا ہے کہ شوہر کو اس بات کا حق ہے کہ وہ اپنی (مطلقہ) بیوی کو اسکے تیسرے حیض سے فارغ ہوکر غسل کرنے (سے پہلے) تک رجوع کرسکتا ہے۔

22/4543۔اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور امام طحاوی نے سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ شوہر جب اپنی بیوی کو طلاق دیوے۔تو شوہر کو بیوی کے تیسرے حیض سے (فارغ ہوکر غسل کرنے سے پہلے) تک رجوع کا حق ہے (خواہ طلاق) پہلی ہو (خواہ) دوسری ہو۔

23/4544۔اور ابن ماجہ نے حضرت اسود سے روایت کی ہے اور وہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ام المومنینؓ نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ وہ تین حیض (کے ختم) تک عدت گزاریں۔

24/4545۔اور امام احمد اور دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بریرہ کو (جو ام المومنین عائشہؓ کی آزاد شدہ باندی تھیں، آزاد

کرنے کے بعد) اختیار دیا (کہ وہ چاہیں تو اپنے قدیم نکاح کو باقی رکھے یا فسخ کردے) تو بریرہ نے اپنے نفس کو اختیار کیا (یعنی اپنے نکاح کو فسخ کردیا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ حرہ یعنی آزاد عورت کی عدت گزاریں۔

باندی کے لئے دو طلاقیں ہیں اور اسکی عدت بھی دو حیض ہیں

25/4546۔اور ترمذی اور ابوداؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ باندی کیلئے دو طلاقیں ہیں اور اسکی عدت دو حیض ہیں۔

26/4547۔اور دارقطنی کی روایت میں ہے کہ غلام کو دو طلاق کا حق ہے اور باندی کی عدت دو حیض ہیں۔

27/4548۔اور ابن ماجہ اور دارقطنی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ باندی کو دو طلاق کا حق ہے اور اس کی عدت دو حیض ہیں۔

مطلقہ عورت اندرون عدت مرجائے تو اس کا شوہر وارث ہوگا

28/4549۔ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیوی کو طلاق دی جس میں ان کو رجوع کرنیکا حق تھا (طلاق کے بعد) ان کی بیوی کو ایک حیض یا دو حیض آئے پھر اٹھارہ مہینہ تک ان کا حیض بند ہوگیا پھر اس کا انتقال ہوگیا۔علقمہ نے اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا (کہ کیا اس صورت میں اس عورت سے زوجیت کا رشتہ باقی ہے) آپ نے فرمایا یہ ایسی عورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس کی

وراثت کورو کے رکھا ہے تم کھالو۔اس کی روایت امام محمد نے مؤطا میں کی ہے۔

29/4550۔اور بیہقی نے اس کی روایت اپنی سنن میں حضرت علقمہؓ سے ہی صحیح سند کے ساتھ کی ہے اوراس میں (حیض کے بند ہونے کی مدت کے بارے میں) سترہ مہینے یا اٹھارہ مہینہ لکھے ہیں پھراس کا انتقال ہوگیا، پھر علقمہؓ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکراس بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیئے اس کی میراث کورو کے رکھا ہے تو علقمہؓ کو اس عورت کی میراث ملی۔

30/4551۔اور امام محمدؒ کی ایک روایت میں شعبی سے مروی ہے کہ علقمہ بن قیس نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے (بھی) اس بارے میں دریافت کیا تو آپ نے (بھی) ان کو حکم دیا کہ اس عورت کی میراث کھالیں۔

(16/159) بَابُ الْاِسْتِبْرَاءِ

باندیوں کے حمل سے ہونے یا نہ ہونے کو معلوم کرنے کا بیان

ف: کافروں کی شوہر والی عورتیں جب میدان جہاد میں قیدی بن کر مسلمان غازیوں کے ہاتھ آجائیں تو ان کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور تقسیم کے بعد جس کے ملک میں یہ عورتیں آجائیں تو ایک حیض کے آنے تک اس سے صحبت نہیں کی جاسکتی ایسی عورتوں کے ایک حیض تک انتظار کرنے کو استبراء کہتے ہیں اور اگر قید کے وقت ایسی عورت حاملہ ہو تو وضع حمل کے بعد ہی صحبت درست ہے استبراء کا مقصد یہ ہے کہ نسب خلط ملط نہ ہو چنانچہ اجنبی عورت سے خواہ لونڈی ہو خواہ طلاقی حیض آئے بغیر صحبت درست نہیں تاکہ نطفہ میں شبہ نہ پڑے۔12

لونڈی سے استبراء کے مسائل

1/4552۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تک پہونچاتے ہیں کہ آپ نے غزوہ اوطاس کے قیدی عورتوں کے بارے میں فرمایا کہ وضع حمل تک حاملہ عورت سے صحبت نہ کی جائے اور (اسی طرح) غیر حاملہ عورت سے (بھی صحبت نہ کی جائے) یہاں تک کہ اس کو ایک حیض آجائے۔ اس روایت امام احمد، ابوداؤد اور دارمی نے کی ہے۔

2/4553۔ اور بیہقی نے اپنی سنن میں حسن بصری، عطاء، ابن سیرین اور عکرمہ ان سب حضرات نے فرمایا ہے کہ اگر (قیدی عورت) باکرہ بھی ہو تو اسکا بھی استبراء ہوگا یعنی حیض آنے تک اس سے صحبت نہ کی جائے گی)۔

3/4554۔ اور رزین کی روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ باندی جس سے صحبت کی جاتی ہو ہبہ کردی جائے یا فروخت کردی جائے یا آزاد کردی جائے ایک حیض کے آنے پر اس کے رحم کا استبراء ہوگا (یعنی صحبت کرنے کے لئے ایک حیض کے آنے کا انتظار کیا جائیگا) اور امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ اگر مبتراء (وہ عورت جس کے حیض کے آنے

کا انتظار ہو)اس کو کئی مہینوں سے حیض نہ آیا ہو تو جمہور کے پاس ایک مہینہ تک انتظار کیا جائے گا اس لیے کہ ایک مہینہ حیض آنے کے قائم مقام ہے۔

دوسری حدیث

4/4555۔ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا گزر ایک حاملہ عورت پر سے ہوا جس کا پیٹ بہت بھاری تھا اور وہ وضع حمل کے قریب تھی آپ نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا (یہ لونڈی یا آزاد عورت ہے) تو حاضرین نے عرض کیا کہ یہ فلاں شخص کی لونڈی ہے آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا وہ شخص اس سے (اس حالت میں) صحبت کرتا ہے؟ تو ان لوگوں نے جواب دیا ہاں! تو آپ نے فرمایا میرا ارادہ ہے کہ میں اس پر ایسی لعنت کروں جو اس کے ساتھ ساتھ قبر میں جائے، بھلا وہ اس بچہ سے کیسے خدمت لے سکتا ہے جبکہ وہ اس کے لئے حلال نہیں ہے یا وہ اس کو اپنا وارث کیسے بنا سکتا ہے جبکہ یہ بات اس کے لے درست نہیں (اس لیے کہ وہ اس کا بیٹا نہیں ہے) اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں یہ ذکر ہے کہ مالک اپنی حاملہ لونڈی سے جو اس کے حصہ میں آئی تھی صحبت کرتا تھا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اس لیے کہ اس لونڈی کو جو بچہ پیدا ہوگا اگر مالک نے اس کو اپنا بیٹا بنالیا تو ہوسکتا ہے کہ لونڈی کا حمل اس کے پہلے خاوند کا ہو تو مالک نے کافر کے بیٹے کو اپنا وارث بنایا حالانکہ کافر اور مسلمان میں وراثت نہیں اور اگر مالک نے اس کو اپنا بیٹا نہ کہا اور شاید یہ نطفہ اسی کا ہو تو اس کو غلام بنانا اور اس سے غلام کی طرح خدمت لینا کس طرح درست ہوسکتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ نسب کا خلط کرنا درست نہیں۔اسی واسطے اجنبی عورت سے خواہ لونڈی ہو خواہ طلاقی حیض آئے بغیر، یا حمل ہو تو وضع حمل کے بغیر صحبت کرنا درست نہیں تا کہ نطفہ میں شبہ نہ پڑے۔12

حاملۂ غیر سے صحبت جائز نہیں

5/4556۔رُوَیْفَعْ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے غزوہ حنین کے دن ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کیلئے یہ حلال نہیں کہ اپنے پانی (یعنی نطفہ) کو دوسرے کی کھیتی میں ڈالے یعنی (ایسی) حاملہ عورت سے صحبت کرے (جو غیر شخص سے حاملہ ہو) اور جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کے لئے حلال نہیں کہ بغیر استبراء (یعنی حیض آئے بغیر) گرفتار شدہ لونڈی سے (جو تقسیم کے بعد اس کے حصہ میں آئی ہو) صحبت کرے اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کیلئے حلال نہیں کہ وہ مال غنیمت (میں سے کچھ سامان) کو تقسیم ہونے سے پہلے فروخت کرے۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور ترمذی نے زرع وغیرہ تک (یعنی صرف پہلے فقرہ) کی روایت کی ہے۔

(17/160)بَابُ النَّفَقَاتِ وَحَقِّ الْمَمْلُوْکِ

(زوجیت،قرابت اورملکیت کے اعتبار سے خرچ کرنے اورغلام باندیوں کے حقوق کا بیان)

ف: واضح ہوکہ اس باب میں واجب اور غیر واجب دونوں قسم کے نفقہ کا ذکر ہے جیسے بیویوں، اولاد، والدین اورقرابت داروں پرخرچ کرنا اوراسی طرح غلام باندیوں کوکھانا اور کپڑا دینا کا بھی ذکر ہے اوراس چیز کا بھی بیان ہے کہ غلام باندی کوان کی طاقت سے زیادہ کام کا بوجھ نہ ڈالیں۔اشعۃ اللمعات)12

وَقَوْلُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ:" لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ، وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا اٰتٰهُ اللّٰهُ ".

اوراللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:(سورۂ طلاق،پ:28،ع:1،آیت نمبر:7،میں)استطاعت والا اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کرے اورجس کی روزی تنگ ہووہ(بھی)اللہ نے اس کوجودے رکھاہے اسکے مطابق خرچ کرے۔

وَقَوْلُهٗ تَعالیٰ:" وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ".

اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:(سورۂ بقرہ،پ:2،ع:30،آیت نمبر:233،میں) اورجس کا وہ بچہ ہے یعنی باپ پردستور کے مطابق ماؤں کا کھانا اور کپڑا دینا لازم ہے(جبکہ وہ طلاق والی ہوں)۔

وَقَوْلُهٗ تَعالیٰ:" وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ". اوراللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:(سورۂ لقمان،پ:21،ع:2،آیت نمبر:15، میں) اور (اگروالدین مشرکین ہوں تو) دنیا میں ان کا اچھی طرح (یعنی حسن اخلاق،حسن سلوک اوراحسان وتحمل کے ساتھ) ان دونوں کا ساتھ دے۔

وَقَوْلُهٗ تَعالیٰ: " وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ". اوراللہ تعالیٰ کاارشاد ہے؛(سورۂ بقرہ، پ:2،ع:30،آیت نمبر:233،میں) دودھ پلانے کا نان نفقہ جیسا اصل باپ پر ہے) ویسا ہی (اس کے) وارث (یعنی قائم مقام) پر ہے۔

وَقَوْلُهٗ تَعالیٰ: " فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ". وراللہ تعالیٰ کاارشاد ہے۔(سورۂ روم،پ: 21،ع4،آیت نمبر:38،میں)رشتہ دارکواس کاحق دیتے رہو۔

ف:تفسیرات احمدیہ میں لکھاہے کہ ہرایسا قرابت دار جوغریب اورمحتاج ہواس کا وہ قریبی رشتہ دار جوتونگر ہواوراس کی وراثت میں وہ غریب حصہ دار ہوتو وراثت کی ترتیب کے اعتبار سے ایسے مالدار پر اس غریب رشتہ دار کا نفقہ واجب ہے۔12

بیوی خاوند کی اجازت کے بغیر اسکے مال سے بقدر ضرورت خرچ کر سکتی ہے

1/4557۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوسفیان بڑا بخیل آدمی ہے اور مجھے اتنا (خرچ) نہیں دیتا ہے جو مجھے اور میرے بال بچوں کو کافی ہو سکے مگر وہ (مال) جس کو میں اس کے علم کے بغیر (خرچہ کے لیے) لے لوں (کیا میرے لیے یہ جائز ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم دستور کے مطابق (اتنا) لے سکتی ہو جو تم کو اور تمہارے بچوں کے لیے کافی ہو۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

اگر کسی حقدار کو اس کا حق نہ ملے تو وہ کیا کرے؟

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: خُذِیْ مَایَکْفِیْکِ وَوُلْدَکِ بِالْمَعْرُوْفِ۔یعنی تم دستور کے مطابق (شوہر کی اجازت کے بغیر) اتنا مال لے سکتی ہو جو تم کو اور تمہارے بچوں کیلئے کافی ہو۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہے اور چھوٹے بچے جو محتاج ہوں ان کا نفقہ بھی باپ پر واجب ہے۔اور نفقہ واجب بقدر کفایت ہوگا اور اس میں میاں بیوی کی مالی حالت کا بھی اعتبار رہوگا۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر ایک شخص کا کسی دوسرے شخص پر حق ہو اور وہ شخص پہلے شخص کے حق کو ادا نہیں کر سکتا ہے تو پہلا شخص دوسرے شخص کے مال سے اپنے حق کی مقدار کے حد تک اس کی اجازت کے بغیر لے سکتا ہے۔ ماخوذ از عمدۃ الرعایہ اور ردالمحتار اور مرقات میں لکھا ہے کہ چونکہ والد پر بچوں کا نفقہ واجب ہے اس لئے بچے جب بڑے ہو جائیں تو لڑکوں پر بھی والدین کا نفقہ واجب ہے اس لیے کہ باپ تعظیم کے اعتبار سے بچوں سے افضل ہے۔12

خرچہ میں ابتداء اپنے اور اپنے گھر والوں سے کرے

2/4558۔جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب تم میں سے کسی کو (زیادہ) مال دے تو (اس کو خرچ کرنے میں) ابتدا اپنے گھر اور اپنی ذات یعنی بیوی بچوں سے کرے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

بیٹے کی کمائی کا باپ حقدار ہے

3/4559۔عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کئے کہ میرے پاس مال ہے اور میرے والد میرے مال کے ضرورت مند ہیں (کیا میں اپنے مال کو اپنے والد پر خرچ کروں؟) آپ نے ارشاد فرمایا تم اور تمہارا مال دونوں تمہارے باپ کے ہیں کیونکہ تمہاری اولاد تمہاری بہترین کمائی ہے (اس لیے بچہ کا وجود باپ کی وجہ سے ہی ہوا ہے) تو تم اپنی اولاد کی کمائی سے کھاؤ (اولاد کی کمائی سے استفادہ کرنے میں کوئی عار نہیں)۔اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے)۔

واضح ہو کہ نفقہ کے وجوب کی تفصیل یہ ہے

ف: اگر صاحب نفقہ یعنی لڑکا محتاج ہو اور باپ مالدار ہو تو اس بچہ پر باپ کا نفقہ واجب نہیں اس لیے کہ یہ خود محتاج ہے البتہ شوہر تنگدست ہو اور بیوی مالدار ہو تو شوہر پر مالدار بیوی کا نفقہ شوہر کی استطاعت کے لحاظ سے واجب ہے اس لئے کہ اس نے بیوی کو روکے رکھا ہے اسی طرح چھوٹے بچوں کا نفقہ بھی ہر حالت میں باپ پر واجب ہے خواہ باپ مالدار ہو یا تنگدست (از: عمدۃ الرعایہ۔12)

خرچ کرنے میں قرابتِ قریبہ کا لحاظ رکھے

4/4560۔طارق محاربی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں جب مدینہ منورہ پہونچا ہوں تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مسجد نبوی کے) منبر پر کھڑے لوگوں سے مخاطب ہیں اور آپ یہ ارشاد فرمارہے تھے کہ دینے والے کا ہاتھ اونچا ہے اور تم (خرچہ کی) ابتداء ان سے کرو جو تمہارے زیرِ کفالت ہیں (یعنی) تمہاری ماں، تمہارے باپ، تمہاری

بہن اور تمہارا بھائی پھر تمہارا قریبی قرابتدار اور (اس کے بعد والا) تمہارا قریبی رشتہ دار۔

اس کی روایت نسائی نے کی ہے اور دارقطنی اور ابن حبان نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور دونوں نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

ف: نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ بیٹا اپنی مالی حالت کے اعتبار سے ماں اور باپ دونوں پر ایک ساتھ خرچ نہیں کرسکتا تو وہ ایسی صورت میں صرف ماں پر خرچ کرے اس لیے کہ ماں کو باپ پر فضیلت حاصل ہے اور اس پر جمہور کا اتفاق ہے۔12

آقا پر غلام کا نفقہ واجب ہے

5/4561۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ (آقا پر) غلام کا کھانا اور کپڑا واجب ہے اور یہ کہ اس کی طاقت سے زیادہ اس پر کام کا بوجھ نہ ڈالا جائے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے)

غلام کو کھلانے پلانے اور اس سے کام لینے کا بیان

6/4562۔ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ (تمہارے غلام) تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارا محکوم بنایا ہے۔تو جس کے بھائی (یعنی غلام کو) اللہ تعالیٰ اس کا ماتحت بنادے تو وہ اس کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے۔اور اس پر کام کا ایسا بوجھ نہ ڈالے جس کو وہ نہ کرسکے اور اگر اس کی طاقت سے زیادہ کام کا بوجھ ڈالے تو خود بھی اس کام میں اس کی مدد کرے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

خادم کو کھانے میں سے کچھ دینا مستحب ہے

7/4563۔اور محدثین کی ایک جماعت نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی

ہے اور وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی کا خادم اس کا کھانا لائے اور وہ اس کو اپنے ساتھ (کھانے پر) نہ بٹھائے تو وہ اس کو ایک لقمہ یا دو لقمہ دیدے اس لئے کہ اس نے (پکانے میں) اس کی گرمی اور پکانے کی مشقت اٹھائی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ خدمت گار کھانا پکانے والے کو کچھ تھوڑا کھانا دینا ضروری ہے اس لیئے کہ یہ بات مروت سے بعید ہے کہ وہ کھانا پکانے میں مشقت اٹھاوے اوراس میں سے وہ کچھ بھی نہ کھاوے۔12

جو غلام آقا کی موافقت نہ کرے اُسے بیچ دینا چاہیئے

8/4564۔ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تمہارے غلاموں میں سے (کاموں میں) جو تمہارے موافقت کرے تم اس کو وہ کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہ پہناؤ جو تم پہنتے ہو اور جو تمہاری موافقت نہ کرے اس کو بیچ دو اس کو اپنے پاس رکھ کر) اللہ کی مخلوق کو مت ستاؤ (اس لئے کہ تم بھی اللہ کی مخلوق ہو)۔

(اس کی روایت امام احمد اور ابوداؤد نے کی ہے)۔

خادموں کے ساتھ احسان کرنے کی تاکید

9/4565۔ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ (غلاموں کے ساتھ) بُرا سلوک کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نے ہمیں نہیں بتایا کہ اس امت کے اکثر آدمی لونڈی، غلام اور یتیم ہوں گے آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں! (میں نے کہا ہے تو صحابہ نے عرض کیا کہ سب کے ساتھ کس طرح احسان ہو سکے گا آپ نے فرمایا) تم جس طرح اپنی اولاد پر شفقت کرتے ہو اسی

طرح ان پر بھی شفقت کرواوران کو وہ کھلاؤ جوتم خود کھاتے ہو،صحابہ نے پھرعرض کیا (ایسا عمل) بتائیے جوہم کو دنیا میں فائدہ پہونچائے آپ ﷺ نے فرمایا(ایک تو) وہ گھوڑا جس کو تم باندھ کرر کھتے ہواور جس پر تم اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہواور (دوسرے) تیرا غلام بھی تیرے لئے کافی ہےاوراگر وہ نماز پڑھےتو وہ تیرا بھائی ہے۔(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے)۔

غلاموں کے ساتھ براسلوک کرنے والے پر وعید

10/4566۔ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشادفرمایا ہے کہ(غلاموں کے ساتھ) براسلوک کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(اس کی روایت ترمذی اورابن ماجہ نے کی ہے)۔

ف:واضح ہوکہ اس حدیث شریف میں ارشادہے کہ غلاموں سے براسلوک کرنیوالا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔اس کی توجیہ یہ کہ ایسا شخص ابتداء میں داخل جنت نہیں ہوگا البتہ سزاؤں کو بھگتنے کے بعداللہ تعالیٰ چاہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔12

غلاموں کے ساتھ حسن سلوک (نیکی) کرنے اورصدقہ دینے کی فضیلت

11/4567۔رافع بن مکیث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا ہے کہ غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرنا برکت ہےاوران کے ساتھ بداخلاقی سے پیش آنا نحوست اور بے برکتی ہے۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

12/4568۔اورامام احمداورطبرانی نے اس حدیث کی روایت میں اتنااوراضافہ کیا ہے کہ نیکی کرنا عمر میں زیادتی کا سبب ہےاورصدقہ دینا(انسان کو) بُری موت سے بچاتا ہے۔

ف: واضح ہو کہ انسان کو موت دو طرح سے آتی ہے۔ایک بھلی موت، دوسرے بُری۔بھلی موت یہ ہے کہ انسان ہشاش بشاش ذکر الٰہی میں دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔اور بُری موت یہ ہے کہ انسان بے صبری اور غفلت سے مرتا ہے دفعتاً موت بھی اس لئے بری ہے کہ توبہ یا وصیت بھی نہیں کرسکتا۔اللہ تعالیٰ ہم کو بری موت سے بچائے آمین۔(ماخوذ از اشعۃ اللمعات 12)۔

وہ خوبیاں جن سے موت آسان ہو جاتی ہے

13/4569۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص میں یہ تین (خوبیاں) ہوں گی اللہ تعالیٰ اس پر اس کی موت (سکرات) اور موت کو آسان فرمادیں گے اور اس کو (اپنی خاص) جنت میں داخل کریں گے۔(1) کمزوروں کے ساتھ نرمی برتنا (2) والدین پر شفقت کرنا (یعنی ان سے حسن سلوک کرنا اور ان کی ایذا رسانی سے ڈرنا (3) اور غلام کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری وصیت

14/4570۔ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ آپ اپنی بیماری میں یوں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ نماز (کو پابندی سے ادا کرتے رہو) اور اپنے غلاموں (کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہو)۔

اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

15/4571۔اور امام احمد اور ابوداؤد نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔12

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آخری وصیت میں دو باتوں کی بطور خاص تاکید فرمائی ایک نمازوں کی پابندی اور دوسرے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک اس سے آپ کی غرض یہ تھی کہ لونڈی غلام پر ظلم نہ کریں طاقت سے زیادہ ان سے کام نہ لیں۔ کھانے، پینے اور پہننے میں ان کو تکلیف نہ دیں۔ مختصر یہ کہ اسلام میں لونڈی غلاموں کے ساتھ جس برتاؤ کی تاکید کی گئی ہے اس زمانہ میں لوگ اپنے نوکروں اور دوستوں سے بھی نہیں کرتے۔ جو لوگ غلامی کی وجہ سے اسلام پر طعن کرتے ہیں وہ غلامی کی حقیقت سے بے خبر ہیں، حقیقت میں لونڈی غلاموں کو اپنی فرزندی میں لینا ہے اور اپنی اولاد کی طرح ایک لاوارث شخص کی پرورش کرنا ہے اس میں عقل کے اعتبار سے بھی کیا قباحت ہے۔ قیدیوں کے گزارے کے لئے اس سے بہتر کوئی اور صورت سمجھ میں نہیں آسکتی ہاں جو اُن لوگوں سے وحشیانہ برتاؤ کریں ان پر طعن کرنا بجا ہے مگر اسلام پر طعن کرنا درست نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی زندگی کے آخری لمحات میں لونڈی غلاموں سے نیک سلوک کرنے کی تاکید فرماتے رہنا یہاں تک کہ زبان مبارک بے قابو ہوگئی، یہ حضور کی کمزوروں پر کتنی بڑی شفقت تھی۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ 12

اہل وعیال اور غلاموں کی خوراک روکنا گناہ ہے

16/4572۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ کا ایک مختار آپؐ کے پاس آیا تو آپؐ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تم نے غلاموں کو ان کے کھانے پینے کا سامان دیدیا ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں، تو آپ نے فرمایا تم جا کر ان کے کھانے پینے کا سامان دے آؤ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی کے لئے اتنا گناہ کافی ہے کہ وہ اپنے غلاموں کی خوراک کو روکے رکھے۔

17/4573۔ ایک اور روایت میں اس طرح مروی ہے کہ (آپ نے ارشاد فرمایا کہ) آدمی کے لئے اتنا گناہ کافی ہے کہ جن کی روزی (یعنی اہل وعیال لونڈی غلام) اس کے ذمہ ہوں وہ ان کی خوراک کو ضائع کردے (یعنی نہ دے)۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

غلام پر زنا کی تہمت لگانے والے پر تعزیر ہے حد نہیں

18/4574۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جو شخص اپنے غلام پر زنا کی تہمت لگائے اور وہ غلام اس سے بَری ہو تو قیامت کے دن اس (کے آقا) کو کوڑے لگائے جائیں گے۔مگر یہ کہ غلام ویسا ہی ہو جیسے کہ آقا نے کہا ہے (یعنی غلام واقعی زانی ہو تو آقا کو قیامت میں یہ سزاء نہیں ملے گی۔)

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: لمعات میں الاشباہ والنظائر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ غلام کو مالک یا مالک کے سوا کوئی اور زنا کی تہمت لگائے تو تہمت لگانے والے پر حد جاری نہیں ہوگی بلکہ صرف تعزیر ہوگی یعنی حاکم حالات کے لحاظ سے چند کوڑے یا سزا تجویز کرے گا۔12

بغیر قصور کے غلام کو مارنے کا کفارہ اس کو آزاد کرنا ہے

19/4575۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ جو شخص اپنے غلام کو (کسی جرم کی سزاء میں) حد لگائے حالانکہ وہ غلام اُس (جرم) سے بری تھا یا اس کو طمانچہ مارے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ (مالک) اس کو آزاد کردے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے)۔

غلام کو مار پیٹ کے بعد آزاد نہ کرنے کی سزا دوزخ ہے

20/4576۔ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا کہ اپنے پیچھے سے میں نے ایک آواز سنی ابو مسعود! خبردار! اللہ تجھ پر

تیرے غلام سے بڑھ کر قادر ہے۔ میں پیچھے پلٹا تو دیکھا وہ (اچانک) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فرمارہے) ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ (اب تو) اللہ تعالیٰ کی (خوشنودی میں) ہے! (یہ سن کر) آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: سن لے! اگر تو ایسا نہ کرتا تو دوزخ کی آگ تجھے جلادیتی یا (آپ نے یوں فرمایا) دوزخ کی آگ تجھے لگ جاتی۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے)۔

وہ بُرے لوگ جن کے بارے میں حضور نے آگاہ فرمایا ہے

21/4577۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا ہے کہ کیا میں تم کو ان لوگوں سے آگاہ نہ کردوں جو تم میں سب سے بُرے ہیں؟ (ایک) وہ (جو بخل اور تکبر کی وجہ سے) تنہا کھاتا ہو اور (دوسرے) وہ جو اپنے غلام کو کوڑے مارتا ہو اور (تیسرے) وہ جو اپنے عطیہ کو (لوگوں سے) روکتا ہو۔ (اس کی روایت رزین نے کی ہے)۔

خادم پٹائی کے وقت اللہ کا واسطہ دے تو اس کو معافی دیدی جائے

22/4578۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے خادم کو مارے اور وہ اللہ کا نام لے (اور کہے کہ اللہ کے واسطے مجھے معاف کردو) تو تم اس سے اپنا ہاتھ اٹھالو (یعنی مارنا چھوڑ دو اور اس کو معاف کردو البتہ اگر حد جاری کی جارہی ہے تو معافی نہیں ہوگی۔) اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے اور بیہقی نے بھی شعب الایمان میں اس کے قریب روایت کی ہے۔

نمازی کو نہ ماریں اگرچہ کہ وہ غلام ہی ہو

23/4579۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (خیبر، جیسا کہ مرقات میں مذکورہ ہے) سے واپسی کے موقع پر) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک

غلام دے کر فرمایا اس کو نہ مارو اس لیے کہ مجھے نمازیوں کو مارنے سے منع کیا گیا ہے اور میں نے اس کو نماز پڑھتے دیکھا ہے یہ مصابیح کے الفاظ ہیں۔

24/4580۔ اور دارقطنی کی مجتبیٰ میں اس طرح مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو نمازیوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔

غلاموں کے قصوروں کو بکثرت معاف کرنے کی ہدایت

25/4581۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم (اپنے) لونڈی غلام کا قصور کتنی بار معاف کریں (یہ سن کر) آپ نے سکوت اختیار فرمایا، اس شخص نے (دوبارہ) پھر وہی (سوال) لوٹایا (اس پر بھی) آپ نے سکوت اختیار فرمایا جب اس نے تیسری بار پھر یہی سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے (یعنی لونڈی غلاموں کے قصوروں کو) ہر دن ستر بار معاف کیا کرو۔ اس کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے۔

باندی غلام جب رشتہ دار ہوں تو بیچنے یا ہبہ کرنے کے وقت ان میں جدائی نہ ڈالی جائے

26/4582۔ ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص ماں اور بیٹے کے درمیان (جبکہ وہ غلام بن کر اس کے حصہ میں آئیں، بیچنے میں یا ہبہ کرنے میں) جدائی کر دے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے چاہنے والوں کے درمیان جدائی ڈال دے گا۔ (اس کی روایت ترمذی اور دارمی نے کی ہے۔)

27/4583۔اور ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دو غلام جو (آپس میں) بھائی تھے عطا فرمائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا علیؓ! تمہارا (دوسرا) غلام کیا ہوا؟ میں نے اس کو (فروخت کرنے کی) آپ کو خبر دی تو آپ نے فرمایا (نہیں بیع فسخ کرو) اس کو واپس لے لو! اس کو واپس لے لو (تاکہ بھائی بھائی کے درمیان جدائی نہ ہو)۔

28/4584۔اور ابو دواد کی روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک باندی اور اس کے لڑکے کو (فروخت کرکے) جدا کر دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اس سے منع فرمایا تو آپ نے بیع کو فسخ کر دیا۔

29/4585۔اور ابن ماجہ اور دارقطنی نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو باپ اور بیٹے اور بھائی کے درمیان (جبکہ یہ سب غلام ہوں) جدائی کر دے۔

30/4586۔اور ابن ماجہ کی روایت میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس (ایک ہی گھر کے) جب قیدی لائے جاتے تو آپ ان سب کو ایک ہی شخص کو دیدیتے اور آپ کو ناپسند تھا کہ ان میں جدائی ڈال دیں۔

31/4587۔اور بزار نے اپنی مسند میں اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن بریدہ سے روایت کی ہے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ مقوقس قبطی (شاہ مصر) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں دو باندیاں اور ایک خچر (جس کا نام دُلدُل تھا) بطور ہدیہ بھیجا جس پر آپ سوار ہوا کرتے تھے، ان دو باندیوں میں سے ایک باندی (آپ کے پاس رہیں) ان کو حمل ہوا اور ان کے بطن سے حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے یہ ماریہ امّ

ابراہیمؑ تھیں اور دوسری (باندی) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا اور یہ حضرت کے فرزند عبدالرحمٰنؓ کی والدہ تھیں۔

غلام کو دوھرا ثواب کب ملے گا

32/4588۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ غلام جب اپنے آقا کی خیر خواہی کرے اور اللہ تعالیٰ کی اچھی طرح عبادت کرے تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

غلام کے لئے بہترین موت کونسی ہے

33/4589۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ غلام کے لئے یہ بات بہت اچھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ایسی حالت میں موت دے کہ وہ اپنے رب کی عبادت اچھی کر رہا ہو اور اپنے مالک کی اطاعت بھی اچھی کر رہا ہو (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) ایسے غلام کیلئے بڑی بھلائی ہے۔ (کیونکہ اس کی عبادت اور اطاعت سے دونوں بھی خوش رہے)۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

دارالحرب کو بھاگے ہوئے غلام کی وعید

34/4590۔ جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب غلام (اپنے آقا کے پاس سے) بھاگ جاتا ہے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

35/4591۔ اور ایک (دوسری) روایت میں حضرت جریر ہی سے اس طرح مروی ہے کہ

جوغلام (آقا کے پاس سے دارالحرب میں) بھاگ جائے تو (اسلام کی) ذمہ داری اس پر سے ہٹ جائے گی (یعنی وہ کفر سے قریب ہوجائے گا اور اس کا مال اور خون مباح ہوجائے گا)۔

36/4592۔اور ایک (تیسری) روایت میں حضرت جریرہی سے اس طرح مروی ہے کہ جوغلام اپنے آقاؤں سے (دارالحرب میں) بھاگ جائے تو وہ ان کے پاس واپس آنے تک کافر رہے گا۔

جانوروں پر رحم کرنے کی تاکید

37/4593۔سہل بن حنظلیۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گذر ایسے اونٹ پر ہوا (شدت بھوک اور پیاس کی وجہ سے) اس کا پیٹ پیٹھ سے لگ گیا تھا (یہ دیکھ کر) آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان بے زبان جانوروں (کے حقوق ضائع کرنے میں) اللہ سے ڈرو! ان پر ایسی حالت میں سواری کروجبکہ وہ سواری کے قابل ہوں اور ان کو (چارہ پانی کے لئے) ایسی حالت میں چھوڑو کہ وہ اچھی حالت میں ہوں (اور تھکے ماندہ نہ ہوں)۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے)۔

یتیم کا نادار متولی حق خدمت لے سکتا ہے

38/4594۔عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہما اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں غریب اور محتاج ہوں اور میرے پاس کچھ مال نہیں ہے اور میں ایک یتیم کا متولی اور نگران ہوں (کیا میں اپنی تنگدستی کی وجہ سے حق نگرانی لے سکتا ہوں یا نہیں؟) تو آپ نے فرمایا تم اپنے یتیم کے مال سے (اپنی خدمت کے معاوضہ کی مقدار کے مطابق) کھا سکتے ہو لیکن تم فضول خرچی نہ کرو اور نہ تم خرچ کرنے میں

عجلت سے کام لواور نہ اپنے لیے (یتیم کے مال سے) مال جمع کرنے والے بنو۔

(اس کی روایت ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے)۔

39/4595۔اور بیہقی نے ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ یتیم کا ولی اگر تونگر ہے تو (یتیم کے مال کے استعمال سے) رکے اور کچھ نہ کھائے اور اگر وہ تنگدست ہے (یتیم کا) بچا ہوا دودھ لے لے اور اتنی غذا بھی لے سکتا ہے جو اس کی ضرورت سے زیادہ نہ ہو اور (اتنا کپڑا بھی لے سکتا ہے) جو اس کی شرمگاہ کو چھپائے۔ پھر جب وہ خوشحال ہوجائے تو (یتیم کے مال سے جو جو استفادہ کیا تھا) اس کو ادا کردے اور اگر تنگ حال ہی رہا تو (یتیم کے مال سے جو لیا تھا) وہ اس کے لئے معاف ہے۔

اور امام محمد رحمہ اللہ نے موطاء میں کہا ہے کہ یتیم کے مال سے رکنا ہمارے پاس افضل ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء حنفیہ کا یہی قول ہے۔

یتیموں کے مال کو اپنے مال میں ملا کر نیک نیتی کے ساتھ خرچ کیا جاسکتا ہے

40/4596۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیتیں نازل ہوئیں:" وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ" (سورۂ بنی اسرائیل، پ:15، ع:4، آیت نمبر:34) (یتیم کے مال کے پاس نہ جانا مگر ایسے طریقہ سے جو اس کے حق میں بہتر ہو)۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ، وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا". (سورۂ نساء، پ:4، ع:1، آیت نمبر:10) (وہ لوگ جو ناحق یتیموں

کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں اور وہ عنقریب دوزخ میں داخل ہوں گے) تو وہ لوگ جن کی نگرانی میں یتیم بچے تھے(انہوں نے بڑی احتیاط برتنی شروع کی) انہوں نے ان بچوں کا کھانا اپنے کھانے سے اورانکا پینا اپنے پینے سے الگ کردیا، جب یتیم کا کھانا پینا بچ رہتا تو اس کے لئے رکھ چھوڑتے یہاں تک کہ اس کو یتیم ہی کھاتا یا پھرخراب ہوجاتا، یہ بات یتیموں کے سرپرستوں پر دشوارگزری تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر، کیا پس اللہ تعالیٰ نے (اس بارے میں) یہ آیت نازل فرمائی:" وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى، قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ، وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ". (سورۂ بقرہ ،پ:2،ع:27،آیت نمبر:220)(آپ سے لوگ یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں تو آپ ان سے یہ فرمادیجئے کہ ان کی خیرخواہی بہتر ہے۔اوراگرتم (ان کا خرچ) اپنے ساتھ ملالوتو وہ تمہارے بھائی ہیں) اس کے بعد (ان کے سرپرستوں نے) (نیک نیتی کے ساتھ) ان کے کھانے پینے کے سامان کو اپنے کھانے پینے کے ساتھ ملالیا۔(اس کی روایت ابوداؤد اورنسائی نے کی ہے)۔

(18/161)بَابُ بُلُوْغِ الصَّغِيْرِ وَحِضَانَتِهٖ فِي الصِّغَرِ

(چھوٹے بچوں کے بالغ ہونے اوران کی تربیت اور پرورش کا بیان)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ:" وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ".

اوراللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:(سورۂ نور،پ:18،ع:8،آیت نمبر:59)اور جب تم میں بچے بالغ ہوجائیں تو(وہ بھی گھروں میں داخل ہوں) تواجازت لے لیا کریں جیسے ان سے پہلے (بڑی عمر کے لوگ گھروں میں آنے کیلئے)اجازت لیا کرتے ہیں۔

بلوغ کی علامتیں کیا کیا ہیں؟

1/4597۔حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بات یادرکھی ہے کہ(صرف)احتلام کے بعد(ہی بلوغ کی عمر) پوری نہیں ہوتی اور احتلام کیلئے رات یا دن کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور بیہقی نے اس کی روایت اپنی سنن میں کی ہے)۔

وہ لوگ جن پرمواخذہ نہیں

2/4598۔اور بیہقی کی ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا ہے کہ قلم تین آدمیوں سے اٹھالیا گیا ہے(یعنی ان کے اعمال لکھے نہیں جاتے اوران پرمواخذہ نہیں) (1) سونے والا یہاں تک کہ وہ جاگ اٹھے(2) لڑکا یہاں تک کہ وہ جوان ہوجائے(3) اور مجنون یہاں تک کہ اس کا جنون جاتا رہے۔

جہاد میں شرکت کے لئے 15 برس کی عمرضروری ہے

3/4599۔اور بخاری اور مسلم کی متفقہ روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی

ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے غزوۂ احد کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا اور اس وقت میری عمر (14) برس کی تھی حضور نے مجھے رد کر دیا (یعنی غزوہ میں شریک ہونے سے روک دیا) اور غزوہ وخندق کے موقع پر مجھے پھر آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور اس وقت میری عمر پندرہ 15 برس کی تھی تو حضور نے مجھے (غزوہ میں شرکت کی) اجازت دے دی۔ عمر بن عبدالعزیز رَحِمَہُ اللّٰہُ نے فرمایا ہے کہ یہ (یعنی پندرہ برس کی عمر) (نابالغ) لڑکوں اور لڑنے والوں کے درمیان فرق کرنے والی ہے۔ (یعنی حد فاصل ہے)۔

ف: واضح ہو کہ لڑکے کے بالغ ہونے کی تین علامتیں ہیں۔ **ایک** احتلام، دوسرے احبال (یعنی کم سنی میں شادی کے بعد بیوی سے جماع کرنے سے اس کو حمل ٹھہر جائے) اور تیسرے انزال، اگر ان نشانیوں میں سے ایک بھی نہ پائی جائے تو لڑکا (18) برس پورے ہونے پر بالغ سمجھا جائے گا۔ اور لڑکی کے بلوغ کی بھی تین نشانیاں ہیں ایک حیض دوسرے احتلام اور تیسرے حمل کا قرار پانا اور اگر ان تین نشانیوں میں سے کوئی ایک بھی نہ پائی جائے تو لڑکی (17) سال پورے ہونے پر بالغ ہوگی۔ بلوغ کی یہ نشانیاں لڑکے میں کم سے کم (14) برس سے اور لڑکی میں (9) سال سے شروع ہوتی ہیں اور اس عمر سے پہلے اگر بلوغ کی نشانیاں ظاہر ہوں تو اس کا اعتبار نہیں۔ (ردالمختار، کوکب دری اور شرح الکنز) 12۔

مطلقہ بیوی کی نابالغ اولاد کی نگہداشت کون کرے؟

4/4600۔ عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہم اپنے والد کے واسطہ سے اپنے داد عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے (حاضر ہوکر) عرض کیا یا رسول اللہ یہ میرا بیٹا ہے (حمل کے دوران) میرا پیٹ اس کیلئے برتن تھا اور (پیدائش کے بعد) میری چھاتیاں اس کیلئے مشکیزہ تھیں اور میری گود اس کے لئے گہوارہ اور (اب) اس کے باپ نے مجھے طلاق دیدی ہے اور چاہتا ہے کہ مجھ سے اس کو چھین لے (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو اس

کی (پرورش) کی زیادہ حق دار ہے جب تک کہ تو دوسرے سے نکاح نہ کرے۔

(اس کی روایت امام احمد اور ابوداود نے کی ہے)۔

ف: واضح ہو کہ پرورش اور تربیت چھوٹے بچہ کا حق ہے اس لئے کہ وہ سرپرستی کا محتاج ہے کبھی تو وہ جسمانی حفاظت کا ضرورت مند ہوتا ہے تو کبھی اپنے مال کی حفاظت کا محتاج ہوتا ہے۔ شریعت نے چھوٹے بچوں کی ان دونوں چیزوں کیلئے اس کو سرپرست بنایا ہے جو ان کے لئے زیادہ مفید ہے چنانچہ مال کی ولایت باپ اور دادا کے سپرد کی گئی اس لیے کہ عورتوں کے مقابلہ میں یہ زیادہ سمجھ اور تجربہ رکھتے ہیں اور پروش کے لئے ولایت عورتوں کو دی گئی کہ وہ بچوں کی حفاظت میں مردوں سے بڑھ کر شفیق ہوتی ہیں اور اس کے لئے بھی کہ وہ گھروں میں رہتی ہیں چنانچہ باپ کی عدم موجودگی میں بچہ کی پرورش ماں کرے گی جب تک کہ وہ دوسرا عقد کسی اجنبی سے نہ کرے اور اگر ماں پرورش نہیں کرسکتی تو پھر نانی یا ننھیال سے کوئی خاتون ہو اور اگر ننھیال میں کوئی نہ ہو تو پھر دادی اور اگر دادی نہ ہو تو پھر بہنیں اور اگر بہنیں نہ ہوں تو خالہ پھر پھوپھی، پھر بھتیجی یا بھانجی پھر ماں کی خالہ، یا باپ کی خالہ اسی طرح عصبات اور وراثت کی ترتیب میں جو اقرب ہیں وہ بچہ کی پرورش کریں گے۔12 (کنز، ہدایہ، عنایہ، فتح القدیر اور عمدۃ الرعایہ)۔

یتیم بچوں کی پرورش کی خالہ بھی مستحق ہے

5/4601۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے دن (مشرکوں سے) تین شرطوں پر صلح کی (1) جو مشرک (مسلمان ہوکر مدینہ منورہ) آ جائے اس کو مشرکین کے پاس واپس کردیا جائے گا (2) اور جو مسلمان مشرکوں کے پاس چلا جائے تو مشرکین اس کو واپس نہیں کریں گے اور (3) یہ کہ آئندہ سال (عمرہ کی قضاء کرنے کے لئے مکہ معظّمہ میں) داخل ہوسکتے ہیں اور صرف تین دن ٹھہر سکتے ہیں۔ (اس صلح کے مطابق) جب آپ (مکہ معظّمہ) تشریف لائے اور مدت گزر گئی تو (مدینہ منورہ کی طرف) واپس ہونے لگے تو حضرت حمزہؓ کی صاحبزادی آپ کے پیچھے آنے لگیں اور میرے چچا میرے چچا پکارنے لگیں (یعنی مجھے بھی لیتے چلو) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (اپنی سرپرستی میں) لینے کے ارادہ سے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا۔ تو حضرت علی، حضرت زید، اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم تینوں (ان کی

پرورش کے بارے) میں جھگڑنے لگے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے ان کو (پہلے) لے لیا ہے اور وہ میری چچازاد بہن ہیں (اس لئے میں ان کی پرورش کا زیادہ حق دار ہوں) اور حضرت جعفرؓ نے فرمایا: وہ (بھی) میری چچازاد بہن ہیں اور ان کی خالہ میری بیوی تھیں اور حضرت زیدؓ نے فرمایا وہ تو میری بھتیجی ہیں (یہ سب سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ فرمایا ان کی کفیل ان کی خالہ رہیں گی اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ خالہ ماں کی طرح ہے اور (ان سب کے دلجوئی کے لئے) حضرت علیؓ سے فرمایا تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں اور حضرت جعفرؓ سے فرمایا تم صورت اور سیرت میں میرے مشابہ ہو اور حضرت زیدؓ سے فرمایا تم ہمارے بھائی اور ہمارے محبّ ہو۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

حضانت کے بارے میں حضرت ابوبکر کا ایک فیصلہ

6/4602۔ قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی قبیلہ انصار کی تھیں ان سے عاصم پیدا ہوئے اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو چھوڑ دیا (یعنی طلاق دیدی۔ ایک دن حضرت عمرؓ سواری پر قباء جارہے تھے تو اپنے بچہ (عاصم) کو صحنِ مسجد میں کھیلتا ہوا پایا تو اس کا بازو پکڑا اور سواری پر اپنے سامنے بیٹھالیا تو بچہ کی نانی آپ کے پاس پہونچیں اور بچہ کو (واپس لینے کے لئے) آپ سے جھگڑنے لگیں، دونوں (اس بارے میں فیصلہ کے لئے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، حضرت عمرؓ نے کہا یہ میرا بچہ ہے، اور عورت نے کہا میرا بچہ ہے! تو حضرت ابوبکرؓ نے (حضرت عمرؓ سے) فرمایا بچہ کو (اس کی ماں کے پاس چھوڑ دو اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اس بارے میں کچھ نہیں کیا (اور بچہ کو چھوڑ دیا)۔

7/4603۔ اس کی روایت بیہقی اور عبدالرزاق نے کی ہے اور امام مالک نے اس کی روایت موطاء میں کی ہے۔

اور بیہقی نے اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ پھر حضرت ابوبکر نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (کم سن) بچہ کے بارے میں ماں کو پریشان نہ کیا جائے۔

ف: واضح ہو کہ بچہ کی حضانت کی مدت سات برس ہے یہاں تک کہ وہ بذات خود کھانے پینے اور استنجا کرنے کے قابل ہو جائے اور امام ابوبکر رازی نے حضانت کی مدت کو نو برس قرار دیا ہے لیکن فتویٰ پہلے قول پر ہے اور بچی کی حضانت کی مدت حیض کا آنا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ شہوۃ کی حد کو پہونچ جائے۔

اور سراجیہ میں لکھا ہے کہ ماں بچہ کی پرورش کر رہی ہو اور نکاح میں نہ ہو یا عدت میں نہ ہو اور دودھ بھی پلاتی ہو تو اس کو رضاعت کی اجرت کے علاوہ حضانت کی اجرت بھی علیحدہ ملے گی۔

(یہ فتاوی عالمگیریہ سے ماخوذ ہے۔12)

نورالمصابیح

حصہ ششم (6)

ترجمہ زجاجۃ المصابیح، جلد دوم (2)

مؤلفہ

حقائق آگاہ، معارف دستگاہ، فخر العلماء والمحدثین، واقف رموز شریعت ودین

ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۹۲ھ......۱۳۸۴ھ

مترجم

عمدۃ المحدثین حضرت علامہ **مولانا محمد خواجہ شریف صاحب** دامت برکاتہم العالیہ
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ وناظم مرکز تحقیقات اسلامیہ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

زیر اہتمام

ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

تاڑبن، x، روڈ، حیدرآباد، انڈیا، 500064
040-24469996.
Zia.islamic@yahoo.co.in
www.ziaislamic.com

ناشر

دکن ٹریڈرس بکسیلر

اینڈ پبلیشرز، مغلپورہ حیدرآباد
Phone :040-24521777
66710230,66490230

نوید مسرت

خدا را در الوہیت احد خواں
نبی را در عبودیّت یکے داں

(اللہ تعالی کو اُلوُہیت (معبود ہونے) میں یکتا مان
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شانِ عبدیت میں یکتا جان)

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

امت مرحومہ کو یہ افتخار حاصل ہے کہ دین مبین کی خدمت میں وہ اپنی بہترین صلاحیت صرف کرتی آ رہی ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جتنی فکری، علمی وعملی دین کی خدمت مسلمانوں نے سر انجام دی اس کی نظیر دیگر مذاہب پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

فن تفسیر، حدیث، فقہ و دیگر علوم کی اشاعت میں یہ امت ہمہ تن مصروف رہی

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(خدائے تعالی ان پاک فطرت والے عاشقوں پر رحمت نازل فرمائے)

ہمارے علماء و مفکرین نے دین کی اشاعت وحفاظت کی ذمہ داری جس خوش اسلوبی سے سر انجام دی اسی کا ثمرہ ہے کہ دین محمدی ﷺ اپنی اصلی کیفیت وحالت پر قائم ہے۔

علم فقہ کی تدوین' مسلمانوں کا دین میں تفقہ، حزم واہتمام کا ثبوت ہے۔ فقہ کے چاروں مسالک کے علماء کرام نے اصول وجزئیات کی تحقیق وتکمیل پر اپنی عمر عزیز لگا دی۔ اور اپنی بہترین صلاحیتوں سے فن کی کما حقہٗ خدمت سر انجام دی۔ فقہ حنفی جو چاروں مسالک میں اولیت واساس کا درجہ رکھتی ہے، اس کے مسائل کی مدافعت، تائید وتشریح میں بے شمار علماء کرام نے بیش بہا خدمات انجام دیں۔ مگر مشیت یزدی یوں رہی کہ کوئی ہزار، بارہ سو سال تک فقہ حنفی جامع ومبسوط انداز میں

یکجا جمع نہ ہوسکی۔ تیرہویں صدی ہجری میں ہند کے قطعہ دکن کے ایک عالم وصوفی کے نصیب میں یہ سعادت رکھی گئی کہ وہ فقہ حنفی کو ابوابی لحاظ سے یکجا کریں، ضروری توجیہ، نوٹ وتشریح کے ذریعہ مسائل کے تائیدی دلائل، فقہ حنفی پر اعتراضات کا مکمل ومُسْکِت جواب' فٹ نوٹ اور حاشیہ میں درج کریں۔ علامہ ممدوح رَحِمَہُ اللّٰہُ نے اپنی تالیف منیف کا نام'' زجاجۃ المصابیح '' رکھا اور اس میں یہ اہتمام فرمایا کہ احادیث کی درجہ بندی'' مشکوۃ المصابیح '' کے طرز پر ہو؛ مگر ذیل میں وہ احادیث جمع کی جائیں جو فقہ حنفی کی مؤید ہوں۔ نہ صرف یہ بلکہ فاضل مولف رَحِمَہُ اللّٰہُ نے احادیث کی تشریح اور فقہ حنفی کے تمام اشکال واعتراض کا مدلل جواب' بیسیوں مستند ومتداول مآخذ سے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے۔ اس طرح آپ کی یہ تالیف' فقہ حنفی کی ایک مستند دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

اصل تالیف' زبانِ عربی میں ہے تاکہ اقطاع عالم کے مسلمان اس سے مستفید ہوسکیں۔ بلادِ ہند میں مسلمانوں میں مقبول وعلمی، دینی زبان'' اردو' رائج ہے۔ اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ اس علمی خزانے کو اردو داں طبقے تک جو کافی بڑی تعداد میں موجود ہے پہنچایا جائے۔

حضرت علامہ رَحِمَہُ اللّٰہُ کی حینِ حیات میں ہی اردو ترجمہ کا کام شروع کردیا گیا۔ اور مکمل پہلی جلد کا کام سرانجام پایا، ابتداءً مولانا الحاج منیر الدین صاحب شیخ الادب جامعہ نظامیہ وخطیب مکہ مسجد نے اس کی ابتداء فرمائی۔ مولانا کی عمر کا ابتدائی حصہ مکہ مکرمہ میں گزرا، اس لئے آپ عربی ادب کے محاورات پر کافی عبور رکھتے تھے۔ جامعہ متذکرہ میں آپ نے شعبہ حدیث میں بھی خدمت انجام دی تھی۔ آپ نے عربی کی پہلی جلد کا اردو ترجمہ مکمل فرمالیا تھا جو حضرت صاحب تالیف رَحِمَہُ اللّٰہُ کے ملاحظے میں گزر چکا تھا، اللہ تعالی ان کی سعی کو قبول فرمائے۔

عرصۂ دراز تک ترجمہ کا کام موقوف رہا، توفیق الٰہی سے حضرت ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کے ارادت مند محمد تاج الدین شوکت صدیقی صاحب کو اللہ تعالی ہر حرف کے بدلے جزائے خیر دے کہ

انہوں نے اس کام کوشروع کرنے میں پرخلوص کاوشیں کی ہیں۔جامعہ نظامیہ کے شیخ الحدیث مولانا محمد خواجہ شریف صاحب مدظلہ اور دیگر علماء کرام نے ترجمہ کی ذمہ داری سنبھالی۔ایک ترجمہ کمیٹی تشکیل دی گئی:

(1) مولانا حافظ محمد عبداللہ قریشی صاحب نائب شیخ الجامعہ، جامعہ نظامیہ

(2) مولانا محمد خواجہ شریف صاحب شیخ الحدیث، جامعہ نظامیہ

(3) ڈاکٹر حافظ سید جہانگیر صاحب نائب شیخ الادب، جامعہ نظامیہ

(4) حافظ سید ضیاء الدین صاحب استاذ جامعہ نظامیہ

اوراس کمیٹی کی معاونت محمد فاروق حسین کامل الحدیث، محمد قاسم صدیقی تسخیر، محمد لطیف احمد، غلام محمد اشرفی طلباء جامعہ نظامیہ نے نہایت حسن وخوبی سے انجام دی۔

اللہ ان کی کاوشوں کوشرف قبولیت بخشے اور دارین میں جزائے خیرواجرعظیم عطا فرمائے۔ آمین

حضرت علامہ رَحِمَہُ اللّٰہُ نے خود بنفس نفیس ابتداء میں ترجمہ کے کام کی نگرانی فرمائی تھی اور اردوترجمہ کا نام ''نورالمصابیح'' بھی حضرت کا ہی مجوزہ ہے۔

الحمدللہ! اس کے ترجمہ میں مولانا محترم نے اس بات کا بطورخاص اہتمام کیا ہے کہ متن کا سلیس وبامحاورہ ترجمہ کیا جائے، اصل کتاب کے حاشیہ کا ترجمہ حاشیہ میں کیا جائے۔حدیثی، فقہی وفنی اصطلاحات کی تشریح صاحب ترجمہ نے اپنے طورپر جوکی ہے وہ متن اور حاشیہ میں قوسین کے درمیان دیکھی جاسکتی ہے۔ترجمہ میں اس بات کا بطورخاص خیال رکھا گیا ہے: عربی متن کا ترجمہ بامحاورہ ہواورعربی عبارت کے مکمل وصحیح مفہوم کواردو میں احاطہ کیا جائے۔دراصل مترجم کا' کام اور عین فرض صرف اصل موادکودوسری زبان میں اس کی مکمل لطافت وعظمت اورمفہوم کے ساتھ منتقل

کرنا ہوتا ہے جو بڑی دینی و علمی ذمہ داری ہے۔

متذکرہ بالا علماء کرام نے ترجمہ اوراس کی اشاعت میں جو غیر معمولی انہماک سے کام لیا ہے اور ان تمام مخلصین نے جو اس مبارک و مسعود کام میں اپنا اپنا حصہ ادا کیا وہ سب کا سب اللہ اور اس کے رسول پاک ﷺ کی خوشنودی کی طلب اور مؤلف علام رَحِمَہُ اللّٰہُ کی عقیدت و محبت کے سبب ہے۔

جوے از محبان آں حضرت است
زما ہر نمط لائق مدحت است

(ہمارے چاہنے والوں کی طرف سے جو چھوٹی سے چھوٹی بھی کوشش پیش کی جاتی ہے۔ ہماری طرف سے ہر وقت، ہر طرح قبول ہے اور قابلِ تعریف و تحسین ہے)

رب العالمین کی بارگاہ میں شکر ادا کرتے ہوئے دعاء ہے کہ اللہ تعالی اس کام کو قبول فرمائے اوراس کو ہم سبھی کے لئے زادِ آخرت بنائے۔ آمین۔

المرقوم:۔9/ربیع الثانی/1421ھ،م20/7/2000

حسینی علم، حیدرآباد، دکن (ہند)

شرح دستخط

ابوالخیرات

(حضرت تقدس مآب ابوالخیرات سید انوار اللہ شاہ نقشبندی، مجددی وقادری مدظلہ العالی)

جانشین حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

عرضِ مترجم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الۡاَنۡبِيَاءِ وَالۡمُرۡسَلِيۡنَ، وَ عَلٰى آلِهِ الطَّيِّبِيۡنَ الطَّاهِرِيۡنَ، وَاَصۡحَابِهِ الۡاَكۡرَمِيۡنَ الۡاَفۡضَلِيۡنَ، وَ مَنۡ تَبِعَهُمۡ بِاِحۡسَانٍ اِلٰى يَوۡمِ الدِّيۡنِ اَجۡمَعِيۡنَ. اَمَّا بَعۡدُ!

الحمدللہ! فخر العلماء والمحدثین، ابوالحسنات محدث دکن حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف منیف ''زجاجة المصابيح '' کی جلد دوم ''كِتَابُ الۡعِتۡقِ'' سے متن اور حاشیہ کا ترجمہ شروع کیا گیا اور بفضلہٖ تعالیٰ جلد سوم ''بَابُ مَا لَا يُدۡعٰى عَلَى الۡمَحۡدُوۡدِ'' تک بتمامہ ترجمہ مکمل ہوا اور ان شاءاللہ آئندہ ماباقی جلدوں کا ترجمہ بھی کیا جائے گا۔

اس ترجمہ کے لئے ابوالخیرات حضرت مولانا سید انوار اللہ شاہ صاحب نقشبندی مدظلہ ودامت فیوضہ نے حکم فرمایا تھا اور اس کے لئے حسبِ ذیل علماء پر مشتمل کمیٹی قائم فرمائی۔[1]

1۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ قریشی ازہری صاحب
خطیب مکہ مسجد وشیخ الادب ونائب شیخ الجامعہ جامعہ نظامعہ

2۔ محمد خواجہ شریف شیخ الحدیث وناظم مرکزِ تحقیقاتِ اسلامیہ جامعہ نظامیہ

3۔ ڈاکٹر مولانا سید جہانگیر صاحب نائب شیخ الادب جامعہ نظامیہ

4۔ مولانا سید ضیاءالدین صاحب استاذ جامعہ نظامیہ

کتاب ''زجاجة المصابيح '' دراصل ''مشكوٰة المصابيح'' کے نہج پر مذہبِ حنفی کے مستدل، تمام احادیث اور اس سے متعلقہ حدیثی وفقہی مباحث پر مشتمل جامع کتاب ہے۔ معانی و مفاہیم کا بحرِ ذخار ہے۔ حضرت محدث دکن علیہ الرحمہ نے کتاب کے حواشی میں سند ومتن کے

[1] طبع اول کے لحاظ سے یہ نور المصابیح کی نویں جلد تھی لیکن اس مرتبہ کی طباعت کے لحاظ سے یہ چھٹی جلد قرار پائی ہے جس میں 'زجاجة المصابيح' جلد دوم کے 'كِتَابُ الۡعِتۡقِ' سے 'بَابٌ فِي النُّذُوۡرِ' تک متن اور حاشیہ کا ترجمہ ہے۔ زجاجۃ المصابیح جلد سوم کا ترجمہ نور المصابیح کی ساتویں اور آٹھویں جلد میں آئے گا۔

مباحث، متابعات، شواہد اور بیانِ مذاہب کے ساتھ مذہبِ حنفی کے وجوہ ترجیح، اس کی اصولی بحثیں اور دلائل عقلیہ ونقلیہ، حدیث وفقہ کے ساٹھ (60) سے زائد مصادر ومراجع ذکر کئے ہیں۔

اور ایک ایک حاشیہ میں متعدد کتب سے منتخب عبارتیں مسلسل لائی ہیں، ان کی تراکیب اور اس میں ضمائر کے مراجع کا تعین، پھر ان تمام کتب کی طرف مراجعت' دقت طلب اور وقت طلب کام تھا، جو کسی بھی مترجم کے لئے متعدد وجوہ سے نہایت پیچیدہ اور دشوار ہے۔

الحمدللہ! اللہ بزرگ و برتر کی توفیق ہر وقت شامل حال رہی۔ پیچیدہ اور معقد مقامات' حل ہوتے گئے۔ ترجمہ میں جن امور کو پیش نظر رکھا گیا ہے ان میں سے یہ ہیں:

1۔ ترجمہ سلیس اور سب کے لئے قابل فہم ہو۔

2۔ اس بات کا بھی خیال رکھا گیا ہے کہ عربی کا کوئی لفظ ترجمہ میں چھوٹنے نہ پائے اور علمی اصطلاحات کا ترجمہ قریب الفہم اور با محاورہ ہو۔ البتہ جن مقامات میں مصادر کا ذکر شروع میں تھا مثلاً ''رَوَی النَّسَائِی'' تو ترجمہ میں اس کو بطورِ مصدر آخر میں ذکر کیا گیا ہے۔

3۔ ایک مقام پر متعدد ضمائر جمع ہو جائیں تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ضمیر کا ترجمہ ''آپ ﷺ'' اور صحابی، تابعی یا کسی دوسروں کی طرف راجع ضمائر کا ترجمہ ''انہوں نے، اس نے'' سے کیا گیا ہے۔

4۔ بعض ایسے عربی الفاظ واصطلاحات جن کا لفظی ترجمہ صحیح مفہوم ظاہر نہ کرسکتا ہو بلکہ غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے، مثلاً: ''لَیْسَ بِصَحِیْحٍ'' (یہ حدیث صحیح نہیں ہے) کوئی عام قاری ''صحیح'' کو غلط کے مقابل میں نہ سمجھے۔ اسی طرح حدیث ضعیف سے کوئی فی نفسہ حدیث کو ضعیف نہ سمجھ بیٹھے۔ شروطِ صحت ارتداد سے یہ نہ سمجھے کہ ارتداد بھی صحیح ہوسکتا ہے۔ اس لئے ایسے تمام مقامات میں اس کی تعبیر اس طرح کی گئی ہے کہ ''یہ حدیث مرتبہ صحت میں نہیں ہے''۔ ''یہ حدیث سند کے اعتبار سے

ضعیف ہے“ ”ثبوتِ ارتداد کے یہ شروط ہیں“۔

ایسے تمام مقامات میں اس کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ یہ اپنے پورے صحیح مفہوم کو ظاہر کرنے کے ساتھ کسی ہونے والی غلط فہمی کو بھی دور کرے۔

اس کے باوجود اگر ترجمہ میں کوئی نقص یا مفہوم میں کہیں کوئی تعقید آ گئی ہے تو مخلصین سے درخواست ہے کہ اس کو مترجم کے قصور پر محمول کریں اور اگر اس کی اطلاع دی جائے تو آئندہ کے لئے تصحیح کر لی جائے گی۔

اس کام میں مولانا سید ضیاء الدین نقشبندی استاذ جامعہ، مولوی محمد فاروق حسین کامل الحدیث، مولوی محمد قاسم صدیقی، مولوی محمد لطیف احمد، مولوی غلام محمد اشرفی طلبہ کامل حدیث نے شبانہ روز تعاون کیا۔

اللہ تعالی ان طلبہ کو اور ان اصحاب کو جو اس میں کسی بھی قسم سے حصہ لئے ہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کام کو ہم سب کے میزانِ حسنات میں شامل کرے اور ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَسَلَّمَ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَ آلِہٖ وَصَحْبِہٖ
اَجْمَعِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

محمد خواجہ شریف
شیخ الحدیث وناظمِ مرکز تحقیقاتِ اسلامیہ
جامعہ نظامیہ

(14) کِتَابُ الْعِتْقِ

آزاد کرنے کا بیان

اللہ بزرگ و برتر کا ارشاد ہے:

"فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ. وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ. فَكُّ رَقَبَةٍ. اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ. یَّتِیْمًا ذَامَقْرَبَةٍ. اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ".

(سورۃ البلد، آیت نمبر:16-11)

تم اس گھاٹی سے ہو کر نہیں گزرے اور تم کو کیا معلوم گھاٹی کیا ہے؟ 1

کسی گردن کو چھڑانا یا بھوک کے دن رشتہ داریتیم کو یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا۔

جو آدمی کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے

1/4604۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے گا 2 تو اللہ تعالی اس کے ہر عضو کے بدلہ اس کے اس عضو کو دوزخ کی آگ سے آزاد کرے گا۔

---

1 (قولہ:" وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ . فَكُّ رَقَبَةٍ" (تم کو کیا معلوم گھاٹی کیا ہے۔گردن چھڑانا (غلامی، قید و بند سے آزاد کرنا)۔شریعت نے اس آیت کریمہ کے ذریعہ غلام کو آزاد کرنے کی ترغیب دی ہے۔مبسوط)

2 (قولہ :"من اعتق رقبة مسلمة" (جو آدمی کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے گا) الخ۔اس حدیث شریف سے یہ ظاہر ہے کہ مسلمان کو آزاد کرنا کافر کو آزاد کرنے سے افضل ہے اور سارے علماء کا یہی قول ہے یعنی اس میں اختلاف نہیں ہے کہ کافر غلام کو آزاد کرنے والے کو بھی غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔لیکن اس کا ثواب مسلمان غلام کو آزاد کرنے کی طرح نہیں ہے۔مسلمان ہونے کی قید اس لئے لگائی گئی تاکہ اس کو زیادہ سے زیادہ ثواب ملے۔(عمدۃ القاری، نیل الاوطار، مرقات)

تو اللہ تعالی اس کے ہر عضو کے بدلہ اس کے اس عضو کو دوزخ کی آگ سے آزاد کرے گا[1]
یہاں تک کہ اس کی شرمگاہ کو اس کی شرمگاہ کے بدلے۔ (بخاری، مسلم)۔

فدیہ جہنم سے چھٹکارے کا ذریعہ ہے

2/4605۔ سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی آدمی مسجد بنائے تا کہ اس میں اللہ کا ذکر ہو تو اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنایا جائے گا اور جو شخص کسی مسلمان (غلام) کو آزاد کرے گا تو اس کے لئے وہ جہنم سے فدیہ یعنی چھٹکارے کا ذریعہ ہے اور کوئی آدمی اللہ کے راستے میں (جدوجہد کرتے ہوئے) بوڑھا ہو جائے گا تو یہ (اس راہ میں بوڑھا ہو جانا) اس کے لئے قیامت کے دن نور ہے۔

(کتاب المصابیح کے مؤلف نے اپنی دوسری تالیف شرح السنۃ میں اس حدیث کی روایت کی ہے)۔

تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرو

3/4606۔ سیدنا غریف بن ویلمیؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے عرض کیا کہ آپ ہم کو کوئی حدیث شریف اس طرح بیان فرمائیں کہ اس میں نہ تو کوئی زیادتی ہو نہ کسی قسم کی کمی۔ یہ سن کر وہ غصہ میں آ گئے اور فرمایا کہ تم میں سے کوئی تلاوت کرتا ہے اور مصحف شریف اس کے گھر میں لٹکا ہوا ہوتا ہے اس کے باوجود اس میں

---

[1] (قولہ: "اعتق اللہ بکل عضو منہ عضواً منہ من النار حتی فرجہ بفرجہ" (اللہ تعالی اس کے ہر عضو کے بدلے اس کے اس عضو کو دوزخ کی آگ سے آزاد کرے گا یہاں تک کہ اس کی شرمگاہ کو اس کی شرمگاہ کے بدلے) ہدایہ میں ہے کہ غلام کو آزاد کرنا مستحب ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی مسلمان کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے گا تو اللہ تعالی اس کے ہر حصہ کے بدلے اس کا وہ حصہ دوزخ سے آزاد کرے گا۔ اسی لئے فقہاء نے مستحب قرار دیا ہے کہ مرد، غلام کو آزاد کرے اور عورت، باندی کو، تا کہ اس کے اعضاء کا اس کے اعضاء سے تقابل ہو سکے۔

کمی وزیادتی کر جاتا ہے۔ہم نے عرض کیا: ہمارا ارادہ تو صرف ایسی حدیث سننا ہے جس کو آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہو تو انہوں نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے اس ساتھی کے تعلق سے عرض کرنے حاضر ہوئے جس نے قتل عمد کر کے دوزخ کو (اپنے آپ پر) واجب کرلیا تھا۔[1] (یہ سن کر) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اس کی طرف سے (غلام) آزاد کرو اللہ تعالی اس (غلام) کے ہر عضو کے بدلے اس (قاتل) کا ویسا ہی عضو (دوزخ کی) آگ سے آزاد کردے گا۔ (ابوداؤد،نسائی)

ایسا عمل سکھائیے جو مجھ کو جنت میں داخل کرے

4/4607۔سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی (دیہاتی) حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے ایک ایسا عمل سکھلا یئے جو مجھ کو جنت میں داخل کرے! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے مختصر کلام میں بہت وسیع سوال کیا ہے (یعنی بڑی بات پوچھی ہے) ایک جان کو یعنی غلام کو آزاد کرو اور گردن کو چھڑاؤ۔سائل نے

---

[1] (قولہ ''اَوْجَبَ'' الخ یعنی اس نے قتل عمد کر کے ایسا جرم کیا تھا جس کی وجہ سے دوزخ میں جانے کا مستحق ہو گیا۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:'' وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ''. جو کوئی شخص کسی مسلمان کو عمداً قتل کرے گا تو اس کی جزا جہنم ہے (سورۃ النساء، آیت نمبر:93) اور یہاں یہ جو حکم لگا دیا گیا ہے (غلام آزاد کرنے کا)، وہ قتل کی جو شرعی حد (قصاص یا دیت) ہے اس کو نافذ کئے جانے کے بعد ہے ورنہ غلام کا آزاد کرنا مقتول کے ولی کے حق کے لئے کیسے کافی ہوسکتا ہے؟ یا پھر اس واقعہ کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ قاتل نے اپنے آپ کو قتل کیا تھا (یعنی خودکشی کرلی تھی)۔اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حدود ہمارے پاس جنایت کے کفارہ کے لئے کافی نہیں ہیں۔اگر ایسا ہوتا تو اس کے بعد غلام کو آزاد کرنے کی حاجت نہ رہتی۔ (بذل المجھو دشرح سنن ابی داؤد)۔

درمختار اور ردالمحتار میں اس کا خلاصہ اس طرح ذکر کیا ہے کہ حدود کا نفاذ ہمارے پاس گناہ سے پاک کرنے والا (یعنی کفارہ) نہیں ہے بلکہ اس کو پاک کرنے والی چیز توبہ ہے لیکن جب اس پر شرعی حد لگائی جائے اور وہ توبہ نہ کرے تو اس پر معصیت کا گناہ باقی رہتا ہے۔اور جمہور علماء کی رائے میں حدود گناہوں کے لئے کفارہ اور پاک کرنے والے ہیں، اور ہمارے موقف کی واضح دلیل کتاب ''النھر'' میں ہے۔

عرض کیا ”کیا یہ دونوں باتیں ایک نہیں ہیں؟“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ دونوں ایک نہیں ہیں۔ جان کو آزاد کرنا یہ ہے کہ تم ہی اکیلے اس کو آزاد کرو، اور گردن چھڑانا یہ ہے کہ تم اس کی آزادی کی قیمت ادا کرنے میں مدد کرو۔ اور دودھ سے بھری ہوئی بکری یا اونٹنی (دودھ استعمال کرنے کی غرض سے دو) اور ظالم رشتے دار کا بھی پاس ولحاظ کرو (یعنی تعلقات توڑے بغیر اس کو ظلم سے روکو) اور اگر تم کو اس کی طاقت نہیں ہے تو کسی بھوکے کو کھلاؤ، اور پیاسے کو پلاؤ اور نیکی کا حکم دو، برائی سے روکو۔ اگر تم کو اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان کو بھلائی کے سوا کسی بھی دوسری بات سے (بدکلامی، غیبت وغیرہ سے) روکو۔ امام بیہقیؒ (شعب الایمان)

کونسا عمل افضل ہے اور کونسا غلام آزاد کرنا افضل ہے

5/4608۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا۔ پھر میں نے عرض کیا: کونسا غلام (آزاد کرنا) افضل ہے؟[1] آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو سب سے زیادہ قیمتی ہو اور اپنے مالک کے پاس سب سے زیادہ عزیز ہو۔ پھر میں نے عرض کیا اگر میں یہ بھی نہ کرسکوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی صنعت کار کی مدد کرو یا

---

[1] (قولہ: ”فای الرقاب افضل“ الخ (کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟) کتاب مبسوط میں ہے کہ ان احادیث شریفہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ غلام کو آزاد کرنا نیکی اور مہربانی کرنے کے قبیل سے ہے اور جو غلام اپنے مالک کے پاس زیادہ عزیز ہو اس کو آزاد کرنا افضل ہے۔ حضور علیہ وآلہ الصلاۃ والسلام کے ارشاد ”افضلھا اغلاھا“ کی بنا پر امام مالک رحمہ اللہ کا یہ قول ہے کہ جب کافر غلام، مسلمان غلام سے زیادہ قیمتی ہو تو اس کو آزاد کرنا مسلمان غلام کو آزاد کرنے سے زیادہ افضل ہے مگر یہ بات قابل ترجیح نہیں ہے بلکہ اس میں یہ قید ملحوظ ہے کہ وہ قیمتی غلام مسلمانوں میں سے ہو کیونکہ اس سے ایک مسلمان کو آزادی کا موقعہ فراہم کرنا اور اس کو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے فارغ کرنا ہے۔ کافر غلام کو آزاد کرنے کو مستحب قرار دینے کی بظاہر وجہ یہ ہے کہ اس سے مسلمانوں کے لئے جزیہ حاصل کرنا ہے۔ اب رہا یہ کہنا کہ کافر غلام کو آزاد کرنے میں اس کو غور وفکر کا موقعہ فراہم کرنا ہے تا کہ وہ مسلمان ہوجائے تو یہ ایک دور کا احتمال ہے۔ (مرقات)۔

کسی بے ہنر کے کام آؤ۔ میں نے پھر عرض کیا اگر میں یہ بھی نہ کرسکوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگوں کو شر سے دور رکھو اور بلاشبہ یہ ایک ایسا صدقہ ہے جس کو تم اپنے لئے کررہے ہو۔ (بخاری، مسلم)۔

افضل صدقہ

6/4609۔ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ افضل صدقہ غلام کو آزاد کرنے کی سفارش کرنا ہے۔ (امام بیہقی۔ شعب الایمان)

(1/162)بَابُ اِعْتَاقِ الْعَبْدِ الْمُشْتَرَکِ وَ شِرَاءِ الْقَرِیْبِ وَالْعِتْقِ فِی الْمَرَضِ

مشترک غلام کو آزاد کرنے، رشتے دار غلام کو خریدنے اور بیماری میں آزاد کرنے کا بیان

اللہ بزرگ و برتر کا ارشاد ہے:" فَکَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْهِمْ خَیْرًا". (سورۃ النور، آیت:33)

پس تم انہیں (اپنے غلاموں کو) مکاتب[1] بناؤ اگر ان میں بھلائی کو جانو۔ کسی معاہدہ یا معاوضہ کے تحت غلام یا باندی کو آزادی دینا) مکاتب کہلاتا ہے۔

عبدالرحمٰنؒ جب بالغ ہوجائیں

1/4610۔سیدنا عبدالرحمٰن بن یزید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: ہمارا ایک غلام تھا جو قادسیہ کی جنگ میں شریک ہوا اور خوب دادِ شجاعت پایا۔ وہ غلام میرے اور میری والدہ اور میرے بھائی اسود کے درمیان مشترک تھا۔ ان دونوں نے اس کو آزاد کرنے کا ارادہ کرلیا میں ان دونوں میں چھوٹا تھا، اسودؓ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپؓ نے

---

[1] (قولہ:" فَکَاتِبُوْهُمْ "(پس تم ان کو مکاتب بناؤ) ہدایہ میں ہے کہ یہ حکم باتفاق فقہاء واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اور یہی قول صحیح ہے اگر اس کو اِباحت پر محمول کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد "اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْهِمْ خَیْرًا" کی شرط کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ مکاتب بنانا اس شرط کے بغیر بھی مباح ہے۔ البتہ اس کو مستحب قرار دینے میں شرط کا تعلق قائم رہے گا۔"اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْهِمْ خَیْرًا" ں خیر سے مراد کیا ہے؟ اس کے بارے میں جیسا کہ کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کو اس غلام کے آزاد ہونے کے بعد اس سے ضرر نہ پہنچے۔ اور اگر اس سے ضرر پہنچتا ہو، تو بہتر یہ ہے کہ اس کو مکاتب نہ بنائے۔ اس کے باوجود اگر مالک اس کو مکاتب بنائے گا تو مکاتبت درست ہوجائے گی۔

فرمایا تم اس کو آزاد کردو اور عبدالرحمٰن جب بالغ ہو جائیں 1؎ اور اس وقت اگر وہ بھی یہی چاہیں جو تم چاہتے ہو تو اس کو آزاد کردیں ورنہ تم دونوں اس کی قیمت کے ضامن رہو گے (یعنی تم سے وہ اپنا حصہ وصول کریں گے)۔

(امام طحاوی نے قوی سند کے ساتھ اس کی روایت کی ہے)۔

1؎ **قولہ: فاذا بلغ عبدالرحمن** (جب عبدالرحمٰن بالغ ہوجائیں) یعنی جب غلام دوافراد کے درمیان مشترک ہو اور ان میں سے ایک اپنا حصہ آزاد کردے تو حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمھما اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ کامل غلام آزاد ہوجائے گا، اور آزاد کرنے والا اگر مالدار ہے تو اپنے شریک کے حصہ کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر وہ تنگدست ہے تو غلام سے محنت کروائیگا، یعنی صاحبین کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے لئے صرف دوصورتیں ہیں: اگر وہ مالدار ہے تو شریک کے حصہ کا ضمان دیگا، اور اگر تنگدست ہے تو شریک کے حصہ کی قیمت کے لئے غلام سے محنت کروائیگا۔ غلام کو آزاد کرنے والا پھر اس غلام کو غلامی میں نہیں لاسکے گا۔ اور وِلاء آزاد کرنے والے کو ملے گا (ولاء یعنی آزاد شدہ غلام کا متروکہ حسب قاعدہ آزاد کرنے والے کو ملے گا)۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آزاد کرنے والا اگر مالدار ہے تو اپنے شریک کا ضامن ہوگا، اور آزادی تقسیم نہیں ہوگی، اور اگر وہ تنگدست ہے تو آزادی تقسیم ہوجائے گی۔

امام شافعیؒ غلام سے محنت کرانے کے قائل نہیں بلکہ ان کے پاس آزادی تقسیم ہوجائے گی۔ وہ فرماتے ہیں کہ دوسرا شریک اس غلام سے ایک دن خدمت لے گا اور دوسرے دن اس کو سارے دن کے لئے چھوڑ دے گا۔ یعنی آزاد کرنے والا اگر مالدار ہے تو اس کے بارے میں امام شافعیؒ کا قول صاحبینؒ کے قول کی طرح ہے۔ اگر آزاد کرنے والا تنگدست ہے تو اس صورت میں امام شافعیؒ کے نزدیک آزاد نہ کرنے والے شریک کا حصہ اس کی ملکیت میں باقی رہیگا، جس کو بیچا اور ہبہ کیا جاسکتا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب مالک اپنے غلام کے بعض حصہ کو آزاد کردے تو اسی قدر آزاد ہوگا اور اپنے آقا کی بقیہ قیمت کی آدائی کے لئے کوشش کرے گا۔ یعنی جب غلام دوشریکوں کے درمیان ہو اور ان میں سے ایک اپنے حصہ کو آزاد کردے تو وہ اسی قدر آزاد ہوگا۔ اگر وہ مالدار ہے تو اس کے شریک کو اختیار ہے، چاہے تو آزاد کردے یا اپنے حصہ کی قیمت اپنے شریک سے حاصل کرے یا چاہے تو غلام سے محنت کروائے۔ اگر وہ ضامن بنائے تو آزاد کرنے والا غلام سے پیسے لے سکتا ہے۔ اور ولاء آزاد کرنے والے کو ملے گا۔ اور اگر یہ دوسرا شریک آزاد کردے یا غلام سے محنت کرائے تو ولاء دونوں کے درمیان رہے گا۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔

---۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ اور اگر آزاد کرنے والا تنگدست ہے تو دوسرے شریک کو اختیار ہے چاہے تو آزاد کردے یا پھر غلام سے محنت کروائے۔ ولاء ان دونوں صورتوں میں (یعنی شریک کے آزاد کرنے کی صورت میں اور محنت کروانے کی صورت میں) دونوں کے درمیان رہے گا۔

یہ مسئلہ دو اصولوں پر مبنی ہے۔

(1) آزاد کرنا قابل تقسیم ہے یا نہیں۔

(2) آزاد کرنے والے کا مالدار ہونا، امام اعظمؒ کے پاس کرانے کے لئے مانع نہیں مگر صاحبینؒ کے پاس مانع ہے۔

خلاصہ یہ کہ آزاد کیا جانا سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہر حالت میں قابل تقسیم ہے اور صاحبینؒ کے پاس کسی حالت میں بھی قابل تقسیم نہیں ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بعض احوال میں قابل تقسیم ہے اور بعض حالات میں قابل تقسیم نہیں۔ اور امام قہستانیؒ کا قول فیصلہ کن ہے جو کتاب مضمرات سے نقل کیا گیا ہے اور علامہ قاسمؒ نے ائمہ تصحیح سے اس قول کے صحیح ہونے کو نقل فرمایا ہے۔

فتح القدیر میں اس قول کے معنی ونقلاً تائید موجود ہے، اور اسی مفہوم میں شیخین کی حدیث ہے: (ترجمہ) جو کوئی شخص کسی غلام میں اپنے حصہ کو آزاد کردیگا اور اس کے پاس غلام کی قیمت کے بقدر مال موجود ہے تو اس کی ایک متوازن قیمت قائم کی جائے گی، وہ اپنے شرکاء کو انکا حصہ دے گا اور سارا غلام اس کے حق میں آزاد ہو جائے گا ورنہ جس قدر حصہ وہ آزاد کیا ہے اسی قدر آزاد ہوگا''۔ اس سے صرف بعض حصہ کا آزاد ہونا معلوم ہوا اور یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے۔ امام نوویؒ کا کہنا ہے کہ احادیث شریفہ سے امام شافعیؒ کے مذہب کی تائید معلوم ہوتی ہے۔ میرا عرض کرنا یہ ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ضمان کی حدیث کو اختیار کیا ہے اور استسعاء (غلام سے محنت کرانے) کی حدیث باوجود صحیح ہونے کے چھوڑ دی ہے اور حدیث شریف کی رو سے انصاف کی بات تو وہ ہے جو امام طحاویؒ نے اختیار فرمائی کہ انہوں نے صاحبینؒ کے مذہب کو اختیار کیا ہے اور میں کہتا ہوں کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا قول باعتبار فقہ قوی ہے کیونکہ شریک کا اپنا حصہ آزاد کرنا ضمان اور استسعاء دونوں کو لازم کرتا ہے اور ان دونوں صورتوں کا احادیث میں ذکر ہے اور امام بخاریؒ نے (اس مسئلہ میں) شروع سے آخر تک امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی موافقت کی ہے۔

جوشخص اپنے غلام کے ایک حصہ کوآزاد کرے پھراس سے محنت کروائی جائے گی

2/4611۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: جوشخص اپنے غلام کے ایک حصہ کوآزادکرے تواپنے مال سے پورا آزادکردینااس کے ذمہ ہے۔پس اگراس کے پاس مال نہ ہوتو غلام کی مناسب قیمت مشخص کی جائے گی، پھراس پرسختی کئے بغیراس سے محنت کرائی جائے گی 1۔ (تاکہ وہ اپنی باقی قیمت ادا کردے)(بخاری مسلم)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل میں سے سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث ہے جس کوامام طحاویؒ نے روایت کیا ہے۔اس حدیث میں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کوان کے بالغ ہوجانے کی بعد اختیار دیا کہ وہ اس غلام میں جس کوان کی والدہ اوران کے بھائی کے حصے کی آزادی مل چکی ہے اپنا حصہ آزادکردیں یاضمان وصول کریں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالی عنہ کواس بات کا اختیارمل گیا کہ وہ مکاتبت کاعوض لئے بغیرآزادکردیں توان کو یہ بھی اختیار ہے کہ غلام کی ماباقی قیمت اداکرکے مکمل طورپرسارا غلام ان کی طرف سے آزادکردیں۔جب آزادنہ کرنے والے کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے حصہ کوآزادکردے،اسی طرح پہلے اپنا حصہ آزادکرنے والا اپنے شریک کے لئے ضامن ہوسکتا ہے تواس کوضمان کی ادائیگی اورپھرپورے غلام کی قیمت ہوجانے کے بعد اپنے ضمان کی رقم کوواپس حاصل کرنے کا بھی حق حاصل ہوگا اورغلام سے اس بارے میں خدمت لے کریااجرات پرکام کرواکراپنااپنا حصہ وصول کرسکتے ہیں۔منجملہ اوردلائل کے استسعاء (غلام سے محنت کروانے) کی حدیث بھی ہے جس کی تحقیق اسی باب میں اس کے بعد آرہی ہے اورالعرف الشذی شرح الترمذی میں ہے کہ ہمارے امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پراستدلال کے لئے مزیددوحدیثیں ہیں۔ان میں سے ایک مصنف عبدالرزاقؒ اوردوسری مسند احمدؒ میں ہے اوران کے رجال ثقات ہیں اوربعض حفاظ حدیث نے ان میں سے ایک کوصحیح قراردیا ہے۔

(عرف الشذی شرح جامع ترمذی،ہدایہ،درمختار،ردالمحتار،شرح معانی الآثار)

1ثم استسعی (پھراس سے محنت کروائی جائے گی)الخ استسعاء کامفہوم ہمارے پاس۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

غلام کو اپنے انتقال کے قریب آزاد کرنا اور غلام کا اپنے مابقی حصے کے لئے محنت کرنا

3/4612۔اور محدث عبدالرزاقؒ نے ایسی سند سے جس کے راوی ثقہ ہیں روایت کی ہے

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔اس کو مزدوری پر لگانا اور مابقی نصف اس کی اجرت میں سے لینا ہے اور بعض شافعی حضرات نے فرمایا کہ استسعاء سے مراد یہ ہے کہ اس کا آقا ایک دن اس سے خدمت لے اور ایک دن اس کو چھوڑ دے اور وہ اسی حالت پر ہمیشہ رہے گا۔

اس بارے میں میرا کہنا یہ ہے کہ یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد ''**قوم قیمة عدل**'' الخ (اس کی متوازن قیمت مشخص کی جائے گی) کے خلاف ہے۔

اور ہمارے لئے یہ حدیث حجت ہے اور اس حدیث سے محنت کروانا ثابت ہوتا ہے اور استسعاء کا ثبوت علامہ ابن حزم کے قول کے مطابق تیس صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم سے ثابت ہے اور انہوں نے جو کچھ روایت کی ہے اس میں ہمارے مذہب کے خلاف کوئی بات نہیں ہے بلکہ اس میں ہمارے اقوال کی دلیل اور تائید ہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''**فان کان موسراً قوم علی ثم یعتق**'' اگر وہ (اپنا حصہ آزاد کرنے والا) مالدار ہے تو غلام کی قیمت اس کے ذمہ مشخص کی جائے گی پھر وہ آزاد ہوجائے گا۔اور لفظ ''**ثم**'' تراخی کے لئے ہے۔ اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ وہ اس کے بعد اس کیآزاد کرنے سے یا اس سے محنت کروانے سے آزاد ہوجائے گا۔اور ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ اپنے شرکاء کو ان کا حصہ دے دیگا اور اس پر آزادی واقع ہوجائے گی۔اور ''**عتق علیه**'' واؤ کے ساتھ ہے جو نہ ترتیب کے منافی ہے اور نہ تراخی کے۔ہم نے اس کو تمام احادیث میں تطبیق کے لئے تراخی پر محمول کیا ہے لیکن استسعاء کی حدیث کا ظاہری مفہوم سے صاحبینؒ کی تائید ہوتی ہے کیونکہ آزاد کرنے والا مالدار ہو تو غلام سے ماباقی حصہ میں محنت نہیں کرائی جائیگی یہاں موسر (مالدار) کے معنی یہ ہیں کہ اس کو دوسرے شریک کے حصہ کی قیمت ادا کرنے پر قدرت ہو۔حدیث شریف کے الفاظ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ''**فکان له من المال مایبلغ ثمنه**'' اس کے پاس اس کی قیمت کے بقدر مال ہو۔لیکن اس حدیث شریف کی تائید صاحبین کے لئے مفہوم مخالف کا اعتبار کرنے پر موقوف ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ''**وان لم یکن له مال قوم قیمة عدل ثم یستسعی**'' اور اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو ایک متوازن قیمت مختص کی جائے گی پھر اس سے محنت کروائی جائے گی۔مفہوم مخالف کا اعتبار کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس کے پاس مال ہونے کی صورت میں اس سے محنت نہیں کروائی جائے گی۔اور قارئین جانتے ہیں کہ ہمارے اصحاب ثلاثہ مفہوم مخالف کو تسلیم نہیں کرتے پھر وہ اپنے مقصد کو اس سے کیسے ثابت کرسکتے ہیں۔(مرقات،عرف الشذی،شروحِ کنز،کوکب الدری)

کہ قبیلہ بنی عذرہ کے ایک صاحب نے اپنے غلام کو اپنے انتقال کے قریب آزاد کیا حالانکہ ان کے پاس اس کے سوا کوئی مال نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ایک تہائی حصہ کو آزاد قرار دے کر غلام کو حکم فرمایا[1] کہ وہ اپنی دو تہائی (کی آزادی) کے لئے محنت کرے

جو شخص کسی نسبی محرم کا مالک ہوگا

4/4613۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے اور وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی شخص کسی نسبی محرم[2] (نسبی حرمت والا) کا مالک ہوگا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

---

[1] قولہ ''وامرہ ان یسعی فی الثلثین'' (غلام کو حکم فرمایا کہ وہ اپنی دو تہائی (حصہ کی آزادی) کے لئے محنت کرے) اس سے بھی (غلام کا اپنی ماقی آزادی کے لئے) محنت کرنا ثابت ہے۔ اور قرعہ اندازی کی حدیث ہمارے پاس قرعہ کے منسوخ ہونے سے پہلے یعنی اسلام کے ابتدائی زمانہ پر محمول ہے اور جُوّے کی ممانعت کے حکم سے جب قرعہ منسوخ ہو گیا تو اس کا حکم بھی منسوخ ہو گیا۔ (بذل المجھود)

اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہر ایک کی طرف سے اس کا حصہ آزاد ہوگا اور باقی میں وہ محنت کرے گا۔ اور آپ کی دلیل محدث عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث ہے۔ (مرقات)

[2] قولہ ''من ملک ذا رحم محرم فھو حرّ (جو کوئی کسی نسبی محرم کا مالک ہوگا تو وہ آزاد ہو جائے گا)''

یعنی جب آدمی اپنے کسی نسبی محرم رشتہ دار کا مالک ہو جائے تو ہمارے (حنفیہ) کے نزدیک مالک ہوتے ہی آزادی اس پر واقع ہو جائے گی یعنی اس کے آزاد کئے بغیر خود بخود اس پر آزادی واقع ہو جائے گی۔ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ولادتی رشتے یعنی ماں باپ اور اولاد (تمام اصول وفروع) میں ہی آزادی واقع ہوگی۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ولادتی رشتے کے علاوہ بھائی بہنوں میں آزادی واقع ہوگی۔ یہ حدیث شریف احناف کی دلیل ہے۔ حضرت عمر فاروق اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور بہت سے تابعین رحمہم اللہ سے اسی طرح روایت آئی ہے۔ اور جو رشتہ دار نسبتی محرم نہیں ہیں جیسے چچا اور بھائی کی اولاد اور نسبی رشتہ کے سوا جو محرم ہیں جیسے سسرالی اور رضاعی محرمات یہ بھی بالاتفاق آزاد نہیں ہوں گے۔ (شروح کنز)

لڑکا اپنے والد کا بدلہ نہیں دے سکتا اس کو خرید کر آزاد کردے

5/4614۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی لڑکا اپنے والد کو بدلہ نہیں دے سکتا سوائے اس کے کہ اگر اس کو غلامی کی حالت میں پائے تو وہ اس کو خرید کر آزاد کردے۔[1] (مسلم شریف)

مدبر غلام فروخت نہیں کیا جاسکتا

6/4615۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مدبر غلام فروخت نہیں کیا جاسکتا[2] اور نہ اس کو ہبہ کیا جاسکتا ہے۔(دار قطنی) اور اس حدیث شریف سے امام کرخیؒ، امام طحاویؒ، امام رازیؒ اور دیگر مشائخ نے بھی استدلال کیا ہے،اور یہ سب علماء کرام علم حدیث کے ستون ہیں۔

---

[1] قولہ "فیعتقہ"(اس کو خرید کر آزاد کردے)بعض اہل ظاہر نے کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بیٹا باپ کا مالک ہو تو باپ آزاد نہیں ہوگا۔ورنہ خریدنے پر آزادی کو مرتب کرنا درست نہیں ہوگا اور فیعتقہ میں "فاء" کو تعقیب کا قرار دیا ہے اور جمہور علماء کے پاس بیٹا مالک ہوتے ہی باپ آزاد ہوجائے گا اور اس کو مزید آزاد کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی اور فیعتقہ کے معنی یہ ہیں کہ اس کو خرید لے۔اس سے اس کو آزاد کرنا خود بخود متحقق ہوجائے گا یہ نہیں کہ پھر اس کو آزاد کرے۔خریدی اور آزادی کے درمیان ترتیب حکم کے اعتبار سے ہے یعنی پہلے خریدنے کا حکم ہے پھر اس کے ساتھ آزادی خود بخود ہے اس میں انشاء آزادی کا اعتبار نہیں ہے(یعنی پہلے خریدنا ہوتا ہے اس کے بعد خود آزادی واقع ہوجاتی ہے)۔اس بناء پر فیعتقہ میں فاء سببیت کا ہے یعنی خریدنے کے بعد"میں تجھ کو آزاد کرتا ہو" کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔بلکہ نفس خریدی ہی سے آزادی واقع ہوجائے گی۔(بیٹا باپ کو اپنے خریدنے کے ذریعہ آزاد کردے گا)۔(مرقات)۔

[2] قولہ: المدبر لا یباع (مدبر غلام فروخت نہیں کیا جاسکتا)ہمارے علماء حنفیہ کے پاس مدبر کی دو قسمیں ہیں۔(1)مدبر مطلق(2)مدبر مقید

پھر مدبر مطلق کی بھی دو قسمیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آزادی کو کسی خاص زمانے یا کسی خاص حالت کی قید لگائے بغیر مطلق موت سے متعلق کیا گیا ہو جیسے آقا اپنے غلام سے کہے جب "میرا انتقال ہو تو تُو آزاد ہے" اور دوسری قسم یہ ہے کہ آزادی کو ایسی موت سے متعلق کیا گیا ہو جس کے لئے کوئی ایسی قید لگائی گئی ہو جو۔۔۔بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔

۔۔۔ماقبل حاشیہ۔۔۔عام طور پر وقوع پذیر ہوتی ہے مثلاً آقا کا یہ کہنا جب کہ وہ اسّی (80) سال کی عمر میں ہے ''اگر میں سوسال کی عمر میں انتقال کر جاؤں'' تو یہ صورت بظاہر مقید ہے لیکن معناً مطلق ہے کیونکہ عموماً آدمی اس مدّت سے پہلے ہی انتقال کر جاتا ہے'' پس اس کا یہ کہنا ''میں 100 سوسال میں انتقال کر جاؤں'' تو یہ 100 سوسال کی قید کا ذکر کئے بغیر ''میں انتقال کر جاؤں) کہنے کے حکم میں ہے۔لہذا یہ مدبر مطلق کے حکم میں ہے۔

مدبر مطلق کا حکم: اس کو نہ بیچا جاسکتا ہے اور نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے البتہ اس سے خدمت لی جاسکتی ہے اور مزدوری پر لگایا جاسکتا ہے۔اور مدبرہ باندی سے مباشرت بھی کی جاسکتی ہے اور نکاح بھی کیا جاسکتا ہے۔

اگر آقا اپنے انتقال کے وقت تنگ دست تھا اور اس کے مدبر کے سوا اس کے پاس دوسرا کوئی مال نہ تھا تو ایسی صورت میں اس کے مال کے ایک تہائی حصے سے مدبر آزاد ہوگا اور مابقی دو تہائی کے لئے اس سے محنت کرائی جائے گی اور اگر آقا کے ذمہ ایسا قرض تھا کہ اس کا سارا مال اس کی ادائی میں ختم ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں مدبر اپنی تمام قیمت کی ادائی کے لئے محنت کرے گا۔

مدبر مقید کی صورت مدبر مطلق کی مذکورہ دوصورتوں کے برخلاف ہے یعنی غلام کی آزادی کو اپنی ایسی موت کے ساتھ مقید کیا جائے جو عادتاً یعنی اکثر وقوع پذیر نہیں ہوتی مثلاً آقا غلام کی تدبیر (آزادی) کو اپنے انتقال کی کسی خاص صفت کے ساتھ معلق کرے مثلاً یوں کہے ''اگر میں اس مرض میں انتقال کر جاؤں تو تجھے آزادی ہے'' پھر اگر آقا کا انتقال اسی صورت پر ہوا جس کو اس نے ذکر کیا تھا تو وہ مدبر مطلق کی طرح سے آزاد ہو جائے گا یعنی ایک تہائی حصہ میں آزاد ہو جائے گا۔ایسی صورت میں چونکہ وہ مدبر مطلق ہو جائے گا اس کو بیچنا جائز نہیں ہوگا۔اور اگر آقا اس مرض سے اچھا ہو جائے پھر اس کے بعد انتقال کر جائے تو وہ (غلام) آزاد نہیں ہوگا کیونکہ جس شرط پر معلق کیا تھا وہ باقی نہیں رہی بلکہ فوت ہوگئی۔مدبر کے بیچے جانے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ اور اہل کوفہ کی ایک جماعت کے پاس آقا کو اپنے مدبر غلام کے بیچنے کا حق نہیں ہے۔اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آقا کے لئے مدبر غلام کو بیچنا اور ہبہ وغیرہ کرنا، جائز ہے۔ان کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک صحابیؓ نے اپنے غلام کو مدبر کرنے کے بعد آزاد کیا پھر وہ محتاج ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غلام کو لے کر فرمایا اس کو مجھ سے کون خریدیگا تو نعیم بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کو اتنے اتنے (روپیوں کی مقررہ مقدار) میں خرید لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ غلام ان کے حوالے کر دیا۔۔۔بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔اور یہی قول امام احمد حنبلؒ کا ہے۔امام احمد بن حنبلؒ سے ایک روایت ہے کہ اگر آقا کے ذمہ قرض ہوتو اس وقت آقا اس کو بیچ سکتا ہے۔اور ہماری دلیل ابن عمرؓ کی یہ حدیث شریف ہے جس کا کتاب میں اوپر ذکر آیا ہے اور اگر تم یہ کہو کہ حدیث غریب ہے تو اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث مشہور ہے اسی وجہ سے اس حدیث سے امام کرخیؒ، امام طحاویؒ، امام رازیؒ اور ان کے سوا دیگر ائمہ نے استدلال کیا ہے۔امام ترمذیؒ نے جابر رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرمایا ہے: اس حدیث پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اور دوسرے اہل علم کا عمل ہے کہ وہ مدبر کی بیع میں کوئی حرج نہیں سمجھتے اور یہی قول امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ کا ہے۔اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ کی ایک جماعت نے مدبر کی بیع کو مکروہ قرار دیا ہے۔اور یہ قول حضرت سفیان ثوری، امام مالک اور امام اوزاعی رحمھم اللہ کا ہے۔ اور حضرت ابوالولید باجیؒ نے روایت کی ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے خیر القرون کی ایک عظیم جماعت کی موجودگی میں جس میں کثرت سے لوگ شریک تھے مدبر کی بیع کو رد کردیا۔اور اس طرح اس پر ان سب کا اجماع ہوگیا کہ مدبر کی بیع جائز نہیں۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو روایت کی ہے وہ حکایت حال (واقعہ کا بیان) ہے۔اور فعلی حدیث ہے جو قولی حدیث کے معارض نہیں ہوسکتی کیونکہ اس واقعہ میں اس بات کا احتمال ہے کہ وہ غلام مدبر مقید ہو۔اس کے علاوہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب اور کئی طریقوں سے دیا گیا ہے۔

1۔ایک توجیہ وہ ہے جو ابن بطالؒ نے کی ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حجت نہیں ہے کیونکہ اس حدیث شریف میں ہے کہ اس غلام کے آقا پر قرض تھا اور اس غلام کو بیچنا اس قرض کی وجہ سے ہوا ہے۔

2۔دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ ایک مخصوص قضیہ ہے اور اس میں تاویل کا احتمال ہے۔بعض مالکی حضرات نے اسکی یہ تاویل کی ہے کہ آقا کے پاس اس غلام کے سوا کوئی مال نہیں تھا اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آقا کے اس تصرف کو رد فرمادیا۔

3۔اس میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کی منفعت کو فروخت فرمایا ہے یعنی اس کو مزدوری پر لگایا اور اجارہ (یعنی مزدوری پر لگانے) کو اہل یمن کی لغت میں ''بیع'' کہا جاتا ہے کیونکہ اس اجارہ میں منفعت فروخت کی۔اس کی تائید ابن حزم کی بیان کردہ اس روایت سے ہوتی ہے کہ ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنھم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مدبر کی قیمت کو فروخت فرمایا ہے۔۔۔۔بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

جب کسی باندی کواس کے آقا سے اولاد ہوجائے

7/4616۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی آدمی کی باندی کواس سے اولاد ہوجائے 1 تو وہ باندی آقا کے بعد (یعنی آقا کے انتقال پر) آزاد ہوجائے گی۔(دارمی)

ان کے بیٹے نے ان کوآزادکردیا

8/4617۔اورابن ماجہ اوردار قطنی نے انہی سے روایت کی ہے کہ ام ابراہیم کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان کے بیٹے نے ان کوآزاد کردیا۔

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔4۔جس مدبر کورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فروخت فرمایا اس کے آقا ناتجربہ کاراور بھولے بھالے تھے اسی لئے آپ ﷺ نے بنفس نفیس اس کے فروخت کرنے کی ذمہ داری لی تھی۔اور جو حضرات مدبر کی بیع کو جائز قرار دیتے ہیں توان کے نزدیک بھی اس کے بیچنے کے لئے امیر یا سلطان کی حاجت نہیں ہے۔

5۔اس میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس کی یہ بیع اس وقت میں ہوئی ہو جب کہ ''قرضدار آزاد آدمی'' کو بیچا جاسکتا تھا جیسا کہ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آزاد کواس کے قرض کے بدلے میں فروخت فرمادیا، پھر یہ حکم اللہ تعالی کے اس ارشاد منسوخ ہوگیا:

'' وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ'' اِلٰى مَيْسَرَةٍ ''.

(سورۃ البقرۃ،2،آیت نمبر:280)

(اوراگر وہ تنگدست ہے توسہولت آنے تک موقعہ دینا چاہئے)

(عمدۃ القاری،عمدۃ الرعایۃ،شرح وقایہ،مرقات،شروح کنز)

1 قولہ:۔اذاولدت امۃ الرجل:(جب کسی آدمی کی باندی کواس سے اولاد ہوجائے) اس لئے شرح وقایہ اورمرقات میں ہے کہ کسی باندی کوآقا سے اولاد ہو یا اس کے شوہر سے اولاد ہواور وہ اس کا آقا بن جائے تو وہ ام ولد بن جائے گی اوراس کا حکم مدبر کی طرح ہے مگر فرق یہ ہے کہ وہ صرف آقا کے انتقال کے بعد اس کے مال میں سے آزاد ہوجائے گی اورآقا کے قرضہ کی ادائی کے لئے اس میں گنجائش نہیں رہے گی۔(اوراکثر صحابہؓ،تابعینؒ اورفقہاؒ کا یہی مذہب ہے)

امھات الاولاد ہم نے ان کو بیچنے سے منع فرمایا

9/4618۔سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانے میں ہم نے امھات الاولاد کو بیچا ہے۔ پھر جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آئے تو ہم کوانہوں نے اس سے منع فرمادیا[1] تو ہم رک گئے۔(ابوداؤد)

وہ نہ بیچے جائیں

10/4619۔دارقطنی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امھات الاولاد کو بیچنے سے منع فرمایا کہ وہ بیچے نہ جائیں، اور نہ وہ ہبہ کئے جائیں، اور نہ

---

[1] قولہ نھانا عنہ فانتھینا (ہم کواس سے منع فرمایا تو ہم رک گئے) ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ امھات الاولاد (وہ باندیاں جن کو آقا سے اولاد ہو) فروخت نہیں کی جاسکتیں۔ سارے شہروں کے فقہاء کرام سلف وخلف کا یہی مذہب ہے اور ابن قدامہؒ نے اس پر صحابہ کرام علیھم الرضوان کا اجماع نقل کیا ہے اور اس واقعہ کی صحت کو وہ روایت متاثر نہیں کرسکتی جو سیدنا علی اور سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا عبداللہ بن زبیر علیھم الرضوان سے جواز کے متعلق مروی ہے کیونکہ ان حضرات سے عدم جواز کی مخالفت یعنی جواز کے قول سے رجوع کرنا بھی مروی ہے۔(یعنی ان حضرات کا اپنے سابقہ قول سے رجوع کر کے امھات الاولاد کی بیع کے ناجائز ہونے کو اختیار کرنا ثابت ہے) جیسا کہ شرح السنن میں ابن رسلانؒ نے اس کو نقل کیا ہے اور محدث عبدالرزاقؒ نے صحیح سند کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اپنی اس دوسری رائے سے جمہور صحابہؓ کے قول کی طرف رجوع کرنا نقل کیا ہے (ماخوذ از رحمۃ الامہ، نیل الاوطار)۔ شمنیؒ نے فرمایا ہے کہ اس میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ امھات الاولاد کو بیچنے کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہیں ہوئی۔ اور یہ اسی وقت حجّت بن سکتا ہے جب کی آپ ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی ہو اور آپ ﷺ نے اس کو برقرار رکھا ہو۔

اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ ابتدائی دور کا حکم ہو پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع فرمادیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے خلافت کی مدت کے مختصر ہونے اور امور مسلمین میں آپ کی مشغولیت کی وجہ سے اس سے واقف نہیں ہوسکے ہوں۔ پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب حضور ﷺ کے اس منع کرنے کا علم ہوا تو آپ نے امھات الاولاد کی بیع کے ممنوع ہونے کا اعلان فرمایا دیا۔(مرقات)۔

ان میں وراثت جاری ہو۔آ قا جب تک زندہ رہے، ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور جب اس کا انتقال ہو جائے تو ام ولد آزاد ہو جائے گی۔

غلام کا مال آزاد کرنے والے کا ہے

11/4620۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنھا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی کسی غلام کو آزاد کرے اور اس غلام کا مال ہو تو غلام کا مال اس کے آزاد کرنے والے کا ہے،سوائے اس کے کہ آقا عہد کرے (کہ مال غلام کا ہوگا) 1(ابوداؤد،ابن ماجہ)۔

جو کوئی آدمی غلام کو خریدے اسے کچھ نہیں ملے گا

12/4621۔اورانہی سے (ابن عمر رضی اللہ عنہ سے) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی آدمی کسی غلام کو خریدے اور اس کے مال کی شرط نہ لگائے تو اس (خریدار) کو (اس کے مال میں سے) کچھ نہیں ملے گا۔2(دارمی)

میں حضرت ام سلمہ کا غلام تھا

13/4622۔سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کا غلام تھا۔ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کا ارشاد ہوا کہ میں تم کو آزاد کرتی ہوں

1قولہ فمال العبدلہ الخ (غلام کا مال اس کے آزاد کرنے والے کا ہے) ہدایہ میں ہے کہ مملوک کی کوئی ملکیت نہیں ہوتی اسی بناء پر ابن ہمامؒ نے فرمایا غلام کا مال اس کے آزاد ہونے کے بعد اس کے آزاد کرنے والے آقا کا ہوگا اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔

2فلا شیء لہ (اسے کچھ نہیں ملے گا) اس قسم کے مسائل دو قاعدوں پر مبنی ہیں۔

1۔ہر وہ چیز جس پر عرف عام میں مبیع کے نام کا اطلاق ہوتا ہو تو وہ مبیع میں داخل ہوگی اگرچیکہ صراحتاً اس کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔

2۔جو مبیع سے اس طرح متصل ہو کہ انسان اس کو جدا نہ کر سکے تو تبعاً وہ مبیع کے حکم میں داخل ہے،اور جو چیز ایسی ہو کہ انسان اسے کسی وقت جدا کر سکے اور دوامی اتصال نہیں ہے تو وہ مبیع میں تبعاً داخل نہیں سمجھی جائے گی۔(عنایہ،درمختار)۔

اورتم پر یہ شرط لگاتی ہوں کہ تم زندگی بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنا تو میں نے عرض کیا آپ اگر یہ شرط نہ بھی لگاتیں تو میں زندگی بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہوتا۔ پھر انہوں نے مجھے آزاد کردیا اور شرط کو باقی رکھا[1]۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)۔

مکاتب

14/4623۔ حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مکاتب[2] پر جب تک اس

---

[1] قولہ: فَاَعْتَقَتْنِي وَاشْتَرَطَتْ عَلَيَّ (پھر انہوں نے مجھے آزاد کردیا اور شرط باقی رکھی) اس کی تفصیل یہ ہے کہ آقا اپنے غلام کو اس شرط پر آزاد کرے کہ وہ اس کی یا کسی دوسرے شخص کی ایک سال تک خدمت کرے گا اور غلام اس کو قبول کرلے تو اسی وقت وہ آزاد ہو جائے گا۔ اور مقررہ مدت کے لئے اسی وقت سے اس کی خدمت شروع کرے خواہ اس کی مدت ایک سال ہو یا کم زیادہ ہو کیونکہ کسی شرط پر آزاد کیا جائے تو اس کو اسی مجلس میں قبول کرنا شرط ہے۔ متقبول کا یعنی جس شرط کو قبول کیا گیا ہے اس وقت موجود ہونا ضروری نہیں ہے جیسے دوسرے اور معاملات ہیں۔ یہ ہمارا مذہب ہے اور یہ قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔

اور اگر آقا یہ کہے کہ میں نے تجھے آزاد کیا اس بناء پر کہ تو میری ہمیشہ خدمت کرے گا یا مدت کا ذکر کئے بغیر خدمت کو مطلق رکھا اور اس نے قبول کرلیا تو وہ اسی وقت آزاد ہو جائیگا۔ اور غلام کے ذمہ ہے کہ اپنی قیمت آقا کو ادا کرے۔ شیخین (امام اعظمؒ اور امام یوسفؒ) کا اور امام شافعیؒ کا بھی ایک قول یہی ہے۔

اگر خدمت سے پہلے غلام کا یا اس کے مالک کا انتقال ہو جائے تو ایسی صورت میں بھی اس کی قیمت دینا واجب ہوتا ہے اور وہ قیمت اس سے لے کر اس کے مالک کے ورثاء کو دی جائے گی یا غلام کے ترکہ میں سے آقا کو دی جائے گی۔ اور امام محمد اور امام زفر رحمہما اللہ کے پاس، اور ایک قول میں امام شافعی رحمہٗ اللہ کے پاس اس کی خدمت کی قیمت واجب ہوگی، اور ہم اسی قول کو اختیار کئے ہیں۔ (حاوی، درمختار، ردالمختار، فتح القدیر، مرقات)

[2] قولہ : المکاتب الخ (جس کو مکاتب بنایا گیا ہو) تکملہ میں ہے کہ مکاتبت کے بارے میں کلام کئی وجوہ سے ہوتا ہے:

1۔ اس کے لغوی معنی 2۔ اس کے شرعی معنی 3۔ اس کے ارکان

4۔ اس کے جواز کی شرط 5۔ اس کی دلیل 6۔ اس کا حکم ۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر ۔۔۔

۔۔۔ماقبل حاشیہ۔۔۔7۔اس کی صفت 8۔اس کی حقیقت 9۔اس کا سبب
10۔اس کی حکمتیں

باعتبارِ لغت لفظِ مکاتب ''کتب'' سے مشتق ہے اور اس کے معنی ملانا اور جمع کرنا ہے۔ لکھنے کا نام ''کتابت'' اس لئے رکھا گیا کہ اس میں حروف کو ایک دوسرے سے ملایا جاتا ہے اور ''مکاتب'' کاتَبَ (باب مفاعلہ) کا اسم مفعول ہے۔
مالک یعنی آقا کو مکاتب کہتے ہیں۔ (تاء کو زیر کے ساتھ) اور شریعت میں یہ ایک مخصوص جمع کا نام ہے۔ (یعنی غلام کو آخر کار حاصل ہونے والی آزادی کو موجودہ حاصل تصرفات کے ساتھ جمع کرنا۔)
اس کے ارکان ایجاب وقبول ہیں اور ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کیا جانا ہے۔
اس کے جواز کی شرط غلامی کا موجود ہونا اور مسمی کا معین ہونا۔
اس کی دلیل قرآن مجید سے اللہ تعالی کا ارشاد ہے ''فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا'' ان کو مکاتب بنادو اگر تم ان میں صلاحیت اور بھلائی دیکھو'' (24۔النور، آیت نمبر: 33)
اور حدیث شریف سے دلیل حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: المکاتب عبدالخ اور آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ''من كاتب عبدا على مائة اوقية فاداها الا عشر اوقية فهو عبد '' (جو کوئی آدمی اپنے غلام کو سو اوقیے (4000 درہم) پر مکاتب کرے اور اس غلام نے اس میں سے دس اوقیہ (400 درہم) کے سوا سب ادا کر دیا تو بھی وہ غلام ہی رہے گا)
اس کی صفت یہ ہے کہ آزادی کی ترغیب ہر غلام کے بارے میں ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد۔
اس کا حکم یہ ہے کہ مکاتبت کی وجہ سے غلام کا مجور (ممنوع عن التصرف) ہونا ختم ہو جائے گا اور اس کے لئے آزادی ثابت ہو جائے گی۔ اور مالک کے حق میں یہ حکم ہے کہ وہ بدل کتابت کا حسب قرارداد مطالبہ کرسکتا ہے۔
اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس میں مالک کو دنیا میں بدلِ کتابت (آزاد کرنے کا مالی معاوضہ) ملنے کی اور آخرت میں اس کا ثواب ملنے کی خواہش اور غلام کو دنیا و آخرت میں آزادی اور اس پر مرتب احکام کی رغبت رہتی ہے۔
جب آقا اپنے غلام یا باندی کو مقررہ مال کی شرط پر مکاتب بنادے اور غلام اس کو قبول کرے تو وہ مکاتب ہو جائے گا۔
یہ بات صاحب ہدایہ نے فرمائی ہے۔ اور کتاب رحمۃ الامہ میں ہے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آقا اپنے ایسے غلام کو جو کما سکتا ہے مکاتب بنا دینا مستحب ہے اور مکاتب بنانے کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔ بلکہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک روایت میں ہے کہ مکاتبت واجب ہے جبکہ غلام اپنے آقا سے اپنی یا ۔۔۔بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

کے بدل کتابت میں ایک درہم بھی باقی رہے تو وہ غلام ہے [1]۔ (امام ابوداوُدؒ بسند حسن)

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ اپنے سے زیادہ قیمت پر اس کی درخواست کرے اور اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ مالک اپنے غلام کو ایک مقررہ مال میں مکاتب کرے گا اور غلام اس کی ادائی میں کوشش کر کے آقا کو ادا کرے گا۔ لیکن وہ غلام جس کی کوئی کمائی نہیں ہے تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ نے فرمایا کہ ایسے غلام کو مکاتب بنانا مکروہ نہیں ہے۔ اور اس بارے میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں ایک میں مکروہ بتلایا گیا ہے اور دوسری روایت میں مکروہ نہیں ہے لیکن ایسی باندی کو مکاتبہ بنانا جو کما نہیں سکتی بالاتفاق مکروہ ہے۔)

[1] قولہ: **عبد مابقی علیه من مكاتبة درهم** (جب تک اس کے بدلِ کتابت میں ایک درہم بھی باقی رہے تو وہ غلام ہے) ہدایہ میں ہے: مکاتب بدل کتابت کی کامل ادائی تک آزاد نہیں ہوگا۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے جو کوئی غلام سو دینار پر مکاتب قرار دیا جائے اور بدلِ کتابت ادا کرے اور اس میں دس دینار باقی ہوں تب بھی وہ غلام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کسی مکاتب پر ایک درہم بھی باقی ہے تو وہ غلام ہے۔

اور اس میں صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کا اختلاف ہے اور ہم نے زید رضی اللہ عنہ کے قول کو اختیار کیا ہے کیونکہ اس قول کی مرفوع احادیث سے تائید ہوتی ہے۔ نیل الاوطار میں ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کا قول ہے کہ مکاتب کے حق میں آزاد کا کوئی حکم جاری نہیں ہوتا بلکہ اس پر غلاموں کے احکام ہی جاری ہوں گے تا آنکہ اس کی آزادی مکمل نہ ہوجائے۔ اور حافظ نے فتح الباری میں جمہور علماء سے اسی طرح نقل فرمایا ہے۔ بحر میں حضراتِ عمر، عبداللہ بن عباس، زید بن ثابت، سیدتنا عائشہ، سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہم، حسن بصری، سعید بن مسیّب، محمد بن شہاب زہری اور سفیان ثوری، تمام اہل بیتِ اطہار، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک رحمہم اللہ کا یہی مذہب بیان کیا گیا ہے کہ مکاتب اگرچیکہ بدلِ کتابت کا اکثر حصہ ادا کرے، لیکن جب تک وہ پورا حصہ ادا نہیں کرے گا آزاد نہیں ہوگا۔ اور انہی احادیث کو انھوں نے دلیل بنایا ہے اور انہیں احادیث کو ترجیح دی ہے۔ سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے ظاہری مفہوم سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی خاتون کا غلام مکاتب ہو اور اس کے پاس اس کی ادائی کے بقدر مال ہو تو اس کو مکاتب غلام سے پردہ کرنا چاہئے۔

اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کا غلام اس کا محرم ہوتا ہے اور یہی قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے قاضی خان نے فرمایا کہ غلام اپنی آزاد مالکہ کو دیکھنے میں جبکہ دونوں کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے تو وہ ایک اجنبی آدمی کے درجہ میں ہے سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث شریف سے مراد حد درجہ پردہ کرنا ہے کیونکہ غلام کثرت سے آنے جانے اور مالکہ کی خدمت کرتے رہنے کی وجہ سے جس طرح اجنبی سے پردہ ہوتا ہے اس طرح کا غلام سے پردہ نہیں ہوسکتا کیونکہ غلام۔۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

15/4624 ۔انہی (عمرو بن شعیبؒ) سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی آدمی اپنے غلام کو سو اوقیے (4000 ہزار درہم) پر مکاتب کرے اور اس غلام نے (اس مقدار چاندی کو) ادا کردیا مگر دس اوقیے (400 سو درہم) ادا نہیں کئے یا آپ ﷺ نے فرمایا دس دینار کے سوا باقی تمام رقم ادا کردی، پھر وہ (ادائی رقم سے) عاجز ہوگیا تو وہ غلام ہی رہے گا۔(ترمذی،ابوداؤد،ابن ماجہ)

(یہ بیان مرحومین کے لئے ایصال ثواب کے ثبوت اوراس کی تحقیق میں ہے،خواہ وہ عبادات مالیہ ہو یا بدنیہ)

16/4625 ۔حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمرۃ انصاری سے روایت ہے کہ ان کی والدہ نے غلام آزاد کرنے کا ارادہ کیا لیکن صبح تک کے لئے اس کو موخر کیا اور انتقال کرگئیں۔عبدالرحمٰنؓ نے فرمایا میں نے قاسم بن محمد سے کہا کہ اگر میں ان کی طرف سے (غلام) آزاد کردوں تو کیا ان کو فائدہ ہوگا تو قاسمؒ نے حدیث سنائی کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالی عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے اگر میں ان کی طرف سے غلام آزاد کروں تو کیا یہ چیز ان کو فائدہ پہنچائے گی [1]۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں (فائدہ ہوگا)۔(امام مالک)

۔۔۔ماقبل حاشیہ۔۔۔کے ساتھ گفتگو کرنا پڑتا ہے اوراس کے ہاتھوں اور چہرہ پر نظر پڑتی رہتی ہے۔اللہ تعالی کا ارشاد ''وما ملکت ایما نھن''(24۔النور۔21) کی تفسیر میں صاحب مدارک لکھتے ہیں کہ سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سورہ نور تم کو دھوکے میں نہ ڈالے کیونکہ وہ باندیوں کے بارے میں ہے مرد(غلاموں) کے بارے میں نہیں ہے۔(اس کی تحقیق گزر چکی ہے۔اور بذل المجہود میں ایسا ہی ہے)۔

[1] قولہ : فھل ینفعھا الخ (کیا یہ چیز ان کو فائدہ پہنچائے گی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہاں''۔اس ارشاد کی وجہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرنا صدقات میں سب سے افضل قسم ہے۔۔۔۔بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

17/4626 ۔ یحیٰی بن سعید سے امام مالک کی ایک روایت میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر کا نیند کی حالت میں انتقال ہوا تو ان کی بہن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے ان کی طرف سے بہت سے غلام آزاد کئے ۔ 1

۔۔۔ مابقی حاشیہ ۔۔۔ اور صدقہ کی تمام قسموں کا ثواب نیز عباداتِ مالیہ اور بدنیہ کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے اور اس کی مغفرت اور اس کے درجات کی بلندی کا باعث ہوتا ہے اس کے بارے میں حدیثیں موجود ہیں اور اس پر آثار بھی شاہد ہیں جیسا کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور اور ان کے علاوہ دوسروں نے اور کتابوں میں تفصیل سے بیان کیا ہے ۔ اور میت کی طرف سے غلام آزاد کرنے کے بارے میں بہت سی حدیثیں ہیں اور ان میں سب سے اچھی سند سے جو حدیث ہے اس کو امام نسائیؒ نے سیدنا واثلہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم غزوہ تبوک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے ۔ ہم نے عرض کیا کہ ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم ان کی طرف سے غلام آزاد کرو اللہ تعالی اس کے ہر ایک عضو کے بدلے میت کے ویسے ہی ایک عضو کو دوزخ سے آزاد کرے گا ۔ (التعلیق الممجد)

1 قولہ: فاعتقت عنہ عائشۃ اختہ رقاباً کثیرۃ (ان کی بہن حضرت عائشہؓ صدیقہ نے ان کی طرف سے بہت سارے غلام آزاد کئے) اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ موطا میں فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ میت کی طرف سے آزاد کئے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر میت نے اس کے لئے وصیت کی تھی تو ولاء اس کا ہوگا اور وصیت نہیں کی تھی تو ولاء آزاد کرنے والے کا ہوگا اور میت کو ثواب ملے گا (انتھی) اور تعلیق مجد میں ہے کہ زندہ اگر میت کی طرف سے آزاد کردے اور میت کو اس کا ثواب پہنچائے تو اس کے ثواب پہنچنے میں کوئی شبہ نہیں اگرچہ کہ انتقال کرنے والے نے اس کے لئے وصیت نہ کی ہو ۔

ہاں اگر میت کے ذمہ آزاد کرنا یا کوئی صدقہ کرنا واجب تھا اور اس نے وصیت کی تھی تو وصی کے ذمہ اس کے ترکہ کے ایک تہائی حصے میں سے اس کی وصیت پورا کرنا ضروری ہے اور اس سے میت کا اپنی ذمہ داری سے بری ہونے کا حکم لگایا جائے گا ۔

اور میت اگر وصیت نہ کرے اور وصی اپنی طرف سے اس میت کے ذمہ جو کچھ تھا اس کو ادا کردے اللہ نے چاہا تو ایسی صورت میں بھی میت ذمہ داری سے بری ہو جائے گی ۔ یہ اللہ کا فضل و احسان ہے ۔ 12

(2/163)بَابُ الْأَيْمَانِ وَ النُّذُوْرِ

قسموں اور منتوں کا بیان

اللہ بزرگ و برتر کا ارشاد ہے:" لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ، وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ".

(ترجمہ) اللہ تعالی تمہاری گرفت نہیں کرتا تمہاری لغو (اور بے معنی) قسموں پر لیکن جو قسمیں تمہارے دلوں کے ارادے سے ہوں ان پر ضرور تمہاری گرفت کرے گا اور اللہ تعالی بہت مغفرت کرنے والا نہایت بردبار ہے۔ (2،سورۃ البقرۃ،آیت نمبر:225)

اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

" لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ، فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ، ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ، وَ احْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ، كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ".

اللہ تعالی تمہاری لغو (اور بے معنی) قسموں پر تم سے مؤاخذہ نہیں کرے گا البتہ ان (قسموں) پر مؤاخذہ کرے گا جن کے لئے تم نے پکا ارادہ کیا ہو تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے پہنانا یا ایک غلام کو آزاد کرنا اور جس کو یہ میسر نہ ہو تو اس کو تین دن کے روزے رکھنا ہے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے۔ جب تم قسم کھالو اور تم اپنی قسموں کی حفاظت کرو اسی طرح اللہ تعالی تمہارے لئے اپنی آیتیں صاف صاف بیان فرماتا ہے تاکہ تم (اس کی) شکرگزاری کرو۔ (5۔سورۃ المائدۃ،آیت نمبر:89)

نہیں! دلوں کے پھیرنے والے کی قسم!

1/4627 ۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قسم کھاتے تو اکثر فرماتے ''لا و مقلب القلوب'' 1 (بخاری)

---

1 (قولہ: یحلف لا و مقلب القلوب الخ (قسم کھاتے تو اکثر فرماتے ''لا و مقلب القلوب'' نہیں، دلوں کو پھیرنے والے کی قسم) اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مذہب مختار کی بناء پر اللہ کی اور اس کے ناموں میں سے کسی نام کی، اگر چہ کہ وہ مشترک ہو، اور عرف میں اس کی قسم کھائی جاتی ہو یا نہ ہو، جیسے رحمٰن ورحیم، حلیم وعلیم، مالک یوم الدین، الطالب الغالب اور الحق، جو الف لام کے ساتھ ہو بغیر الف لام کے نہیں ہے قسم ہو جاتی ہے۔اور کتاب مجتبٰی میں ہے اگر اسماءِ مشترکہ سے قسم سے ہٹ کر کسی چیز کی نیت کرے تو دیانۃً قبول کیا جائے گا اور اللہ تعالی کے صفات میں سے کسی ایسی صفت سے قسم کھائے جس کی عام طور پر قسم کھائی جاتی ہے اور اس کی صفت ذاتی ہو یعنی اس کی ضد اس میں نہیں پائی جاتی جیسے اللہ کی عزت، جلال، کبریائی، ملکوت، جبروت، عظمت اور قدرت کی قسم کھائے تو بھی قسم ہو جاتی ہے۔یا اس کی فعلی صفت کی (یعنی جس کی ضد اس میں پائی جاتی ہے) قسم کھائے جیسے غضب اور رضا کی، تو ایسی صورت میں قسموں کا دارومدار عرف پر ہے اور ان صفات میں جو قسموں کے لئے معروف ہیں تو ان کی قسم ہوتی ہے۔اور جو اس کے لئے معروف نہیں ہیں ان کی قسم نہیں ہوتی۔

اور اللہ تعالی کے صفات میں سے ایسی صفت کی قسم نہیں ہوتی جو قسم کے لئے معروف نہیں ہے یعنی عرف میں ان کی قسم نہیں کھائی جاتی جیسے اللہ کی رحمت اس کا علم، اس کی رضا، اس کا غضب، اس کی ناراضگی، اس کا عذاب، اس کی لعنت، اس کی شریعت، اس کا دین، اس کے حدود، اس کی صفت، سبحان اللہ اور اس جیسے دیگر صفات کی قسم نہیں ہوگی۔ یہ حکم صفات کے ساتھ خاص ہے اسماء ذات کے ساتھ نہیں کیونکہ اسماءِ ذات میں عرف کا اعتبار نہیں ہوتا جیسا کہ اس کا بیان گزر چکا ہے۔(درمختار، ردالمختار)

کتاب رحمۃ الامۃ میں ہے کہ علماء کا اتفاق ہے اس بات پر کہ اسمِ جلالہ سے اور اس کے تمام اسماءِ حسنٰی سے قسم منعقد ہو جاتی ہے جیسے الرحمٰن، الرحیم، الحیّ اور اس کے تمام صفات ذاتیہ سے بھی قسم منعقد ہو جاتی ہے۔جیسے ''اللہ تعالی کی عزت اور اس کے جلال کی قسم'' لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالی کے علم کو مستثنٰی قرار دیا ہے۔آپ اس کو قسم نہیں سمجھتے (انتھٰی) اور کتاب عنایہ میں ہے۔یہاں اللہ کے اسم سے مراد وہ لفظ ہے جو ایسی ذات پر دلالت کرتا ہو جو کسی صفت سے متصف ہو۔جیسے الرحمٰن، الرحیم۔اور صفت سے مراد وہ مصادر ہیں جو اسماء صفاتیہ کو اللہ تعالی کی ذات سے متصف کرنے پر حاصل ہوتے ہیں جیسے رحمت، علم، عزت وغیرہ۔۔۔۔بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

2/4628۔سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قسم میں تاکید کرنا چاہتے تو فرماتے ''نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں ابو القاسم کی جان ہے۔(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)(ابوداؤد)

3/4629۔اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب قسم کا موقعہ آتا تو لا و استغفر الله (نہیں، میں اللہ سے مزید عظمت کی سرفرازی مانگتا ہوں 1) فرماتے۔(ابوداؤد،ابن ماجہ)۔

4/4630۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔امام زیلعی کی شرح کنز میں اور مواہب الرحمٰن کی شرح ''برہان'' میں ہے کہ علماء عراق نے بیان کیا ہے کہ صفاتِ ذاتیہ کی قسم ہوتی ہے اور صفات فعلیہ کی نہیں۔

علماءِ ماوراء النھر نے بیان کیا ہے کہ قسم میں عرف کا اعتبار ہے۔جس صفت سے عام طور پر قسم کھائی جاتی ہو خواہ صفتِ ذاتی ہو جیسے قدرت، خواہ صفت فعلی ہو جیسے پیدا کرنا اور رزق دینا، یہ قسم ہوں گے اور عرف میں جن سے قسم کھائی نہیں جاتی خواہ وہ صفت ذاتی ہو یا فعلی اس سے قسم متصور نہیں ہوتی۔اور یہی صحیح ہے۔حاصلِ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالی کے ناموں کے ساتھ قسم بلاشبہ قسم ہے اور اس کے صفات کی قسم کھانے میں عرف کا اعتبار ہے اور غیر اللہ کی قسم مطلق قسم نہیں ہے۔12

1 (قولہ:و استغفر الله (اور میں اللہ سے مزید عظمت کی سرفرازی مانگتا ہوں) یہ بظاہر قسم نہیں ہے لیکن چونکہ آپ نے کلام کو تاکید کے ساتھ فرمایا ہے اسی لئے یہ قسم کی صورت ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ''واستغفر اللہ'' میں واو قسم کا ہو اور مقسم بہ (جس کی قسم کھائی جا رہی ہو) محذوف ہو یعنی لا واللـــه (نہیں اللہ کی قسم) پھر استغفر اللہ سے کلام کی ابتداء ہو۔استغفر اللہ سے مراد اگر معاملہ اس کے خلاف ہے تو میں مغفرت چاہتا ہوں یا استغفر اللہ کے بعد ''مـــن الـحـلف'' محذوف ہو یعنی ''قسم سے میں اللہ کی جناب میں استغفار کرتا ہوں'' کیونکہ قسم نہ کھانا ہی افضل ہے سوائے اس کی ضرورت ہو۔کیونکہ یہ قسم اصل میں عرضہ (نشانہ) ہے اور عرضہ سے منع کیا گیا اسی لئے بعض حضرات قسم کھانے سے رکتے ہیں اگرچیکہ وہ سچے ہوں اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قسم ثابت ہے، وہ صرف ضرورت کے لئے ہے یعنی حکم کو مؤکد کرنے کے لئے یا بیان جواز کی غرض سے ہے اسی لئے کہا گیا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قسم کا ارادہ فرمایا تو قسم کے بجائے ''لا و استغفر الله'' فرمایا، قسم نہیں کھائی۔(مرقات ملخصا)

نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالی [1] تم کو اپنے باپ دادا کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے۔ جو قسم کھانا چاہتا ہے، وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔ (متفق علیہ)

5/4631۔ عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم نہ بتوں کی قسم کھاؤ اور نہ اپنے باپ دادا کی۔ [2] (مسلم)

---

[1] (قولہ :ان اللہ ینھاکم ان تحلفوا باٰبائکم الخ (اللہ تعالی تم کو اپنے باپ دادا کی قسم کھانے سے منع کرتا ہے) حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ موطا میں فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کسی آدمی کے لئے اپنے باپ کی قسم کھانا مناسب نہیں جو آدمی قسم کھانا چاہتا ہے وہ اللہ تعالی کی قسم کھائے اور قسم کو پوری کرے یا پھر قسم کھانے سے خاموش رہے اور مرقات میں ہے کہ جس قسم سے منع کیا گیا ہے وہ غیر اللہ کی قسم ہے اور باپ دادا کا خصوصیت سے ذکر اس لئے ہے کہ باپ دادا کی قسم کھانا اولاد کی عادت ہوتی ہیھد ایہ میں ہے جو کوئی آدمی غیر اللہ جیسے نبی اور کعبہ وغیرہ کی قسم کھائے گا تو وہ قسم کھانے والا شمار نہیں ہوگا کیونکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''من کان منکم حالفا فلیحلف باللہ او لیذر '' (تم میں سے جو قسم کھائے وہ اللہ کی قسم کھائے یا چھوڑ دے) اسی طرح سے جب قرآن مجید کی قسم کھائے (تو قسم کھانے والا شمار نہیں ہوگا) کیونکہ یہ قسم متعارف نہیں ہے۔ (انتھیٰ)۔

صاحبِ ہدایہ کے قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی قسم غیر اللہ کی قسم کی طرح نہیں ہے بلکہ اس کی نوعیت صفات کی قسم کی ہے کیونکہ اس کی علت قسم کے لئے غیر معروف ہونا بیان کیا گیا ہے اور اگر یہ پہلی قسم سے ہوتی تو اس کی علت مذکورہ ممانعت یا اس کے سوا کوئی اور وجہ ہوتی۔ کیونکہ عرف کا اعتبار صرف صفاتِ مشترکہ میں ہوتا ہے اور دوسروں میں نہیں۔ علامہ کمالؒ نے فرمایا ان دنوں (یعنی موجودہ دور میں) یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ قرآن کی قسم متعارف ہے اس لئے قرآن کی قسم کھانا قسم ہے۔ (درمختار، ردالمحتار)۔ اور نیل الاوطار میں ہے کہ اس باب کی احادیث شریفہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ غیر اللہ کی قسم منعقد نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس سے منع کیا جانا منھی عنہ (جس سے روکا گیا ہے) کے فساد پر دلالت کرتا ہے اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔ بعض حنابلہ نے فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھانے سے بھی قسم منعقد ہو جاتی ہے اور کفارہ بھی واجب ہوتا ہے (ردالمحتار میں اسی طرح ہے)

[2] (قولہ :لاتحلفوا بالطواغی الخ (تم نہ بتوں کی قسم کھاؤ اور نہ اپنے باپ دادا کی) عرب اپنی جاہلیت کے زمانہ میں بتوں کی اور اپنے باپ دادا کی قسم کھاتے تھے تو ان کو اس سے منع کیا گیا تا کہ وہ اپنی گفتگو اور محاورات میں متنبہ رہیں کہ کہیں ان کی عادت کے مطابق ان کی زبان اس میں سبقت نہ کر جائے۔ (مرقات)۔

6/4632۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہ تم اپنے باپ دادا کی، نہ ماؤں کی اور نہ بتوں کی قسم کھاؤ اور اللہ کی قسم اسی وقت کھاؤ جب کہ تم سچے ہو۔(ابوداؤد،نسائی)

7/4633۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کسی آدمی نے غیر اللہ کی قسم کھائی تو اس نے شرک کیا۔(ترمذی)۔

8/4634۔سیدنا بُریدہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی امانت کی قسم کھائے [1] تو وہ ہم میں سے نہیں۔(ابوداؤد)۔

---

[1] (قولہ: من حلف بالا مانة الخ (جو کوئی امانت کی قسم کھائے) یہاں امانت کی نسبت اللہ کی طرف نہیں ہے بلکہ مطلق ہے۔ فليس منا (وہ ہم میں سے نہیں) اس میں کراہت معلوم ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالی کی ذات اور اس کے صفات کی قسم کھانے کی اجازت ہے اور امانت، اللہ تعالی کے صفات میں سے نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالی کے احکام اور اس کے فرض کردہ امور میں سے ہے اور اس سے (یعنی اللہ کے فرائض واحکام کی قسم سے) منع کیا گیا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالی کے اسماء اور صفات کے ساتھ برابری معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے وعید بھی مراد ہو کیونکہ اس نے غیر اللہ کی قسم کھائی ہے۔اور بالاتفاق اس سے کفارہ متعلق نہیں ہوسکتا۔

اور ''امانة الله ''(امانت کی اللہ تعالی کی طرف نسبت کرکے) کی قسم کھانے میں اختلاف ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ قسم نہیں ہے اور اس میں کفارہ لازم نہیں آئے گا۔اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ قسم ہے اس کو توڑنے سے کفارہ لازم آئے گا۔اور کتاب البدائع میں ہے کہ ''امانة الله '' کہہ کر قسم کھانے میں ہمارے پاس روایات مختلف ہیں۔''کتاب الاصل'' میں ہے کہ یہ قسم ہے۔اور ابن سماعہؒ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ قسم نہیں ہوگی۔امام طحاویؒ نے ہمارے اصحاب سے روایت کی ہے کہ یہ قسم نہیں ہے اور امام طحاویؒ کے مذکورہ بیان کی وجہ یہ ہے کہ ''امانة الله '' اللہ تعالی کے فرض کردہ امور ہیں جن کے ذریعہ بندے اللہ تعالی کی عبادت کرتے ہیں۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:'' اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا''. (33۔سورۃ الاحزاب،آیت نمبر:72)''بیشک ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا۔'' اس لئے کہ (امانۃ اللہ کی قسم کھانا)۔۔۔بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

9/4635۔ سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی آدمی اسلام کے سوا کسی مذہب [1] کی جان بوجھ

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ اللہ بزرگ و برتر کے نام سے ہٹکر ہے لہذا قسم نہیں کہلائے گی اور کتاب الاصل میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ امانت جس کی نسبت اللہ کی طرف کی جاتی ہے قسم کھاتے وقت تو اس سے اللہ تعالی کی صفت مراد ہوتی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ''الامین'' اللہ تعالی کے ناموں میں سے ہے اور یہ امانت سے مشتق ہے۔ خصوصاً قسم کے موقع پر جب مطلق ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے اللہ تعالی کی صفت مراد ہوتی ہے۔ ردالمحتار اور خانیہ میں ہے کہ امانۃ اللہ قسم ہے اور امام طحاویؒ نے ذکر کیا ہے یہ قسم نہیں ہوگی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت ایسی ہی ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ ہمارے پاس اور امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کے پاس یہ قسم ہے اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نیت کا اعتبار ہے کیونکہ امانت کی تفسیر عبادات سے کی گئی ہے۔ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ حرف قسم کے بعد جب امانت کا ذکر ہو تو قسم کا مراد لیا جانا ہی غالب ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ عام عادت کی بناء پر اس کو نیت پر موقوف نہ رکھا جائے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خانیہ میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ قابل اعتماد اور صحیح ہے۔

[1] (قولہ: من حلف بملة غير الاسلام الخ (جو کوئی اسلام کے سوا کسی مذہب کی قسم کھائے) اس عبارت میں کلمہ ''غیـــر الاسـلام'' ملت کی صفت ہے مثلاً وہ کہے کہ اگر وہ ایسا کرے گا تو وہ یہودی یا نصرانی یا اسلام سے بری ہے۔ کیا اس کا کلام شریعت کی اصطلاح میں قسم ہے اور کیا ایسی قسم پوری نہ کرنے سے کفارہ لازم آتا ہے؟ امام نخعیؒ، امام اوزاعیؒ، امام ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب، امام احمدؒ اور اسحاقؒ رحمہم اللہ کے پاس یہ قسم ہے اور اس کو توڑنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور ابوعبیدؒ نے فرمایا ہے کہ یہ قسم نہیں ہے اور اس میں کفارہ بھی نہیں ہے۔ لیکن اس طرح کہنے والا گنہگار ہے چاہے اس نے سچ کہا ہو یا جھوٹ۔ اور یہ حضرات رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے استدلال کرتے ہیں کہ جو کوئی لات وعزیٰ کی قسم کھائے اس کو لا الــه الا الله (کلمہ شہادت پڑھنا چاہئے)۔ اس حدیث شریف میں کفارہ کا ذکر نہیں ہے۔ ہم یہ کہیں گے کہ اس میں کفارہ کا ذکر نہ کرنے سے کفارہ واجب ہونے کی نفی لازم نہیں آتی۔ ہماری دلیل مذکورہ حدیث ہے۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالی نے ظہار کرنے والوں پر کفارہ واجب فرمایا ہے۔ اور یہ (ظہار) ناپسندیدہ بات اور غلط ہے اور ان اشیاء کی قسم بھی ناپسندیدہ اور غلط ہے۔ صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ ہم نے یہ بات حلال کو حرام کرنے پر قیاس کرتے ہوئے کہی ہے۔ کیونکہ اس کا قسم ہونا نص سے ثابت ہے اور وہ اس لئے ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام حضرت ماریہ رضی اللہ تعالی عنہا کو اپنے اوپر حرام کر لئے تھے تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی: ''يَـآيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ''. (66۔ سورۃ التحریم، آیت نمبر: 1) ''اے نبی جو چیز اللہ تعالی نے آپ کے لئے حلال کی ہے اسے اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہو۔

اور پھر اللہ تعالی کا یہ بھی ارشاد ہے: ''قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ''۔ ۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

کر جھوٹی قسم کھائے گا وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے اور جو کوئی آدمی کسی دھاری دار چیز (ہتھیار) سے خودکشی کرلے تو [1] دوزخ کی آگ میں اس کو اسی سے سزا دی جائیگی۔ (بخاری، مسلم)

۔۔۔ماقبل حاشیہ۔۔۔(66۔التحریم، آیت نمبر:2) بلاشبہ اللہ تعالی نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر فرمایا ہے۔ اور اس کی تائید علامہ محمد احسن صدیقی صاحب نانوتوی کے قول سے بھی ہوتی ہے۔ جس کو آپ نے کنز کے حاشیہ میں مختلف شروح کے حوالوں سے فرمایا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے ارشاد فرمایا جو کوئی آدمی یہودیت کی قسم کھائے تو یہ قسم میں شمار ہیا امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ جس کو انہوں نے زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے۔ اسی لئے درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ آدمی کا اس طرح کہنا بھی قسم میں شمار ہوتا ہے۔ ''اگر وہ ایسا کرے گا تو وہ یہودی ہے یا نصرانی ہے'' یا یہ کہے کہ ''میرے نصرانی ہو جانے یا کافروں کے ساتھ شریک ہونے پر تم گواہ رہو'' یا یہ کہے کہ (اگر وہ ایسا کرے گا تو) وہ کافر ہے ایسی صورت میں اگر وہ قسم توڑے گا تو اس مسئلہ میں حلال کو حرام کرنے کے مسئلہ پر قیاس کرتے ہوئے کفارہ لازم آئے گا کیونکہ جب اس نے شرط کو کفر کی علامت قرار دیا اور اس کے قطعی طور ممتنع ہونے کا عقیدہ رکھا ہے۔ اور اس کے ممتنع ہونے کا حکم لگانا کسی دوسری وجہ سے بھی ممکن ہے اس لئے ہم اس کو قسم قرار دیتے ہیں۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ یہ مستقبل کی بات ہو۔ اب رہا ماضی کا صیغہ جیسے اگر میں ایسا کیا تھا تو کافر ہوں، یہودی ہوں اور اسی طرح سے حال کا صیغہ کہ جانتے ہوئے بھی کہ ایسا نہیں ہوا ہے (قسم کھا رہا ہے) تو وہ ''یمین غموس'' ہے اس میں کفارہ نہیں ہے صرف توبہ ہے البتہ اس کے کفر کے بارے میں اختلاف ہے لیکن قول اصح یہ ہے کہ قسم کھانے والا کافر نہیں ہوتا خواہ فعل ماضی کے ساتھ اس کو متعلق کیا ہو یا مستقبل کے ساتھ بشرطیکہ اس کے اعتقاد میں یہ قسم ہو اور اگر وہ (قسم کھانے والا) ناواقف ہو یا وہ یہ سمجھتا ہے یمین غموس میں یا مستقبل میں شرط کے پائے جانے کی صورت میں کافر ہو جاتا ہے۔ تو ایسی دونوں صورتوں میں یعنی یمین غموس اور یمین منعقدہ میں کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ کفر سے راضی ہے۔ یمین غموس میں اسی وقت کافر ہو جائے گا اور یمین منعقدہ میں شرط پر عمل کرنے کی صورت میں کافر ہو جائے گا۔ جیسا کہ البحر الرائق میں اس کی صراحت ہے۔

اور جانو اس بات کو کہ صحیحین میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جو کوئی آدمی اسلام کے سوا کسی مذہب کی جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائے گا تو وہ ایسا ہی ہے جیسا اس نے کہا'' ظاہر ہے کہ یہ ارشاد غالب احوال کی بناء پر ہے کیونکہ عموماً جو کوئی اس طرح کی قسمیں کھاتا ہے تو وہ صرف یہ جانتا ہے کہ اس طرح کی قسم توڑنے پر کفر لازم آجاتا ہے۔ اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے ورنہ جو لوگ اس طرح کہنے پر مطلق کفر کے قائل ہیں، یہ حدیث شریف ان کی دلیل ہے۔

[1] (قوله: ومن قتل نفسه بحديدة الخ (جو آدمی اپنے آپ کو کسی دھاری دار چیز سے ہلاک یعنی خودکشی کرلے) فقہاء کرام اور اہل سنت و جماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو کوئی آدمی ۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

کوئی یہ کہے کہ میں اسلام سے بری ہوں

10/4636۔ سیدنا بریدہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی کہے کہ میں اسلام سے بری ہوں 1؎ اگر وہ جھوٹا ہے تو وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ اس نے کہا۔ اگر وہ سچا ہے تو وہ اسلام کی طرف سلامتی کے ساتھ ہرگز واپس نہیں آئے گا۔ (یعنی وہ گنہگار رہوگا)۔ (ابوداؤد، نسائی، ابنِ ماجہ)

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ اپنے آپ کو قتل کرلے گا یعنی خودکشی کرلے گا) تو اس کی وجہ سے وہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا۔ حضرت امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ نے فرمایا کہ اس کو غسل دیا جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے گی اور اسی پر فتوی ہے اگرچہ کہ اس کا گناہ (خودکشی کا) کسی دوسرے کو قتل کرنے سے بڑھ کر ہے۔

حضرت کمالؒ نے حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ترجیح دی ہے کہ اس کو غسل دیا جائے گا لیکن اس پر نماز (جنازہ) نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ مسلم شریف میں ہے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں ایک ایسے شخص (جنازہ) کو لایا گیا جس نے خودکشی کرلی تھی آپ ﷺ نے اس پر نماز نہیں پڑھی۔ بحر الرائق میں ہے کہ (ان اقوال کی) تصحیح میں اختلاف ہے لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو حدیث شریف کی تائید حاصل ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ حدیث شریف میں اس پر کوئی دلالت نہیں ہے کیونکہ اس حدیث شریف میں صرف یہ ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اس پر نماز نہیں پڑھی۔ ظاہر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دوسروں کو اس جیسے (برے) عمل سے روکنے کے لئے نماز نہیں پڑھی جیسا کہ آپ ﷺ قرض دار پر نماز پڑھنے سے بھی رک گئے تھے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ صحابہؓ میں سے کسی نے ان پر نماز نہیں پڑھی کیونکہ آپ ﷺ کی اور دوسروں کی نماز کے درمیان میں کوئی برابری نہیں ہے (بہت بڑا فرق ہے)۔ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے:

''اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَن'' لَّھُمْ'' (9۔ التوبۃ، آیت نمبر:103) ''آپ ﷺ کی دعا ان کے لئے باعثِ سکون ہے'' پھر (یہ بھی) یاد رکھو کہ یہ سب اس آدمی کے بارے میں ہے جو اپنے آپ کو عمداً قتل کرے۔ اب رہا یہ کہ اگر اس کا یہ عمل غلطی سے ہو تو اس پر نماز پڑھی جائے گی۔ اس میں (کسی کو) اختلاف نہیں ہے جیسا کہ اس کی صراحت کفایہ اور اس کے سوا عمدۃ القاری، درمختار اور ردالمحتار میں ہے۔

1؎ قولہ: من قال انی بریٔ من الاسلام الخ ابن ہمامؒ نے فرمایا کہ اس کا کہنا وھو بریٔ من الاسلام ان فعل کذا ہے (اگر وہ ایسا کرے گا تو اسلام سے بری ہے) اور یہ ہمارے پاس قسم ہے اور اسی طرح ھو بری من الصلوۃ والصوم (وہ نماز سے بری ہے، روزہ سے بری ہے) کہنا بھی قسم ہے۔ (مرقات)

شیخ الاسلام علامہ عینی نے فرمایا کہ مذکورہ قسم کھانے والے کی قسم منعقد ہوجائے گی۔ حلال کو حرام کرنے پر قیاس کرتے ہوئے اس پر کفارہ لازم ہوگا۔ کیونکہ اس کا قسم ہونا نص سے ثابت ہے اوراس لئے بھی کہ اللہ تبارک وتعالی نے ظہار کرنے والے پر کفارہ واجب فرمایا ہے جبکہ وہ (ظہار) ناپسندیدہ اور جھوٹی بات ہے اوران اشیاء کی قسم کھانا، ناپسندیدہ اور جھوٹ ہے۔

یہودی ہوجانے کی قسم

11/4637۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جوآدمی یہودی ہوجانے کی قسم کھائے تووہ قسم ہوجائے گی۔

ایک آدمی کے بارے میں

12/4638۔ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ جب وہ کسی چیز کی قسم کھاتا ہے تو کہتا ہے کہ (اگر وہ ایسا کرے گا) تووہ یہودی ہے یا نصرانی ہے یا اسلام سے بری ہے۔ پھر وہ قسم توڑتا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (اس پر) قسم کا کفارہ ہے۔ (بیہقی)۔

13/4639۔ سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جوکوئی اسلام کے سوا کسی مذہب کی جھوٹی قسم کھائے تووہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے کہا (گویا وہ ان مذہب والوں کی طرح سے ہوگیا)۔ انسان [1] پر جس چیز کا وہ مالک نہیں ہے اس میں نذر متحقق نہیں ہوتی اور جوکوئی دنیا میں کسی چیز سے خودکشی کرلے گا تو اس کو اسی چیز سے قیامت کے دن سزا دی جائے گی۔ اور جوکوئی کسی مسلمان پر لعنت کرے گا تو یہ اس کو قتل

[1] قولہ: و لیس علی ابن آدم نذر فیما لا یملک (اورانسان پر جس چیز کا وہ مالک نہیں ہے اس میں نذر متحقق نہیں ہوتی) اس کی تحقیق ان شاءاللہ باب فی النذور یعنی منتوں کے باب میں آئے گی۔

کر دینے کی طرح سے ہے۔اور جو کوئی کسی مسلمان پر کفر کی تہمت لگائے گا تو یہ اس کو قتل کر دینے کی طرح سے ہے۔اور جو کوئی جھوٹا دعویٰ کرے گا اس سے (اپنی چیز میں) اضافہ کرنے کی غرض سے تو اللہ تعالیٰ اس کے نقصان ہی میں اضافہ کرے گا (یعنی وہ کم ہوتی جائے گی) (بخاری ومسلم)

آ، میں تیرے ساتھ جُوّا کھیلتا ہوں

14/4640۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے جو کوئی آدمی اپنے ساتھی سے کہے آ، میں تیرے ساتھ جوّا کھیلتا ہوں تو چاہیئے کہ وہ صدقہ کرے [1]۔(بخاری، مسلم)

اگر کوئی آدمی کسی چیز پر قسم کھائے

15/4641۔اور ان ہی سے (ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے اگر کوئی آدمی کسی چیز پر قسم کھائے اور اس سے بہتر کوئی دوسری چیز دیکھے [2] تو بہتر چیز کو کرے......

---

[1] (قولہ: فلیتصدق (اس کو صدقہ کرنا چاہیئے) ایسی صورت میں صدقہ کا حکم فقہاء کے پاس استحباب پر محمول ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ صدقہ کرنے کا ارادہ کرنے والا جب صدقہ نہ کرے تو اس پر صدقہ وغیرہ کی کوئی چیز واجب نہیں بلکہ اس کے لئے (اس کی نیت کی وجہ سے) نیکی لکھ دی جائے گی۔(عمدۃ القاری)

[2] (قولہ :فر آی غیرھا خیرا منھا: الخ (کوئی دوسری بہتر چیز دیکھے) صاحب ہدایہ نے فرمایا ہے اگر کوئی آدمی کسی گناہ پر قسم کھائے مثلاً نماز نہیں پڑھے گا یا اپنے والد سے بات نہیں کرے گا یا فلاں کو قتل کرے گا تو ایسے آدمی کو چاہیئے کہ وہ اپنی قسم توڑ دے۔

ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایسے آدمی پر قسم توڑنا اور کفارہ دینا واجب ہے اور ردالمحتار میں ہے کہ یہ بات بعید نہیں کہ فقہاء کے قول ''اولی'' سے مراد وجوب ہی ہو۔اور کتاب ''مجمع'' میں اپنے قول ''ترجح البر کو'' (یعنی نیکی کو اختیار کرنا قابل ترجیح ہے) بیان کیا ہے۔اور صاحب ہدایۃ صاحبِ کنز اور ان کے علاوہ دیگر علماء کا قول بھی اسی کے قریب ہے اور جو کوئی آدمی کسی گناہ پر قسم کھائے تو اس کو قسم توڑنا چاہیئے اور بلاشبہ قسم توڑنا واجب ہے جیسا کہ تم کو معلوم ہوا کیونکہ لفظ ''ینبغی'' سے ان علماء نے وجوب مراد لیا ہے باوجودیکہ اس کا اکثر استعمال غیر وجوب میں ہے۔یہ ایسا ہے جیسا کہ تم کہتے ہو مسلمان کے لئے نماز پڑھنا زیادہ۔۔۔بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔3(مسلم)۔

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔مناسب ہے(یعنی اس پر نماز واجب ہے)۔

3(قولہ: فلیأت الذی ھو خیر ولیکفر عن یمینہ (جو چیز بہتر ہے اس کو اختیار کرے اور اپنی قسم کا کفارہ دے) یہ بات آپ کو معلوم ہونی چاہئے کہ کفارہ کی تین حالتیں ہیں۔

1۔قسم سے پہلے(کفارہ دینا)۔یہ بالاتفاق کفارہ نہیں ہے۔

2۔قسم کھانے اور اس کے توڑنے کے بعد(کفارہ دینا)۔یہ تو بالاتفاق کفارہ ہوتا ہے۔

3۔قسم کھانے کے بعد اور قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دینا۔اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔امام شافعی،امام مالک،امام احمد رحمہم اللہ نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ کے پاس اس میں تفصیل ہے۔وہ یہ فرماتے ہیں کہ قسم توڑنے سے پہلے روزہ کے ذریعہ کفارہ ادا کرنا جائز نہیں ہے۔البتہ کفارہ میں غلام کو آزاد کرنا،کھانا کھلانا،یا کپڑے دینا،قسم توڑنے سے پہلے جائز ہے۔جیسا کہ سال گزرنے سے پہلے پیشگی زکوٰۃ ادا کرنا جائز ہے لیکن رمضان شریف کے آنے سے پہلے اس کے روزے رکھنا جائز نہیں ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحابؒ نے فرمایا کہ قسم توڑنے سے پہلے کسی بھی قِسم کا کفارہ نہیں ہوسکتا۔یہاں تک کہ اگر قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دیدے اور کفارہ دینے کے بعد قسم توڑے تو دوبارہ کفارہ دینا پڑے گا۔یعنی اس قسم میں جو مستقبل سے متعلق ہے کفارہ کے واجب ہونے کا وقت قسم توڑے جانے کا وقت ہے۔پس کفارہ ہمارے پاس قسم توڑنے کے بعد ہی واجب ہوتا ہے۔

اور حضرت امام شافعی اور دوسرے ائمہ رحمہم اللہ کے پاس کفارہ کے وجوب کا وقت قسم کے پائے جانے کا وقت ہے۔اس لئے ان کے پاس قسم کے منعقد ہوتے ہی اس کو توڑے بغیر(بھی) کفارہ واجب ہوجاتا ہے۔خلاصہ یہ کہ ان کے پاس قسم کفارہ کا سبب ہے اور قسم توڑنا اس کے لئے شرط ہے،اس لئے سبب پائے جانے کے بعد کفارہ ادا کرنا درست ہے کیونکہ کفارہ کی نسبت قسم کی طرف کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:" ذٰلِکَ کَفَّارَۃُ اَیْمَانِکُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ". (5۔ المائدۃ،آیت نمبر:89)(یہ تمہارے قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ)اور یہ آیت سببیہ ہے کیونکہ درحقیقت واجبات کی نسبت ان کے اسباب کی طرف کی جاتی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے پر کفارۃ القتل، کفارۃ الظھار، کفارۃ الافطار۔(یعنی کفارہ واجب ہے اور اس کے اسباب قتل،ظہار افطار یعنی روزہ توڑنا وغیرہ ہیں)۔

اور ہمارے پاس قسم توڑنا کفارہ کے وجوب کا سبب ہے۔اور قسم شرط ہے کیونکہ قسم اس کو پورا کرنے کے ارادہ سے ہوتی ہے۔اور اس چیز کو پورا کرنے کی غرض سے جس پر قسم کھا رہا ہے۔اور۔۔۔بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔اپنی قسم میں سچائی کو ظاہر کرنے کے لئے ہوتی ہے۔اور اس کا شرعاً حکم دیا گیا ہے۔اور یہ اللہ تعالی کے اس ارشاد کے بناء پر ہے کہ فرمایا:''وَ احْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ '' (5۔المائدۃ،آیت نمبر:89)(اپنے قسموں کی حفاظت کرو)۔اس لئے قسم کفارہ کے لئے سبب نہیں بنتی کیونکہ سبب کا کم سے کم مرتبہ یہ ہے کہ وہ **مفضی الی الحکم** (کسی چیز کے حکم کا باعث یا اس تک لے جانے والی ہوتی ہے)اور اس کے لئے ذریعہ ہو۔اور قسم یہاں اس کے لئے مانع ہے تو وہ سبب کیسے بنے گی۔لہذا قسم **مفضی الی الکفارۃ** (کفارہ کا باعث)نہیں ہوگی بلکہ کفارہ کا باعث قسم توڑنا ہے جبکہ وہ قسم کے بعد پایا جائے تو یہ قسم کو توڑنا سبب ہوگا اور قسم اس کے واجب ہونے کے لئے شرط ہوگی پس قسم توڑنے سے پہلے پیشگی کفارہ ادا کرنا جائز نہیں ہوگا کیونکہ اس سے سبب کا مقدم ہونا لازم آئے گا۔

آیت کریمہ میں جو اضافت مذکور ہے وہ شرط کی طرف ہے اور شرط کی طرف اضافت شرعی احکام میں جائز اور ثابت ہے جیسے احرام اور صدقۂ فطر کے کفارہ میں ہے۔یہاں بالفرض قسم کا سبب ہونا تسلیم کرلیا جائے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ قسم کا توڑنا وجوب کی شرط ہے کیونکہ یہ بات قطعی ہے کہ کفارہ اس سے پہلے واجب نہیں ہوتا۔ورنہ محض قسم سے کفارہ واجب ہوجائے گا۔اور کوئی مشروط اپنی شرط سے پہلے پایا نہیں جاتا تو کفارہ بھی اس سے پہلے واجب نہیں ہوگا اور وجوب اپنے ثبوت سے پہلے یا ثبوت کے بعد کسی ایسے فعل سے جو واجب ہونے سے پہلے کیا گیا ہے ساقط نہیں ہوتا۔

اب رہا حدیث شریف تو اس میں متعدد روایتیں ہیں ایک روایت میں''**فلیات الذی ھو خیر ولیکفر عن یمینہٖ**''پس چاہئے کہ وہ اپنی قسم کا کفارہ دے اور جو چیز بہتر ہے اسے اختیار کرے)ہے۔اور ایک روایت''**فلیات الذی ھو خیر ثم لیکفر یمینہ**''(جو چیز بہتر ہے اسے اختیار کرے)ہے۔اور ایک روایت ''**فلیات الذی ھو خیر ثم لیکفر بِیَمِیْنِہٖ**'' (جو چیز بہتر ہے اسے اختیار کرے پھر اپنی قسم کا کفارہ دے)ہے۔ یہ ساری روایتیں ان کے خلاف ہیں جو قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دینے سے کفارہ ساقط ہونے کے قائل ہیں۔اور اس میں ان کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔کیونکہ اگر کفارہ محض قسم ہی سے واجب ہوتا تو حضور علیہ والہ الصلوۃ السلام جس چیز پر قسم کھائی جارہی اس کا ذکر کئے بغیر ہی یوں ارشاد فرماتے''**من حلف علی یمین فلیکفر**''(جو کوئی کسی چیز پر قسم کھائے تو وہ کفارہ دے)مگر اس کے برخلاف یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ وہ چیز جس پر قسم کھائی گئی ہے اچھی نہ ہو تو قسم توڑ کر کفارہ دینے کا حکم فرمایا۔

کسی ایسی چیز پر قسم جس کا توڑنا اس کو پورا کرنے سے بہتر ہے اس کو آپ ﷺ نے توڑ کر کفارہ دینے کا خصوصیت سے حکم فرمایا اس لئے کہ کفارہ قسم توڑنے سے ہے نہ کہ محض قسم کھانے سے۔۔۔۔بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

16/4642۔اور امام احمدؒ نے اس کی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔

17/4643۔حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔لہٰذا قسم کو توڑنے بغیر محض قسم کھانے سے کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ونیز یہ روایتیں بھی ہمارے لئے حجت ہیں کیونکہ حرفِ واؤ کے ساتھ آئی ہیں جو تقدیم وتاخیر کا لحاظ کئے بغیر مطلق جمع کے لئے ہے خواہ کفارہ کا ذکر مقدم ہو یا مؤخر ہو اس میں قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کے لئے جواز نہیں ہے۔اسی طرح بعض روایتیں جن میں ذکر ہے **فلیات بالذی ھو خیر ثم لیکفر عن یمینہ** وہ کام کرلے جو بہتر ہے پھر اپنی قسم کا پہلے کفارہ دے"۔البتہ سنن ابوداؤد شریف اور سنن نسائی میں جو الفاظ آئے ہیں وہ یہ ہیں"**اذا حلفت علی یمین فکفر عن یمینک ثم ائت الذی ھو خیر**" جب تم کسی چیز پر قسم کھاؤ تو اپنی قسم کا کفارہ دو پھر وہ کام کرو جو اس سے بہتر ہے۔

اگر یہ حدیث درجہ صحت میں ہے تو اس کی تاویل یہ ہے کہ لفظ"ثم"اس حدیث میں واو کے معنی میں ہے اس طرح سے مختلف روایتیں جمع ہوجاتی ہیں۔لفظ"ثم" کا"واؤ" کے معنی میں استعمال ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ فرمایا:"اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ . ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا". (یا خاک نشین محتاج کو کھانا کھلاتا اور ان لوگوں میں ہوتا جو ایمان لے آئے (90۔البلد،آیت نمبر:16/17)اس میں لفظ'ثم' واو کے معنی میں ہے کیونکہ اعمال صالحہ ایمان سے پہلے معتبر نہیں اور اسی لئے قسم توڑنے سے پہلے کفارہ واجب نہیں ہوتا اور اگر ایسا ہی ہوتا جیسا انہوں نے کہا ہے تو پہلے کفارہ واجب ہوجاتا پھر تعمیل حکم میں اس کے بعد قسم توڑنا ہوتا کیونکہ اس کا حکم اس کے بعد آیا ہے۔اور اگر پہلے یا بعد کسی طرح کفارہ دینے کا اختیار دیا جائے تو"ثُمَّ" کے معنی پر عمل نہیں ہوگا۔نیز(ہماری دلیل) یہ بھی ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس کی تمام قسموں کا نام کفارہ ہے۔اس طرح ان کے پاس قسم توڑنے کے بعد کفارہ کو اس کی تمام قسموں پر محمول کیا گیا ہے اور قسم توڑنے سے پہلے یہ لفظ صرف بعض قسموں کے لئے مختص کیا گیا ہے جس کی وجہ سے لفظ کفارہ کے ظاہری معنی تین وجہ سے چھوٹ رہے ہیں۔

(1)لفظ کفارہ کفر سے ہے اور جس کے معنی چھپانے کے ہیں۔کفارہ کو اس لئے کفارہ کہتے ہیں کہ وہ گناہوں کو چھپاتا ہے اور قسم توڑنے سے پہلے کوئی جنایت(جرم)ہی نہیں ہے کہ جس کو چھپایا جائے لہٰذا یہ گناہ سرزد ہونے کے بعد میں متصور ہوگا۔

(2)دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں امر کو وجوب سے جواز کی طرف پھیرنا لازم آتا ہے۔

(3) تیسری وجہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں کفارہ اپنی بعض قسموں کے ساتھ مخصوص ہوجائے گا۔(ماخوذ از نیل الاوطار،بدائع،عمدۃ القاری،عمدۃ الرعایہ،فتح القدیر،شروح کنز)

علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ اقتدارطلب مت کرو کیونکہ تم کو اقتداربغیر مانگے کے عطاہوجائے تو اس پر تمہاری مدد کی جائے گی۔اوراگر مانگنے کے بعد عطاہوتو تم اس کے حوالے کردئے جاؤگے۔اور جب تم کسی چیز پر قسم کھاؤ: اور دوسری چیز اس سے بہتر دیکھوتو اس کام کو جو بہتر ہے اسے کرواور اپنی قسم کا کفارہ دیدو۔اوراس میں ”فکفر“(یعنی) فاء کے ساتھ بھی روایت آئی ہے۔(بخاری)۔

18/4644۔ابوالاحوص عوف بن مالکؓ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میرے چچازاد بھائی کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں میں ان کے پاس جاتا ہوں اور مانگتا ہوں تو وہ مجھے نہیں دیتے اور میرے ساتھ صلہ رحمی بھی نہیں کرتے ہیں۔پھر جب ان کو میری ضرورت ہوتی ہے تو میرے پاس آتے ہیں اور مجھ سے مانگتے ہیں اور میں قسم کھاچکا ہوں کہ میں ان کو نہیں دونگا اوران کے ساتھ صلہ رحمی نہیں کرونگا۔تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کے ساتھ وہ برتاؤ کروں جو بہتر ہے اوراپنی قسم کا کفاردوں(نسائی)۔

19/4645۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا ہے کہ اگرکوئی آدمی اپنے گھروالوں کے بارے میں قسم کھا کرقسم پر مصر رہے [1] تو یہ اللہ تعالی کے پاس قسم کوتوڑکر اللہ کے فرض کردہ کفارہ دینے سے بڑھ کرگناہ کی چیز ہے(کیونکہ ایسی قسم پر قائم رہنا حقوق کوتلف کرنا ہے)(متفق علیہ)۔

1قولہ : لان یلج احد کم بیمینہ الخ :اگرکوئی آدمی اپنے گھروالوں کے بارے میں قسم کھاکرقسم پر مصر رہے)اس حدیث شریف کا مضمون گذری ہوئی احادیث کا ہی مضمون ہے۔اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر آدمی کسی بات پر قسم کھائے پھراس سے بہتر دوسری چیز دیکھے تو اس کو چاہیئے کہ اس قسم کوتوڑے اوردوسری بہتر چیز پر عمل کرے اورکفارہ دے۔اوراہل وعیال کے متعلق کسی مسئلہ میں قسم جس کو پورا کرنے سے ان کوضرر پہنچتا ہے اوران کا حق ضائع ہوتا ہے۔تو یہ بھی منجملہ ان صورتوں کے ہے جس میں قسم توڑکر اس سے بہتر اوراچھے کام کواختیار کرنا چاہیئے۔

اب یہ بات باقی رہتی ہے کہ اسم تفضّل کے صیغہ سے سمجھ میں آتا۔۔۔بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

20/4646۔اورانہی سے(یعنی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ)روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ تمہاری قسم اس چیز پر ہوگی جس پرتمہارا فریق تمہاری تصدیق کرے۔(مسلم)۔

21/4647۔انہی سے(سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے)مروی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایاقسم،قسم کھلانے والے کی نیت کے مطابق ہوتی ہے۔(مسلم)اس حدیث شریف کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہاں قسم کھلانے والے سے مراد مظلوم ہے جوقسم کھلا رہاہے 1۔

۔۔۔ماقبی حاشیہ۔۔۔ہے کہ قسم توڑنے میں بھی اور کفارہ دینے میں بھی گناہ ہے۔حالانکہ قسم توڑنے میں ہی بھلائی ہےاوراس قسم کوتوڑنا بھی واجب ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بظاہرقسم توڑنے میں اللہ تعالی کی حرمت وتقدس کو پامال کرنا معلوم ہوتا ہے۔یا یہ کہ قسم کھانے والےکو یہ وہم ہوسکتا ہے کہ قسم توڑنے میں شائدگناہ ہے(ماخوذ ازلمعات)۔

اور برماوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا کہ''آثم''اسم تفضّل ہے جومشارکت کو چاہتا ہے۔اوراس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کفارہ دینے میں بھی گناہ ہے۔کیونکہ قسم توڑنے میں اللہ تعالی کے نام پاک کی تعظیم نہ کرنالازم آتا ہے۔اور قسم توڑنااورکفارہ دیناعام پرلازم وملزوم ہیں۔(مرقات)۔

1قولہ : وھو محمول علی المستحلف المظلوم (قسم کھلانے سےمرادمظلوم ہے جوقسم کھلا رہا ہے)ردالمحتارمیں اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ صاحبِ''خانیہ''نےفرمایاہے کہ ایک آدمی کسی آدمی کوقسم دلایااوروہ قسم کھا لیااوراس نےقسم کھلانے والے کے منشاکےخلاف نیت کی تو،طلاق اورعتاق اوراس جیسی چیزوں میں قسم کھانے والے کی نیت ہی کا اعتبار ہوگا جب کہ قسم کھانے والا ظاہر کےخلاف نیت نہ کرے خواہ قسم کھانے والا ظالم ہو یا مظلوم اوراگراللہ تعالی کی قسم ہواورقسم کھانے والامظلوم ہوتو نیت قسم کھانے والے کی ہوگی اورقسم کھانے والا ظالم ہواوردوسرے کاحق باطل کرنا چاہتا ہےتوقسم کھلانے والے کی نیت کا اعتبار رہوگا۔اور یہ امام اعظم اورامام محمدرحمۃ اللہ علیہما کا قول ہے۔

میں کہتا ہوں کہ''اذا لم ینو خلاف الظاھر۔''(جب کہ وہ ظاہر کےخلاف نیت نہ کرے)اس کی قیدلگانا دلالت کرتا ہے کہ قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار قضاء ہے کیونکہ دیانۃً اُس کی نیت کا۔۔۔بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

22/4648۔حضرت سوید بن حنظلہ رضی اللہ تعالی عنہ نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی زیارت) کے ارادہ سے نکلے اور ہمارے ساتھ وائل بن حجر رضی اللہ تعالی عنہ تھے ان کے ایک دشمن نے انہیں پکڑ لیا اور لوگ قسم کھانے میں حرج محسوس کئے لیکن میں نے اس بات پر قسم کھالی کہ یہ میرے بھائی ہیں تو اس (دشمن) نے ان کو چھوڑ دیا۔ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے میں نے اس کا ذکر کیا۔تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا''تم ان لوگوں سے بڑھ کر نیک اور سچے ہو۔[1] تم نے سچ کہا ہے۔مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔''(احمد ابن ماجہ)۔

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔اعتبار کرنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور اسی سے اس میں اور امام خصافؒ کے مذہب میں فرق معلوم ہوجاتا ہے۔کیونکہ ان کے پاس قضاء میں بھی نیت کا اعتبار ہے۔اور جب قسم کھانے والا مظلوم ہوتو ان کے مذہب پر فتوی دیا جاتا ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اور فتاوی ہندیہ میں محیط سے منقول ہے کہ ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا:وبه اخذا صحابنا (اور اسی کو ہمارے اصحاب نے اختیار کیا ہے۔)اور اس کا خلاصہ جیسا کہ درمختار میں ہے کہ فقہاء نے کہا ہے کہ طلاق یا عتاق میں قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہے۔اور مظلوم اللہ تعالی کی قسم کھاتا ہے تو اسی کی نیت کا اعتبار ہوگا اور اگر وہ قسم کھانے والا ظالم ہے تو قسم کھلانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا۔اور اللہ تعالی کی قسم میں قضاء کا کوئی تعلق نہیں۔12

[1] قولہ : انت کنت ابرھم و اصدقھم (تم ان لوگوں سے بڑھ کر نیک اور سچے ہو) حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس امر پر اجماع نقل فرمایا ہے کہ کسی کے قسم کھلائے بغیر کوئی قسم کھائے جب کہ اس کی قسم کھانے سے کسی کا حق متعلق نہ ہورہا ہوتو اس کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کے قول کو قبول کیا جائے گا۔اور اگر اس پر کسی کا حق ہے تو بلا اختلاف اس قسم کے ظاہر پر حکم لگایا جائے گا خواہ اپنے طور پر ہو یا کسی کے قسم کھلانے سے وہ قسم کھایا ہو۔(انتہی ملخصاً)۔

اور مسلم شریف کی حدیث کے ظاہری مفہوم کے خلاف جب اجماع صحیح ثابت ہوگیا تو اب اس پر اعتماد کیا جائے گا اور سوید بن حنظلہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے جو اس باب میں مذکور ہے۔کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے ان کی قسم میں نیک ہونے کا حکم فرمایا ہے باوجود اس کے کہ وہ صرف اپنی نیت کے اعتبار سے نیک تھے کیونکہ انہوں نے مجازی اُخوت مراد لی اور ان سے قسم کا مطالبہ کرنے والے نے حقیقی بھائی سمجھا۔ہوسکتا ہے اجماع کے لئے یہی چیز سند ہو۔(نیل الاوطار ملخصاً 12)۔

ابراہیم نخعیؒ نے ذکر کیا ہے کہ قسم کھانے والا مظلوم ہے تو قسم اس کی نیت کے مطابق ہوگی اور اگر قسم کھانے والا ظالم ہے تو قسم کھلانے والے کی نیت کے مطابق ہوگی۔

23/4649 ۔سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:'' لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ '' (اللہ تعالی تمہاری لغو قسموں پر تم سے مواخذہ نہیں کرے گا) یہ آیت (5۔المائدۃ،آیت نمبر:89) ایسے شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے [1] جو''لا واللہ یا بلی واللہ (نہیں خدا کی قسم اور کیوں نہیں اللہ تعالی کی قسم) کہتے ہوئے (تکیہ کلام کے طور پر) قسم کھایا کرتا ہے۔(بخاری)

---

[1] قولہ: انزلت ھذہ الایۃ الخ (یہ آیت ایسے شخص کے بارے میں نازل ہوئی) اس بات کو جانو کہ قسم کی تین قسمیں ہیں: 1۔لغو 2۔غموس 3۔منعقدہ

1۔لغو قسم یہ ہے کہ آدمی کسی گزرے ہوئے کام پر یہ سمجھ کر کہ وہ سچ ہے قسم کھائے حالانکہ وہ اس کے برخلاف ہے، یہ حنفیہ کے پاس (لغو) ہے

اور عبداللہ بن عباس، عطاء، بن ابی رباح رضی اللہ تعالی عنہم سے لغو کی تفسیر میں یہی روایت ہے اور یہی بات دیگر متون، ہدایہ اور اس کے شروح میں مذکور ہے اور ربیعہ، مالک، لیث، حسن، مجاہد نخعی، زہری، سلیمان بن یسار، قتادہ، سدی اور مکحول رحمہم اللہ تعالی کا یہی قول ہے۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں اور فتح القدیر میں ہے کہ ابن منذرؒ اور دوسروں نے حضرت ابن عمر اور ابن عباس اور دیگر صحابہ علیہم الرضوان سے اس کو نقل کیا ہے۔لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس یمین لغو وہ قسم ہے جس کے ساتھ عزم نہ ہو اس طرح سے کہ سبقتِ لسانی ہو جائے یا اس کے معنی سے ناواقف ہو کر قسم کھائے جیسے عرب میں لا واللہ اور بلی واللہ کہنے کا رواج ہے یہ محض اپنی بات کی تاکید کے لئے ہوتی ہے۔

اور لغو کی یہ تفسیر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے یہی قول شعبیؒ، طاوسؒ اور عکرمہؒ کا ہے۔امام زیلعیؒ نے نقل کیا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق روایت آئی ہے اور کتاب ''الاختیار'' میں ہے کہ اس قول کو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے امام محمدؒ نے نقل کیا ہے۔اسی طرح بدائع میں منقول ہے کہ پہلا قول ہمارے اصحاب کا ہے۔پھر انہوں نے کہا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اس کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ قسم لغو وہ ہے جو لوگوں کے درمیان ''لا واللہ، بلی واللہ''۔۔۔بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔(تکیہ کلام کے طور پر) جاری ہے تو یہ ہمارے پاس ماضی یا حال پر محمول ہے۔اور یہ قسم لغو ہے۔

ثمرہ اختلاف ہمارے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اس قسم کے بارے میں ہے جس میں قسم کھانے والا مستقبل کا ارادہ نہیں کیا تو ایسی قسم ہمارے پاس لغو نہیں ہے البتہ اس میں کفارہ دینا ہے۔اور شافعیہ کے پاس لغو ہے جس میں کفارہ بھی نہیں ہے۔تو صاحبِ بدائع کا قول ''**فذلک محمول عندنا** الخ'''' **وما ذکر محمد**'' الخ کی خبر ہے۔

اور یہ اس روایت پر مبنی ہے جو امام اعظم رحمہٗ اللہ سے منقول ہے اور اس سے ان کی مراد اس قول میں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں فرق کو ظاہر کرنا ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ اگر یہ قسم مستقبل کے لئے ہو تو بھی امام شافعی کے پاس لغو ہے اور ہمارے پاس مستقبل کی لغو تو لغو نہیں۔

اور ہماری دلیل اللہ تبارک وتعالی کا یہ ارشاد ہے''**لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذ کم بما عقدتم الایمان** (5المائدۃ89)(اللہ تعالی تمہاری قسموں میں سے جو لغو (بے معنی) ہوں ان پر تم سے مؤاخذہ نہیں کرے گا البتہ ان قسموں پر مؤخذہ کرے گا جس کے لئے تم نے پکا ارادہ کیا ہو۔)

اس میں لغو کو یمین منعقدہ کے مقابل میں ذکر کیا گیا ہے اور دونوں کے درمیان مؤاخذہ اور عدم مؤاخذہ سے فرق کیا گیا ہے۔اور اس مقابلہ کے اثبات کے لئے یمین لغو کا یمین کے مغائر ہونا ضروری ہے۔

اور مستقبل میں قسم یمین منعقدہ ہوگی خواہ بالارادہ ہو یا بلاارادہ ہو کیونکہ لغت میں لغو ایسی چیز کو کہتے ہیں جو باطل اور بے حقیقت ہو جیسے اللہ تعالی کا ارشاد ہے''**لا یسمعون فیھا لغوا**''(56الواقعہ25)(اس (جنت) میں وہ لغو کلام نہیں سنیں گے)اس میں لغو، باطل کے معنی میں ہے اور یہی ہمارا قول ہے کہ یمین لغو وہ قسم ہے جس کی حقیقت نہیں ہوتی بلکہ قسم کھانے والے کا ایک گمان ہوتا ہے کہ معاملہ ایسا ہی ہے حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہوتی ہے۔اسی طرح سے جو چیز زمانہ ماضی یا حال سے متعلق تکیہ کلام کے طور پر بلاارادہ زبان پر جاری ہو جاتی ہے تو یہ منجملہ ان چیزوں کے ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی تو یہ لغو ہے۔اس کے لئے کوئی حکم نہیں ہے اور یہ یمین منعقدہ نہیں ہوتی کیونکہ یمین منعقدہ کے لئے حکم ہوتا ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ یمین منعقدہ میں مؤاخذہ اور کفارہ نص سے ثابت ہے تو اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ یمین لغو وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے یمین لغو کی یہ تفسیر مروی ہے کہ یمین لغو یہ ہے کہ آدمی کسی جھوٹی بات پر یہ سمجھتے ہوئے قسم کھائے کہ وہ سچا ہے اور اس سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے قول اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مفہوم کی وضاحت معلوم ہوتی ہے کہ یمین لغو وہ قسم ہے جو لوگوں کی گفتگو ''**لا واللہ، بلی واللہ**''زمانہ ماضی کے بارے میں جاری ہوتی ہے۔۔۔بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

24/4650۔صاحب شرح السنۃ نے مصابیح میں اس کی وضاحت کی ہے اور کہا ہے کہ ''**رفعه بعضهم عن عائشه**'' (اس حدیث کو بعض راویوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مرفوعا روایت کیا ہے۔)

25/4651۔عطاء ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں اور عبید بن عمیر لیثی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس تھے تو حضرت عبیدؒ نے ان سے اللہ بزرگ کے اس ارشاد **لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ** کے بارے میں دریافت کیا۔تو آپ نے فرمایا آدمی اپنے علم کے مطابق قسم کھائے پھر اس کو اپنے علم کے مطابق نہ پائے تو اس میں کفارہ نہیں ہے۔(بیہقی)

26/4652۔ابن جریر اور ابن منذرؒ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔نہ کہ مستقبل کے بارے میں۔اس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا قول ہے کہ آپ نے بھی زمانہ ماضی سے اس کی تفسیر کی ہے۔چنانچہ حضرت مطر رضی اللہ تعالی عنہ ایک صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس گئے اور میں نے ان سے یمین لغو کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ کسی آدمی کا فعلنا واللہ کذا (خدا کی قسم ہم نے ایسا عمل کیا) کہنا یمین لغو ہے۔اور یہ روایت اس (ماضی) پر محمول کی جائے گی تا کہ دونوں روایتوں میں مطابقت ہو جائے چونکہ مجمل مفسر پر محمول ہوتا ہے۔

بطور خلاصہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ لغو کی ہمارے پاس دو قسمیں ہیں۔

1۔ایک وہ قسم ہے جس کا ذکر مُتون میں ہے۔

2۔دوسری قسم وہ ہے جو اس روایت میں مذکور ہے۔(یعنی ماضی یا حال میں لا واللہ، بلی واللہ کہنا) تو یہ روایت اس قسم کا بیان ہو جائے گی جس کے بارے میں اصحابِ مُتون نے سکوت اختیار کیا۔اور فتح القدیر میں یمین لغو کی دونوں وضاحتوں پر مؤاخذہ نہ ہونے کی صراحت موجود ہے۔(ماخوذ از ردالمحتار اور بدائع) یمین غموس اور منعقدہ کی وضاحت اس کے بعد آنے والی حدیث میں موجود ہے۔

کہ آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا لغوایک غلط جھوٹی بات پر قسم کھانا ہے۔ جب کہ وہ اس کو صحیح سمجھ رہا ہے حالانکہ دراصل وہ اس کے گمان کے برخلاف ہے۔

27/4653۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں (ایسا بڑا گناہ ہیں) کہ ان کے لئے کوئی کفارہ نہیں ہے۔

1۔اللہ تعالی کے ساتھ شرک کرنا۔

2۔ناحق کسی نفس کو قتل کرنا۔

3۔کسی مومن پر تہمت لگانا۔

4۔جنگ کے دن بھاگ جانا۔

5۔جھوٹی قسم کھالینا تا کہ ناحق مال کھاجائیں 1۔(احمد)

28/4654۔سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ان دونوں نے **"فصیام ثلاثة ایام متتابعات"** یعنی متتابعات کے اضافہ کے ساتھ

1قولہ یمین صابرۃ الخ (زبردستی جھوٹی قسم کھالینا) یمین صابرہ، یمینِ غموس ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی گزرے ہوئے کام پر یہ جانتے ہوئے کہ یہ خلافِ واقعہ ہے عمداً جھوٹی قسم کھائے۔

یمینِ منعقدہ= آئندہ زمانہ میں کسی کام پر خواہ اس کا ارادہ رکھا ہو یا ارادہ نہ رکھا ہو قسم کھانا منعقدہ ہے۔

اور ہمارے پاس یمین منعقدہ میں اگر قسم توڑ دے تو اس پر کفارہ واجب ہے اور گنہگار ہوگا ورنہ (قسم نہ توڑے تو کفارہ واجب نہیں ہے اور یمین لغو اور غموس میں اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔یمین غموس میں کفارہ نہیں ہے مگر بہت بڑا گنہگار ہوگا۔البتہ توبہ اور استغفار کرے اور یمین لغو میں بھی کفارہ نہیں ہے۔اور اس میں معاف کئے جانے کی امید ہے اور حضرت امام شافعیؒ کے پاس منعقدہ میں جس طرح کفارہ واجب ہوتا ہے، یمین غموس میں بھی واجب ہوتا ہے اور یہ حدیث شریف ہماری تائید کرتی ہے دلائل کے ساتھ مزید تحقیق تفسیرات احمدیہ اور فقہ کی کتابوں سے معلوم کی جاسکتی ہے (ماخوذ از ہدایہ، ردالمحتار و تفسیرات احمدیہ)

قرأت کی ہے 1 (پس کفارہ یمین میں مسلسل تین دن کے روزے رکھنا ہے) اس کو امام احمد نے نقل کیا۔

29/4655۔ اور حضرت اثرمؒ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے۔

30/4656۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر کسی چیز پر کوئی آدمی قسم کھائے 2 اور ان شاء اللہ کہے تو اس پر قسم توڑنے سے کوئی گناہ نہیں ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

31/4657۔ انہی (عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے روایت کی ہے کہ اگر استثناء بلافصل ہو تو اس قسم کے توڑنے سے گناہ نہیں اور اگر وہ استثناء بالفصل ہو تو قسم توڑنے والا گنہ گار ہوگا۔ (سنن بیہقی)

---

1 **قولہ انہما قرآ** الخ (ان دونوں کی قرأت) اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تین چیزوں میں سے کسی چیز پر قدرت نہ ہو تو مسلسل تین دن کے روزے رکھے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چونکہ نص مطلق ہے اس لئے اس کو اختیار ہے خواہ الگ الگ رکھے یا مسلسل رکھے۔ اور ہماری دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت ہے ''**فصیام ثلاثۃ ایام متتابعات**''۔ اور یہ خبر مشہور ہے اور کتاب اللہ کے مطلق پر خبر مشہور سے زیادتی جائز ہے۔ اور یہ حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ (ماخوذ از ہدایہ، بنایہ)

2 قولہ: **من حلف علی یمین** ۔ الخ (اگر کسی بات پر کوئی آدمی قسم کھائے) اس کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی اپنی قسم کے ساتھ بلافصل ان شاء اللہ کہے گا تو اس کی قسم باطل ہو جائے گی۔ اس سے وہ قسم خارج ہے جس میں آدمی اپنی قسم کے بعد ان شاء اللہ فوری نہ کہا ہو اور یہ قسم باطل نہیں ہوتی کیونکہ استثناء کا عمل بلافصل ہونے کی صورت میں ہوتا ہے بالفصل ہو تو اس کا عمل نہیں ہوتا۔ (ماخوذ از شرح وقایہ، عمدۃ الرعایہ) اگر تم یہ کہو کہ حدیث مطلق ہے اس میں وصل وفصل کا فرق نہیں کیا جائے گا تو اس کے جواب میں، میں کہوں گا کہ منصوص علیہ اور غیر منصوص علیہ دلائل سے معاملات کا جو لزوم ثابت ہوتا ہے وہ سب اتصال کو واجب قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ ان شاء اللہ دیر سے کہنے کو جائز قرار دیا جائے تو سارے معاملات (جیسے بیع، نکاح وغیرہ وغیرہ) کوئی چیز ذمہ لازم نہیں رہے گی اور اس میں جو فساد ہے کسی پر پوشیدہ نہیں۔ علامہ عینیؒ نے ایسا ہی کہا ہے۔ اور صدر الشریعہ نے استثناء بالاقصال کے عدم جواز پر ایک حدیث کا بھی ذکر کیا ہے۔

فلیکفر عن یمینہ (اپنی قسم کا کفارہ دے) اس حدیث شریف میں کفارہ کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ اور اگر بیان تغیر یعنی استثناء منفصل جائز ہوتا تو کسی قسم میں کفارہ بالکل لازم ہی نہ ہوتا۔۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

32/4658۔اور امام دار قطنی نے انہی سے (عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے ایسا ہی موقوفاً روایت کی ہے۔

۔۔۔ماقبی حاشیہ۔۔۔کیونکہ اگر یہ جائز ہو جائے گا تو استثناء منفصل (ان شاء اللہ دیر سے کہنا) جائز ہو جائے گا تو قسم ہی باطل ہو جائے گی۔(التعلیق المجد)۔نیز امام بیہقیؒ اور امام دار قطنیؒ کی حدیث شریف جو کتاب میں مذکور ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور عمدۃ القاری میں ہے کہ استثناء سے یہاں مراد لفظ ان شاء اللہ ہے۔نحوی اصطلاحی استثنا مراد نہیں ہے جیسے''واللہ لأ فعلن کذا ان شاء اللہ تعالیٰ (اللہ کی قسم میں ضرور ایسا کروں گا ان شاء اللہ) یا واللہ لا أفعلن کذا ان شاء اللہ'' (اللہ کی قسم میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا ان شاء اللہ) اور اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

حضرت ابراہیم، حضرت حسن بصری، حضرت ثوری امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب، امام اوزاعی، حضرت لیث اور جمہور علماء نے فرمایا کہ قسم کے ساتھ استثناء ہو تو اس کا متصل (بلا وقفہ) ہونا شرط ہے۔اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمائے کہ کلام اول کے ساتھ استثناء ہو تو اس کا متصل ہونا شرط ہے۔اور اس کا اتصال بالترتیب ہو۔اور اگر دونوں کے درمیان سکوت ہو تو استثناء ختم ہو جائے گا۔سوائے اس کے کہ کسی چیز کو یاد کرنے کے لئے یا سانس لینے یا زبان کے رک جانے یا آواز کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے ہو (ایسی صورت میں استثناء متصل رہے گا) طلاق اور عتاق میں استثناء کے بارے میں اختلاف ہے۔ابن ابی لیلی، امام اوزاعیؒ۔امام لیثؒ اور امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس میں استثناء جائز نہیں ہے۔اسی طرح کی ایک روایت حضرت عبداللہ بن عباس اور ابن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آئی ہے۔

طاؤس، نخعی، حسن اور ایک روایت میں عطاء اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب، امام شافعی اور ان کے اصحاب، اور امام اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اس میں) استثناء جائز ہے۔(ختم شد)

اور البحر الرائق میں ہے کہ صاحبِ کنز کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آدمی اپنی قسم کے ساتھ اگر ان شاء اللہ متصل کہے گا تو وہ قسم پوری کرے کیونکہ یہ قسم منعقدہ ہے۔البتہ اس پر اس طرح کی قسم توڑنے کا کوئی گناہ نہیں ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے کوئی آگاہی نہیں ہے۔اور یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے پاس تعلیق بالمشیت (قسم کے ساتھ ان شاء اللہ کہنا) قسم کو باطل کر دیتا ہے۔اسی لئے کتاب ''تبیین'' میں ہے کہ ان کے قول ''بَــرّ'' سے قسم کا منعقد نہ ہونا مراد ہے کیونکہ عدمِ حنث اور بر ایک ہی ہے اسی لئے عدمِ حنث پر ''بر'' کا اطلاق کیا گیا ہے۔فقہاء کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ عبادات و معاملات کی ہر وہ چیز جس کا تعلق قول سے ہے جب وہ ان شاء اللہ کے ساتھ متّصل کہی جائے تو باطل ہو جاتی ہے برخلاف قلب سے تعلق رکھنے والی چیزوں کے جیسے نیت وغیرہ ہے (ان شاء اللہ سے وہ باطل نہیں ہوتے)۔

(3/164)بَابٌ فِیْ النُّذُوْرِ

منتوں کا بیان

اللہ بزرگ وبرتر کا ارشاد ہے ’وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَھُمْ‘‘ 1 (اوروہ اپنی منتوں کو پوری کریں (22،سورۃ الحج، آیت نمبر:29)

اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ’ (اورکوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے (کے گناہوں) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا)(35 فاطر 18)

1/4659 ۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ اورسیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے ان دونوں نے فرمایا رسول اللہ نے ارشادفرمایا نذر مت مانو 2 کیونکہ نذر تقدیر کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں دیتی صرف اتنا ہے کہ نذر کی وجہ سے بخیل سے (مال) نکالا جاتا ہے۔(متفق علیہ)

---

1 قولہ وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَھُم ۔(اوروہ اپنی منتوں کو پورا کریں) یہ امر وجوب کے لئے ہے۔اگرچہ یہ آیت کریمہ ایک مخصوص نذر کے بارے میں آئی مگر عموماً اس سے مطلق نذر کو پورا کرنا واجب ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں نذر پورا کرنے کا حکم ہے۔اور ہمارے پاس نص اپنے مورد اور سبب کے ساتھ خاص نہیں ہوتی پس اس سے ہر نذر کو پورا کرنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔اور یہاں لفظ وجوب کو فرض کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا ہے۔کیونکہ یہ عام خص عنہ البعض ہے (یعنی اس عام کے بعض افراد کو اس حکم سے خاص کر دیا گیا ہے) جیسے گناہ کی نذر ماننا یا طاعتِ غیر مقصودہ کی نذر ماننا (یہ اس سے خارج ہوگئے) پس یہ عام ظنی ہوا اور اسی لئے اس پر لفظ وجوب کا جس میں احتمال ہوتا ہے اطلاق کیا گیا۔

2 قولہ لاتنذروا ..الخ (نذر مت مانو کیونکہ نذر تقدیر کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں دیتی۔اس میں جو نذر سے منع کیا جارہا ہے وہ نذر کے پورا کرنے کی تاکید کے لئے ہے کہ نذر کرنے کے بعد اس کو پورا کرنے میں سستی نہ کی جائے۔اگر اس سے مراد نذر سے روکنا ہوتا تو نذر ماننا معصیت ہوجاتا اوراس کا حکم باطل ہوجاتا اوراس کو پورا کرنا ساقط ہوجاتا اس حدیث شریف کے ذریعہ آپ نے یہ بتایا ہے کہ نذر ان کو نہ کوئی نفع دے سکتی ہے اور نہ کوئی ضرر کو ان سے دور کرسکتی ہے۔اور نہ اللہ تعالی کے فیصلہ کی ہوئی چیز کو رد کرسکتی ہے۔حضور پاک کا۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

2/4660۔سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے گناہ کے کام میں نذر نہیں ہوتی [1] اور اس کا کفارہ یمین کا کفارہ ہے۔

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔فرمان ''نذر مت مانو'' اس بناء پر ہے کہ اللہ تعالی نے تمہارے لئے جب کسی چیز کو مقدر نہیں کیا ہے تو تم اس کو نذر کے ذریعہ نہ حاصل کر سکتے ہو اور نہ اللہ تعالی کا جو تم پر فیصلہ ہو چکا ہے ہٹا سکتے ہو پھر بھی جب تم نذر مان لو تو اس کو پورا کرو کیونکہ تم جس چیز کی نذر مانے ہو وہ تمہارے لئے ضروری ہے۔

حدیث شریف میں نذر سے جو منع کیا گیا ہے دراصل اس میں اخلاص کے ساتھ نذر ماننے اور اس کو پورا کرنے کی ترغیب ہے۔حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد سے کہ ''تقدیر کے مقابلہ میں نذر کچھ کام نہیں دیتی'' نذر سے منع کرنے کی جو علت بیان فرمائی ہے اس سے اس خیال فاسد پر کہ نذر تقدیر کے مقابلہ میں کام دیتی ہے تنبیہ فرمائی ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ منع کرنے کا تعلق مطلق نذر سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق ان کے اس خیال فاسد سے ہے کہ ''نذر تقدیر کو روک سکتی ہے''۔(مرقات،لمعات) اسی لئے ردالمحتار میں ہے:تم اس بات کو جانو کہ نذر شریعت میں تقرب کی چیز ہے۔اس لئے کہ اس سے لازم آنے والی عبادتیں نماز،روزہ،حج اور عتق وغیرہ سب تقرب کی چیزیں ہیں۔اور اس کا مشروع ہونا اس لئے ہے کہ اس کو پورا کرنے کے احکام دئے گئے ہیں۔عمدۃ القاری میں ہے کہ اطاعت کی نذر کو پورا کرنے پر اجماع ہو گیا ہے۔اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے

''اوفوا بالعقود'' معاملات کو تم پورا کرو

''یوفون بالنذر'' وہ نذر کو پورا کرتے ہیں

[1] قولہ لانذر فی معصیۃ الخ :(گناہ کے کام میں نذر نہیں ہوتی) جانو اس بات کو کہ نذر اگر کسی طاعت کے کام میں ہو تو وہ بالاتفاق لازم ہے۔اور اگر معصیت میں ہو تو اس کو پورا کرنا جائز نہیں۔البتہ نذرِ معصیت کے منعقد ہونے کے بارے میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نذرِ معصیت بالکل منعقد نہیں ہوتی۔اور نذر معصیت لغو ہے جس میں کفارہ نہیں ہے۔اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نذر معصیت بطور قسم منعقد ہو جاتی ہے مگر اس کو پورا کرنا نہیں ہے بلکہ اس میں کفارہ دینا ہے۔

اور امام طحاویؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔اور فرماتے ہیں کہ آدمی جب معاصی کی نذر مانے مثلاً یہ کہے ''للہ علی ان اقتل فلانا'' ''اللہ تعالی کے لئے میں فلاں کو قتل کر دوں گا'' تو اب یہ قسم ہے اور اس کو توڑ کر کفارہ دینا ضروری ہے۔اس کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے جو اس باب میں مذکور ہیں۔۔۔۔بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

(ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) اور امام طحاوی اور ابوعلی بن سکن نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔
اس میں نذر کرنے والوں کی تعریف آئی ہے۔ اور نذر ماننے کے بارے میں اختلاف ہے۔
اس کو مستحب بھی قرار دیا گیا ہے اور مکروہ بھی کہا گیا ہے۔ امام نووی کے پاس یہی بات مؤکد ہے۔
اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو خلافِ اولیٰ فرمایا ہے۔ اور بعض متاخرین نے منع کو غیر شرعی نذر پر محمول کیا ہے اور نیکی کی نذر ماننے کو مستحب قرار دیا ہے۔ ہم عنقریب دونوں کی وضاحت اسی باب میں ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

۔۔۔ مابقی حاشیہ ۔۔۔ (ملخص از سندھی، کوکب دری، ردالمحتار، مرقات)۔ اور اگر اس مذہب کی مزید تفصیل چاہئے تو العرف الشذی میں دیکھ لیں۔

صاحبِ مبسوط نے نقل کیا ہے کہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نذرِ معصیت پر کوئی چیز واجب نہیں کیونکہ معاصی کی نذر ماننے سے نہ ان کو کرنا ضروری ہوتا ہے اور نہ کفارہ دینا ہے کیونکہ کفارہ قسم کی وجہ سے واجب ہونے والی نیکی کا خلیفہ ہے یا وہ پھر اس چیز کا خلیفہ ہے جس کو نذر کی وجہ سے پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اور یہ چیز تو نذرِ معصیت میں پائی ہی نہیں جاتی۔

حکایت :۔ بیان کیا جاتا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام شعبیؒ کے پاس گئے اور یہ مسئلہ (یعنی گناہ کی نذر ماننے سے متعلق) ان سے دریافت کیا۔ امام شعبیؒ نے فرمایا کہ اس پر کوئی چیز واجب نہیں کیونکہ جس چیز کی نذر کی گئی وہ معصیت ہے۔ تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کیا ظھار معصیت نہیں ہے اور اللہ تعالی نے اس میں کفارہ کا حکم فرمایا ہے؟ امام شعبی حیران ہو گئے۔ اور فرمایا ''انت من الآ رائیین'' آپ تو اصحاب رائے یعنی مجتہدین میں سے ہیں۔

اور فتاوی عالمگیری میں ہے اگر کوئی معصیت کی نذر مانے تو وہ درست نہیں ہے البتہ ایسی نذر ماننے سے کفارہ لازم آتا ہے۔ اور نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ نذر معصیت میں کفارہ کے واجب ہونے نہ ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔ جمہور کے پاس کفارہ واجب نہیں ہے۔ اور امام احمدؒ، امام ثوریؒ، امام اسحٰقؒ اور بعض شافعیہ اور حنفیہ کے پاس کفارہ ہے۔ اور امام ترمذیؒ نے اس بارے میں صحابہؓ کا اختلاف نقل فرمایا ہے۔ اور نذر معصیت کے حرام ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ اور ان کا اختلاف تو صرف وجوب کفارہ کے بارے میں ہے۔
اور جو وجوب کفارہ کے قائل ہیں وہ اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنھا ۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

3/4661۔سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ معصیت کی نذر 1؎ کو پورا کرنا نہیں ہے۔اور نہ ایسی

۔۔۔ماتقی حاشیہ۔۔۔کی مذکورہ حدیث سے اوراس معنی میں دوسری آئی ہوئی حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں۔(انتھی)

اور''لا نــذر فـی مـعـصـية'' کے معنی یہ نہیں ہے کہ نذر بالکل منعقد نہیں ہوتی کیونکہ آپ کا یہ ارشاد بھی ہے ''اس کا کفارہ یمین کا کفارہ ہے'' پھر دونوں میں اس کی کوئی مناسبت نہیں رہتی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی نذر کو پورا کرنا نہیں ہے۔بعض صحیح روایتوں میں وضاحت کے ساتھ یہ بات موجود ہے کہ معصیت کی نذر کو پورا کرنا نہیں ہے۔(فتح الودود)

1؎۔قولہ''لا وفـاء لـنـذرفي معصية''(معصیت کی کسی نذر کو پورا کرنا نہیں ہے) کیونکہ نذر کے صحیح ہونے اوراس کے پوا کرنے کے وجوب کے لئے چند شرطیں ہیں منجملہ ان کے یہ ہیں

(1)۔نذر اللہ تعالی کے تقرب کے لئے ہو

(2)۔نذر معصیت کی نہ ہو کیونکہ جب وہ فی نفسہ حرام شئے ہے تو اس میں تقرب الی اللہ کی کوئی صورت نہیں ہے اور گر اس میں تقرب الی اللہ کی کوئی صورت ہے لیکن وہ دوسری وجہ سے حرام ہو تو یہ نذر منعقد ہو جائے گی۔جیسے یوم نحر میں روزہ رکھنے کی نذر ماننا۔اوراگر وہ ان ایام میں روزہ رکھے گا تو ذمہ داری سے بری ہوگا لیکن گنہگار رہوگا۔اورزیادہ بہتر صورت یہ ہے کہ کوئی دوسرے دن روزہ رکھ کر نذر پوری کرلے۔(فتح القدیر)

(3)۔جس چیز کی نذر مانی گئی ہے وہ اس کے ذمہ نذر ماننے سے پہلے واجب نہ ہو۔اگر شرعی حج یا نماز ظہر یا اس جیسی کسی چیز کی نذر مانے تو ان چیزوں کے سوادوسری کوئی چیز بطور نذر واجب نہیں ہوگی۔

(4)۔جس چیز کی نذر مانی گئی ہے اپنی ملکیت سے زائد نہ ہو یا اپنی ملکیت میں ہی نہ ہو تو نذر منعقد نہیں ہوگی۔مثلاً اگر کسی دوسرے کی بکری کے لئے کہے کہ اللہ تعالی کے لئے میں اس کو یوم النحر میں ذبح کرونگا تو وہ نذر درست نہیں ہے۔

(5) وہ ایسی چیز نہ ہو جس کا وجود محال ہے۔جیسے اگر نذر مانے کہ گذرے ہوئے دن میں روزہ رکھونگا یا گزرے ہوئے دن میں اعتکاف رکھونگا تو یہ نذر درست نہیں۔

(6)اور جس چیز کی نذر مانی گئی ہے وہ شرعاً واجبات کی جنس سے ہو یعنی اس سے صرف فرض مراد نہیں ہے بلکہ فرض یا شرعی واجب مراد ہے۔نذر ماننے والا اگر ایسی چیز کی نذر مانے جو واجبات کی جنس سے نہ ہو تو نذر واجب نہیں ہے جیسے جنازہ کے ساتھ جانا،مسجد میں داخل ہونا

(7)جس چیز کی نذر مانی گئی ہو وہ عبادت مقصودہ ہو۔وضو بنانا یا میت کو کفن دینا،غسل دینا وغیرہ کی نذر واجب نہیں ہے۔(عمدۃ الرعایہ،ردالمحتار)

چیز کی نذر کو جس کا بندہ مالک نہیں ہے۔1 (مسلم)

1۔قولہ ''ولا فیما لا یملک العبد ''(جس چیز کا بندہ مالک نہ ہو اس نذر کو پورا کرنا نہیں ہے)اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً یوں کہے کہ اگر اللہ تعالی میرے بیمار کو شفا دے تو فلاں غلام آزاد ہے جب کہ وہ (غلام)اس کی ملک میں نہیں ہے۔اور اگر اس نذر کے بعد وہ اس کی ملک میں آجائے تب بھی اس کو یہ نذر پوری کرنا ضروری نہیں ہے۔اس کے برخلاف جب وہ کسی غلام کی آزادی کو اپنی ملکیت کے ساتھ معلق کرے تو یقیناً وہ ہمارے پاس اس کا مالک ہونے کے بعد آزاد ہو جائے گا۔کیونکہ نذر کے صحیح ہونے کی ہمارے ہاں شرط یہ ہے کہ جس چیز کی نذر مانی گئی ہے وہ نذر ماننے والے کی ملک ہو یا سبب ملک کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہو مثلاً وہ یہ کہے کہ میں تجھ کو خریدونگا تو اللہ تعالی کے لئے میرے ذمہ ہے کہ تجھ کو میں آزاد کردوں۔

اور منت کے بارے میں یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسا قبل نکاح طلاق کے بارے میں ہے۔ملک یا سبب ملک پر طلاق کو معلق کرنے کی احادیث پر قیاس کرتے ہوئے حنفیہ کہتے ہیں کہ جس چیز کی نذر مانی گئی ہے اس کی نسبت سبب ملک کی طرف کی جائے تو نذر صحیح ہے۔اور اس کو پورا کرنا ضروری ہے۔مثلا اگر یہ کہے کہ میں تجھے خریدلونگا تو اللہ تعالی کے لئے میرے ذمہ ہے کہ تجھے آزاد کروں۔جب بھی خریدی ہو جائے تو نذر کردہ چیز لازم ہو جائے گی۔امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس طرح معلق کرنا درست نہیں ہے۔اور ایسی نذر کو پورا کرنا ضروری نہیں کیونکہ کسی چیز کو معلق کر کے کرنا اور اس کو معلق نہ کر کے کرنا دونوں ایک ہی طرح ہیں۔عدم ملک کی صورت میں جس طرح تنجیز یعنی بغیر معلق کئے کرنا ممکن نہیں ہے اسی طرح تعلیق بھی درست نہیں ہے۔

اس کا وجوب یہ ہے کہ تعلیق مثلاً ''ان اشتریتک فللہ علی ان اعتقک ''(اگر میں تجھے خریدلوں گا تو اللہ تعالی کے لئے میرے ذمہ تجھے آزاد کرنا ہے)اگر چہ تعلیق جملہ میں فی الحال موجود ہے لیکن جس چیز کی نذر کی جارہی ہے وہ شرط کے پائے جانے پر ہی پائی جائے گی اور اس وقت وہ ملکیت بھی پائی جائے گی جو نذر کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے۔اس کے برخلاف یہ کہنا'' ان شفی اللہ مریضی فالعبد الفلانی حر ''(اگر اللہ تعالی میرے مریض کو شفا دیدے تو فلاں کا غلام آزاد ہے)جو اس کی ملکیت میں نہیں ہے کیونکہ یہاں ایسی صورت میں ملکیت کا کوئی نام ونشان ہی نہیں ہے،نہ فی الحال نہ بعد میں۔اس لئے ایسی تعلیق کے ساتھ نذر درست نہیں ہوتی۔جیسا کہ غیر کی ملکیت میں بغیر تعلیق کے نذر درست نہیں ہوتی۔حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ''ولا فیما لا یملک العبد '' کو اسی پر محمول کیا جائے گا۔امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔(اشعتہ اللمعات،ردالمحتار،العرف الشذی وغیرہ)

4/4662۔عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نذر کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔ (مسلم)

5/4663۔عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نذر کی دو قسمیں ہیں:

(1) جو آدمی اللہ تعالی کی اطاعت میں نذر مانے تو وہ اللہ تعالی کے لئے ہے۔اس کو پورا کرنا ہے۔

(2) اور جو آدمی معصیت کی نذر مانے تو یہ شیطان کے لئے ہے۔اس کو پورا کرنا نہیں ہے۔ اوراس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔(نسائی)

6/4664۔ام المومنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسولہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی نذر مانے [1] کہ وہ اللہ تعالی کی اطاعت کرے گا تو اس کو چاہئے کہ اطاعت کرے۔

---

[1]۔قولہ من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ الخ (جو آدمی نذر مانے کہ وہ اللہ تعالی کی اطاعت کرے گا تو اس کو چاہئے کہ وہ اطاعت کرے) شیخ ابن ہمامؒ نے فرمایا ہے اگر نذر کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرے پھر وہ شرط پائی جائے تو اس کے ذمّہ اس نذر کو پورا کرنا ضروری ہے۔کیونکہ نذر کے بارے میں احادیث شریفہ مطلق ہیں یعنی تنجیز اور تعلیق کی قید کے بغیر نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اور یہ اس لئے کہ جو نذر شرط کے ساتھ ہے وہ شرط کے پائے جانے کے وقت بغیر شرط کی نذر کی طرح سے ہے گویا یہ ''للہ علی کذا'' بغیر شرط کے کہنے کی طرح سے ہے۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ نے نذر جب کسی شرط کے ساتھ معلق ہو تو اس نذر کی چیز کو پورا کرنا ضروری قرار دینے کے قول سے رجوع فرمایا ہے یعنی اب اس کو اختیار ہے وہی نذر کی ہوئی چیز پورا کرے یا کفارہ دے اور یہی قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔پس وہ یہ کہے کہ اگر میں ایسا کام کروں گا تو میرے ذمہ ایک حج ہے یا ایک سال کے روزے ہیں تو اس کو اختیار ہے۔ایک حج کرے یا ایک سال کے روزے رکھے یا چاہے تو کفارہ دے۔اگر تنگدست ہے تو اس کو اختیا ہے کہ وہ سال بھر کے روزے رکھے یا تین دن روزوں کے ذریعہ سے کفارہ دے لیکن ظاہر روایت میں خاص نذر کو پورا کرنا لازم ہونے کا ذکر ہے۔اور نوادر میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول میں نذر کی چیز پورا کرنے یا کفارہ دینے کا اختیار مذکور ہے۔۔۔۔بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔عبدالعزیز بن خالد ترمذیؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں حج کے ارادے سے نکلا اور جب کوفہ میں داخل ہوا تو کتاب النذور والکفارات سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھا اور جب اس مسئلہ پر پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ کیونکہ میری رائے اب یہ ہے کہ میں اس سے رجوع کروں اور جب میں حج سے واپس ہوا تو اس وقت تک سیدنا امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہو چکا تھا۔ ولید بن ابانؒ نے یہ بتایا کہ آپؒ نے اپنے انتقال سے سات دن پہلے اس قول سے رجوع کیا اور فرمایا کہ اس کو (نذر پورا کرنے یا کفارہ دینے) کا اختیار ہے۔اسمٰعیل زاھدیؒ اسی قول پر فتوی دیتے تھے۔امام ولوالجی نے فرمایا ہے کہ شہر بلخ اور بخارا کے علماء اسی پر فتوی دیتے تھے۔شمس الائمہؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حکم اس زمانے میں کثرت ابتلاء کی وجہ سے ہے۔اور ظاہر روایت کی وجہ قرآن پاک کی آیت اور احادیث شریفہ کے نصوص ہیں۔اور نوادر کی روایت وہ حدیث پاک ہے جو مسلم شریف میں ہے کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''نذر کا کفارہ یمین کا کفارہ ہے''۔اور اس کا تقاضہ یہ ہے کہ کفارہ سے مطلقاً نذر ساقط ہو جائے۔اس میں تعارض کو دور کرنے کے لئے شئی معین کے پورا کرنے کو بغیر شرط کے نذر پر محمول کیا جائے گا۔اور کفارہ کے ذریعہ سقوط کو نذر معلق پر محمول کیا جائے گا۔اب اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔کیونکہ نذر معلق فی الحال منتفی ہے اور اس میں نذر ثابت نہیں ہے اس لئے یہ نذر قسم کی طرح ہے اس معنی میں کہ کفارہ کو واجب کرنے کا سبب قسم کو توڑنا ہے اور یہ (حنث)
جس وقت کلام کیا جارہا ہے غیر موجود ہے۔پس اس کو قسم کے ساتھ ملحق کیا جائے گا۔ برخلاف نذرِ غیر معلق کے کہ وہ نذر فی الوقت ثابت ہے۔پس اس میں شئی معین کو پوا کرنے کی حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ اور محققین کے پاس ایسی شرط جس میں کفارہ کافی ہوجاتا ہے اس سے مرادہ شرط ہے کہ جس کے کئے جانے کا ارادہ ہو مثلاً گھر میں داخل ہونا یا فلاں سے کلام کرنا وغیرہ۔ کیونکہ جب متکلم کا مقصود اس کا عدم وقوع ہے تو اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس چیز کی نذر کی گئی وہ بھی مقصود نہیں ہے کیونکہ اس میں ایسی شرط لگا کر رکاوٹ قائم کی گئی ہے۔نذر کو ایسی شرط پر معلق کرنا جس کا وقوع مقصود نہیں ہے تو خود کو بھی اس نذر سے روکنا مقصود ہے۔کیونکہ انسان ہمیشہ عبادت کرتے رہنے کو واجب نہیں کر لیتا اگر چیکہ اس سے ثواب حاصل ہوتا ہے۔کیونکہ اس میں اندیشہ ہے کہ اس کو پورا کرنا مشکل ہو جائے گا بلکہ ہوسکتا ہے کہ وہ عذاب کا سبب بن جائے اسی لئے صحیح حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر سے منع فرمایا ہے کہ انه لایات بخیر (یہ خیر کو نہیں لاتی)۔

اب رہا ایسی شرط جس کا وقوع مطلوب ہے مثلاً یوں کہے کہ اللہ تعالی میرے بیمار کو شفا دے یا میرا غائب ہونے والا آجائے یا میرا دشمن مرجائے تو اللہ تعالی کے لئے میرے ذمہ ایک مہینہ کے۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

اور جو آدمی معصیت کی نذر مانے [1] تو وہ معصیت کا کام نہ کرے۔(بخاری نے روایت کی ہے)

7/4665۔ مسلمؒ کی ایک روایت میں ہے **"لانذر فی معصیة الله"** اللہ تعالی کی نافرنی میں کوئی نذر نہیں ہوتی۔

۔۔۔ مابقی حاشیہ ۔۔۔ روزے ہیں۔اس میں اگر شرط پائی جائے گی تو اس نذر کردہ عین شئی (اس نذر کی ہوئی چیز ہی) کا پورا کرنا ضروری ہے۔کیونکہ جب اس کے پاس شرط کا وقوع مطلوب تھا تو نذر بھی اس کی مقصود تھی۔تو یہ نذر، غیر معلق نذر کی طرح ہے۔لہذا غیر معلق کا حکم جاری ہوگا۔یعنی اس کو پورا کرنا ضروری ہے۔یعنی عین شئی منذور کو پورا کرنا ہوگا اور اس کو تخجیری نذر پر محمول کیا جائے گا۔

اور کفارہ کے کافی ہونے کو ایسی نذر معلق پر محمول کیا جائے گا جس کا ہونا مقصود نہ ہو۔بعض فقہاء نے اس کا نام نذر اللحاج رکھا ہے۔(انتھی)

اور رتاج کعبہ کی حدیث شریف کو ایسی نذر معلق پر محمول کیا جائے گا جس کا وقوع مقصود نہیں ہے۔اگر اس کو توڑ دے گا تو کفارہ واجب ہوگا۔

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نذر ماننے والا جب اس پر عمل کرے گا تو اس پر قسم توڑنے کی طرح کا کفارہ کافی ہوجائے گا۔

اور حضرت امام محمد رحمتہ اللہ علیہ اپنی موطا میں ظاہر روایت کو اختیار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس پسندیدہ یہ ہے کہ اس نے اپنے نفس پر جس چیز کو عائد کرلیا ہے اس کو پورا کرے اور اس کو ضرورت کی حد تک روک لے کر صدقہ دے اور جب مزید مال فراہم ہوجائے تو جس قدر روکا تھا اس کے مثل صدقہ میں دے دے۔

[1]۔ **قولہ ومن نذر ان یعصیهُ فلا یعصه** (اور جو معصیت کی نذر مانے وہ معصیت کا کام نہ کرے) اس میں بات کی دلیل ہے کہ جو آدمی طاعت یعنی نیک کام کی نذر مانے تو اس کو پورا کرنا ضروری ہے اگرچیکہ کسی چیز کے ساتھ اس کو معلق یعنی مشروط نہ کیا ہو اور جو آدمی کسی معصیت یعنی نافرمانی کے کام کی نذر مانے تو اس کو پورا کرنا جائز نہیں ہے۔اور کفارہ بھی لازم نہیں آتا تو کیونکہ اگر کفارہ لازم آتا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو ضرور بیان کرتے۔(شرح السنتہ)

صاحب مرقات نے فرمایا اس بات کو جانو کہ یمین اور نذر دونوں کے درمیان فرق ہے اور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قسم، خواہ وہ قسم طاعت کی ہو، یا معصیت کی، یا کسی امر مباح کی اس کو پورا نہ کرنے سے کفارہ لازم آتا ہے لیکن نذر کا جہاں تک تعلق ہے اگر وہ طاعت میں ہے یعنی نیک کام کے لئے ہے تو اس کو پورا کرنا ضروری ہے اور اگر معصیت کی ہے تو پورا کرنا درست نہیں ہے البتہ اس میں کفارہ کے واجب ہونے ۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر ۔۔۔

8/4666۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرمارہے تھے اس دوران آپ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک صاحب کھڑے ہوئے ہیں تو آپ ﷺ نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا۔صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ ابواسرائیلؓ ہیں جو یہ منت مانے تھے کہ وہ کھڑے رہیں گے، بیٹھیں گے نہیں، سایہ میں نہیں رہیں گے، بات نہیں کرینگے اور روزہ رکھیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا تم ان کو یہ حکم سنادو کہ وہ بات کریں [1] اور سایہ سے فائدہ اٹھائیں اور بیٹھ جائیں البتہ روزہ کو پورا کریں (بخاری)

۔۔۔ماقبی حاشیہ۔۔۔کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس میں کفارہ نہیں ہے۔اور حضرت امام احمد رحمتہ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں۔ایک روایت میں ہے کہ یہ نذر منعقد ہوجاتی ہے لیکن اس کو پورا کرنا جائز نہیں ہے البتہ کفارہ واجب ہے اور حنفیہ سے ایک دوسری روایت میں ایسا ہی ہے۔

حنفیہ کے اس حکم کا خلاصہ یہ ہے کہ، نذر معصیت کے متعلق دو قول ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ کفارہ واجب ہے۔اسی کو امام طحاویؒ نے اختیار کیا ہے اور دوسرا قول ہمارا اصل مذہب ہے وہ یہ ہے کہ اگر معصیت کی نذر مانے تو اس کو نہ پورا کرنا ہے نہ کفارہ دینا ہے۔(رحمتہ الامۃ، ردالمحتار، عرف الشذی)

1۔ قوله: مروه فليتكلم الخ (ان کو یہ حکم سنادو کہ وہ بات کریں) اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ ہروہ چیز جس سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے اور کتاب وسنت میں اس کی مشروعیت کا کوئی ذکر نہیں ہے جیسے برہنہ پیر چلنا، دھوپ میں بیٹھنا، یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت یعنی نیکی میں سے نہیں ہے۔اور اگر نذر اطاعت میں نہ ہو تو وہ معصیت ہوجائے گی اور معصیت، اطاعت خداوندی کے خلاف ہے۔پس ایسی نذر منعقد نہیں ہوتی اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث شریف میں ابواسرائیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صرف روزہ پورا کرنے کا حکم فرمایا اور اس کے علاوہ دوسری چیزوں کے لئے حکم نہیں فرمایا۔اور اس کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو جانتے ہیں کہ یہ چیز (روزہ رکھنا) ان کے لئے مشقت کا باعث نہیں ہے۔

9/4667۔عمرو بن شعیبؓ اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آدمی جن چیزوں سے اللہ تعالی کی خوشنودی حاصل کرسکتا ہے اس کے سوا کسی چیز کی نذر درست نہیں۔1 (احمد،ابوداؤد،بیہقی)

1۔قولہ لا نذر الا فیما ابتغی به وجه الله تعالی (آدمی جن چیزوں سے اللہ تعالی کی خوشنودی حاصل کرسکتا ہے ان کے سوا کسی چیز کی نذر درست نہیں):۔یہ حدیث شریف اور اس سے پہلے مذکورہ حدیث شریف اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مباحات میں نذر منعقد نہیں ہوتی مثلاً اگر کوئی امر مباح کی نذر مانے اور یہ کہے کہ اللہ تعالی کے لئے میرے ذمہ ہے کہ گھر تک پیدل چلونگا یا اپنے گھوڑے پر سوار ہونگا یا اپنے کپڑے پہنونگا تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک رحمتہ اللہ علیہما کے پاس اس کے ذمہ کوئی چیز نہیں ہے۔امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگرچہ ایسی نذر ضروری نہیں ہے مگر اس کے خلاف کرنے سے کفارہ لازم آتا ہے۔

امام احمد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے نذر منعقد ہوجائے گی لیکن اس کو اختیار ہے۔چاہے تو پورا کرے یا کفارہ دے اور منجملہ ان دلائل کے جس سے نذر مباح کو پورا کرنے پر استدلال کیا گیا ہے اس خاتون کا قصہ بھی ہے جس نے دف بجانے کی نذر مانی تھی۔

ہم کہتے ہیں کہ دف بجانا اطاعت کے امور میں سے نہیں ہے کہ جس سے نذر متعلق ہوتی ہے البتہ اس کی بہتر توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ وہ مباحات کے قبیل سے ہے مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک غزوہ سے بہ سلامتی تشریف آوری کے اظہار کی خوشی اس کے ساتھ شامل ہوگئی جو کافروں کو بری لگتی ہے اور اس میں منافقوں کی ذلت وخواری بھی ہے تو اس طرح یہ فعل

امور تقرب میں سے ہوگیا۔اور اسی مفہوم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کافروں کی ہجو کے لئے ارشاد فرمانا کہ تم کفار قریش کی ہجو کرو کیوں کہ یہ ان پر تیر برسانے سے زیادہ شدید ہے۔

پھر علماء کا اختلاف ہے اس آدمی کے بارے یں جس نے حالت شرک میں کسی چیز کی نذر مانی پھر مسلمان ہوگیا۔حضرت امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے مذہب میں یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس پر حالتِ شرک میں کوئی چیز واجب کرلے جیسے اعتکاف یا صدقہ کرنا یا ایسی کوئی چیز واجب کرلے جو اللہ تعالی کے لئے مسلمان اپنے ذمہ واجب کرلیتے ہیں پھر وہ شخص مسلمان ہوجائے تو یہ نذر اس پر واجب ہے۔

حضرت ابرہیم نخعی،امام ثوری،حضرت امام اعظم،امام ابویوسف،امام محمد،۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

تلخیص میں حافظ صاحب نے اس حدیث کو بیان کیا ہے لیکن اس کا مرتبہ ذکر نہیں کیا ہے۔

ابواسرائیل رضی اللہ تعالی عنہ کے اس قصہ کے بارے میں امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کے پاس معصیت کی یا غیر اطاعت خداوندی کی نذر میں کفارہ واجب نہ ہونے کی یہ بڑی دلیل ہے۔ (مأخوذ از نیل الاوطار، عمدۃ القاری)

10/4668 ۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو دھوپ میں کھڑے تقریر کرتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تیرا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا: یارسول اللہ ﷺ میں نے نذر مانی ہے کہ میں سورج ڈوبنے تک دھوپ میں کھڑا رہوں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نذر (صحیح) نہیں ہے۔ نذر تو وہ ہے جس سے اللہ تعالی کی خوشنودی مطلوب ہو۔ (احمد، طبرانی)

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ امام مالک رحمہم اللہ اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اپنے ایک قول میں اور امام احمد رحمتہ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے کہ اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہوتی اور اس بارے میں حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ کہ جو آدمی معصیت کی نذر مانے تو معصیت نہ کرے۔ اور عمرو بن شعیب کی حدیث سے بھی ان کا استدلال ہے کہ نذر وہ ہے جس سے اللہ تعالی کی خوشنودی مقصود ہو پس ان احادیث شریفہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ منتیں اس وقت واجب ہوتی ہیں جب کہ وہ منجملہ ان چیزوں کے ہوں جن سے اللہ تعالی کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے اور اگر اللہ تعالی کے احکام کی خلاف ورزی کی نذر مانی جائے تو وہ واجب نہیں ہوگی۔

اور ملا علی قاری نے فرمایا: کم از کم ہدی ایک بکری، زیادہ سے زیادہ اونٹ ہے۔ بکری کافی ہے۔ اونٹ کا جو حکم ہے مستحب ہیا ور کافر یہ نذر مانے کہ ''اللہ کے لئے مجھ پر روزہ ہے یا یہ کہے کہ اللہ کے لئے مجھ پر اعتکاف ہے''۔ اور پھر وہ اس کو پورا کرے تو اللہ تعالی کا قرب اس کو حاصل نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ جب یہ نذر اپنے ذمہ واجب کر رہا تھا اس کی مراد اس کے وہ باطل معبود تھے جن کی خدا کے سوا وہ عبادت کرتا تھا۔ اور یہ معصیت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی ''لا نذر فی معصیة اللہ'' میں یہ شامل ہے (لہذا اس کو پورا نہیں کیا جائے گا)۔

(مأخوذ از رحمۃ الامتہ، نیل الاوطار، مرقات، عمدۃ القاری، طحاوی)

11/4669۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ عقبہ بن عامرؓ کی بہن نے خانہ کعبہ تک پیدل جانے کی نذر مانی [1] تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ وہ سوار ہو جائیں اور ایک ھدی پیش کریں (قربانی دیں)۔ ابوداؤد)

---

[1] قولہ نذرت ان تمشی الی البیت الخ (خانہ کعبہ تک پیدل جانے کی نذر مانی) اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی آدمی قسم کھائے کہ اگر وہ ایسا کام کرے گا تو خانہ کعبہ کو پیدل جائے گا اور وہ اس کو پورا کرے تو قیاس چاہتا ہے کہ کوئی چیز اس پر لازم نہ آئے کیونکہ نذر اس وقت واجب ہوتی ہے جب کہ منذور (جس کی نذر مانی گئی) واجبات شرعیہ میں سے ہو اور بیت اللہ کو پیدل جانا شرعاً واجب نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے جو چیز لازم کیا ہے وہ پیدل چلنا ہے یہ اب اس کے ذمہ لازم نہیں آئے گا تو بدرجہ اولی دوسری چیز یعنی حج وعمرہ بھی لازم نہیں آئینگے مگر استحساناً (خلاف قیاس) اس کے ذمہ حج یا عمرہ لازم ہوگا۔ اور سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت آئی ہے اور اس لئے بھی کہ عرف میں اس لفظ کا ذکر حج یا عمرہ کے لئے ہوتا ہے اور نذر اور قسموں میں عرف کا اعتبار ہے پس ہم نے اس کو اس سے مجازاً حج یا عمرہ کا لازم آنا قرار دیا ہے کیونکہ کلام کا مقصود لوگوں کے لئے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرنا ہوتا ہے۔ جب کوئی لفظ کسی معنی میں مجازاً مستعمل ہونے لگتا ہے تو وہ اس معنی میں حقیقت کی طرح سے ہو جاتا ہے پھر اس کو حج یا عمرہ دونوں میں کسی ایک کو ادا کرنے کا اختیار رہے گا کیونکہ وہ دونوں کعبۃ اللہ سے متعلق ایسی عبادتیں ہیں کہ ان کی ادائی احرام کے بغیر اور اس مقام پر گئے بغیر نہیں ہوسکتی۔

علماء کا اس آدمی کے بارے میں اختلاف ہے جو بیت اللہ تک پیدل جانے کی نذر مانے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر اس کو پیدل چلنے کی طاقت ہے تو چلے، اگر چل نہیں سکتا تو سوار ہو جائے اور ایک دم دے۔ (بکرا ذبح کرے) اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب فرماتے ہیں کہ چلنے کی طاقت ہو یا نہ ہو دم دے اور سوار ہو جائے۔ البتہ ہمارے پاس مسئلہ یہ ہے کہ اس کو اختیار رہے گا چاہے تو پیدل چلے کیونکہ یہ عمدہ صورت ہے اور اس میں اس کی نذر پوری ہو جائے گی۔ اور چاہے تو سوار ہو کر جائے۔ اس دوسری صورت میں ایک بکری ذبح کرے .... اس نے حج یا عمرہ میں ایک قسم کا نقص پیدا کیا کیونکہ پیدل حج کرنا افضل ہے اور اس لئے بھی کہ پیدل طریقے سے مناسک کی ادائی مکمل طور پر ہوتی ہے یہ اس روایت کی بناء پر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما جب نابینا ہو گئے تھے فرمایا کرتے تھے مجھے کسی چیز پر اتنا افسوس نہیں جتنا کہ حج کے لئے پیدل نہ چل سکنے پر ہے کیونکہ اللہ تعالی نے پیدل جانے والوں کا ذکر مقدم فرمایا ہے۔ ارشاد ہے "یاتوک رجال۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔**اوعلی کل ضامر**" (تمہارے پاس لوگ پیدل چلے آئیں گے اور ہر دبلی اونٹنی پر (سوار ہوکر) پس جب آدمی سوار ہوجائے، تو اس نے ایک قسم کا نقص اس میں داخل کیا اور مناسک میں نقص کی تلافی دم سے ہوتی ہے یعنی جب اس کو صفتِ کمال کے ساتھ شروع کرے اور صفتِ نقصان کے ساتھ اس کو ادا کرے تو نقصان کی تلافی ضروری ہوگئی۔ اس طرح دم دینے سے اس کی تلافی ہوجاتی ہے۔ کیونکہ حضور علیہ وآلہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے "**مروھا ان ترکب ولترق دما**" اس کو حکم دو کہ وہ سوار ہوجائے اور دم دے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دو قول ہیں۔ ایک تو ہمارے قول کے مطابق ہے کہ اس پر دم ہے اور یہ ان کا قول راجح ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگر پیدل چلنے سے عاجز ہوجائے تو اس پر دم نہیں ہے اور اس کے ذمہ کوئی چیز واجب بھی نہیں ہے۔

پھر ہمارے پاس دم اور ہدی کم سے کم ایک بکری ہے اور زیادہ سے زیادہ اونٹ ہے۔ بکری کافی ہوجاتی ہے اور اونٹ کا حکم استحبابی ہے۔ امام شافعیؒ کے اس بارے میں دو قول ہیں اور اس میں سے یہی قول راجح ہے۔

ہدی کا مطلق ذکر ہے اونٹ کا تعین نہیں ہے۔ اس روایت کی قوت کی بناء پر ہم اسی پر عمل کرتے ہیں پھر اس باب میں اختلاف ہے کہ پیدل چلنے کا آغاز کہاں سے کیا جائے۔ تو کہا گیا کہ میقات سے آغاز کرے اور یہ بھی کہا گیا کہ جہاں سے احرام باندھا گیا ہے وہاں سے آغاز کرے۔ امام فخر الاسلامؒ، عتابیؒ اور ان کے سوا دیگر علماء کا یہی قول ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ اپنے گھر سے اس کا آغاز کرے۔ شمس الائمہ سرخسیؒ اور صاحبِ ہدایۃ کی رائے یہی ہے۔ اور قاضی خان، امام زیلعی اور ابن ہمام رحمہم اللہ تعالی نے اس کو صحیح قرار دیا کیونکہ عرف میں اسی کو مراد لیا جاتا ہے اور یہی قول قابلِ ترجیح ہے۔ اور اگر اپنے گھر سے احرام باندھے تو بالاتفاق گھر سے ہی چلتا ہوا جائے۔ اور پھر کسی عذر کی وجہ سے یا بلا عذر پورا راستہ یا راستہ کا اکثر حصہ سوار ہوکر جائے تو اس پر دم لازم ہوگا کیونکہ اس نے واجب کو ترک کیا ہے جس سے عہدہ برآ ہوسکتا تھا۔ اور اگر وہ کچھ راستہ سوار ہوکر طے کیا تو اس کے بقدر بکری کی قیمت صدقہ کرے۔ (مبسوط، مرقات، شروحِ کنز، مسوی، اشعۃ اللمعات) اور العرف الشذی میں ہے کہ بعض احادیث شریفہ میں ھدی کا ذکر ہے اور بعض میں تین دن کے روزے کا ذکر ہے اور بعض میں ان دونوں کا ذکر ہے۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں: ہوسکتا ہے کہ اس خاتون (عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن) نے نذر مانی ہو اور قسم کھائی ہو۔ میں کہوں گا کہ واجب تو ھدی ہے (یعنی بکری ذبح کرنا ہے) تین دن کے روزے ھدی کا بدل ہیں قسم کا کفارہ نہیں۔ کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ کفارہ دینے سے مراد جنایت کا کفارہ ہے اور یہ ھدی ہے یا پھر اس کے قائم مقام روزے ہیں اس طرح روایت میں تطبیق ہوجاتی ہے۔ اور امام طحاویؒ کی تائید میں ابوداؤد شریف کی روایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت میں قسم کا بھی ذکر ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

12/4670 ۔ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عقبہ بن عامرؓ کی بہن نے خانہ کعبہ تک پیدل جانے کی نذر مانی حالانکہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتی تھیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ وہ سوار ہوکر جائیں اور ایک ھدی پیش کردیں (قربانی دیں) (ابوداؤد)۔

13/4671 ۔امام ابوداؤد نے فرمایا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی روایت یہ ہے کہ جو ایسی نذر مانے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا، اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اس کی روایت حضرت وکیع اور ان کے علاوہ دوسروں نے عبداللہ بن سعید بن ابی الھند سے کی ہے اور اس کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما پر موقوف رکھا ہے لیکن صرف طلحہ بن یحییٰ انصاری نے اس کو مرفوعاً روایت کیا ہے۔اس حدیث شریف کا موقوف ہونا راجح ہے۔شوکانی نے کہا ہے کہ طلحہ بن یحییٰ مختلف فیہ ہیں۔

۔۔۔ماقبی حاشیہ۔۔۔کا اجتہاد تھا۔کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے قسم کے بارے میں دریافت ہی نہیں کیا گیا تھا اس لئے اس کا ذکر روایتوں میں نہیں ہے۔(انتھی)

صاحب بذل المجھود نے کہا ہے کہ عقبہ بن عامرؓ کی بہن کے قصے میں روایتیں مختلف ہیں۔ایک روایت میں یہ ہے کہ اس نے برہنہ پا اور بغیر اوڑھنی کے حج کرنے کی نذر مانی تھی تو ان کی اس نذر میں دو باتیں شامل ہوگئیں، جن میں پہلی بات وہ ایسی عبادت تھی جس کی وہ طاقت نہیں رکھتیں اور دوسری بات معصیت تھی اور سر پر نہ اوڑھنا ہے۔ چونکہ ان کو برہنہ پا چلنے کی طاقت نہیں تھی اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سوار ہوکر جانے کا حکم فرمایا۔اور (سوار ہونے کا) یہ حکم ان کے برہنہ پا پیدل حج کرنے کی نذر ماننے سے متعلق ہے، اور پھر ان کو تین دن کے روزے کا جو حکم فرمائے یہ حکم ان کے سر پر نہ اوڑھ کر جانے کی نذر سے متعلق ہے جو معصیت ہے اور معصیت کی نذر نہیں ہوتی، اس لئے اب یہ نذر، قسم بن گئی۔لہذا ان کو قسم کے کفارہ کے طور پر تین دن کے روزے کا حکم فرمایا گیا کیونکہ معصیت کی قسم منعقد ہو جاتی ہے لیکن اس کو پورا کرنا جائز نہیں ہے۔اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی کسی معصیت کی منت مانے تو اس کو توڑ دینا واجب ہے اور اس پر قسم کا کفارہ لازم آئے گا۔

اب رہی دوسری روایتیں ان میں سر کو نہ ڈھانکنے کا اور معصیت کی نذر کا ذکر نہیں ہے بلکہ صرف طاعتِ الٰہی یعنی بیت اللہ تک پیدل جانے کا ذکر ہے پس یہ نذر منعقد ہوگئی اور اس کو پورا کرنا ضروری ہوگیا (انتھی)۔اور ھدایہ میں ہے: اس کے ذمہ پیدل چل کر حج یا عمرہ کرنا ہے اور اگر چاہے تو سوار ہوکر جائے اور اپنے ذمہ جس چیز کو لازم کرلیا تھا اس میں کمی کرنے کی وجہ سے ایک دم دے (یعنی بکرا ذبح کرے)۔

14/4672۔عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے: انہوں نے فرمایا کہ میری بہن نے کعبۃ اللہ تک پیدل جانے کی نذر مانی تھی۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی اس کے پیدل چلنے سے غنی (بے نیاز) ہے اس کو چاہئے کہ سوار ہوکر جائے اور اونٹ کی قربانی دے۔(احمد)

ہمارے علماء کرام نے فرمایا کہ مطلق ھدی کی روایت جس میں اونٹ کا تعین نہیں ہے قوی ہے اسی لئے اسی پر عمل کیا جائے گا۔

15/4673۔مؤطا میں حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ سے جو روایت آئی ہے وہ ہمارے پاس زیادہ مناسب ہے کہ آپ نے فرمایا جو آدمی پیدل حج کرنے کی منت مانے پھر وہ پیدل چلنے سے عاجز ہوجائے تو وہ سوار ہوکر حج کرے اور ایک اونٹ ذبح کرے

16/4674۔اورانہی سے دوسری حدیث میں ہے کہ وہ ایک ہدی بکرا ذبح کرے اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں کہ پیدل چلنے کے بجائے ایک ہدی ذبح کرنا چاہئے۔1 حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے اکثر فقہاء کرامؒ کا یہی قول ہے اور امام بیہقی نے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالی عنہ سے اسی معنی میں ایک اور حدیث روایت کی ہے۔

17/4675۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ رات کی تاریکی میں ایک قافلہ کے ساتھ تشریف لے جارہے تھے کہ ایک شبیہ

---

1 قولہ یکون الھدی مکان المشی الخ :۔(پیدل چلنے کے بدلے میں ایک ہدی ہوجائے گی) اس کا مطلب یہ ہے اگر چلنے پر قدرت ہوجائے تو دوبارہ چل کر جانے کی ضرورت نہیں۔قیاس یہ چاہتا ہے کہ سوار ہوکر جانے کی صورت میں اس کی نذر پوری نہیں ہونا چاہئے بلکہ چلنے پر جب قدرت حاصل ہوجائے تو چل کر جانا ضروری ہونا چاہئے جیسا کہ کوئی آدمی مسلسل روزے رکھنے کی منت مانے اور تسلسل ٹوٹ جائے (تو منت پوری نہیں ہوگی) لیکن حج کے بارے میں یہ بات نص سے ثابت ہے لہذا اس پر عمل ضروری ہے چنانچہ امام ابوداؤدؒ نے عبداللہ بن مبارکؒ سے ایک حدیث کا ذکر کیا ہے کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ کی بہن بیت اللہ کو پیدل جانے کی نذر مانی تھی تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ وہ سوار ہوکر جائے اور ھدی دے (بکرا ذبح کردے)۔(التعلیق المجد)

(پرچھائی، سایہ) پر آپ ﷺ کی نظر پڑی جس سے قافلہ کے اونٹ بدک گئے۔ آپ ﷺ نے ایک صاحب کو اتر کر دیکھنے کا حکم دیا۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک برہنہ عورت تھی جو اپنے بال کھولے ہوئے تھی۔ انہوں نے اس سے دریافت کیا تیرا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا ''میں نے برہنہ اور کھلے بالوں سے حج کرنے کی منت مانی ہے۔ اس لئے دن میں چھپ جاتی ہوں اور رات کو راستہ طے کرتی ہوں۔'' انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر اس کی اطلاع دی تو آپ ﷺ نے فرمایا جا کر اسے حکم دو کہ وہ کپڑے پہن لے اور ایک دم (بکرا) ذبح کرے۔ (بیہقی)

18/4676۔ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نذر کا کفارہ جب نذر غیر معین ہو تو قسم کا کفارہ ہے۔ 1 (اس کو امام ابن ماجہؒ اور امام ترمذیؒ نے روایت کی ہے اور امام ترمذیؒ نے صحیح قرار دیا ہے)۔

---

1 قولہ کفارۃ النذر اذالم یسم کفارۃ یمین (نذر کا کفارہ جب نذر غیر معین ہو تو قسم کا کفارہ ہے) اس حدیث شریف کے مطلب سے متعلق علماء کے مابین اختلاف ہے۔ جمہور اصحاب شافعی نے اس کو ''نذر لجاج'' یعنی شرط و جزا کی صورت پر محمول کیا ہے مثلاً کوئی انسان جو زید سے بات کرنا نہیں چاہتا اگر وہ یہ کہے کہ میں زید سے بات کروں گا تو مجھ پر حج ہے یا اس کے سوا کوئی اور چیز کا ذکر کرے تو اس کو اختیار ہے چاہے تو نذر پوری کرے یا کفارہ دے۔

اور امام احمد اور بعض اصحاب شافعی علیہم الرحمۃ نے اس کو معصیت کی نذر پر محمول کیا ہے۔ جبکہ فقہاء اور اصحابِ حدیث کی ایک جماعت نے اس کو نذر کے تمام اقسام پر محمول کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ اس آدمی کو نذر کی تمام صورتوں میں اختیار حاصل ہے کہ نذر کے ذریعہ جو چیز لازم کرلیا ہے اس کو پورا کرلے، یا قسم کا کفارہ دے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بلکہ اکثر فقہاء نے اس کو مطلق نذر پر محمول کیا ہے اور حضراتِ حنفیہ کا بھی یہی قول ہے۔

یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی آدمی یہ کہے ''میرے ذمہ نذر ہے یا اللہ کے لئے نذر ہے میں ضرور ایسا کروں گا'' اور جس چیز کی قسم کھا رہا ہے اس چیز کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ ''یمینِ منعقدہ'' ہے اس میں کسی چیز کا تعین نہ کئے بغیر اس حدیث کی بناء پر کفارہ لازم آتا ہے۔

پھر بات یہ ہے کہ یہ نذر یا تو مطلق ہوگی یا کسی شرط کے ساتھ معلق ہوگی۔ اس طرح ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہوں گی۔

19/4676۔سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک نذر کے بارے میں دریافت کیا1 جو ان کی والدہ کے ذمہ تھی اور وہ اس کو پورا کرنے سے پہلے انتقال کرگئیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتوی دیا کہ وہ اپنی والدہ کی طرف سے اس نذر کو پورا کریں (متفق علیہ)

---

(1) جس چیز کی نذر مانی گئی ہے اس کا تعین ہوگا یا (2) اس کا تعین نہیں ہوگا

پس اگر اس کا تعین نہ کرے مثلاً یوں کہے کہ: اگر میں ایسا کروں گا تو میرے ذمہ نذر ہے تو ایسی صورت میں قسم کا کفارہ لازم آئے گا خواہ یہ نذر مطلق ہو یا معلق البتہ نذر مطلق میں فوری کفارہ لازم آئے گا اور معلق کی صورت میں شرط پائے جائے کے وقت کفارہ لازم آئے گا۔اور اگر نذر میں کسی چیز کا تعین کیا ہے تو پھر اس کی دوصورتیں ہیں۔

(1) نذر مطلق (2) معلق بالشرط

نذر مطلق ہو تو اس کو پورا کرنا ضروری ہے اور اگر وہ نذر معلق بالشرط ہے تو پھر اس کی دوصورتیں ہیں۔(الف) وہ شرط مقصود ہے تو نذر کو پورا کرنا ضروری ہے۔

(ب) اور اگر وہ شرط غیر مقصود ہے تو اس سے متعلق بھی دو قول ہیں۔پہلا نذر کو پورا کرنا ضروری ہے۔اور دوسرا اس کو اختیار ہے چاہے قسم کا کفارہ دے یا نذر پوری کرے اور یہ بات درست ہے۔اس کی طرف حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے انتقال سے تین دن یا سات دن پہلے رجوع فرمایا ہے۔اور اسی طرح اگر یہ کہے کہ میرے ذمہ قسم ہے تو اس پر کفارہ لازم آئے گا کیونکہ اس کا مطلب ''علی موجب الیمین'' ہے۔یعنی میرے ذمہ قسم سے لازم آنے والی چیز ہے۔(مأخوذ از نیل الاوطار، بذل المجہود، شروح کنز)

محقق ابن ھمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میرے ذمہ نذر ہے یا اللہ تعالی کے لئے نذر ہے، اگر وہ جس چیز پر قسم کھارہا ہے اس کا ذکر کرے گا تو یہ قسم ہوجائے گی۔مثلاً یہ کہے کہ میرے ذمہ اللہ کے لئے نذر ہے میں ضرور ایسا کروں گا یا ضرور ایسا نہیں کروں گا۔یہاں تک کہ اگر اس کو پورا نہ کرے تو اس کے ذمہ قسم کا کفارہ لازم آئے گا۔یہ اس وقت ہے جب کہ اس نذرِ مطلق سے ایسی چیز کی نیت نہ کرے جس میں تقرب الی اللہ ہے، جیسے حج یا روزہ وغیرہ۔پس اگر وہ ''علی نذر ان فعلت کذا'' (میرے ذمہ نذر ہے اگر میں ایسا کروں) سے عبادت مقصودہ کی نیت کرے تو اس کی نذر درست ہوجائے گی۔اگر وہ یہ کام کرے گا تو یہ عبادت اس پر لازم ہوجائے گی۔حاکم نے فرمایا ہے جب وہ نذرِ مطلق کے الفاظ سے معین عبادت کی نیت کرے تو وہ معین کرنے کی طرح سے ہے اور یہ کلام نفسی سے متعین ہے اس حدیث شریف کو اس چیز پر محمول کیا جائے گا جس کے ساتھ نذر کے لفظ سے نیت نہیں ہے (مرقات ملخصا12)

1قولہ استفتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی نذر الخ (انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک نذر کے بارے میں دریافت کیا) حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

20/4678۔عمرۃ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالی عنھا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنھا سے عرض کی کہ میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے ان کے ذمہ رمضان شریف کے روزے تھے، کیا میرے لئے یہ بات درست ہے کہ میں ان کی طرف سے روزے قضاء کروں۔

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ کہ حضرت سعدؓ کی والدہ ماجدہ کی اس نذر کے متعلق علماء کے مابین اختلاف ہے۔ چنانچہ یہ کہا گیا ہے کہ وہ نذر مطلق تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ نذر روزے کی تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ غلام کو آزاد کرنا تھا اور یہ بھی کہ وہ صدقہ کرنا تھا۔ ہر ایک نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے جو حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا کے قصہ کے بارے میں ہے اور ظاہر بات یہ ہے کہ وہ منت مال سے متعلق تھی یا کوئی مبہم اور غیر واضح نذر تھی اور اس کی تائید امام مالکؒ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام دارقطنیؒ نے روایت کیا ہے، کہ ان سے (حضرت سعدؓ سے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی ماں کی طرف سے پانی پلا دو۔

اور ہمارے اصحاب حنفیہ رحمھم اللہ تعالی نے اس کو صرف مالی عبادات سے مخصوص کیا ہے، خالص بدنی عبادت سے نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ نہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے گا اور نہ کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے گا۔اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ نذر کی دو صورتیں ہیں۔

(1) وہ بدنی عبادت ہوگی یا (2) مالی عبادت ہوگی

اگر نذر بدنی عبادت ہے تو ورثہ کے لئے اس کی قضاء کرنا جائز نہیں کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے۔امام نسائیؒ نے اپنی سنن کبریٰ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی روایت ذکر فرمائی ہے کہ کوئی آدمی نہ کسی کی طرف سے روزہ رکھے، اور نہ کسی کی طرف سے نماز پڑھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے بھی ایسی ہی روایت آئی ہے۔

اگر نذر عبادتِ مالیہ کی ہو اور نذر ماننے والے نے کوئی وصیت نہ کی ہو تو وارثوں پر اس کو پورا کرنا ضروری نہیں ہے۔ اور اگر میت اس کی نذر پوری کرنے کی وصیت کرے تو میت کے ثلث مال میں سے اس کی وصیت کو پورا کرنا وارثوں پر ضروری ہے کہ وہ روزانہ ایک صاع غیر گیہوں کا یا آدھا صاع گیہوں کا کھلایا کریں۔ یہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قول جدید میں فرمایا ہے کہ میت کی طرف سے اس کا ولی روزانہ ایک مسکین کو ایک مد گیہوں کھلائے، اور کوئی کسی کی طرف سے روزہ نہیں رکھے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قولِ قدیم یہ ہے کہ جس آدمی سے رمضان شریف کی کوئی چیز (یعنی روزہ) چھوٹ جائے اور اس کو قضاء کرنے کی قدرت تھی لیکن قضاء کئے بغیر انتقال کر جائے اور اسی طرح سے اس کے ذمہ نذر اور کفارہ تھا تو اس کا ولی اس کی طرف سے تلافی کرے گا یا تو اس کی طرف سے روزہ رکھے گا یا اس کے ترکہ میں سے کھانا کھلائے گا۔

امام نووی نے فرمایا ہے کہ یہاں قولِ قدیم کا اعتبار ہی زیادہ ظاہر ہے۔

(مرقات، التعلیق المجد، بذل المجھود، عمدۃ القاری، المسوی)

آپ نے فرمایا تم ایسا نہیں کرسکتیں۔لیکن ان کی طرف سے تم ہر دن کے بدلے کسی مسکین کو صدقہ دو یہ تمہارے روزہ رکھنے سے بہتر ہے۔(اس کی سند صحیح ہے، طحاوی)

21/4679۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی کسی کی طرف نماز نہیں پڑھے گا البتہ وہ اس کی طرف سے کھانا کھلاسکتا ہے۔(نسائی)

22/4680۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے نہ روزہ رکھ سکتا ہے اور نہ نماز پڑھ سکتا ہے۔(نسائی)

23/4681 ۔محدث عبدالرزاق نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے اسی طرح روایت کی ہے)

24/4682۔حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا میں (میری توبہ قبول ہونے کے شکرانہ میں) اللہ اور اس کے رسول کے لئے اپنے مال کو صدقہ 1 کروں۔(یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنا کچھ مال روک لو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔میں نے عرض کیا میرا وہ حصہ جو مجھے خیبر میں ملا ہے 2 میں اس کو روک لیتا ہوں۔(متفق علیہ، یہ طویل حدیث کا ایک حصہ ہے)

---

1 قولہ: صدقة الی الله والی رسوله۔الخ اللہ اور اس کے رسول کے لئے اپنے مال کو صدقہ کروں۔اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عبادتوں میں جب کہ مقصد اصلی تقرب الی اللہ ہو غیر اللہ کے تقرب کی نیت تبعاً مضر نہیں (علامہ سندھی نے یہ بات فرمائی ہے)۔

2 قوله فانی امسک سهمی الذی بخیبر ای من العقار وغیره۔(وہ حصہ جو مجھے خیبر میں ملا ہے میں اس کو روک لیتا ہوں (زبینات وغیرہ) عمدۃ القاری میں ہے کہ نذر کی دو قسمیں ہیں۔1۔نذرِ تبرر 2۔نذرِ لجاج
پھر نذر تبرر کی دو قسمیں ہیں۔
1۔جس میں شروع سے ہی بغیر کسی شرط کے تقرب مقصود ہو جیسے "لله علی ان اصوم کذا" ۔۔۔بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ کہ میں اللہ تعالی کے لئے ایسا روزہ رکھوں گا یا یہ کہے کہ اگر اللہ تعالی نے میرے بیمار کو شفاء عطاء فرمائی تو میں اس کے شکریہ میں روزہ رکھونگا یا اس جیسی اور کوئی بات کہے۔

کہا گیا ہے کہ ان دونوں صورتوں میں نذر کے درست ہونے پر اتفاق ہے۔ بعض علماء شافعیہ کے پاس دوسری صورت میں نذر منعقد نہیں ہوتی۔

2۔ نذرِ تبرر کی دوسری قسم وہ ہے جس میں عمل تقرب کو معلق رکھا گیا ہو۔ مثلاً اگر فلاں صاحب سفر سے آجائیں تو میں روزہ رکھونگا۔ اور بالاتفاق اس نذر کو پورا کرنا لازم ہے۔

اوراسی طرح نذرِ لجاج کی بھی دو قسمیں ہیں۔

1۔ وہ نذر جو حرام کام کرنے یا واجب کو چھوڑنے سے متعلق ہو۔ یہ نذر منعقد نہیں ہوتی

2۔ وہ نذر ہے جو مباح کام کرنے یا مستحب کو چھوڑنے یا خلاف اولی کرنے سے متعلق ہو

اس میں علماء کے تین اقوال ہیں۔ (1) قسم پورا کرنا (2) قسم کا کفارہ دینا (3) ان دونوں میں سے کسی کو بھی کرنے کا اختیار ہونا۔

یہ شافعیہ کے پاس ہے۔ مالکیہ کے پاس یہ نذر منعقد ہی نہیں ہوتی۔ اور حنفیہ کے پاس تمام صورتوں میں کفارہ یمین لازم آتا ہے۔ (انتھی)

کتاب مسوی میں ہے کہ کوئی آدمی اپنے مال کو صدقہ کرنے کی قسم کھائے یا یوں کہے میرا مال اللہ تعالی کے راستے میں صدقہ ہے تو بعض علماء نے کہا ہے کہ اس پر قسم کا کفارہ ہے اور یہ نذر لجاج ہے۔ اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے ثلث مال کا صدقہ کرے۔ اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس (نذر) کا تعلق ایسے مال سے ہوگا جن میں زکوۃ واجب ہوتی ہے، اور ایسا مال جس میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی ہے جیسے زمین، جانور اور اس جیسی چیزوں سے اس کا تعلق نہیں ہے۔

درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ میرا مال مساکین میں صدقہ ہے اور اس کا کوئی مال نہیں ہے تو بالاتفاق یہ نذر درست نہیں ہے۔ اور اگر اس کا مال ہے تو درست ہوجائے گی۔ اور اس سے مراد استحساناً وہ مال ہوگا جس سے زکوۃ متعلق ہے خواہ نصاب کے برابر ہو یا نہ ہو اس پر قرض ہو یا نہ ہو۔

اور اگر اس کے پاس اس کے سوا کوئی اور مال نہیں ہے تو اپنی غذا کی ضرورت کی حدت تک اس میں سے روک لے۔ اور جب اس کے پاس دوسرا مال آجائے تو اسی مقدار میں صدقہ کرے جو اس نے روک لیا ہے۔

اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ مال کی تفسیر میں علماء کا بڑا اختلاف ہے۔ ابن عبدالبرؒ اور۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ نذر ایسے مال میں ہے جس میں زکوۃ واجب ہوتی ہے اور جس میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی اس میں نہیں ہے۔ جیسے زمین، جانور اور اس جیسی چیزیں۔

25/4683۔ سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مقام بوانہ میں ایک اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کسی بت کی پرستش کی جاتی تھی؟ صحابہؓ نے عرض کیا "نہیں" آپ ﷺ نے فرمایا کیا اس (مقام) میں ان کی عیدوں میں سے (میلوں میں سے) کوئی عید منائی جاتی تھی؟ انہوں نے کہا "نہیں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ دوسرے علماء نے یہ فرمایا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کے قبیلہ دوس کی زبان میں عین کے سوا دوسرا مال مراد ہے جیسے سامان اور کپڑے ہیں۔ اور ایک جماعت کے پاس مال سے مراد خاص کر عین سونا چاندی۔

مطرزی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ مال سے مراد صامت (غیر جاندار جیسے سونا، چاندی) اور ناطق (حیوانات) ہے اور قالی رحمتہ اللہ علیہ نے ثعلب رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ عرب کے پاس مال سے مراد کم از کم اتنی مقدار ہے جس میں زکوۃ واجب ہوتی ہے۔ اور اس سے کم ہو تو اس کو مال نہیں کہا جاتا۔

ابن سیدہؒ نے العریض میں کہا ہے کہ عرب کے پاس لفظ مال جب مطلق ہو تو اونٹوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ ان کے پاس نہایت شرف کی چیز ہے اور اس میں کثرتِ ثروت ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ بعض دفعہ سارے جانوروں پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اور ان میں سے بعض حضرات مال کا اطلاق ہر اس چیز پر کرتے ہیں جو انسان کی ملکیت میں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے "وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمْ" (اور کم عقلوں کو اپنا مال حوالے نہ کرو) اس میں کسی چیز کو خاص نہیں کیا گیا۔ اور یہی اکثر متاخرین کا اختیار کردہ قول ہے۔ پس اس سے یہ بات واضح ہے کہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے بھی انہیں اقوال میں سے ایک قول کو اختیار کیا ہے۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مال ہر وہ چیز ہے جو انسان کی ملکیت ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان میں سے ایک قول کو اختیار کیا ہے۔ اور فرمایا ہے جو آدمی اپنے سارے مال کو صدقہ کرنے کی قسم کھائے یا نذر مانے تو اس کی قسم اور اس کی منت اسی مال سے متعلق رہے گی جن میں زکوۃ عائد ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری)

نے ارشاد فرمایا تم اپنی نذر کو پوری کرو۔ 1 بلا شبہ اللہ تعالی کی معصیت میں کسی نذر کو پورا کرنا نہیں ہے۔اور نہ ان چیزوں میں (نذر) پورا کرنا ہے جن کا انسان مالک نہیں ہے۔(ابوداؤد)

1۔ قوله: اوف بنذرك: الخ (تم اپنی نذر کو پوری کرو) طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ کسی معین جگہ کے لئے نذر کی جائے تو اس کو پورا کرنا ضروری ہے۔وجوب کا حکم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہوسکتا ہے۔اور ہم یہ کہتے ہیں کہ شریعت میں یہ بات معروف ہے کہ کسی ایسی چیز کو لازم کر لینا جس میں تقرب ہو وہ وجوب کا سبب ہے۔اور بندے کا عبادت کو کسی مقام میں مخصوص کر لینا، شریعت میں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ یہ بات تو صرف اللہ تعالی کے لئے ہی خاص ہے۔ بندے کا کسی تقرب کی چیز کو اپنے اوپر لازم کر لینے سے اس کی کسی خاص جگہ میں تخصیص لازم نہیں آتی لیکن جس میں تقرب ہے بس وہی چیز لازم آئیگی اور جگہ کی تخصیص لغو ہو جائے گی۔حدیث شریف میں جو حکم ہے وہ اباحت کا ہے۔(ماخوذ از مرقات)

صاحب ردالمحتار نے کتاب الاضحیۃ میں لکھا ہے: اس بات کو جانو کہ اضحیۃ اس جانور کا نام ہے جس کو مقررہ خاص وقت میں ذبح کیا جاتا ہے۔اس میں وقت کی قید لغو نہیں ہوتی۔ جب قربانی کی نذر مانے گا تو اس کو ان مقررہ اوقات میں ہی کرنا ہوگا۔ ورنہ وہ نذر پوری کرنے والا نہیں ہوگا۔ کیونکہ ان اوقات کے بعد اس کا نام اضحیۃ نہیں ہے۔ اسی لئے جب وقت نکل جائے تو زندہ حالت میں اس جانور کو صدقہ کرنا ہوگا۔ برخلاف اس کے جب وہ کسی خاص وقت میں بکری کو ذبح کرنے کی نذر مانے تو وقت کا ذکر لغو ہو جائے گا۔اس لئے کہ یہ نفس بکری سے ایک زائد وصف ہے۔اسی لئے ہمارے علماء نے کسی زمانے یا جگہ کے تعین کو لغو قرار دیا ہے۔ برخلاف قربانی کے کہ اس میں وقت قربانی کے مفہوم کا ایک جز ہے لہذا اس کا اعتبار ضروری ہے۔

اس کی ایک نظیر یہ ہے کہ اگر بکری کی ہدی پیش کرنے کی نذر مانے تو علماء نے کہا ہے کہ اس کو حرم شریف میں ذبح کرنے اور وہیں اس کو صدقہ کرنے سے اپنی ذمہ داری سے بری ہوگا (کیونکہ حدود حرم ہدی کے مفہوم کا جزء ہے)۔اس کے ساتھ علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر فقراءِ مکہ پر کسی درہم کو صدقہ کرنے کی نذر مانے تو ان کے سوا کسی دوسرے پر بھی اس کو صدقہ کرنا جائز ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہدی نام ہے اس جانور کا جو مکہ مکرمہ کو لیجایا جاتا ہے اور وہاں صدقہ کیا جاتا ہے۔قربانی کے لئے وقت کی طرح سے حدود حرم ہدی کے مفہوم کا ایک جزء ہیں۔ پس اگر اس ہدی کو مکہ مکرمہ کے علاوہ کہیں اور صدقہ کرے گا تو اسکی نذر پوری نہیں ہوگی۔

اس کے برخلاف درہم کو مکہ مکرمہ میں صدقہ کرنے کی نذر کرے کیونکہ جگہ درہم کے مفہوم کا جز نہیں ہے۔ درہم کو مکہ مکرمہ یا غیر مکہ مکرمہ کہیں بھی صدقہ کیا جائے تو وہ درہم ہی ہے۔لیکن ہدی حدود حرم کے سوا کہیں نہیں ہوتی۔ پس اس سے نذر کے صحیح ہونے اور ایام نحر میں قربانی کے جانور کو ذبح کرنا ضروری ہونے کی وجہ ظاہر ہے۔

صاحب ردالمحتار نے فرمایا ہے اس عظیم فائدہ کو تم غنیمت جانو کیونکہ یہ میری گہری فکر کے نتائج میں سے ہے۔ اور اس کو کسی کتاب میں دیکھا نہیں ہوں اور ساری حمد اللہ تعالی کے لئے جو مالک اور خوب عطا کرنے والا ہے۔

اور ہم یہ کہتے ہیں کہ شریعت میں یہ بات معروف ہے کہ کسی ایسی چیز کو لازم کرلینا جس میں تقرب ہو وہ وجوب کا سبب ہے۔ اور بندے کا عبادت کو کسی مقام میں مخصوص کرلینا، شریعت میں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ یہ بات تو صرف اللہ تعالی کے لئے ہی خاص ہے۔ بندہ کے کسی تقرب کی چیز کو اپنے اوپر لازم کرلینے سے اس کی کسی خاص جگہ میں تخصیص لازم نہیں آتی لیکن جس میں تقرب ہے بس وہی چیز لازم آئے گی اور جگہ کی تخصیص لغو ہو جائے گی۔ حدیث شریف میں جو حکم ہے وہ اباحت کا ہے۔

26/4684۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ ایک صاحب فتح مکہ کے دن کھڑے ہوئے اور عرض کئے یا رسول اللہ ﷺ میں نے اللہ بزرگ و برتر کے لئے یہ منت کی ہے کہ اگر اللہ تعالی آپ کے لئے مکہ فتح کردے تو میں بیت المقدس میں دو رکعت نماز پڑھونگا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم یہیں نماز پڑھ لو [1] پھر انہوں نے حضور ﷺ سے دوبارہ یہی عرض

---

[1] قولہ قال صل ھھنا الخ (فرمایا یہاں نماز پڑھ لو) فقیہ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ مسجد حرام میں دو رکعت کی جب نذر مانے اور اس سے کم شرف والے مکان میں ادا کرے یا کسی ایسے مکان میں ادا کرے جس کو کوئی شرف حاصل نہیں ہے تو بھی اس کے لئے کافی ہے۔ (مرقات)

فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کے مابین اختلاف اس مسئلہ میں ہے کہ آدمی کسی معین جگہ میں روزہ رکھنے یا نماز پڑھنے کی نذر مانے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اس کو اختیار ہے جس مقام میں چاہے روزہ رکھے اور نماز پڑھے۔ (السراج الوھاج)

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ ان کے دلائل کتاب ''شرح معانی الآثار'' میں مذکور ہیں۔ درمختار کتاب الایمان میں ہے کہ نذرِ غیر معلق کسی چیز کے ساتھ مختص نہیں ہوتی اور اس کی تفصیل ردالمحتار میں اس طرح ہے کہ اعتکاف یا حج یا نماز، روزہ وغیرہ کی نذر جو غیر معلق ہے اگرچہ وہ معین ہو تو وہ کسی زمانے، کسی مکان یا کسی درہم یا کسی فقیر سے مخصوص نہیں ہوتی۔ پس اگر کوئی نذر مانے کہ جمعہ کے دن مکہ مکرمہ میں اس درہم کو فلاں آدمی پر خرچ کروں گا اور اگر اس کے خلاف کیا تو بھی جائز ہے۔ اسی طرح اگر اس سے پہلے دے دیا تو۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

کیا۔اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم یہیں نماز پڑھ لو۔انہوں نے پھر یہی عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تب تو تمہاری مرضی۔(ابوداؤد، دارمی)

27/4685۔حضرت محمد بن منتشر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ایک صاحب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کے پاس آئے اور کہنے لگے میں اپنے بیٹے کو قربان کیئے جانے والا بنادیا ہوں (یعنی قربان کرنے کی نیت کرلیا ہوں)۔اور مسروق بن اجدع مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ان صاحب سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا تم ان بزرگ (مسروقؒ) کے پاس جاؤ اور ان سے دریافت کرو پھر میرے پاس آنا اور وہ جو کچھ فرمائیں گے مجھے بتلانا۔تو وہ

۔۔۔مابقی حاشیہ۔۔۔بھی جائز ہے۔اور اگر کسی خاص مہینہ کو اعتکاف کے لئے یا روزہ کے لئے متعین کرلیا اور اس سے پہلے رکھ لیا تو بھی درست ہے۔اسی طرح اگر منت مانا کہ فلاں سال حج کروں گا اور اس سے پہلے حج کرلیا تو بھی درست ہے۔یا فلاں دن نماز پڑھوں گا اور اس سے پہلے پڑھ لیا تو بھی درست ہے۔کیونکہ اس میں سبب یعنی نذر کے منعقد ہونے کے بعد (ادا کرنے میں) جلدی کی جارہی ہے تو یہ تخصیص لغو ہوجائے گی۔برخلاف نذر معلق کے کہ اس کی شرط پائے جانے سے پہلے اس کو ادا کرنا جائز نہیں فرق یہ ہے کہ نذرِ معلق، شرط کے پائے جانے سے پہلے فوری طور پر منعقد نہیں ہوتی جیسا کہ اصولِ فقہ میں ہے بلکہ شرط کے پائے جانے پر منعقد ہوتی ہے۔اس کو اگر پہلے کرنا جائز ہو تو سبب سے پہلے مسبب کا وقوع لازم آئے گا جو درست نہیں ہے اور اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ نذرِ معلق کی تعجیل کا جہاں تک تعلق ہے اس میں زمانہ متعین رہتا ہے (اس سے پہلے درست نہیں)۔البتہ اس کو دیر سے کرنا جائز ہے کیونکہ اس میں کوئی ممانعت نہیں۔

اسی طرح سے اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ نذرِ معلق میں مکان، درہم اور فقیر کا تعین نہیں ہوتا کیونکہ تعلیق کا اثر صرف سببیت میں ہے اس لئے اس میں وقت سے پہلے کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وقت اس میں متعین ہے اب رہا جگہ، درہم اور فقیر اس میں عدم تعین کا قاعدہ جاری ہوگا جس طرح فقیر کا تعین نہیں ہے تو اس کے تعداد کا بھی تعین نہیں ہوگا۔

فتاوی خانیہ میں ہے۔اگر کوئی آدمی یہ کہے اگر میں اپنی بیٹی کی شادی کردوں تو میرے مال میں سے ہزار درہم ہر مسکین کو ایک درہم کے اعتبار سے صدقہ ہے۔اب وہ شادی کردے اور ایک ہی مسکین کو جملہ ایک ہزار درہم دیدے تو بھی جائز ہے۔

حضرت مسروقؒ کے پاس آئے اوران سے دریافت کیا۔انہوں نے فرمایااگروہ (ان کا بیٹا) مسلمان ہےتو تم اس کو جنت میں بھیجنے کے لئے جلدی کررہے ہواوراگروہ کافر ہےتو تم اس کو دوزخ میں بھیجنے کے لئے جلدی کررہے ہو۔تم ایک دنبہ ذبح کردو۔وہ تمہارے لئے کافی ہوجائے گا [1]۔پھروہ

---

[1] **قولہ اذبح کبشافانہ یجزئک** الخ (تم ایک دنبہ ذبح کردو۔وہ تمہارے لئے کافی ہوجائے گا) یعنی جوآدمی اپنے بچے کوذبح کرنے کی نذرمانے تواس کے ذمہ ایک بکری ذبح کرنا ہے۔اور یہ حضرت خلیل اللہ علیہ وعلی نبینا الصلوۃ والسلام کے واقعہ کی بناء پر ہے۔اورحضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نذرکولغوقراردیاہے جیسا کہ کوئی آدمی اپنے آپ کوقتل کرلینے کی نذرمانے،اسی طرح اپنے آپ کویااپنے غلام کوذبح کرنے کی نذرمانے۔

اورحضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بکری ذبح کرنا واجب قراردیاہے۔اوراگرکوئی شخص اپنے والدکو یا اپنے دادا یااپنی والدہ کوذبح کرنے کی منت مانے توبالاتفاق وہ لغوہے کیونکہ وہ اس کی کمائی نہیں ہیں (درمختار)

ردالمحتاراور''اختیار'' میں یہ ہے کہ اگرآدمی اپنے بیٹے کوذبح کرنے یانحرکرنے کی منت مانے توامام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اورامام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس پراس نذرکے بدلے ایک بکراذبح کردینالازم آئے گا۔اگرکسی آدمی نے اپنے آپ کویااپنے غلام کوذبح کرنے کی منت مانی تواس مسئلہ میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہی روایت ہے۔

اوروالداوروالدہ کوذبح کردینے کی منت مانے توامام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اوراصح روایت یہ ہے کہ یہ منت درست نہیں ہےاورحضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اورامام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان میں سے کوئی نذربھی درست نہیں ہے۔کیونکہ یہ نذرگناہ کی ہے جودرست نہیں ہے اوران دونوں کا مذہب لڑکے کوذبح کرنے کی نذرکے مسئلہ میں،حضرت سیدناعلی مرتضٰی،حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما اوران کے علاوہ دیگرصحابہ علیہم الرضوان کا مذہب ہے۔

اوراس جیسے مسئلہ کوقیاس سے معلوم نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہ ایک سماعی مسئلہ ہے کہ اس میں بچہ کوذبح کرنے کو واجب کرلینے سے مرادبکری کوذبح کرناواجب کرلیناہے یہاں تک کہ اگربچہ کومکہ مکرمہ میں ذبح کرنے کی نذرمانے تو بکری کوحرم شریف میں ذبح کرناضروری ہے۔

حضرت ذبیح اللہ علیہ السلام کے واقعہ سے یہ بات ظاہر ہے کیونکہ اللہ تعالی نے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام پر ان کے صاحبزادہ کوذبح کرناواجب کیاپھران کوایک بکری ذبح کرنے کاحکم دیا۔

جیسا کہ ارشادباری ہے''قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْ يَا'' (بلاشبہ آپ نے خواب کوسچاکردکھایا۔) ہماری شریعت میں بھی یہی حکم باقی رہےگا۔۔۔۔ بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔

صاحب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آئے اور حضرت مسروقؒ نے جو کچھ فرمایا تھا آپؓ سے بیان کر دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: میں بھی تم کو وہی حکم دیتا ہوں جو مسروق نے تمہیں دیا ہے۔ (امام محمدؒ۔ کتاب الآثار)

۔۔۔ مابقی حاشیہ۔۔۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی بناء ہے "ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا" (پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ ابراہیمؑ کی ملت کی اتباع کیجئے جو حنیف ہیں)۔ یا اس لئے بھی کہ جب تک نسخ ثابت نہ ہو ہم سے پہلے کی شریعت لازم ہے اور اس کی مثالیں موجود ہیں۔

مثلاً اللہ تعالیٰ کے گھر کی طرف پیدل جانے کو واجب کرنے سے مراد حج یا عمرہ ہوتا ہے۔ ہدی کو واجب کرنے سے مراد بکری ذبح کرنا واجب کر لینا ہے، اور ایسی مثالیں بہت ہیں، جب بچے کو ذبح کرنے کی نذر سے مراد بکری کا ذبح کرنا ہے تو یہ نذرِ معصیت کی نہیں بلکہ ثواب کی ہے۔

حضرت امام اسبجابیؒ اور دوسرے علماء نے فرمایا ہے کہ اگر وہ بچہ ہی کو ذبح کرنا مراد لیا ہے جانتے ہوئے کہ یہ گناہ کا کام ہے تو ایسی صورت میں یہ نذر درست نہیں۔ اور اس کی ایک نظیر شیخِ فانی کے حق میں روزہ کی ہے اس کے لئے روزہ رکھنا معصیت اور گناہ ہے۔ اس لئے کہ یہ چیز اس کے ہلاکت کا باعث ہے۔

شیخ فانی (جو اس قدر کمزور ہو کہ روزہ رکھنے سے اس کی موت واقع ہو جائے گی) اگر روزہ کی نذر کی نیت کرے تو نذر درست ہے اور فدیہ دینا واجب ہے۔ اس مسئلہ میں جس طرح فدیہ لازم آتا ہے اسی طرح اس میں بھی (بچہ کو ذبح کرنے کی نذر کے مسئلہ میں بھی فدیہ لازم آئے گا) اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اپنے نفس پر اور غلام پر اپنے لڑکے سے بڑھ کر حق تصرف حاصل ہے۔

اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بکری کو ذبح کرنے کا وجوب خلافِ قیاس ہے کیونکہ ہم نے اس کو حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے قصہ سے استدلال کر کے جانا ہے۔ اور یہ واقعہ بیٹے کے بارے میں وارد ہوا ہے جو اسی پر محدود رہے گا۔

اور اگر کوئی آدمی قتل کرنے کی نذر مانے تو بالاتفاق اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہے۔ کیونکہ نص (کتاب اللہ) میں ذبح کا لفظ ہے اور لفظ نحر، ذبح کی طرح سے ہے اور لفظ قتل ایسا نہیں ہے۔ اس لئے کہ ذبح اور نحر یہ دونوں الفاظ قرآن مجید میں تقرب اور عبادت کے طور پر آئے ہیں اور قتل کا لفظ عقوبت، انتقام اور نہی کے طور پر آیا ہے۔ قتل کے لفظ سے اگر بکری ذبح کرنے کی نذر مانے تو یہ درست نہیں ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ میں بھی بدرجہ اولیٰ درست نہیں ہوگا۔